اسلام اور مغرب میں اقلیتوں کے حقوق

(تحقیقی و تقابلی جائزہ)

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد مدثر

Reg:526-Ph.D/IS/F14

نگران تحقیق

ڈاکٹر نور حیات خان

صدر شعبہ علومِ اسلامیہ نمل اسلام اباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اکتوبر 2020ء

اسلام اور مغرب میں اقلیتوں کے حقوق

(تحقیقی و تقابلی جائزہ)

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

نگران تحقیق

ڈاکٹر نور حیات خان

صدر شعبہ علومِ اسلامیہ نمل اسلام اباد

مقالہ نگار

محمد مدثر

Reg:526-Ph.D/IS/F14

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اکتوبر ۲۰۲۰ء

© محمد مدثر

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: اسلام اور مغرب میں اقلیتوں کے حقوق

(تحقیقی وتقابلی جائزہ)

"Rights of Minorities in Islam and West"

نام ڈگری: پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد مدثر

رجسٹریشن نمبر: 526-Ph.D/IS/F14

ڈاکٹر نور حیات خان

(نگران مقالہ) ____________ نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ____________ ڈین سوشل سائنسز کے دستخط

میجر جنرل (ر) محمد جعفر (ہلال امتیاز - ملٹری)

(ریکٹر نمل، اسلام آباد) ____________ ریکٹر نمل کے دستخط

تاریخ: ____________

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں محمد مدثر ولد محمد صادق

رول نمبر:PD-F14-201 رجسٹریشن نمبر: 526-Ph.D/IS/F14

طالب علم، پی ایچ ڈی شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل)اسلام آباد حلفاً اقرار کرتاہوں کہ مقالہ

بعنوان: **اسلام اور مغرب میں اقلیتوں کے حقوق**

(تحقیقی و تقابلی جائزہ)

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیاہے،اور ڈاکٹر نور حیات خان صدر شعبہ علومِ اسلامیہ کی نگرانی میں تحریر کیا گیاہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے،اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیاہے ، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یاادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: محمد مدثر

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	فہرست عنوان	صفحہ نمبر
۱	مقالہ کی منظوری کا فارم	ii
۲	حلف نامہ فارم	**iv**
۳	**فہرست ابواب**	iv
۴	اظہارِ تشکر	vii
۵	انتساب	ix
۶	ABSTRACT	x
۷	مقدمہ	xi
۸	**باب اول: اسلام اور تصورِ اقلیت**	
۹	فصل اول: اقلیت کا مفہوم اور عمومی اقسام	۱
۱۰	فصل دوم: قرآن اور تصورِ اقلیت	**۱۸**
۱۱	فصل سوم: سیرت اور اقلیتیں	**۲۶**
۱۲	فصل چہارم: عہدِ خلافت اور اقلیتیں	**۳۹**
۱۳	**باب دوم: اسلام کا فلسفۂ حقوق اور اقلیتوں کے مذہبی اور سیاسی حقوق**	

۱۴	فصل اول: حق کا مفہوم اور اقسام	۶۱
۱۵	فصل دوم: قبل از اسلام مختلف مذاہب میں انسانی حقوق کا جائزہ	۸۱
۱۶	فصل سوم: اسلام میں اقلیتوں کے مذہبی حقوق	۹۴
۱۷	فصل چہارم: اسلام میں اقلیتوں کے سیاسی حقوق	۱۰۸
۱۸	**باب سوم: اقلیتوں کے معاشرتی و معاشی حقوق اور ذمہ داریاں**	
۱۹	فصل اول: اسلام میں اقلیتوں کے معاشی حقوق اور تحفظ	۱۱۸
۲۰	فصل دوم: اسلام میں اقلیتوں کے معاشرتی و سماجی حقوق اور تحفظ	۱۲۹
۲۱	فصل سوم: اسلامی ریاست میں اقلیتوں کی ذمہ داریاں اور واجبات کی ادائیگی سے متعلقہ اعتراضات کا جائزہ	۱۴۹
۲۲	فصل چہارم: اقلیتوں سے واجبات کی وصولی میں اسلام کا تصورِ عدل	۱۷۳
۲۳	**باب چہارم: مغربی قوانین میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ**	
۲۴	فصل اول: اقوام متحدہ اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ	۱۸۱
۲۵	فصل دوم: یورپی یونین اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ	۲۰۰
۲۶	فصل سوم: فرانس کے ملکی قوانین اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ	۲۳۳
۲۷	فصل چہارم: برطانیہ اور جرمنی کے قانون اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ	۲۶۰
۲۸	**باب پنجم: فرانس، جرمنی اور برطانیہ میں مسلم اقلیت کے حقوق کا جائزہ**	

۲۹	فصل اول: فرانس میں مسلم اقلیت کے حقوق کی صورتحال	۲۸۳
۳۰	فصل دوم: جرمنی میں مسلم اقلیت کے حقوق کی صورتحال	۳۱۱
۳۱	فصل سوم: برطانیہ میں مسلم اقلیت کو درپیش مسائل کا جائزہ	۳۲۴
۳۲	**باب ششم: اسلام کی عالمگیریت اور اسلاموفوبیا**	
۳۳	فصل اول: اہل مغرب کا اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ اور حقائق	۳۴۷
۳۴	فصل دوم: اسلام میں غیر مسلموں کیساتھ تعلقات کی نوعیت اور حدود و قیود	۳۹۴
۳۵	فصل سوم: اسلام ایک یونیورسل دین	۴۱۲
۳۶	فصل چہارم: یورپ میں بسنے والی مسلم اقلیت کے لیے راہنما خطوط	۴۱۷
۳۷	خلاصۃ البحث	۴۳۲
۳۸	نتائج البحث	۴۳۳
۳۹	تجاویز و سفارشات	۴۳۵
۴۰	فہارس	۴۳۶

اظہار تشکر

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ، لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ

"جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا"

اللہ رب العزت کا بے حد و حساب احسان عظیم ہے کہ جس کی توفیق کاملہ سے تحقیقی مقالہ اپنی تکمیل کو پہنچا اور دوران تحقیق پیش آنے والی ہر مشکل کو میرے لیے آسان فرمایا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ یہ ایک مشکل کام تھا جو خدائے لم یزل کی توفیق اور مدد کے بغیر مجھ جیسے حقیر بندے کے لیے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانہ ممکن نہ تھا۔ مالک کائنات سے دعا گو ہوں کہ اس تحقیقی کاوش کو اپنی رضا کے لیے قبول فرما کر امتِ مسلمہ کے اجتماعی مفاد میں سے مثبت اثرات کا حامل بنائے۔

حمد و ثناء کے بعد کروڑوں درود و سلام آقاء نامدات، فخر موجودات، سرورِ کونین، سید الانبیاء جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے جن کی بدولت ہمیں قرآن اور اسلام ملا۔

میں اپنے شفیق، محنتی، ذہین اور مخلص اساتذہ کرام کا بھی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مشکور و ممنون ہوں جن کی مدد اور راہنمائی سے تحقیقی کاوش پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ سب سے پہلے میں اپنے نگران مقالہ محترم پروفیسر ڈاکٹر نور حیات خان صاحب صدر شعبہ علومِ اسلامیہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے نہایت شفقت اور اخلاص سے میری راہنمائی کی اور نہ صرف اپنی قیمتی آراء سے نوازا بلکہ کتب اور تحقیقی مواد کی فراہمی میں بھی میری حد مقدور مدد کی۔ انہوں نے مقالے کو بارہا دقتِ نظر سے دیکھا اور ہمیشہ میری بھرپور راہنمائی کی اس پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان کی صحت والی لمبی عمر کے لیے دعاء گو ہوں۔

میں جناب پروفیسر ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری صاحب کا بے حد مشکور ہوں جن کے قیمتی مشوروں اور بروقت راہنمائی کی بدولت تحقیق کے کٹھن مراحل قدم بقدم طے ہوتے چلے گئے۔ استادِ قبلہ ذی وقار نے ہمیشہ اپنی قیمتی تجاویز سے نوازا اور مقالے کو جلد از جلد مکمل کرنے کی وقتاً فوقتاً تاکید فرماتے رہے۔

میں نمل یونیورسٹی کی انتظامیہ کا بھی احسان مند ہوں: ریکٹر میجر جنرل (ر) جناب محمد جعفر (ہلالِ امتیاز-ملٹری)، پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی، ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز اور دیگر اساتذہ کرام کا بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے مجھ سے یونیورسٹی میں داخلے سے لیکر Topic کی منظوری اور مقالے کی تکمیل تک ہر ممکن تعاون فرمایا۔

میں اپنے مخلص برادران کا بھی مشکور ہوں بالخصوص بڑے بھائی محمد عمران اور چھوٹے بھائی انجینئر محمد رضوان کا جو زندگی کی ہر مشکل میں میرے ساتھ رہے۔ اپنی رفیقۂ حیات اور اچھی دوست حمیرا بانو کا بھی خصوصی مشکور ہوں جس کی

محبت اور علمی معاونت نے اس مشکل علمی سفر کو آسان بنایا۔ پیارے بیٹے شہرام مدثر کی محبت اور رفاقت بھی اللہ کی نعمت کی شکل میں میری معاونت میں اہم کردار ادا کیا۔

اپنے بے لوث اور مخلص دوستوں پروفیسر مجاہد عباس گورڈن کالج راولپنڈی، ڈاکٹر رائے شہزاد آزاد، پروفیسر زمان نیاز، پروفیسر زاہد الرحمان، پروفیسر نذیر عظیم کھرل، شفاقت رسول، انجنیئر محمد اصغر، ڈاکٹر افضال احمد، بھائی عرفان منظور تارڑ، وسیم بھائی (کلرک شعبہ علومِ اسلامیہ نمل) اور ان تمام لائبریریوں اور ریسرچ سینٹرز کے عملے کا بھی بے حد ممنون جنھوں نے دروان تحقیق میرے ساتھ تعاون کیا۔

میں مقالے کی کمپوزنگ پر برادر حافظ قاری بخت علی بھائی کا بے حد مشکور و ممنون ہوں جنھوں نے انتھک محنت اور سخت جانفشانی سے مقالے کی بہت خوبصورت انداز میں کمپوزنگ کی۔

اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ اور معاونین کو دنیا و آخرت کی سعادتیں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد مدثر

پی۔ ایچ ڈی علوم اسلامیہ

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز اسلام آباد

انتساب

اپنے والدین کے نام جن کے دامن شفقت میں راقم کے ذوق علم نے پرورش پائی، جن بے لوث محبتوں اور قربانیوں کے بدولت آج میں اس مقام پر ہوں۔

ABSTRACT

Rights of Minorities in Islam and West (a comparative study)

Islam is complete code of life for entire humankind. According to the Holy the Quran all humanbeings have been created from a single person (Adam). By birth all are equal and as human beings all are equally respected and have all fundamental rights irrespective their religion. If a group is numerically inferior to the rest of the population of state in a non-dominant position, will not be considered minority according to Quran. Quran classify people into two different categories: believers and non-believers on the base of their belief instead of numerical value. Minorities enjoy all fundamental rights and freedoms in Islamic territory.This research demonstrates in the light of Quran and Sunnah that Islam does not discriminate between Muslims and non-Muslims in the matter of rights.

In the present age the people other than the muslims especially the western consider Islam and the Muslims threat for the piece of the world. The world has practically become a global village due to advancement in modern technology. This is need of the time that people belong to different religions and ethnic backgrounds have to live together so the westerns think Islam is against pluralistic society as it does not accept and bear others. This research might prove that Islam is in favor of pluralistic society and islam provide all fundamental rights to all human beings without discrimination of religion and belief, so this thesis has been divided into six chapters.

The first chapter deals with the literal and technical meaning of minority and its kinds, the concept of minority in the light of Quran and Sunnah, their rights during the reign of KhilafiteRashida.

The second chapter about Islamic philosophy of rights, religious and political rights of Minorities, meanings of right and different kinds of rights (haquq).

The third chapter gives the details of individual economic rights of minorities in the light of Quran and Hadith, responsibilities of non-muslims in Islamic state and their objections about Khiraaj and Jizya.

The fourth chapter is critical analysis of human rights in the Islamic and western Law and comparative study of their charters has also been conducted.

The fifth chapter is devoted for the existing position of the rights of Muslim minority in west (France, Germany and UK).

The sixth chapter focuses on the universality of Islam and Islamophobia, Western negative propaganda against Islam, limitations of relationship with non-Muslims according Islam.

In the conclusion, benefits of this research, proposals and recommendations have been highlited.

This research deals with the question, is Islam is in favour of Pluralistic society.It also explores the realistic analysis about the rights of Non-Muslims in Islamic state and the miser situation of Muslims in western countries in modern era. This Research enlighten the major problems of Muslims living in western countries and recommenditions about the solution.
This study might helpful in legislation for the minorities in the wetern countries and also in the Muslim countries.

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم

و بعد

مقدمہ

تعارف

دین اسلام ایک کامل اور عالمگیر دین ہے، یہ انفرادی، اجتماعی، قومی، ملی اور لسانی غرض ہر سطح پر آدمی اور احترام آدمیت کا قائل ہے۔ اور رنگ، نسل، زبان، علاقہ اور قبیلہ کی بنا پر انسانوں میں کسی بھی طرح فرق نہیں کرتا۔ جیسا کہ ارشاد ربّانی ہے: یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَاُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا و قَبَآئلَ لِتَعَارَفُوْا(الحجرات:۴۹)

اسلام، اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام لوگوں کو بلا تفریق مذہب و عقیدہ مساوی سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی، اور مذہبی حقوق دیتا ہے۔ اسلام وحدت نسل انسانی کا علمبردار ہے، البتہ عقیدہ کی بنا پر اسلام انسانوں کو دو گرہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُم فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَ مِنْکُمْ مُؤمِن وَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْر '(التغابن:۲)

اس آیت کی رو سے ایک گروہ مومنوں کا اور دوسرا کافروں کا ہے اور غیر مسلموں کے مزید دو گروہ ہیں: ایک سامی ادیان جن میں یہودیت و مسیحیت کے پیروکار ہیں جبکہ دوسری جانب غیر سامی ادیان مثلاً ہندومذہب، بدمت، سکھ مت، وغیرہ ہیں۔

بیان مسئلہ

اسلام میں اقلیتوں کے لیے باقاعدہ قانون موجود ہے جس کے مطابق ان کو تمام بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں اسی طرح مغربی ممالک نے بھی اقلیتوں کے حقوق کے لیے تاریخ ساز کام کیا ہے۔ بالخصوص اقوامِ متحدہ کے قیام کے بعد اقلیتوں کے لیے باقاعدہ قوانین مرتب کر کے ان پر عمل درامد کو یقینی بنانے کے لیے سنجیدہ اقدامات کیے گئے ہیں۔ مگر مشرق و مغرب اور بالخصوص اسلام اور مغرب کے مابین بڑھتے ہوئے اختلاف کی وجہ سے اور جدید عصری ضروریات اور تقاضوں کے پیشِ نظر اس امر کی ضرورت ہے کہ اسلام اور مغرب میں اقلیتوں کے حقوق کے متعلق پائے جانے والے اختلافات کا جائزہ لیتے ہوئے دیکھا جائے کہ اقلیتوں کے متعلق اسلامی اور مغربی قوانین میں کون سی مماثلات اور اختلافات ہیں۔ تاکہ اس فکری اختلاف کی وجہ سے مختلف ممالک میں اقلیتوں کے حقوق کا جو استحصال ہو رہا ہے اس کا سدِباب ممکن ہو سکے۔ اقلیتوں

کے متعلق اسلامی اور مغربی قوانین کا تقابلی جائزہ لے کر ان کے مابین پائے جانے والے اشتراک اور اختلاف کو مدِ نظر رکھ کر فروعی سقوم کو ممکنہ حد تک دور کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اقلیتوں کے بہتر قانون سازی کی راہ ہموار ہو سکے۔

مجوزہ موضوع پر سابقہ تحقیقی کام

اس مقالہ سے قبل بھی اس موضوع پر کافی کام ہو چکا ہے خصوصاً دو پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ جات بھی لکھے جا چکے ہیں:

۱۔" حقوق غير المسلمين وواجباتهم فی الدولة الاسلامية" غازی عمر فاروق بن سید علی غازی کلیۃ الشریعۃ و القانون انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء:

اس تحقیقی مقالہ میں صرف غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں دیے جانے والے حقوق کا ذکر کرنے کیساتھ اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلامی ریاست جب اھل ذمہ کی مال، جان، عزت اور دفاع کی ذمہ داری اٹھاتی ہے تو بدلے میں ان پر اسلامی ریاست کون سی ذمہ داریاں واجبات کی صورت میں عائد کرتی ہے۔

۲۔ "اسلام، پیغمبر اسلام، اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر"، ڈاکٹر عبد القادر جیلانی کا تحقیقی مقالہ برائے: پی۔ ایچ ڈی (بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۵ء):

اس تحقیقی مقالہ میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح مستشرقین نے سیرت کا مطالعہ کر کے حقائق کو اپنی مرضی کے مطابق بنا کر پیش کر کے عام مغربی عوام الناس کے سامنے اسلام کی مسخ شدہ تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مقالہ نگار نے حقائق کی روشنی میں مستشرقین کے جانبدارانہ انداز فکر دلائل کیساتھ گرفت کرنے ساتھ پیغمبرِ اسلام پر کیے گیے اعتراضات کے مدلل جوابات دیے ہیں۔

۳۔ "اسلامی حکومت میں اقلیتیں" حافظ غلام حسین، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے ریسرچ آفیسر حافظ غلام حسین نے یہ کتاب مرتب کی ہے جو ایک اچھی تحقیقی کاوش ہے (مرکز تحقیق دیال سنگھ (ٹرسٹ) لائبریری، لاہور، س۔ن۔ :

اقلیتوں کے متعلق اردو زبان میں لکھی جانے والی ایک مفید کتاب ہے۔ اس کتاب میں اقلیتوں کی اقسام کا ذکر کرنے کیساتھ تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں ان کیساتھ اسلام کے حسنِ سلوک کو اختصار کیساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ انگلش میں اس موضوع پر اہم کتب اور مقالہ جات:

1. Arnold M.Rose,and Carline B.Rose,MinorityProblems,Harper and Row Publisher New York,1991

یہ کتاب اقلیتوں کے زمانہ جدید میں مسائل کے متعلق ہے۔اس میں بالخصوص مغربی اقلیتوں کو درپیش مسائل کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔اقلیتوں کے حقوق پر کام کرنے مختلف تنظیموں کی کوششوں پر بھی بات کی گئی ہے۔مغرب میں اقلیتوں کو درپیش مسائل کو سمجھنے کے لیے ایک بہترین کتاب ہے۔

2. Hourani,A.H, Minorities in The Arab World,Oxford University Press,Great Britain,1947

اس میں مڈل ایسٹ میں اقلیتوں کو کس طرح امتیازی سلوک کا سامنا ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔بعض عرب ممالک کے قوانین کا حوالہ دیا گیا ہے کہ کس انداز سے مختلف اقلیتوں کو ان کے مساوی حقوق کے حصول میں روکاوٹیں ڈالی گئی ہیں۔

3. Mahdi Komeili, The Rights of Religious Minorities in Islam, PhD thesis, Aligarh Muslim University Aligarh (India), 1999

اس تحقیقی مقالہ میں محقق نے اسلام کے تصورِ اقلیت کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اسلام میں اقلیت سے مراد الگ مذہبی گروہ ہے اور اس کے مخصوص حقوق ہیں جن کو زمانہ جدید میں اقلیتوں کے حقوق بھی کہا جاتا ہے۔ان حقوق کی مخصوص اصطلاحات کا بھی ذکر کیا ہے۔

اس موضوع پر امہات الکتب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔کتاب الخراج، ابو یوسف، یعقوب بن ابراھیم، قاضی، المطبعۃ السلفیۃ ومکتبھا شارع الفتح بالروضۃ القاھرۃ،۱۳۹۶ھ:

یہ کتاب اسلام کے مالیاتی نظام کے متعلق ایک مستند کتاب ہے جس کو امام ابو یوسف نے خلیفہ ہارون الرشید کی خواہش پر تحریر کیا۔

۲۔کتاب الاموال، ابو عبید القاسم، الحافظ، (م ۲۲۴ھ)، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء

۳۔ احکام اہل الذمۃ، ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر (م ۷۵۱ھ)، دار الکتب العلمیۃ للاسلام، نشرت جامعۃ بغداد الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۲ھ

مندرجہ بالا تمام کتب تحقیقی مقالہ جات کسی نا کسی طرح میرے موضوع کے متعلق ہیں مگر ان سب کے مطالعہ کے بعد جس موضوع کو زیر بحث لانے کا میں نے فیصلہ کیا وہ جدید دور کا ایک اہم مسئلہ ہے۔یہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے جہاں باسانی ایک شخص پوری دنیا میں پیش انے والے واقعات و حادثات اور ان کی وجوہات کو جان سکتا ہے۔ اس کیساتھ مختلف تہذیبوں اور مذاہب سے وابستہ لوگ جب ایک جگہ پر اکٹھے ہوتے ہیں تو بعض دفعہ اختلافات اس قدر شدت

اختیار کر جاتے ہیں کہ امن عامہ کو صورتحال مخدوش ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اس ضمن میں اس بات کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ بین المذاہب ہم اہنگی پر زور دیا جاے اور ایسا ماحول پیدا کیا جاے کہ تمام مذاہب اور ان کے ماننے والوں کو برابری کی سطح پر عزت دی جاے۔ اس وقت اس بات کی ضرورت کو دنیا کے تمام خطوں میں اباد سماجی ماہرین محسوس کرتے ہیں مگر ایک بڑی روکاٹ وہ اسلام کو خیال کرتے ہیں کہ اسلام اور مسلمان دیگر مذاہب کو قبول نہیں کرتے اس لیے یہ ممکن ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

اسلام کی یہ تصویر کیونکہ مغربی مستشرقین نے عام مغربی لوگوں کے ذہن میں ڈالی ہوئی ہے کہ جب اسلام اور مسلمان دنیامیں غالب قوت کے طور پر تھے تب ان کا رویہ غیر مسلموں سے برابری کی سطح پر نہیں تھا۔ مسلم معاشروں میں موجود غیر مسلموں کو برابری کی سطح پر انسانی حقوق حاصل نہیں تھے۔ جبکہ حقائق اس کے برعکس ہیں، مسلم معاشروں میں موجود غیر مسلموں کو ہر طرح کی آزادی حاصل تھی اوران کو تمام انسانی حقوق برابری کی سطح پر حاصل تھے۔

اس سے قبل اس موضوع پر موجود تحقیق صرف یکطرفہ تھی یعنی "اسلام میں اقلیتوں کے حقوق اور ان کے فرائض" اور دوسرا موضوع اقلیتوں کو درپیش مسائل کے متعلق تحقیقات موجود تھیں مگر اس میں (Research Gap) تھا کہ اسلام میں اقلیتوں کے حقوق اور ان پر عملداری کا تاریخی جائزہ کیساتھ ان کی ذمہ داریوں کے متعلق اعتراضات کا جائزہ لیکر ان شبہات کا آزالہ لیا جاسکے جو مستشرقین نے غیر مسلموں کے ذہن میں پیدا کیے ہیں۔ اس کے علاوہ مغرب میں موجود مسلم اقلیت کو جو مسائل درپیش ہیں ان کا جائزہ لیکر جامع سفارشات مرتب کی جاسکیں تا کہ مغربی اور مشرقی معاشرے میں پر امن فضا پیدا کر کے مذہبی ہم اہنگی کی فضا کو ہموار کیا جاسکے۔ مغرب میں کثیر تعداد میں مسلم اقلیت اباد ہے اس لیے مذہبی ہم اہنگی کا مغربی معاشرے کے امن کیساتھ بھی گہرا تعلق ہے۔

تحقیق کی اہمیت

دور جدید میں سائنس نے اس قدر ترقی کی ہے کہ وسیع و عریض دنیا کو سمیٹ کر ایک "Global village" بنا دیا ہے اور پوری دنیا کے انسان ایک کنبے کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ سائنسی ایجادات نے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے اور ہزاروں میل کی مسافت چند گھنٹوں میں طے ہو جاتی ہے اور دنیا کے ایک کونے میں کی ہوئی بات چند سیکنڈ میں دنیا کے دوسرے کونے میں پہنچ جاتی ہے۔ لہذا اب مختلف ممالک کے باشندے ایک دوسرے سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے، اس لیے ضروری ہے کہ تمام انسان مل جل کر پر امن زندگی بسر کریں۔ کوئی طاقتور کمزور پر حملہ آور نہ ہو اوراس کے حقوق سلب کرنے کی کوشش نہ کرے نسلی اور لسانی اختلافات کی طرح مذہبی اختلافات کو بھی قدرتی اور تکوینی امر خیال کرتے ہوئے اسے برداشت کریں اور مختلف مذاہب میں مشترکہ تعلیمات پر جمع ہو جائیں تب ہی اس گلوبل ویلج میں امن وسکون قائم ہو سکے گا۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو دوسروں کا وجود تسلیم کرتا ہے اور بحیثیت انسان سب کو محترم مانتا ہے۔ اسلام

نے دوسرے مذاہب کی بے حرمتی نہیں کی بلکہ ہمیشہ دوسرے مذاہب کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا۔ یہاں تک کہ معاہد و مستامن کے بھی حقوق اسلامی تعلیمات میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ ان پر عمل بھی ہوتا رہا ہے۔ عصر حاضر میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ادیان عالم کے مابین باہمی احترام کی فضا پروان چڑھے کیونکہ تمام الہامی مذاہب کے غیر محرف عقائد مشترک ہیں۔

تحدید

میں نے اپنی تحقیق "اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا مغربی یورپ (برطانیہ، فرانس اور جرمنی) میں اقلیتوں کے حقوق کیساتھ تقابلی جائزہ" کو تین مغربی ممالک برطانیہ، فرانس اور جرمنی تک محدود رکھا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اپنی تحقیق کا دائرہ کار یورپ میں مسلم اقلیت کو اس لیے رکھا ہے کیونکہ یہ تحقیق ایک تقابلی جائزہ ہے اقلیتوں کے حقوق کا جائزہ اسلامی اور مغربی قوانین کے تناظر میں۔ اس کا مقصد بالخصوص مغرب میں مسلم اقلیت کی صورتحال اور ان کو درپیش مسائل کا حل ڈھونڈنا ہے ۔ کیونکہ مسلم اقلیت مغرب میں بہت سی ائینی مشکلات کا شکار ہے اس کی وجہ ہی ہے کہ مغربی ممالک مسلمانوں کو ان کے مذہب کو مدِ نظر رکھ کر ایئنی حقوق دینے کی بجائے انسانی بنیادوں پر حقوق دینے کا دعوی کرتے ہیں جس کی وجہ سے مسلم اقلیت اضطراب کا شکار ہے۔

قوانین کے تقابل میں پانچ ڈیکلریشن اور چارٹرز کا انتخاب کیا ہے۔

۱- اقوام متحدہ کا قانون برائے قومی، علاقائی اور مذہبی اقلیتوں کا ڈیکلریشن ۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ء

۲- یورپی یونین کا بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر ۱۸ دسمبر ۲۰۰۰ء

۳- فرانس کا بنیادی انسانی حقوق کا منشور ۲۶ اگست ۱۷۸۹ء

۴- فرانس کا شہری حقوق کا قانون ۴ اکتوبر ۱۹۵۸ء

۵- جرمن کا بنیادی انسانی حقوق کا منشور ۲۳ مئی ۱۹۴۹ء

۶- برطانیہ کا انسانی حقوق کا ایکٹ آف ۱۹۹۸ء

مقاصد تحقیق:

منتخب موضوع کے درج ذیل اہداف و مقاصد ہیں:

۱. اسلام میں اقلیتوں کو میسر مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی حقوق کی وضاحت کرنا۔

۲. مغربی قوانین میں مسلم اقلیت کو دیے گئے مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی حقوق کا جائزہ لینا۔

۳. اقلیتوں کے متعلق اسلامی اور مغربی قوانین کا تقابل کر کے ان میں پائی جانے والی مماثلت اور اختلاف کا جائزہ لینا

۴. اسلامی اور مغربی قوانین میں اقلیتوں کے حقوق کے متعلق پائے جانے والے سقم کی نشاندہی کرنا۔

۵. مغرب میں آباد مسلم اقلیت کو درپیش مسائل کو بیان کرنا اوران کے ممکنہ حل کے لیے موئثر تجاویز وسفارشات مرتب کرنا ۔

تحقیقی سوالات:

۱. اسلامی اور مغربی تصورِ اقلیت کیا ہے؟
۲. اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو کون سے مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی حقوق حاصل ہیں؟
۳. مغربی ممالک میں مسلم اقلیتوں کو کون کون سے حقوق حاصل ہیں؟
۴. اقلیتوں کے حقوق کے متعلق اسلام اور مغربی قوانین کے تقابل سے ان میں پائی جانے والی مماثلت اور اختلاف کو کیسے معلوم کیا جاسکتا ہے؟
۵. اسلام اور مغربی قوانین میں پائے جانے والے سقوم کو کیسے دور کرنا ممکن ہے؟
٦. مغربی ممالک میں اباد مسلم اقلیت کو کون سے مسائل درپیش ہیں اوران مسائل ممکنہ حل کیسے ممکن ہے؟

نظری دائرہ کار:

اقلیت کی تعریف اوراسلام کا تصور اقلیت ازروئے قران وسنت، عہد نبوی، اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اقلیتوں سے سلوک اور اقلیتوں کی ذمہ داریوں کا ذکر کیا گیاہے اور اسلام نے غیر مسلم اقلیتوں کو جو مذہبی سیاسی، معاشرتی اور معاشی حقوق دیے ہیں ان کے ذکر کے ساتھ مغربی یورپ، برطانیہ، فرانس اور جرمنی میں مسلم اقلیت کے حقوق کا تقابلی جائزہ لیا گیاہے۔اور اس سلسلے میں اسلام اور ان ممالک میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کا جائزہ لیا گیاہے اور منفی پروپیگنڈے کا حقیقی جائزہ پیش کیا گیاہے۔

اسلوبِ تحقیق

۱- تحقیق کے لیے تقابلی اور تجزیاتی طریقہ اپنایا گیا ہے۔
۲-علاوہ ازیں اس تحقیق میں بیانیہ اور دستاویزی طریقِ تحقیق کو اپنایا گیاہے۔

۳- مصادر کے اعتبار سے تحقیق کی قسم لائبریری اور میدانی (Library, Field Research) کواختیار کیا گیاہے۔
۴- تحقیق کے دوران جدید ذرائع مثلا انٹرنیٹ بین الاقوامی آن لائن ڈیجیٹل لائبریریاں اور ذرائع ابلاغ سے بھی استفادہ حاصل کیا گیاہے۔

۱) آیات وآحادیث اور عربی عبارات کا اردو میں ترجمہ کیا گیاہے۔
- حواشی ہر صفحے کے آخر پر دیئے گئے ہیں۔

- قرآن کریم کی حوالہ جات کے لئے پہلے سورت کا نام اور نمبر اور پھر آیت کا نمبر دیا گیا ہے۔
- آحادیث کی تخریج کی گئی ہے۔
- کتب کے حوالہ جات کے لئے پہلے کتاب کا نام پھر مصنف کا نام، مقام و تاریخ طبع پھر جلد نمبر اور صفحہ نمبر اس طرح لکھا گیا ہے کہ ص:کے بعد دائیں طرف جلد پھر / اور بائیں طرف صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

رموز واشارات

مقالہ ہذا میں غیر ضروری طوالت سے بچنے اور زیبائی کے لئے درج ذیل رموز واشارات کا استعمال کیا گیا ہے۔

آیات کے لیے	﴿ ﴾
احادیث کے لیے	( )
دیگر اقتباسات کے لیے	" "
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے	ﷺ
رحمۃ اللہ علیہ کے لیے	رح

رض

رض

کے لیے

علیہ السلام کے لئے ع

متنِ مقالہ اور حواشی میں بعض اہم نکات کے لئے۔

- ایک ہی صفحہ same حوالہ آنے پر وہاں حوالہ ایضاً لکھا گیا ہے۔ اگر ایک حوالہ ایک سے زائد دفعہ آنے پر المرجع سابق لکھا گیا ہے۔
- اصطلاحات کی وضاحت یا تو متن میں کر دی گئی ہے یا پھر حواشی میں کی گئی ہے۔
- مقالے کے آخر میں نتائج تحقیق و سفارشات، فہرست کتابیات، فہرست آیات و آحادیث درج کی گئی ہے۔

باب اول: اسلام اور تصورِ اقلیت

فصل اول: اقلیت کا مفہوم اور عمومی اقسام

فصل دوم: قرآن اور تصور اقلیت

فصل سوم: سیرت اور اقلیتیں

فصل چہارم: عہدِ خلافت اور اقلیتیں

فصل اول:

اقلیت کا مفہوم اور عمومی اقسام

لغوی تعریف

اقلیت عربی زبان کے لفظ "قلیل" سے ماخوذ ہے۔اس کا مادہ ق ل ل ہے۔اس کا معنی "تھوڑا" یا "کم" ہونا ہے۔ قلیل کی جمع "قلل" ہے۔علامہ ازھری نے لفظ قلیل کو کم کے معنی میں استعمال کیا ہے۔[1]

انگریزی میں اقلیت کیلئے لفظ "Minority" ستعمال کیا جاتا ہے۔

Gorge Percy Badger نے Minority کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"The state of being under,the smaller number"[2]

ترجمہ: ماتحت ہونا، تعداد کا کم ہونا۔

اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں اقلیت سے مراد کسی ملک ،ریاست یا خطے میں بسنے والے افراد کا وہ چھوٹا گروہ یا طبقہ جو رنگ ، نسل ،زبان، لباس، عادات و اطوار، رسم و رواج اور مذہب کے اعتبار سے اس خطے کے بڑے گروہ سے منفرد یا الگ تھلگ ہو۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں Jonathan Crownth نے لفظ Minority کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے۔

A small group in a community or nation,differing from others in race , religion,language etc.[3]

ترجمہ: کسی معاشرے یا قوم میں بسنے والے افراد کا وہ چھوٹا گروہ جو نسل، مذہب اور زبان وغیرہ میں بڑے گروہ سے مختلف ہوں The world book Encyclopedia کے مقالہ نگار W.D.H نے اقلیت کی تعریف میں کچھ وسعت پیدا کی ہے۔

---

۱) معجم تھذیب اللغۃ، الازھری، ابو منصور محمد بن احمد (م ۳۷۰ھ)، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۱ء، ۳۰۳۶/۳

2) English Arabic Lexicon,Badger Geroge Percy, LibrarY, Lebanon, Beirut, 1967,p.631

3) Oxford An English Arabic LexiconJonanth Crownth, Advance Learner Dictionary, Oxford University Press, England,1999, p.772

"People of racial,religious or cultural groups some times preserve their own way of life while they are living in a land that is controlled by large groups" ے[1]

ترجمہ: کسی خطے میں بسنے والے لوگوں کا ایسا چھوٹا گروہ جو نہ صرف مذہبی، لسانی اور نسلی اعتبار سے اکثریت سے مختلف ہوں بلکہ اپنے مذہب، عقائد اور نسل کی حفاظت بھی کر سکے۔ تاکہ اکثریت اس پر اثر انداز نہ ہو۔

Encyclopedia americana کے مقالہ نگار Spencer D.Albright نے اقلیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ماہرین عمرانیات کے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے۔

"Some sociologists have reffered to minority groups of distinctive national and cultural characteristics, while others have given greater emphasis to the subjective elements of national conciousness which might characterize the rest of the population by obvious features of language, dress, habits or physique" ے[2]

ترجمہ: کسی خطے میں بسنے والے لوگوں کا ایسا چھوٹا گروہ جو نہ صرف مذہبی، لسانی اور نسلی اعتبار سے اکثریت سے مختلف ہوں بلکہ اپنے مذہب، عقائد اور نسل کی حفاظت بھی کر سکے تاکہ اکثریت اس پر اثر انداز نہ ہو ۔

Francesco capotorti کے مطابق:

"A group numerically inferior to the rest of the population of state, in a non dominant position, whose members being nationals of the state posses ethnic, religious or linguistic characteristics differing from those of the rest of the population and show , if only implietly , maintain sense of traditions , religion or
Language" ے[3]

ترجمہ: ایسا گروہ جو تعداد میں ریاست کی باقی رعایا سے کم ہو اور غالب نہ ہو اور ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی خاص علاقائی، مذہبی اور زبانی خصوصیات کا مالک ہو جو ریاست کی باقی آبادی سے مختلف اور مکمل طور پر اپنی الگ روایات، مذہب اور زبان کا مالک ہو۔

---

1) The World Book Encyclopedia, James, j .Morris, Field Enterprises Educational Corporation,Chicago, USA,1958,v0l.11,p.5110

2) Encyclopedia Americana, Americana Corporation , New Yourk,1961,vol.19,p.20

3) Study on the Rights of Persons Belonging to Ethnic, Religious and Linguistic Minorities, Francesco Capotori, Newyourk, USA 1991,p.98

مندرجہ بالا تعریفات کی رو سے اقلیت کا مفہوم ہے، کسی ملک یا ریاست میں رہائش پذیر لوگوں کا وہ گروہ ہے جو مذہب عقائد، زبان، رنگ و نسل کی بنا پر وہاں بسنے والی غالب اکثریت سے تعداد میں کم اور منفرد ہو، مولانا ابو الکلام آزاد اقلیت کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"یہ گروہ صرف تعداد میں کم نہ ہو بلکہ صلاحیت اور کارکردگی میں بھی اس قدر کمزور ہو کہ اپنے دفاع کیلئے اکثریت کا محتاج ہو"۔[1]

اسلام کا تصورِ اقلیت:

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو میں مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کسی خاص قوم، علاقے، نسل کے لیے نہیں ہے۔ اسلام تمام انسانوں کو مخاطب کرتا ہے اور یہ تا قیامت تمام لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے نسلی اور لسانی بنیادوں پر انسانوں کی تفریق اور اس پر مبنی اکثریت و اقلیت کا تصور قابل قبول نہیں ہے۔ اسلام کے نزدیک نسلی و لسانی اختلافات تفریق و امتیاز نہیں بلکہ یہ شناخت کا ذریعہ ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾۔[2]

ترجمہ: لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور اللہ کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے بیشک وہ سب جانتا ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

اس پیغام سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نسلی و لسانی یا عددی اقلیت کی بنا پر کسی طبقے کو اس کے آئینی حقوق سے دستبردار نہیں کیا جا سکتا اسلامک اسٹیٹ چونکہ ایک نظریاتی ریاست ہے اس لیے تعداد کی قلت یا کثرت کو بنیاد بنا کر حقوق یا ذمہ داریوں کا تعین نہیں کیا جاتا اس میں اکثریت اور اقلیت کی بنیاد پر حقوق و فرائض کا تعین نہیں ہوتا۔ کیونکہ جدید معاشرہ انسانوں کو نسلی و لسانی اور جغرافیائی حدود کے اعتبار سے تقسیم کرتا ہے، اس لیے جدید قومیت میں تمام وہ گروہ جو اکثریت سے کسی بنا پر مختلف ہوں اقلیت کہلاتے ہیں اور اکثریتی گروہ کی نسلی شناخت کو قومی شناخت قرار دے کر باقی گروہوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ قومی شناخت کو اپنا کر اپنی شناخت کو کھو دیں، جو کہ اقلیتوں کے ساتھ ایک بہت بڑی

---

۱) اقلیت کا سیاسی مفہوم، ماہنامہ " دار العلوم " دیوبند، شمارہ: ۳، مارچ ۱۹۹۳ء، ۱۵/۷۸

۲) سورۃ الحجرات: ۴۹/۱۳

زیادتی ہے۔اسلام نسلی ولسانی امتیاز و تفریق کی پالیسی کے سخت خلاف ہے اسلام اس بات کا قائل ہے کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ --﴾[1]

ترجمہ: لوگو!اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتیں پھیلا دیے۔۔۔

آنحضور کا فرمان گرامی ہے۔

« الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ»[2]

ترجمہ: ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبہ سے بھلائی کرے ۔

اللہ نے تمام انسانوں کو ایک ہے انسان حضرت آدم سے تخلیق کیا ہے اس لیے کوئی انسان بھی دوسرے سے افضل نہیں عددی کمی یا زیادتی کی بنا پر حقوق میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ایک سیاسی ڈھانچے میں رہنے والے تمام افراد ہر لحاظ سے برابر ہوں گے چاہے ان کی زبان ، نسل یا علاقے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ ملکی قانون کے اعتبار سے سب برابر درجے کے شہری ہوں گے ۔اسلام کے نزدیک انسان کی تخلیق کا مقصد خدا کی عبادت ہے لہذا مذہب ہی انسان کی اصلی شناخت اور رب سے تعلق کا ذریعہ ہے۔اس بنا پر اسلام انسانوں میں تفریق کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[3]

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

اسلام نے انسانی گروہوں کی تعداد میں کمی بیشی کی بنیاد پر اقلیت واکثریت میں تقسیم نہیں کیا ہے۔ اسلام کی بنیاد ایک مخصوص نظریہ پر ہے، اس لیے اس نے اس نظریے کو ماننے یا نہ ماننے کی بنیاد پر

---

۱)سورۃالنساء:۴/۱

۲) الطبرانی،المعجم الاوسط،باب المیم،من اسمہ محمد،رقم الحدیث ۵۵۴۱،ج۵/ ۳۵۶

۳)سورۃالتغابن:۶۴/۲

انسانی گروہوں کو تقسیم کیا ہے۔ جو لوگ اس نظریے کو مانتے ہیں انھیں وہ مومن، اور جو اس کا انکار کرتے ہیں ان کو 'کافر' کہتا ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کے معاملے میں وہ مومن اور کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا، سب کو حقوق کی یکساں ضمانت دیتا ہے، البتہ ریاست کے چند کلیدی مناصب کے لیے، جو نظریاتی تحفظ اور استحکام کے لیے ضروری ہیں، وہ اسلام کی شرط لگاتا ہے۔

لہٰذا اگر اسلامی حکومت کے علاقے میں غیر مسلم آباد ہوں چاہے وہ نسل در نسل اسی علاقے میں رہ رہے ہوں، چاہے ان کی تعداد وہاں آباد غالب مسلمانوں سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو وہ پھر بھی اقلیت کہلائیں گے۔ کیونکہ تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں علم ہوتا ہے بہت سے ایسے علاقے جہاں اسلام غالب قوت رہا وہاں عددی اکثریت غیر مسلموں کی تھی اس کے باوجود ان کو اقلیت تصور کیا جاتا تھا کیونکہ اسلامی ریاست جو کہ قومی ریاست سے نظریاتی اعتبار سے مختلف ہوتی ہے ۔ تاریخ انسانی کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عصر جدید میں قومی ریاستوں کے اندر ہمیشہ اکثریت نے اقلیتوں کا استحصال کیا ہے اور کبھی بھی اقلیت ایسی ریاستوں میں اپنی انفرادی شناخت کو برقرار نہیں رکھ سکی لیکن اسلامی ریاست ان تمام لوگوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے جو اسلام کو نہیں مانتے اور انفرادی پہچان کو ہمیشہ برقرار رکھتی ہے ۔ اکثریت کو کسی بھی انداز سے اقلیت کو متاثر کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ مسلمانوں کی تاریخ میں دارالاسلام کے اندر رہنے والے غیر مسلموں کیلئے اقلیت کی بجائے ایک مذہبی گروہ کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی ہے۔

دنیا کی تقسیم:

عمومی طور پر مسلمان فقہاء دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱) دارالسلام ۲) دارالحرب / دارالکفر

یہاں پر دنیا کی تقسیم کی بحث کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ ہمارے مقالہ میں اقلیتوں یعنی اہل ذمہ کے متعلق بحث ہو گی اور وہ مسلمان اور غیر مسلم جو دارالاسلام میں موجود ہوں انکے حقوق و فرائض دار لحرب / دارالکفر میں بسنے والے مسلم و غیر مسلموں سے تھوڑے مختلف ہیں۔

مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ دارالاسلام میں سکونت اختیار کرے اور اگر وہ دارالحرب میں موجود ہے تو اس پر فرض ہے کہ دار السلام کی طرف ہجرت کرے۔ دارالحرب میں صرف اس صورت میں رہ سکتا ہے کہ اس کے پاس دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے کیلئے وسائل موجود نہ ہوں اس صورت میں اس کا شمار مستضعفین میں ہو گا۔

دارالاسلام:

دارالاسلام سے مراد ایسی باقاعدہ منظم ریاست یا ملک ہے جس کا سربراہ مسلمان ہو اور جہاں اسلامی شریعت کے مطابق عملی احکام نافذ ہوں۔ علامہ تھانوی نے دارالاسلام کی وضاحت یوں کی ہے:

«دارالاسلام عند هم ما يجرى فيه احكام المسلمين من البلاد»[1]

ترجمہ: دار الاسلام ان کے نزدیک وہ ہے جس میں اسلامی قانون ہو۔

دارالحرب:

دارالحرب سے مراد دشمنان اسلام کا وہ علاقہ ہے جس کے باشندے دعوت اسلام کو مسترد کر کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرکشی اور عداوت کا اظہار کریں اور جہاں اہل اسلام اور اہل ذمہ کی عبادت گاہیں محفوظ نہ ہوں۔

«دار الحرب عند هم ما يجرى فيه امر رئيس الكفار من البلاد ـ ـلم يبق مسلما ولا ذمى امنا الا بامان الكفار»[2]

ترجمہ: ان کے نزدیک دارالحرب سے مراد ایسا علاقہ ہے جس کے شہروں میں غیر مسلموں کی حکومت اس جگہ کلمہ گو اور اھلِ ذمہ امن میں نہ رہ سکیں سوائے کافروں کی ضمانت کے۔

مندرجہ بالا تعریفات سے ثابت ہوا کہ:

دارالاسلام سے مراد ایسی باقاعدہ منظم ریاست یا ملک ہے جس کا سربراہ مسلمان ہو اور جہاں اسلامی شریعت کے مطابق عملی احکام نافذ ہوں۔ دارالاسلام میں موجود غیر مسلموں کو" اہل ذمہ " کہا جاتا ہے اسلامی حکومت ان کے مال، جان، عزت اور دفاع کی ذمہ دار ہوتی ہے جبکہ دار الحرب کے اندر موجود غیر مسلموں کو اسلامی حکومت کی طرف سے یہ حقوق حاصل نہیں ہوتے۔

غیر مسلموں کی اقسام:

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[3]

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ خوب دیکھتا ہے۔

قرانی تعلیمات کے مطابق انسانوں کے دو گروہ ہیں۔

۱) مومن ۲) کافر

---

۱) کشاف اصطلاحات الفنون، الجوھری، محمد علی بن علی الفاروقی، قاضی، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۳ء، ۱/ ۴۶۶

۲) ایضاً، ۱/ ۴۶۶

۳) سورۃ التغابن: ۶۴/ ۲

غیر مسلموں کی اقسام تو بہت زیادہ ہیں اور ہر قسم کا ایک خاص نام ہے مثلاً اہل کتاب، شبہ اہل کتاب، صابی، مجوسی، دہریہ، مشرکین، منکرین رسالت، مرتدین اور قادیانی وغیرہ۔ ان تمام غیر مسلموں کو جو اسلامی ریاست میں رہتے ہیں فقہا کی اصطلاح میں ان کا نام "اہل ذمہ" ہے۔

ان کا اختصار کے ساتھ تعارف ذیل میں ہے ۔

اہل کتاب:

اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس الہامی کتب موجود ہوں قرآن کے علاوہ مثلاً یہودی وعیسائی۔

قرآن مجید میں ہے۔

﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾[۱]

ترجمہ: اھلِ کتاب تم ابراہیم کے متعلق کیوں جھگڑا کرتے ہو اور تورات (جس سے یہود کی ابتدا ہے) اور انجیل (جس سے نصاریٰ کی ابتدا ہے دونوں) ابراہیم کے بعد اتریں کیا تم کو عقل نہیں۔

«ویقول الحنابلة و الشافعیة ان اهل الکتاب هم الیهود والنصاریٰ فقط»[۲]

ترجمہ: حنبلی اور شافعی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اہل کتاب صرف یہود و نصاریٰ ہیں۔

جبکہ احناف کہتے ہیں کہ

«ویقول الا حناف ان کل من اعتقد دینا سماویا وله کتاب منزل کالتوراة والانجیل و صحف ابراهیم و سیش و زبور یعتبر من اهل الکتاب»[۳]

ترجمہ: تمام وہ گروہ اہل کتاب میں شمار کیے جائیں گے جو کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہو مثلاً تورات، انجیل، صحف ابراہیم و شیث اور زبور کو ماننے والوں کو اہل کتاب کہا جائے گا ۔

میرے خیال کے مطابق حنابلہ اور شوافع کا قول راجح ہے کیونکہ قرآن حکیم میں صراحت سے یہود و نصاری کو اہل کتاب قرار دیا گیا ہے اور ان دو پر سب کا اتفاق بھی ہے۔

---

۱) سورۃ آل عمران: ۳/ ۶۵

۲) ابو اسحاق ابراھیم بن علی بن یوسف الفیروز آبادی، (م ۴۷۶ھ) مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۴۳ھ، ۱۰/ ۴۴

۳) حاشیہ دار المختار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، ابن عابدین، محمد امین الشھر، ایچ. ایم. سعید کمپنی، کراچی، س. ن، ۳/ ۳۷

شبہ اہل کتاب :

شبہ اہل کتاب سے مراد ایسا گروہ ہے جو تورات وانجیل کے علاوہ کسی کتاب کو مانتے ہوں اس میں دو گروہ ہیں۔

۱) صابی (۲) مجوسی

صابی:

صابی کا لغوی معنی جو خارج ہو جائے اور مائل ہو جائے ایک دین سے دوسرے دین کی طرف اسی وجہ سے اہل عرب جو شخص مسلمان ہو جاتا وہ کہتے یہ صابی ہو گیا ہے ان کو صابی اسلیے کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ یہودو نصاریٰ کے دین سے نکل گئے اور انھوں نے ملائکہ اور ستاروں کی پوجا شروع کر دی۔

بیضاوی کہتے ہیں۔

«انهم قوم بين اليهودوالمجوس»[۱]

ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ «أَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ»[۲]

امام ابو یوسف اور محمد کا قول ہے۔

«أنهم لَيْسُوا من أهل الْكتاب»[۳]

عبدالکریم زیدان نے اپنی کتاب " احكا م الذميين والمستا منين " میں ذکر کیا ہے۔

«انهم يعتقدون بالخالق عز و جل و يومنون و يدعون انهم يتبعون تعليم آدم و نبيهم يحيى جاء۔۔۔و عندهم كتاب يسمونه (الكا نزابرا) اى صحف آدم ومن عباداتهم الصلوة دون سجود يودونها فى اليوم ثلاث مرات»۔[۴]

ترجمہ: کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور یوم آخرت کو تسلیم کرتے ہیں اور انکا دعوی ہے کہ وہ حضرت آدم کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کے نبی یحیی آئے۔۔۔ اور انکے پاس ایک کتاب تھی جسے

---

۱) الدعوۃ الاسلامیۃ وطورھافی شبہ القارۃ الھندیۃ محی الدین الائی، الدکتور، دارالقلم دمشق، ۱۳۹۱ھ، ۲۳۱-۲۳۲

۲) الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، محی الدین ابی محمد عبدالقادر، محمد، القرشی، (م ۷۷۵ھ) مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند، ۱۳۳۲ھ، ۲/ ۴۲

۳) الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، محی الدین ابی محمد عبدالقادر، محمد، القرشی، (م ۷۷۵ھ) مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند، ۱۳۳۲ھ، ص: ۲/ ۴۲

۴) احکام اھل الذمۃ، ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر (م ۷۵۱ھ)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء، ص: ۱۴

وہ(الکا نزابرا) من صحف آدم کہتے ہیں۔ان کی عبادات میں نماز بغیر سجدہ کے وہ دن میں تین دفعہ ادا کرتے تھے۔

موجودہ زمانے میں صابی عراق میں موجود ہیں بہر حال راجح قول یہی ہے کہ یہ شبہہ اہل کتاب ہیں۔

مجوس:

مجوس شبہ اہل کتاب ہیں اور ان کے بارے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ یہ اہل کتاب ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام ابن حزمؒ کی رائے کے مطابق یہ اہل کتاب ہیں۔امام شافعی اسی مفہوم کی روایت حضرت علی سے نقل کرتے ہیں۔

«انا اعلم النا س بالمجوس كان لهم علم يعلمونه و كتاب يدرسونه وانما ملكهم سكر فوقع على ابنته او اخته فاطلع عليه اهل مملكة......قال اتعلمون ديناخيرا من دين آدم وقد ينكح بنيه وبناته واناعلى دين آدم ... وقداسرى على كتابهم فرفع بين اظهر هم وذهب العلم الذى فى صدورهم فهم اهل الكتاب»[1]

ترجمہ: میں مجوسیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ان کے ہاں علم تھا جس کو وہ جانتے تھے اور کتاب تھی جسے وہ پڑھتے تھے۔ان کا بادشاہ تھا جس نے نشہ کی حالت میں بیٹی یا بہن سے جماع کر لیا جس کا اہل مملکت کو پتا چل گیا۔۔۔ کہا کہ آدم کے دین سے بہتر کسی دین کو جانتے ہو؟۔وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا آپس میں نکاح کرتے تھے میں آدم کے دین پر ہوں۔۔۔اسی دوران انکی کتاب ان کے درمیان سے اٹھالی گئی اور جو علم ان کے سینوں میں تھا غائب ہو گیا۔سو یہ اہل کتاب ہیں۔

لیکن جمہور اہل علم ان کو اہل کتاب نہیں مانتے اسکی ایک واضح دلیل اسی روایت میں بھی موجود ہے کہ کتاب اگر تھی بھی تو ان سے اٹھالی گئی تو اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں اور نہ اپنے دین کا ان کے پاس علم ہے۔

حضرت عبد الراحمن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں:

« سنوابهم اهل كتاب غيرنا كحى نسائهم ولا اكلى ذبائهم»[2]

---

۱) کتاب الاموال، ابو عبید القاسم، الحافظ، (م ۲۲۴ھ) دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء، ص:۱۲۹-۳۰

۲) الجامع الصحیح، البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرۃ، (م ۲۵۶ھ)، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۸۱ء، ۱۳۱/۲۔

ترجمہ: ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ اختیار کرو مگر ان کی خواتین سے نکاح مت کرو اور نہ ہی ان کی ذبح کردہ چیز کھاو۔

اس حدیث سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ اہل کتاب نہیں بلکہ شبہ اہل کتاب ہیں اگر اہل کتاب ہوتے تو ان کی عورتیں اور ذبیحہ جائز ہوتا۔

ادیان باطلہ:

اس میں دہریہ، مشرکین، منکرین رسالت، قادیانی اور مرتد آتے ہیں۔

۱) دہریہ:

«هم منكرون الخالق ويقولون لا اله ولا صانع للعالم»[۱]

دھریہ خالق کائنات کا انکار کرتے ہیں ان کا عقیدہ ہے اس دنیا میں چیزیں خود بخود وجود میں آجاتی ہیں۔ ان کا قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے

﴿ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾[۲]

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہمارا یہی دنیا کا جینا ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے ۔

۲) مشرک:

ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو اللہ کی ربوبیت کا اقرار تو کرتا ہے لیکن عبادت میں خدا کیساتھ اوروں کو بھی شریک کرتا ہے جس طرح بتوں کی پوجا مثلاً مشرکین عرب اور ہندو وغیرہ۔

۳) منکرین رسالت:

« وهولاء يومنون با لله ولكنهم ينكرون بعثة الرسول فلا يومنون بنبیﷺ ولا رسول»[۳]

یہ گروہ اللہ پر تو ایمان رکھتا ہے لیکن رسالت کا منکر ہے کسی نبی یا رسول پر ایمان نہیں رکھتا"

۴) قادیانی: اس فرقے کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔یہ فرقہ انیسویں صدی میں انگریزوں کی ایماء پر ہندوستان میں وجود میں آیا تاکہ مسلمانوں کو ان کے دین اور جہاد فی سبیل اللہ سے دور کر دیا جائے۔ان کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہے، یہ کہتے ہیں کہ نبوت محمد ﷺ پر ختم نہیں ہوئی بلکہ

---

۱) تلبیس ابلیس، ابو الفرج، عبد الرحمن بن الجوزی، الحافظ، مطبعۃ السادۃ، مصر، ۱۳۴۰ھ، ص:۴۱

۲) سورۃ الجاثیہ:۴۵/۲۴

۳) حاشیہ ردالمختار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، ۳/۲۸۷

جاری ہے اور اللہ حسب ضرورت رسول بھیجتا رہتا ہے اور غلام احمد قادیانی تمام انبیاء میں سب سے بلند مقام رکھتا ہے اس کے علاوہ ان کا عقیدہ ہے کہ:

«ان الله يصوم، ويصلى وينام ۔۔ويخطى ويجامع»[1]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، سوتا ہے، غلطی کرتا ہے اور ہم بستری کرتا ہے(نعوذ باللہ)۔

۵) مرتد:

لغوی معنی ہے: الراجع مطلقاً " یعنی پھرنے والا، بدلنے والا"۔

شرعی مفہوم

«الراجع عن دين الاسلام الى الكفر»[2]

ترجمہ: یعنی دین اسلام سے کفر کی طرف پھرنے والا شخص مرتد کہلاتا ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتیں:

اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم اقلیتوں کو اہل ذمہ کہا جاتا ہے" الذمة "کے معنی ہوتے ہیں:

" عہد، ضمانت، کفالت، امان "چنانچہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدہ ذمہ کی بنا پر ان کی امان اور ضمانت میں آجاتے ہیں۔ معاہدہ ذمہ سے غیر مسلموں کو تقریباوہی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو ریاست کی طرف سے مسلم رعایا کو" شہریت "ملنے پر دیئے جاتے ہیں۔

ذمی:

عمیم الاحسان نے ذمی کی تعریف اس انداز میں کی ہے۔

«هوالمعاةد من الكفارلانه امن على ماله ودمه ودينه بالجزية»[3]

" ذمی کفار میں سے وہ معاہد ہے جو جزیہ کے بدلے اپنامال، خون اور دین محفوظ کرلیتا ہے"۔

---

۱) روحانی خزائن، مرزا غلام احمد قادیانی، ج ۲، ص ۳/۳۷۴ / الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب المعاصرۃ، الناشر الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی، ریاض، ۱۹۸۹ء
ص:۳۸۷-۳۸۸

۲) المغنی، ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی، دار العلم الکتب، المملکۃ السعودیۃ العربیۃ، ۱۹۹۵ء، ۱۲۵/۸

۳) قواعد الفقہ، عمیم الاحسان المجددی البرکتی، محمد السید، المفتی، الصدق پبلشرز، کراچی، اکتوبر ۱۹۸۶ء، ص: ۳۰۰

قران حکیم میں بھی لفظ ذمہ عہد، حلف اور قرابت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ارشاد ہے:

﴿كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَاذِمَّةً﴾[1]

"ان کے وعدوں کا کیا اعتبار ان کا اگر تم پر غلبہ ہو جائے تو نہ یہ قرابت داری کا خیال کریں نہ عہد و پیمان کا"۔

دوسرے مقام پر ان کے بارے میں یوں فرمان ربانی ہے ۔

﴿ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴾[2]

ترجمہ: (ان سے لڑو) یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اہل ذمہ کی اقسام :

اہل ذمہ کی پانچ اقسام ہیں۔

مفتوحین:

جو جماعت اسلام کے اقتدار اعلیٰ سے شکست کھا کر یا دوسرے عوارض کی بنا پر اپنے متوازی نظام کو چھوڑ کر اسلام کے سیاسی و معاشی نظام کو قبول کر لیتی ہے اور اس کے اقتدار اعلیٰ کی سرپرستی منظور کر لیتی ہے۔یعنی وہ لوگ جو آخر وقت تک اسلامی لشکر سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ لشکر اسلام بزور شمشیر ان کو مغلوب کر دے اور یہ شکست خوردہ ہو کر اسلام کے اقتدار اعلی کو چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے تسلیم کریں۔ان کو جزیہ دینے کے بعد امان حاصل ہو جاتی ہے۔

سیدنا عمرنے ان کے متعلق حضرت عبیدہ کو لکھا:

«فاذا اخذت منهم الجزية فلاشى لک عليهم ولاسبيل»[3]

ترجمہ: جب ان سے جزیہ قبول کر لو تو پھر تم کو ان کے خلاف کسی اقدام کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔

ان کی زمین ان کے پاس ہی رکھی جاتی ہے لیکن وہ خراج ادا کرتے ہیں۔

معاہد :

جس جماعت نے اپنے متوازی نظام کے باوجود اسلام کے اقتدار اعلی سے مغلوب ہو کر کوئی معاہدہ صلح کا معاملہ کر لیا ہو وہ کافر ہونے کے باوجود معاہد کہلاتی ہے۔سید مودودیؒ اپنی کتاب اسلامی ریاست میں لکھتے ہیں:

---

۱) سورۃ التوبۃ:۹/۸

۲) سورۃ التوبۃ:۹/۲۹

۳) کتاب الخراج، ص:۸۴

"معاہدین وہ لوگ ہیں جو جنگ کے بغیر یا دوران جنگ میں اطاعت قبول کرنے پر راضی ہو جائیں اور اسلامی حکو مت سے مخصوص شرائط طے کر کے معاہدہ کر لیں"[1]

معاہد کے بارے میں حدیث نبوی ﷺ ہے۔

«أَلاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »[2]

ترجمہ: خبردار جس نے بھی معاہد پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی برداشت سے زیادہ اس پر ذمہ داری کا بوجھ ڈالا یا اس کے مرضی کے بغیر اس سے کچھ وصول کرے گا تو میں روزِ قیامت اس کا مستغیث بنوں گا۔

خلافت راشدہ میں بہت سارے علاقے ایسے تھے جو معاہدہ صلح کے ذریعے اسلامی حکومت کے تحت آئے مثلاً ہجر، بحرین، ایلہ، دومتہ الجندل، اذرخ، بیت المقدس، دمشق، شام، جزیرہ مصر اور خراسان کے اکثر علاقے ان کیساتھ اسلامی حکومت کے تمام تر معاملات معاہدات پر قائم تھے۔

مستامن:

دار الحرب کے حربی یا معاہد جماعتوں کے اگر بعض افراد تجارت یا وقتی ضرورت کیلئے خلیفۂ وقت یا اس کے عمال کی اجازت سے دارالاسلام میں آئے ہوں تو ان کو مستامن کہا جاتا ہے۔

المصباح المنیر میں مستامن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے

«والمستامن بكسر الميم،هوالطالب للامان»[3]

ترجمہ: مستامن وہ شخص ہے جو امان طلب کرتا ہے۔

احناف کے نزدیک

«المستامن هو من يدخل دار غيره بامان، مسلما كان او حربيا» [4]

ترجمہ: مسامن وہ ہے جو یار غیر میں امان لیکر داخل ہو، چاہے مسلمان ہو یا کافر۔

شوافع کے نزدیک

---

۱) اسلامی ریاست، مولانا سید ابو الاعلی مودودی، ادارہ ترجمان القران، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص: ۳۴۲

۲) سنن ابو داود بشرح عون المعبود، امام ابو طیب، مطبعہ، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۹ھ، ۸/۳۰۳-۳۰۴

۳) المنجد، ص: ۱۲

۴) ابن عابدین (حاشیۃ ردالمختار علی الدر المختار)، ۴/۱۶۶

«من له امن بعقد الجزية او هدنة او امان»[۱]

المختصر مستامن دارالحرب کے اس باشندے کو کہتے ہیں جو امان حاصل کر کے دارالاسلام میں داخل ہو ایک خاص مدت کیلئے۔ مستامن کے بارے میں۔

قرانِ پاک میں ہے:

﴿وَإِنۡ أَحَدٌ مِّنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ٱسۡتَجَارَكَ فَأَجِرۡهُ حَتَّىٰ يَسۡمَعَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ ثُمَّ أَبۡلِغۡهُ مَأۡمَنَهُۥ﴾[۲]

ترجمہ: اور (اے پیغمبرؐ) اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے تو پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہ پہنچا دے یہ (حکم) اس لیے دیا جاتا ہے کہ (ابھی) ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔

اس آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ دار الحرب کے حربی اگر اسلامی ریاست میں داخل ہونا چاہیں تو ان کو روکنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ دار لحرب کے پراگندہ ماحول سے تنگ آ چکے ہوں اور اسلامی ریاست کے پر امن اور پاکیزہ ماحول کو دیکھ کر ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہو اور وہ قرآن پاک کی تلاوت سنیں اور اسلام قبول کر لیں۔

ابن عابدین نے مستامن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

«ای الطالب للامان (هودخل دار غيره بأمان) مسلما كان اوحربيا (دخل مسلم دارالحرب بأمان للتعرضه لشى من دم) من مال وخرج»[۳]

ترجمہ: جو امان طلب کرنے والا ہے وہ غیر کے گھر میں اس کیساتھ داخل ہو گا چاہے وہ مسلمان ہو یا حربی، مسلمان اگر دار الحرب میں امان کیساتھ داخل ہو تو اس کے خون، مال اور عزت سے تعرض کیا جائے۔

یعنی ان لوگوں کو مختلف شکل میں امان دی جاتی ہے مستامن مسلمان بھی ہو سکتا ہے اگر وہ دارالحرب میں کسی مجبوری سے داخل ہو۔ امان حفاظت کا ذمہ نامہ ہوتا ہے۔ اس کی رو سے حربی جب تک درالاسلام میں رہے گا اسلامی حکومت کی طرف سے حفاظت کا مستحق سمجھا جائے گا۔ امان کی مدت ایک سال سے کم ہونی چاہیے۔

مگر حنابلہ کے نزدیک امان کی مدت دس سال تک ہے۔

امان کی دو صورتیں ہیں۔

---

۱) حوالہ الخطیب الشربینی (مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنھاج)، ۲۳۶/۴

۲) سورۃ التوبۃ:۶/۹

۳) حاشیہ درالمختار شرح تنویر الابصار، ۱۶۶/۴

۱۔ سرکاری ۲۔ غیر سرکاری

سرکاری:

جب امام یا اس کا نمائندہ امان دے تو سرکاری امان ہو گی۔

غیر سرکاری:

اگر کوئی مومن امان دے تو وہ غیر سرکاری امان ہو گی۔

لیکن کوئی حربی امان کے بغیر دارالاسلام میں داخل ہو جائے تو اسے موت کی سزا دی جاسکے گی یا اُسے اسلام قبول کرنا پڑے گا۔

«انما خرجت من بلادی مسلما فا ن هذا لا یصدق و هو فی المسلمین ان لم یسلم و المسلمون فیه بالخیار ان شاؤ اقتلو ا و ان شاؤا استرقوا»[۱]

امان پانے کے بعد مستامن اسلامی ریاست میں سوائے حرم یعنی حرمین شریفین کے علاوہ ہر جگہ جاسکتا ہے اور قیام کر سکتا ہے۔

اہل صلح:

بعض مصنفین نے معاہدین اور اہل صلح کو ایک ہی قسم قرار دیا ہے، البتہ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اہل صلح کو معاہدین سے الگ ایک مستقل قسم قرار دیا ہے :

"یہ وہ لوگ ہیں جن سے جنگ ہو رہی ہو اور جنگ کے کسی واضح نتیجہ پر پہنچنے سے قبل اسکے اختتام سے پہلے ہی ان سے مستقل یا عارضی مصالحت ہو گئی ہو اور فریقین کے درمیان جنگ بندی ہو گئی ہو۔ان کو اہل صلح یا موادعین کہتے ہیں"۔[۲]

یعنی اہل صلح سے مراد وہ رعایا ہے جو کسی معاہدے کے ذریعے سے اسلامی حکومت کے تابع ہوئی ہو۔

محاربین:

---

۱) کتاب الخراج، ص:۲۳

۲) خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ۱۹۹۷ء، ص:۲۲۴

دارالسلام کی وہ رعایا ہے جو غیر مسلم ہو اور اسلامی حکومت کے خلاف حالت جنگ میں ہو یا وہ غیر مسلم حکومتیں جو اسلامی مملکت سے حالت جنگ میں ہوں یہ سب انسانی حقوق کے اعتبار سے مسلمانوں کے برابر ہوں گے لیکن اپنی خاص نوعیت کے اعتبار سے ان سے انکی حیثیت کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب محاربین کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ :

"یہ دارالسلام کے باشندے ہیں اور بغیر کسی بنیاد کے جائز اور قانونی حکومت کے خلاف ہتھیار لے کر کھڑے ہو گئے ہوں۔ یہ محاربین مسلمان بھی ہو سکتے ہیں اور غیر مسلم بھی... اسطرح کے لوگوں کے لئے شریعت میں الگ احکام ہیں"۔[1]

اس تعریف کے پیش نظر ہم مرتدین کی جماعت کو بھی محاربین کی صف میں شامل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جو اسلام کا اقرار کرنے کے بعد منکر ہو جاتا ہے لہذا وہ خدا اور اس کے رسول سے اعلان جنگ کر رہا ہے۔ اگر کوئی حربی مشرک ہو اور وہ بلا اجازت کسی مسلمان سے اسلامی علاقے میں دوچار ہو جائے تو قرآن کے حکم کے مطابق اسکو قتل کیا جا سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ﴾[2]

"پس مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو"۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ جہاں کہیں بھی مشرک ملے اسے قتل کر دو بلکہ جنگ وجدل شروع ہو جانے کی صورت میں یہ حکم نافذ العمل ہے۔ امام سرخسی کی تعریف کے مطابق حربی اس شخص کو کہیں گے جو غیر مسلم ہو اور دار الحرب میں قیام پذیر ہو۔ وہ اسکی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

«هوالذی بیننا وبین بلاده عداوة حرب والا صل ان الحربی هوغیر المسلم التابع لدولة غیر اسلامیة»[3]

"حربی وہ شخص جس کے ملک اور بلاد اسلام کے درمیان حالت جنگ ہو۔ حربی اصل میں وہ غیر مسلم ہے جو غیر اسلامی حکومت کے تابع ہوتا ہے"۔

---

۱) ایضاً، ۲۲۶

۲) سورۃ التوبۃ: ۵/۹

۳) المبسوط، السرخسی، محمد بن ابو سہیل، (۴۹۰ھ) دارالمعرفۃ بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ، المبسوط، ۹۲/۱۰

اور دار الحرب کے حربیوں کیلئے دارالاسلام پر کوئی تحفظ یا عصمت کی ذمہ داری نہیں۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں عصمت کے تحفظ کیلئے دو میں سے ایک چیز شرط ہے: ایمان یا امان اور حربی کیلئے ان دونوں میں سے ایک چیز بھی نہیں ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے اسامر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اہل ذمہ کی مختلف اقسام ہیں اور ایک قسم کے ان کی توعیت کے اعتبار سے حقوق و فرائض مختص ہیں۔

فصل دوم:

قرآن اور تصورِ اقلیت

قرآن اور اقلیتیں :

خدا تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا۔ پھر لاتعداد مخلوقات کو تخلیق کیا جن میں چرند، پرند، حیوانات، نباتات اور جمادات وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴾[1]

اور بلاشبہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی ۔۔۔ اور جو کچھ ہم نے تخلیق کیا ہے ان میں سے کثیر مخلوق پر نمایاں فوقیت دی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو ایک حکم کن فیکون کے ذریعے تخلیق کیا لیکن انسان کو اپنے ہاتھ سے بنا کر اس میں روح پھونکی ۔انسان کیلئے زمین کو بچھونا بنایا اور پھر زمین میں بلند وبالا پہاڑ نصب کر دیے اور ان پہاڑوں کے اندر انواع واقسام کی معدنیات کے ذخائر رکھ دیے ۔سمندر بنائے ان آبی مخلوقات سے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں اور سمندروں کے ذریعے تجارت کرتے ہیں۔ آسمان کو چھت بنایا اور اس میں انگنت ستارے اور سیارے بنا کر آسمان کو انسان کیلئے مزین کیا . انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس کو آزاد اور بے مقصد نہیں چھوڑا بلکہ بتایا کہ انس وجن کی تخلیق کا مقصد عبادت الٰہی قرار دیا ہے اور پھر انسان کی ہدایت ورہنمائی کیلئے مختلف زمانوں میں اپنے انبیاء والرسل بھیجے جو انسانوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے رہے. اس سلسلے کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ خاتم الرسل ہیں اور اس سلسلے کی آخری الہامی کتاب قرآن حکیم ہے جو تا قیامت تمام انسانیت کو ہدایت کی طرف بلاتی اور راہنمائی فرماتی ہے . حضورؐ اللہ کے آخری رسولؐ ہیں، لہٰذا آپ کی تعلیمات تمام کائنات کے بسنے والے انسانوں کیلئے تا قیامت رشد وہدایت کا ذریعہ ہیں قرآن وسنت صرف ماننے والوں کیلئے ہی ضابطہ حیات نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کیلئے ہے. اسلام انسان کو اشرف المخلوقات قرار دے کر اپنے منکرین کا حق انسانیت ان سے چھینتا نہیں بلکہ قرار دیتا ہے۔

یہاں تک کہ قرآن حکیم غیر مسلم اقلیتوں کو بھی برا بھلا کہنے سے بھی منع فرماتا ہے:

---

۱) سورۃ الاسراء:۱۷/۷۰

﴿ وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ﴾[1]

ترجمہ: اور تم ان معبودوں کو برا بھلا مت کہو جن کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ مذہبی رواداری کا درس دیتی ہے قرآن انتہاپسندی، بنیاد پرستی، بدعات، فرقہ پرستی اور جبر و تشدد کی سخت مذمت کرتا ہے کیونکہ یہ چیزیں معاشرتی امن تباہ کر دیتی ہیں اور انسان کو دوسرے انسانوں کے خون کا پیاسا بنا دیتی ہیں۔ اسلام روادارانہ اور عادلانہ معاشرے کا تصور پیش کرتا ہے جس میں انسانی بنیادوں پر اکثریت اور اقلیت کے حقوق برابر ہیں۔ اسلام انسان کو یعنی اپنے پیروکاروں کو احسان نیکی اور بھلائی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی رواداری اور مروت کی صفت کی بدولت اسلام کافروں اور مشرکوں کیساتھ کسی طرح کی زیادتی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ باطل معبودان کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے. کیونکہ اگر تبلیغ کے جوش میں کوئی انسان دوسروں کے باطل معبودوں یا بتوں کو گالی گلوچ کرے گا تو اس سے نہ تو وہ تبلیغ کا مقصد حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ دوسرے اس کی بدزبانی کی وجہ سے بدظن ہو جائیں گے اور اسلام کی طرف مائل نہیں ہوں گے قرآن تمام غیر مسلم اقلیتیں جو اسلامی ریاست کی ماتحت ہوں ان کو مکمل داخلی خودمختاری بھی عطا کرتا ہے۔

﴿وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ﴾[2]

ترجمہ: اھل انجیل کو چاہے کہ اس چیز کے مطابق فیصلہ دیا کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کی ہے۔

قرآن اسقدر اقلیتوں کے معاملے میں فراخدلی کا مظاہرہ کرتا ہے کہ ہر مذہبی گروہ کو کامل داخلی خودمختاری دی جائے نہ صرف عقائد کی آزادی ہو بلکہوہ اپنی تعلیمات کے مطابق عبادت کرنے میں بھی آزاد ہوں وہ اپنے ہی قانون ہی کے مطابق ذریعے اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کرائیں۔ قرآن حکیم احترام مذہب کا درس دیتا ہے اور کسی بھی مذہب کو بری نگاہ سے نہیں دیکھتا بلکہ تمام اسمانی مذاہب کی تصدیق کرتا ہے اور ان کے پیروں کاروں کو مکمل آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں. یہودیت یا عیسایت کی طرح وہ اپنا دروازہ طالبِ ہدایت کے لیے بند نہیں کرتا، بلکہ ہر وقت کھلا رکھتا ہے مگر کسی بھی غیر مسلم کو جو اسلامی ریاست میں زندگی گزار رہا ہو مجبور نہیں کرتا کہ وہ اسلام قبول کرے۔

اس ضمن میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

﴿ لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ ﴾[3]

---

۱) سورۃ الانعام: ۱۰۸/۶

۲) سورۃ المائدہ: ۴۷/۵

۳) سورۃ البقرۃ: ۲۵۶/۲

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں سید قطبؒ رقمطراز ہیں۔

« وَفی هذا المبدائِ یتجلیِ تکریم الله للانسان و احترام ارادته وفکره و مشاهده وترک امره لنفسه فیمن یختص بالهدیٰ والظلال فی الا عتقاد وتحمیله تبع عمله و حساب نفسه۔۔۔وهذا هی اخص خصائص التحد د الا نسانی۔۔۔ وهو الذی بیّن لاصحابه قبل سوائهم انهم ممنوعون من اکراه الناسنعلی الد ین هذا»[۱]

اصول بالا میں تکریم انسانیت اور اس کے فکر، ارادہ اور شعور کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ہدایت و گمراہی کی ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی ہے اور اسے اپنے اعمال کا جوابدہ مقرر کیا گیا ہے اور اس طرح انسانی خصوصیات کو ابھرنے اور بروئے کار لانے کی پوری پوری آزادی عطا کی گئی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو کہتا ہے کہ لوگوں کو قبول اسلام پر مجبور نہ کریں۔ وہ غیر مسلم اقلیتیں جو اسلامی ریاست کے اندر رہائش پذیر ہیں قرآن جہاں ان کو داخلی خود مختاری عطا کرتا ہے وہاں مسلمانوں کو بھی تلقین کرتا ہے کہ ان کے ساتھ سماجی اور معاشرتی سطح پر بھی ہمدردانہ سلوک کریں تاکہ اقلیت ہونے کے اعتبار سے کسی احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں۔ قرآن سماجی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ ﴾[۲]

ترجمہ: اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔

اس کی تفسیر میں علامہ ابو بکر جصاص فرماتے ہیں۔

« رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَالْحَسَنِ وَمُجَاهِدٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَقَتَادَةَ وَالسُّدِّيِّ: أَنَّهُ ذَبَائِحُهُمْ. وَظَاهِرُهُ يَقْتَضِي ذَلِكَ، لِأَنَّ ذَبَائِحَهُمْ مِنْ طَعَامِهِمْ، وَلَوْ اسْتَعْمَلْنَا اللَّفْظَ عَلَى عُمُومِهِ لَانْتَظَمَ جَمِيعُ طَعَامِهِمْ مِنْ الذَّبَائِحِ وَغَيْرِهَا. وَالْأَظْهَرُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ الذَّبَائِحَ خَاصَّةً »[۳]

ترجمہ: ابن عباسؓ' ابو درداءؓ' حسنؒ' مجاہدؒ' ابراہیمؒ' قتادہؒ اور اسدیؒ سے مروی ہے کہ اس ایت میں طعام سے مراد غیر مسلموں کا ذبیحہ ہے اور ظاہر کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ذبائح اور

---

۱) فی ظلال القران، سید قطب شھید، طبعۃ الثانیۃ، دار احیاء الکتب، قاھرہ، س.ن، ص:۱/۲۹۱،۱۱۱

۲) سورۃ المائدہ:۵/۵

۳) أحکام القرآن، أحمد بن علي أبو بکر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفی:۳۷۰ھ)، المحقق: عبد السلام محمد علي شاهين، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴م، ۲/۴۰۵

طعام لازم وملزوم ہیں اور اگر اس لفظ کا ہم عمومی اعلان کریں تو تمام کھانے جن میں ذبائح وغیرہ بھی شامل ہیں حلال ماننا پڑیں گے۔لہذا ظاہر تربات یہ ہے کہ اس جگہ طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔

قرآن انسانوں کو نسلی ولسانی اور جغرافیائی اعتبار سے تقسیم نہیں کرتا بلکہ نسل انسانی کی ایک بنیاد کو پیش کرتا ہے اور وحدت نسل انسانی کے نظریہ کا علمبردار ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾[1]

ترجمہ: لوگو!ہم نے تمھیں ا یک مراد اورایک عورت سے پیدا کیااور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کوشناخت کرسکو اللہ کے نزدیک معزز ترین وہ ہے جو زیادہ متقی ہے

اور اللہ کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا سب سے خبر دار ہے۔

اس آیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کو خدا نے ایک مذکر اور مونث یعنی آدم علیہ السلام اور اماں حوّا سے پیدا کیا ہے۔لہذا پیدائش کے اعتبار سے سب لوگ برابر ہیں اور کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں فضیلت صرف تقوٰی کی بنیاد پر ہے۔ان کو قبیلوں اور برادریوں میں اس لیے تقسیم کیا تاکہ ان کی پہچان میں آسانی ہو بذات خود یہ قبائل یابرادریاں فخر کرنے یااترانے کا ان میں کوئی عنصر نہیں ہے۔زمانہ جاہلیت میں لوگ نسل وزبان اور قبیلہ کی بناپر ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے جس سے فتنہ وفساد پیدا ہوا اور جنس اور نسل کے امتیازات کو فروغ ملا۔اسی لیے اسلام نے جاہلی عصبیت کی جڑیں اکھاڑ دیں اور نسب ورنگ پر فخر ومبایات کا مقاطعہ کر دیا اور لوگوں کے درمیان فضیلت وبرتری کی بنیاد صفات حسنہ اور صالح اعمال اور تقوی وطہارت کو قرار دیا۔یعنی قرآن احترام انسانیت کا درس دیتا ہے اور قرآن کی نظر میں سب بحثیت انسان محترم اور برابر ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَن قَتَلَ نَفۡسَۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا ﴾[2]

ترجمہ: جس شخص نے کسی دوسرے کو جان کے بدلہ کے علاوہ یازمین میں فساد بپا کرنے کی غرض سے قتل کیاتو اس نے گویا سب لوگوں کو مار ڈالا۔

---

۱)سورۃ الحجرات: ۱۳/۴۹

۲)سورۃ المائدہ: ۳۲/۵

اسلام میں انسان بہت محترم اور اشرف المخلوقات ہے لہذا اس کی عصمت کا تقاضا ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے اور جس کسی نے ناحق ایک انسان کو قتل کیا تو گویا اس نے ساری نسل انسانی کا قتل کر دیا یہاں نفس سے مراد انسان ہے چاہے وہ مسلم ہے یا کافر (اقلیت) قرآن نے احترام انسانیت کا درس دیا ہے۔

قرآن حکیم اسلامی ریاست میں بسنے والی تمام اقلیتوں کیساتھ رواداری اور عدل کا درس دیتا ہے اور مسلمانوں کو اتنی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ غالب آکر اپنے مخالفین سے انتقاماً ایسا سلوک کریں جو عدل سے ہٹ کر ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ﴾[1]

اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاواور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو انصاف کرو۔

اس ایت کریمہ میں انسان کے عام فطری رد عمل کو ملحوظ خاطر رکھ کر ارشاد فرمایا گیاہے کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ اپنے دشمن پر غالب آجانے کے بعد انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انسان ہر طرح کے ظلم وزیادتی سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ لیکن قرآنی تعلیمات یہ ہیں کہ وہ غیر مسلم جو اسلامی ریاست میں قیام پذیر ہوں اور ہر طرح کے اصول وضوابط پر عمل پیرا ہوں تو ان کیساتھ مساوات اور عدل وانصاف والا سلوک کیا جائے۔ قرآن جہاں اقلیتوں کیساتھ برابری کے سلوک و برتاؤ کا درس دیتا ہے اس کے ساتھ قرآن اہل ایمان کو یہ بھی حکم دیتا ہے کہ ان کو بھی حکمت کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کریں اور تبلیغ کرتے ہوئے اس چیز کو مدّنظر رکھیں کہ اہل ایمان اور ان کے عقیدے میں کونسی چیزیں مشترک یعنی حالات کو سمجھ کر موقع محل کے مطابق تبلیغ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

﴿ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾[2]

ترجمہ: ایک بات کی طرف آو جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے۔

اس ایت کریمہ سے اس چیز کا علم ہوتا ہے کہ اسلام اہل کتاب کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو سکے اتحاد و تعاون کا درس دیتا ہے کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اور الہامی کتب میں توحید کو تبلیغ کا بنیادی اور مرکزی نقطہ بنایا ہے۔

علامہ ابن جریر طبریؒ اس ایت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

---

۱) سورۃ المائدہ: ۸/۵

۲) سورۃ آل عمران: ۳/ ۶۴

«تعا لوا هلموا الیٰ کلمة یعنی --- ھی ان تو حد اللہ فلا نعبد غیرہ و نبرا من کل معبود سوا فلا نشرکہ شئی . . . »[1]

ترجمہ: ایک کلمے کی طرف آؤ ۔۔۔۔اور وہ کلمہ عدل یہ ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانیں پس کسی اور کی عبادت بھی نہ کریں، اور اللہ کی ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

قرآن کریم میں حکم ملتاہے کہ عبادت گاہیں چاہے مسلمانوں کی ہوں یا غیر مسلموں کی سب کی سب یکساں محترم ہیں۔ فرمان الٰہی ہے

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ﴾[2]

ترجمہ: اگر اللہ تعالی لوگوں کا زور ایک دوسرے سے نہ گھٹاتارہتاتو گرجے، کنائس، عبادت خانے اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتاہے، منہدم ہوگئے ہوتے۔

اس آیت سے بطور اشارۃ النص یہ علم ہوتا ہے کہ اسلام میں فریضہء جہاد کا ایک ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ عبادت خانے جو مذاہب سابقہ میں اللہ کی یاد سے معمور تھے ان کو بے حرمتی سے بچایا جائے۔ آج کل جدید زمانے میں غیر مسلم خصوصا یہود و نصاریٰ اسلام میں جہاد کے حکم کی وجہ سے یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام جبر و تشدد والا دین ہے جبکہ جہاد کی اصل حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے تمام مذاہب کی عبادت گاہیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جب بذریعہ جہاد اسلام کسی جگہ پر جب غالب آجاتاہے تو وہ علاقہ اور اس کے اندر قیام پذیر عوام الناس چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امان میں آجاتے ہیں اور ہر طرح کے ظلم و تشدد اور جبر سے محفوظ ہو جاتے ہیں اس آیت کریمہ میں بھی مساجد کا سب سے آخر میں ذکر کیا گیاہے اسلام اگر غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچائے تو وہ ان کو اجازت دیتاہے کہ اس طرز پر تعمیر کرلیں جس پر وہ تھیں۔

اسلام اقلیتوں کیساتھ عدل و انصاف، رواداری اور مساوی سلوک کرنے کا درس دیتاہے اور ان کیساتھ معاشرتی و سماجی تعلقات استوار کرنے میں اہل کتاب کو خصوصاً ترجیح دیتاہے۔ قرآن نے اہل کتاب کی عورتوں کیساتھ اہل اسلام کے نکاح کرنے کو بھی جائز قرار دیاہے۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

---

۱) جامع البیان عن تاویل ای القرآن، الطبری، ابی جعفر محمد ابن جریر، (۳۱۰ھ) دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ء، ۳/ ۳۰۱-۳۰۴

۲) سورۃ الحج: ۴۰/۲۲

﴿ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِيٓ أَخۡدَانٖۗ وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلۡإِيمَٰنِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهُۥ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴾[1]

ترجمہ: تمہارے لئے حلال ہیں) اہل ایمان کی پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی جب کہ تم انھیں ان کے مہر ادا کرو انھیں قید نکاح میں لاؤ بدکاری نہ کرو اور چوری چھپے دوستی نہ کرو۔ جو شخص ایمان کا انکار کر دے اس کا عمل رائیگاں گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہو گا۔

خاندان کی بنیاد ایک مرد اور عورت کے عقدِ نکاح سے ہوتی ہے۔ اتنا اہمیت کا حامل رشتہ بھی قرآن نے اہل کتاب کے ساتھ کرنا جائز قرار دیا ہے۔ اہل کتاب سے مراد یہود و نصاری ہیں۔ اسلامی ریاست میں بسنے والی غیر مسلم اقلیتوں (اھل کتاب) پر اسلام کا اس سے بڑا احسان کیا ہو سکتا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے اس ایت کے متعلق بحث کر تے ہوئے لکھا ہے۔

« ولا تنكحوا ايها المومنون مشركات غير اهل الكتاب حتى يو من بالله و رسو له وما انزل اليه»[2]

ترجمہ: اے مومنوں اہل کتاب کے علاوہ مشرک عورتوں سے شادی نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اللہ اور اس کے رسول پر۔

جمہور علماء کا بھی اہل کتاب سے نکاح کے جواز پر اتفاق ہے۔

علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں:

اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور اس کا شکر ہے کہ اہل علم کے درمیان اہل کتاب کی آزاد عورتوں سے نکاح کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جن اصحاب سے جواز کا ثبوت ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت سلمانؓ اور حضرت جابرؓ وغیرہ شامل ہیں۔[3]

اس عمل پر اہل علم کا اجماع ہے کہ اھل کتاب کی پاک دامن آزاد خواتین سے نکاح جائز ہے اور اس کی مثالیں خلفائے راشدین، دیگر صحابہ اکرام، تابعین اور تبع تابعین کے عمل سے بھی ملتی ہیں۔ لیکن مشرک عورت چاہے وہ اھلِ کتاب ہی کیوں نہ ہو اس سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں کیونکہ جو عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں یا یہودی

---

۱) سورۃ المائدہ:۵/۵

۲) جامع البیان عن تاویل آی القران، ص:۴/ ۳۶۲

۳) المغنی (المرجع السابق)، ص:۶/۱۵۸۹

حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں ان میں اور دیگر بت پرستوں یا کافروں میں کوئی فرق نہیں ہے لہذا اھلِ کتاب میں ان سے شادی جائز ہے جو مشرک نہ ہوں۔

امام رازی اس ایت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

«وفیما یدل علی جواز ذلک ماروی ان الصحا بة کانوا یتز وجون بالکتابیات وما ظهر عن احد منهم انکار علی ذلک فکان هذا اجماعاً علی الجواز»[1]

ترجمہ: اس کے جواز پر وہ روایات دلالت کرتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اکرام کتابیات سے نکاح کرتے تھے۔ کسی صحابی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ اس کے جواز پر ان کا اجماع ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن اپنے ماننے والوں کو عدم تعصب اور وسیع النظری اور رواداری کا حکم دیتا ہے۔ ان احکامات کے بعد اب مسلم ریاست میں کوئی شخص کسی غیر مسلم اقلیتی فرد کو اس کے دین اور عقیدے کے بارے میں جبر و اکراہ کا نشانہ نہیں بنا سکتا اور نہ ہی کوئی کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کر سکتا ہے۔ اسلامی ریاست میں تمام مذاہب کے پیروکار یکساں انسانی سلوک کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت اور اہنمائی کے لئے آدم علیہ اسلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک انبیاء اکرام کا جو سلسلہ مبعوث فرمایا ہے۔ ان تمام انبیاء اکرام کی شریعت اور بنیادی عقائد ایک ہی تھے۔ قرآن وحدت انسانی کا درس دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمام انسان آپس میں محبت سے بھرپور زندگی گزاریں، آپس میں ایک دوسرے سے محبت وشفقت کا سلوک کریں، نفرت وعداوت اور بغض و حسد سے ایک دوسرے کو بچائیں۔

---

۱) الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، داراحیاء الکتب، قاھرہ، ۱۳۰۷ھ، ۸/۲

فصل سوم:
سیرت اور اقلیتیں

سیرت اور اقلیتیں:

مذہب اسلام کے مخالفین یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام کے نظریہ حیات اور طرز معاشرت میں غیر مسلموں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حالانکہ ایسا کوئی فلسفہ شریعت محمدی ﷺ میں نہیں پایا جاتا جہاں بنی نوح انسان کیساتھ ظلم وجبر کیا جائے چاہے وہ کسی بھی مذہب سے ہو اس کے برعکس اسلامی معاشرہ تو اولاد آدم کی فلاح وبہبود کی ضمانت ہے۔ اس معاشرے میں جس طرح ایک مسلمان کی جان، مال، عزت وآبرو کی حرمت ہے۔ اسی طرح ایک غیر مسلم کی جان، مال 'عزت اور عصمت محفوظ ہے اقوام عالم کی تاریخ اٹھاکر دیکھ لیجئے کہ اگر انسان کو امن واشتی ملی ہے تو صرف اسلامی معاشرے سے ملی ہے۔ اسلام اپنے فاتحین کے مقابلے میں اپنے مفتوحین کی حثیت کو نمایاں رکھتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے انفرادی سطح ہو یا اجتماعی معاملات غیر مذاہب یا اقوام کیساتھ ہر طرح کا تعاون اور مدد فرمائی۔ ان کے جان، مال عزت وآبرو کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا۔ رسول اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ خصوصیات میں سے سب سے نمایاں آپ ﷺ کا امام الانبیاء، سید المرسلین اور خاتم النبیین ہونا ہے۔

پوری انسانیت بلا تفریق مسلم وغیر مسلم آپ کی امت ہے اور آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمائے گئے۔ اس ابدی حقیقت کی وضاحت قرآن حکیم کی اس ایت کریمہ سے ہوتی ہے۔

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةٗ لِّلنَّاسِ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗا ﴾[1]

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کی افاقیت کی وضاحت کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے۔

﴿ قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُمۡ جَمِيعًا ﴾[2]

ترجمہ: کہہ دیجئے! اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا پیغام دیکر بھیجا گیا ہوں۔

---

۱) سورۃ سبا: ۲۸/۳۴

۲) سورۃ الاعراف ۱۵۸/۷

حضرت محمد ﷺ پوری کائنات کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے.
فرمان الہیٰ ہے
﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ ﴾[1]
ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔
خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔
« كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً »[2]
ترجمہ: پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کیطرف مبعوث کیے جاتے تھے، اور میں تمام انسانوں کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

لہذا آپ ﷺ کی تعلیمات کسی خاص قوم، قبیلے، علاقے، وقت یا مذہب سے وابستہ افراد کے لئے نہیں بلکہ کل جہاں کے انسانوں کے لئے ہیں اور تا قیامت کے لئے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔
«بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ»[3]
ترجمہ: میں تمام لوگوں کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

چنانچہ آپ ﷺ کی تعلیمات عالمگیر ہیں۔ آپ ﷺ تمام انسانیت کی وحدت اور اجتماعیت کے قائل تھے اور انسانی معاشرے میں ہر طرح کی تمیز، فرقہ واریت، گروہیت کو انسانی وحدت کے لیے مضر قرار دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے عملی طور پر بھی اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ انسانی معاشرہ کو ہر طرح کی عصبیت، تعصب اور عداوتوں سے پاک کر کے اس کو وحدت کی لڑی میں پرونا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے عظیم الشان تاریخی خطبہ میں بھی عصبیت کے خاتمے اور وحدت انسانی کا درس دیا۔

" لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى "[4]

۱) سورۃ الانبیاء: ۱۰۷/۲۱
۲) الصحیح البخاری، کتاب الوضوء
۳) مسند احمد، احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ الشیبانی، (م ۲۴۱ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ء، ۴۱۶/۴
۴) الترغیب والترھیب، ج ۳، ص ۶۱۲ / خطبہ حجۃ الوداع، محمد ادریس، سیرت المصطفی، علمی مراکز، لاہور، س.ن، ص: ۱۴۸

ترجمہ: نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی گوری رنگت والے کو کسی کالی رنگت والے پر اور نہ ہی کسی کالی رنگت والے کو کسی گوری رنگت والے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے اس خطاب میں بھی قبائلی، نسلی اور لسانی عصبیت کا خاتمہ کر دیا اور فرمایا کہ تمام انسان اللہ کی نظر میں برابر ہیں اگر کسی کو فضیلت ہے تو اپنے نیک اعمال کی بنا پر ہے۔ حضور ﷺ نے غیر مسلم اقلیات جو اسلامی ریاست سے معاہدہ صلح کر لیں تو وہ بھی دارالاسلام کے اندر امن، سکون اور محفوظ زندگی گزارنے اور وسائل مملکت سے فائدہ اٹھانے میں مسلمانوں کے برابر ہیں اور جس چیز پر صلح ہو جائے۔

حضور ﷺ نے اس سے بڑھ کر اقلیتوں پر بوجھ ڈالنے اور معاہدہ کی خلاف ورزی سے مسلمانوں کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ جب صورتحال ایسی ہو کہ غیر مسلم دورانِ جنگ یا جنگ سے پہلے ہی صلح پر آمادہ ہو جائیں تو اسوقت ان پر کسی قسم کی زیادتی کا جواز نہیں۔

حدیث مبارکہ میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

« فَلاَ تُصِيبُوا مِنْهُمْ شَيْئًا فَوْقَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لاَ يَصْلُحُ لَكُمْ»[1]

ترجمہ: جس چیز پر ان سے تمہاری صلح ہو اس سے زیادہ کچھ نہ لینا کیونکہ وہ تمہارے لئے جائز نہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد گرامی ہے!

«أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[2]

ترجمہ: جو شخص بھی معاہد پر زیادتی کرے یا اس کا حق کھائے یا اس کی استطاعت سے زیادہ اس پر ذمہ داری ڈالے گا، یا اس کی اجازت کے بغیر اس سے کچھ وصول کرے گا تو میں روزِ محشر اس کے خلاف مستغیث بنوں گا۔

یعنی اقلیتوں سے جس چیز پر معاہدہ ہو جائے تو اس کے بعد اس میں کمی و بیشی نہیں کی جائے گی۔ نہ ان پر خراج بڑھایا جائے گا نہ ان کے مکانات چھینے جائیں گے نہ ان کو ان کی جائیدادوں سے بے دخل کیا جائے گا۔ ان کو وہ تمام مراعات حاصل ہوں گی۔ جو اسلامی ریاست میں بسنے والے مسلمانوں کو حاصل ہونگی سوائے چند مخصوص معاملات کے

---

۱) سنن ابوداود، ابوداود، سلیمان بن اشعث، (م ۲۷۵ھ)، السجستانی، الحافظ، الامام، دار الجبل، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲ء، کتاب الخراج، باب تشعیر اھل الذمہ، ص: ۴۴۷

۲) ایضاً: ص: ۴۴۲

جن کا تعلق صرف مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اور ذمیوں کو کسی طرح بھی دوسرے درجے کا شہری نہیں خیال کیا جائے گا۔ اسی اصول کے پیش نظر حضورِ اکرم ﷺ نے مدینہ کے یہود، نجران کے نصاری، سینٹ کھیترین کے راہبوں، ایلہ، اذروعات، حجر، ثقیف اور دوسرے علاقوں کے غیر مسلم جو اسلامی ریاست کے ماتحت آئے ان سے برابری کی سطح پر معاہدات کیے۔ یہ سبھی معائدات اقلیتوں کے حقوق کے منشور کی حثیت رکھتے ہیں۔ ان تمام معاہدات میں اقلیتوں (اہل ذمہ) کے ساتھ رواداری 'عدل، مساوات، انسانی ہمدردی کے سلوک پر زور دیا گیا ہے اور اسلام نے عملی طور پر جو حقوق و مراعات اھل الذمہ کو دی ہیں تحریری معاہدات سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اسلام سے قبل اقلیتوں کیساتھ ہمیشہ غالب اکثریت نے جبر و تشدد کا سلوک کیا اور اقلیتوں کو اکثریت نے غلام بنا کر رکھا۔ تاریخ انسانی میں حضور ﷺ نے سب پہلے اقلیتوں کو غالب اکثریت کیطرف سے مساوی حقوق دیے اور یہ حقوق محض زبانی نہیں تھے بلکہ باقائدہ تحریری تھے اور آج بھی ان میں سے اکثر معاہدات تحریری حالت میں دریافت کیے جا چکے ہیں۔

ذیل میں اہم معاہدات کا ذکر کیا جائے گا جو عہد نبوی ﷺ میں طے پائے۔

میثاق مدینہ اور اقلیتیں:

میثاق مدینہ کے بارے ڈاکٹر حمید اللہ نے کہا ہے کہ:

" یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جو ایک اُمی کے ہاتھوں معرض وجود میں آیا"۔[1]

میثاقِ مدینہ حقوق انسانی، عدم تشدد، امن، محبت، معاشرتی و سیاسی تقارب، آزادیِ عقیدہ اور آزادی فکر کا وہ خوبصورت نعرہ ہے جس کا آج مغرب دعویدار ہے۔ یہ وہ تعلیمات ہیں جو اسلامی ریاست میں آج سے چودہ سو سال قبل عطا کی گئیں۔ اس معاہدے میں مختلف الادیان لوگوں کو برابری کے حقوق عطا کر کے جبر و استبداد کے نظریے کو کامل مسترد کر دیا گیا۔ آج یورپ انہی نعروں کی آڑ میں دراصل اسلامی معاشرے کی تہذیب اور مذہبی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے درپے ہے۔ لیکن اسلام ایک زندہ و جاوداں طاقت ہے جس کو باطل کبھی بھی جھکا نہیں سکتا۔ اس معاہدے کا متن ابن ہشام کی کتاب سیرتِ رسول ﷺ اور بعض اجزا واقدی کی کتاب المغازی میں بھی ہیں۔ یہ معاہدہ ہجرت کے پہلے اور دوسرے سال ۶۲۳ء، ۶۲۴ء کے درمیان مسلمانوں اور یہود کے درمیان طے پایا۔ اس کی کل سینتالیس دفعات تھیں جن میں سے پندرہ یہود کے متعلق تھیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

«هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ أَنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ دُونَ النَّاسِ الْمُهَاجِرِينَ مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ بَيْنَهُمْ وَهُمْ يَفْدُونَ عَانِيَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَنُو عَوْفٍ عَلَى

---

1) Hameed Ullah ,M.Dr.The Emergence of Islam,Islamic Research Institute,Islamabad,1993,p.159

رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الأُولَى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وبنو ساعدة وبنو الحارث، وبنو جشم، وبنو النجار وبنو عمروبن عوف وبنو النبيت و بنو الا وس ...انه من تعينا من يهودفان لها لنصر ولا سوة، غير مظلو مين ولا متنا صرين عليهم...يُنْفِقُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا مُحَارِبِينَ، وَأَنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُمْ، وَمَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَأَثِمَ فَإِنَّهُ لَا يُوتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ، وَأَنَّ لِيَهُودِ بَنِي النَّجَّارِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ، وان بطانة يهود كانفسهم بنى حبشم اليهود بنى الاوس، وليهود بنى ثعلبة مثل مالهود بنى عوف... وَأَنَّهُ لَا يَخْرُجُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا بِإِذْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى الْيَهُودِ نَفَقَتُهُمْ، وَعَلَى الْمُسْلِمِينَ نَفَقَتُهُمْ، وَأَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، وَأَنَّ لَنَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ»[1]

"یہ ایک عہد نامہ محمد ﷺ کی طرف سے مومنین اور مسلمین قریش اور یثرب اور جو لوگ ان سے آکر ملے ہیں اور جہاد میں ان کے ساتھ شریک ہوے ہیں۔ان سب کے درمیان اس بات پر یہ کہ سب مذکورین غیر لوگوں کے مقابل ایک گروہ ہیں۔مہاجرین جو قریش میں سے ہیں اپنی جگہ پر قائم رہیں گے۔اپنے آدمی کی طرف سے خون بہاادا کریں گے اگر وہ کسی کیساتھ جنایت کرے گا اور اگر ان کے کسی شخص کیساتھ کوئی غیر جنایت کرے گا تب یہ اپنے آدمی کا خون بہالیں گے اور قیدی کو فدیہ دے کر چھڑوالیں گے،عدل وانصاف کیساتھ مسلمانوں کیساتھ رہیں گے۔اس طرح بنی عوف بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا لین دین ان میں اسی طور پر جاری رہے گا جو پہلے سے ہے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو مسلمانوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فدیہ دے کر چھڑائے گا۔بنی ساعدہ، بنی حارث،بنی حبشم بنی نجار،بنی عمرو بن عوف،بنی نبیت اور بنی اوس کا اسی طرح سے ذکر کیا.... یہود میں سے جو شخص ہماری پیروی کرے گا اس کے واسطے ہم پر مدد کرنا ضروری ہے... یہود بھی اپنا مال جس وقت لڑیں گے، مسلمانوں کیساتھ خرچ کریں گے۔بنی عوف کے یہود مسلمانوں ہی میں شمار کیے جائیں گے۔مسلمانوں کے واسطے ان کا دین ہے اور ہر ایک کے موالی بھی انھی کے ساتھ رہیں گے۔اور جو شخص ظلم یا گناہ کرے گا وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو ہلاک کرے گا۔ بنی نجار،بنی حارث،بنی ساعدہ،بنی حبشم،بنی ثعلبہ اور بنی شطنہ کے یہود کے واسطے وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہود کے واسطے ہے.... یہود قبائل کی شاخوں کو بھی انہی کی طرح سمجھا جائے گا۔ان میں سے کوئی شخص حضرت محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر باہر کو سفر پر نہ جائے گا بیشک یہود کا خرچ ان کے ذمہ ہے اور

---

۱) السیرۃ النبویۃ، ابن ھشام، عبد الملک، (م۲۱۸ھ) داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء، ۱۱۵/۲-۱۱۶

مسلمانوں کا خرچ ان کے ذمہ ہے۔ یہ بات ان پر لازم ہے کہ اس عہد نامہ کے شریکوں میں سے جن کو جنگ در پیش ہو گی سب اس کی مدد کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کریں گے اور جو برائی کرے گا اس کو سزا ملے گی،،

اس معاہدہ کو رواداری کی عالمگیریت میں پہلا منظر قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس معائدہ نے یثرب کی اس ریاست میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ایک اجتماعیت کی لڑی میں پرو کر رکھ دیا معاشرتی زندگی میں آپ ﷺ نے اہل کتاب کے ساتھ کبھی عقیدے کی بنیاد پر تعصب کا اظہار نہ کیا بلکہ ہمیشہ رواداری کا سلوک کیا۔ ریاست مدینہ حقیقت میں ایک (Pluralst Society) تھی جس میں غیر مسلم گروہوں کو ان کی اپنی شناخت کیساتھ اجتماعیت کا حصہ تسلیم کیا گیا اور ان کو ہر قسم کی زیادتی سے تحفظ فراہم کیا گیا۔ میثاقِ مدینہ میں شامل تمام یہودیوں بشمول بنی نجار، بنی اوس، بنی ثعلبہ، جفنہ، بنی شطنہ اور ان کے موالی یہودیوں کو بھی وہ تمام تر مراعات حاصل ہوں گی جو بنی عوف کو حاصل ہو گی تاہم اقلیتوں کو اتنی زیادہ مذہبی آزادی فراہم کیے جانے پر ایک بنیادی شرط کا پابند کیا گیا اور وہ شرط تھی دستور کی پابندی۔

اہل نجران کے ساتھ معاہدہ :

اقلیتوں کے حقوق کے سلسلے میں اس معاہدے کو بہت اہم قانونی دستاویز کی حثیت حاصل ہے۔ اس معاہدے کا متن زاد المعیاد کے اندر سے نقل کیا گیا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم،« هذا ما كتب محمد النبي رسول الله لنجران: أن كان عليهم حكمه في كل ثمرة وفي كل صفراء وبيضاء وسوداء ورقيق، فأفضل عليهم وترك ذلك كله على ألفي حلة، في كل رجب ألف حلة، وفي كل صفر ألف حلة، وكل حلة أوقية، ما زادت على الخراج أو نقصت على الأواقي فبحساب، وما قضوا من دروع أو خيل أو ركاب أو عرض أخذ منهم بحساب وعلى نجران مثواة رسلي ومتعتهم بها عشرين فدونه، ولا يحبس رسول فوق شهر، وعليهم عارية ثلاثين درعاً وثلاثين فرساً وثلاثين بعيراً إذا كان كيد باليمن ومغدرة، وما هلك مما أعاروا رسولي من دروع أو خيل أو ركاب فهو ضمان على رسولي حتى يؤديه إليهم. ولنجران وحسبها جوار الله وذمة محمد النبي ......وكل ما تحت أيديهم من قليل أو كثير، وليس عليهم ربية ولا دم جاهلية، ولا يحشرون ولا يعشرون، ولا يطأ أرضهم جيش، ومن سأل منهم حقاً فبينهم النصف غير ظالمين ولا مظلومين، ومن أكل ربا من ذي قبل فذمتي منه بريئة، ولا يؤخذ رجل منهم بظلم آخر، وعلى ما في هذه الصحيفة جوار الله وذمة محمد النبي رسول الله حتى يأتي الله بأمره، ما نصحوا وأصلحوا فيما عليهم غير منقلبين بظلم» ۔[۱]

---

۱) زاد المعاد، ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر (م ۷۵۱ھ)، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۳/ ۵۳

ترجمہ: "بسم اللہ الرحمن الرحیم" یہ معاہدہ محمد ﷺ نے اہل نجران کے لیے (اس وقت) لکھا جبکہ (انحضرت ﷺ کو) ان کی تمام پیداوار، سیاہ و سفید وزرد غلاموں کے بارے میں ہر فیصلہ کا پورا اختیار تھا۔ مگر انھوں نے ان کے حال پر عنائیت کی اور سب چھوڑ کر صرف اس پر قناعت کی کہ وہ صرف دو ہزار حلّے (سالانہ) دیں گے۔ ایک ہزار رجب کے مہینے میں اور ایک ہزار صفر کے مہینے میں اور ہر حلّہ کی قیمت ایک اوقیہ محسوب ہو گی۔ حلّوں میں جو کمی بیشی ہو گی اس کا حساب اوقیہ محسوب ہو گا۔ جو زرہ یا گھوڑے یا اونٹ یا سامان یہ دیں گے یہ سب ان کے حساب میں منہا ہو گا۔ میرے جو نمائندے نجران جائیں گے بیس روز یا اس سے کم مدت تک ان کی میزبانی نجران کے لوگوں کے ذمہ ہو گی۔ میرے نمائندوں کو خراج کی تحصیل کے سلسلہ میں ایک مہینہ سے زیادہ نہیں روکا جائے گا۔ اگر یمن میں کوئی ہنگامی صورت پیدا ہو گی تو یہ تیس زریں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ بطور عاریت دیں گے۔ اور یہ جو سامانِ جنگ عاریتہ دیں گے اس میں سے جو ضائع ہو گا اس کے ضامن میرے نمائندے ہوں گے اور نجران اور اسکے متعلقات کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمّہ ہے ...... اور نہ کسی صاحب خانہ کلید بردار کو اس کے مرتبے سے ہٹایا جائے گا۔ جو کچھ ان کے حصے میں ہے، چاہے تھوڑا ہے یا زیادہ ہے اس سے کچھ بھی تعرض نہ کیا جائے گا۔ زمانہ ءجاہلیت کے کسی خون اور کسی الزام کے متعلق ان سے کوئی مطالبہ نہیں ہو گا۔ خراج کی وصولی کے لئے ان کو جمع ہو کر حاضر ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا اور ان سے عشور نہیں لیا جائے گا۔ ان پر کسی فوج کو حملہ اور نہیں ہونے دیا جائے گا اور ان میں سے جو کوئی کسی حق کا مدعی ہو گا تو ان کے درمیان بے لاگ انصاف کیا جائے گا۔ لیکن جو شخص سود کھائے گا مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہ ہو گی۔ کسی کو دوسرے کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا۔ اس معاہدے میں جو باتیں لکھی گئی ہیں ان پر اللہ اور اس کے نبی اور رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ظاہر ہو، اور جب تک یہ حق خیر خواہی ادا کرتے رہیں اور اپنی اُٹھائی ہوئی ذمہ داریوں کے بارے میں بغیر کسی زیادتی کے راہ راست پر رہیں۔

اس معاہدے میں بھی اقلیتوں کی سہولت کا بہت خیال رکھا گیا کہ ان پر سال میں دو ہزار حلے ایک ہزار سفر کے مہینہ میں اور ایک ہزار رجب کے مہینہ میں ادا کرنے ہونگے تاکہ یکبار ادائیگی ان کو مشقت میں نہ ڈال دے۔ اس معاہدے کی رو سے یہ مسئلہ بھی اخذ ہوا ہے کہ غیر مسلموں سے فوجی مدد بھی لی جاسکتی ہے کیونکہ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر یمن کے حالات خراب ہو جائیں اور نوبت جنگ کی آجائے تو اہل نجران تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریتہ دیں گے اگر ان میں بھی کوئی نقصان پہنچتا ہے تو مسلمان اس نقصان کا ازالہ کریں گے۔ اس کے بدلے میں انہیں ہر

طرح کی آزادی اور تحفظ فراہم کیا گیا کہ ان کے سب لوگ چاہے آزاد ہوں یا غلام ان کے مال و جان اور عزت آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہو گی۔ ان کو مکمل مذہبی آزادی ہو گی اور اپنی مذہبی رسومات کی آدائیگی کر سکیں گے معاہدہ ہونے سے پہلے انکے لوگ جن جن مناسب وعہدوں پر فائز ہیں ان کو ہٹایا نہیں جائے گا۔ خراج کی وصولی میں بھی سہولت دی گئی کہ ان کو دوسرے علاقوں میں حاضر ہو کر خراج جمع نہیں کروانا پڑے گا۔ بلکہ مسلمانوں کے بیت المال کے نمائندے خود ان تک پہنچیں گے۔ اور ان کے ہاں ایسا عدالتی نظام قائم کیا جائے گا جس سے یہ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ اپنے ہی نمائندوں سے کروائیں گے۔

یہ معاہدہ ہر طرح کے نسلی، لسانی، جغرافیائی، اور مذہبی تعصب سے پاک اور عدل و انصاف اور رواداری کی ایک روشن مثال ہے۔ جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے اقلیتوں کو کسی بھی طرح مسلم ریاست کے اندر دوسرے درجے کا شہری نہیں بنایا بلکہ بحثیت انسان سب کے حقوق برابر ہیں چاہے مذہب میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ:

رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کا ایک معاہدہ نجران کے عیسائیوں سے بھی کیا اس کا ذکر بلاذری نے اپنی کتاب "فتوح البلدان" میں کیا ہے۔ اس کے ساتھ الفاظ کی کمی بیشی کیساتھ یہ معاہدہ امام ابو یوسف اور امام ابو عبید القاسم نے اپنی اپنی کتب میں بھی نقل کیا ہے۔ یہ متن کتاب الخراج اور کتاب الاموال سے نقل کیا گیا ہے۔

« وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ. عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَبِيَعِهِمْ وَرَهْبَانِيَّتِهِمْ وَأَسَاقِفَتِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَائِبِهِمْ، وَكُلِّ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ، عَلَى أَنْ لَا يُغَيَّرَهُ أُسْقُفٌ مِنْ سِقِّيفَاهُ وَلَا وَاقِفٌ مِنْ وِقِّيفَاهُ، وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَّتِهِ» [1]

ترجمہ: نجران اور ان کے آس پاس والوں کی جان، مال، مذہب، زمین حاضر اور غائب کے لئے اللہ کی پناہ اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ نہ تو ان کا کوئی اسقف اپنی اسقفی سے، نہ کوئی وقف کرنے والا اپنے وقف سے اور نہ کوئی راہب اپنی رہبانیت سے ہٹایا جائے گا۔

یہ معاہدہ در حقیقت حضور ﷺ کا عیسائیت پر بہت بڑا احسان تھا کہ اسلام جب دنیا میں غالب طاقت کے طور پر چھا رہا تھا اور عیسائیت زوال پذیر ہو رہی تھی۔ اسلام نے طاقت کے باوجود اقلیتوں کو برابری کے حقوق عطا کر کے ابتدا ہی میں باقی ادیان کو یہ پیغام دیا کہ اسلام جبر و استبداد اور طاقت کے بل بوتے پر دوسروں کے حقوق سلب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اقلیتوں کے ساتھ حضور ﷺ کے حسن سلوک نے قوموں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگوں کے اختلافات اور زبانوں کا فرق دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ اور سب کے ذہنوں میں اتحاد و یکجہتی کا تصور پیدا کر دیا غیر مسلم

---

۱) کتاب الاموال، ابو عبید القاسم، الحافظ، (م ۲۲۴ھ) دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء، ص: ۲۴۵

اقلیتوں کے ذہنوں سے اقلیت کا احساس کمتری ختم کر کے معاشرے کے دیگر طبقات کے ساتھ با عزت مقام دیا اور مسلمانوں کو یہ باور کر دیا کہ جس نے غیر مسلم اقلیتی فرقہ کیساتھ معاہدے کے بعد زیادتی کی گویا اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امان پر عمل نہ کر کے اسلام کو ذلیل کرنے کی کوشش کی۔

ان معاہدات کی ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ آنحضور ﷺ خدا کے وعدے کے مطابق جانتے تھے کہ اسلام بہت جلد دنیا پر غالب آنے والا ہے کہیں ادیان سابقہ کے پیروکاروں کی طرح مسلمان بھی غالب آکر طاقت و عداوت کے جذبے میں اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی نہ کریں لہذا ان معاہدات کے ذریعے دین اسلام کے پیروکاروں کو ایک دستور دیا کہ اقلیتوں کے ساتھ شفقت و محبت اور نرمی کا سلوک کیا جائے تاکہ وہ دین اسلام کے ثمرات سے مستفید ہو کر خود بخود اس دین کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوں۔ اسی قسم کا ایک معاہدہ نبی ﷺ نے اہل ایلہ سے بھی کیا چنانچہ حضور ﷺ نے ایک مکتوب یوحنا ابن رعبہ اور روسائے ایلہ کے نام لکھا جس میں ان کو اسلام قبول کرکے امن پانے کی دعوت دی یا جزیہ ادا کر کے امان حاصل کرنے کی رعایت دی۔ یہ خط جب شرجیل، ابو حرملہ اور حریث بن زید طائی یوحنا کے پاس لے کر پہنچے تو یوحنا فوراً حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اس کو عزت دی اور اس کی مہمان نوازی کی اور اسے ایک عبا عطا کی اور اس کے بعد حضور ﷺ اور اہل ایلہ کے درمیان معاہدہ طے ہوا جس کا متن مندرجہ ذیل ہے۔

«بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذِهِ أَمَنَةٌ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولِ اللهِ لِيُحَنَّةَ بْنِ رُؤْبَةَ، وَأَهْلِ أَيْلَةَ سُفُنِهِمْ، وَسَيَّارَتِهِمْ فِي الْبَحْرِ، وَالْبَرِّ، لَهُمْ ذِمَّةُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِمَنْ يَكُونُ مَعَهُمْ مِنْ كُلِّ مَارٍّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، وَالْبَحْرِ، فَمَنْ أَحْدَثَ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ لَا يَحُولُ مَالُهُ دُونَ نَفْسِهِ، وَإِنَّهُ طَيِّبَةٌ لِمَنْ أَخَذَهُ مِنَ النَّاسِ، وَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ أَنْ يُمْنَعُوا مَاءً يَرِدُونَهُ، وَلَا طَرِيقًا يَرِدُونَهُ مِنْ بَحْرٍ أَوْ بَرٍّ»[1]

ترجمہ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے یوحنا بن رعبہ اور اہل ایلہ کے نام ایک امان نامہ ہے۔ ان کی کشتیاں، جہاز اور ان کے مسافر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حفاظت میں ہوں گے اور ان کی حفاظت کی جائے گی۔ جو ان سے ملیں چاہے شام سے ہوں یا یمن سے ہوں، یا ساحل بحر سے، جو لوگ کوئی بڑا فتنہ اٹھائیں گے ان کی دولت انھیں بچا نہ سکے گی۔ جو شخص انھیں گرفتار کرے گا اس کے لیے وہ مالِ غنیمت ہوں گے۔ اہل ایلہ کو پانی کے چشموں سے روکنا یا خشکی یا تری کے راستوں سے منع کرنا بالکل ناجائز ہو گا۔

---

۱) السیرۃ النبویۃ، ۲/۲۰۹

یہ معاہدہ نہ صرف اہل ایلہ کو ہر طرح کا تحفظ اور مذہبی آزادی عطا کرتا ہے بلکہ اہل ایلہ کے آگے حلیف قبائل کو بھی اسی طرح امان دیتا ہے جیسے اہل ایلہ کو اور اقلیتوں کو ہر طرح کی معاشی، معاشرتی، مذہبی اور اخلاقی آزادی فراہم کرتا ہے کیونکہ اسلام جب کسی قوم کا ذمہ لیتا ہے تو انھیں مکمل تحفظ اور ہر طرح کے خوف سے بری کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا معاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ تمام طبقات کے لئے رحمت بن کر آئے اور آپ نے غیر مسلم رعایا کو اپنی رحمت سے محروم نہیں کیا بلکہ ان کو اس قدر مراعات اور آزادیاں دی کہ اس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ ہجرت سے قبل طائف والوں نے انحضور ﷺ سے انتہائی ظالمانہ سلوک کیا نبی ﷺ پر پتھر برسائے جسم لہولہان ہو گیا نعلین مبارک خون سے بھر گئے مگر اہل طائف سے جب معائدہ طے پایا تو رسول ﷺ نے اس میں ایک شق یہ بھی شامل فرمائی" یہ لوگ مسلمانوں ہی کی ایک جماعت سمجھے جائیں گے۔ اس لئے مسلمانوں میں جہاں چاہیں گے بے روک آمدورفت رکھ سکیں گے "رحمۃ للعالمین" میں مذکور ہے۔ اقلیتوں کیساتھ عملی سلوک کی مثال کا ذکر کرتے ہوئے ابن اسحاق نے السیرۃ النبویۃ میں ذکر کیا ہے:

«لما قدموا علی النبی فدخلوا علیه فی مسجده حین صلی لعصر و قد حانت صلاتھم، فقاموا فی مسجد رسول الله یصلون،فقال رسول الله " دعوھم" فصلوا الی المشرق»[1]

ترجمہ: جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی ﷺ کے پاس مسجد نبوی ﷺ میں پہنچا اور عصر کا وقت ہو گیا۔ چونکہ یہ ان کی عبادت کا وقت تھا لہذا یہ لوگ وہیں کھڑے ہو کر عبادت کرنے لگے۔ صحابہ نے انھیں روکنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ ان لوگوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے عبادت کی"۔

اس واقعہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے بھی لکھا ہے کہ:

«ففیھا جواز دخول اھل الکتاب مساجد المسلمین و فیھا تمکین اھل الکتاب من صلاتھم بحضرت المسلمین و فی مساجدھم ایضا اذا کان ذلک عارضا ولا یمکنوا من اعتبار ذلک»[2]

ترجمہ: غیر مسلم اہل کتاب مسلمانوں کی مساجد میں عبادت کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ حکم عام حالات میں نہیں بلکہ اس وقت جب عبادت کا ٹائم ہو جائے لیکن نزدیک ان کی عبادت گاہ نہ ہو اس صورت میں وہ مسجد میں عبادت کر سکتے ہیں۔

---

۱) ایضاً، ۲/۲۰۶

۲) زاد المعاد، ۲/۳۹

حضور ﷺ نے اعلی درجے کی رواداری کا مظاہرہ کیا۔ غیر مسلموں پر ان امور میں بھی سختی نہ کی جنہیں وہ تو اپنے دین میں حلال تصور کرتے ہیں مگر ہمارے ہاں وہ حرام ہیں۔ حضور نے اقلیتوں کی ہر اس چیز کا احترام کیا جس کو وہ اپنے دین کے مطابق حلال سمجھتے تھے اور ان کے لئے اس میں بہت ساری گنجائش رکھی اور ان کی روک ٹوک اور ممانعت نہیں کی حالانکہ ریاستی قانون اور مذہب کا خیال کرتے ہوئے نبی ﷺ ان چیزوں کو اس طرح حرام قرار دے سکتے تھے کہ ان پر تعصب کی تہمت بھی نہ لگنے پاتی۔ کیونکہ جس چیز کو کوئی دین "حلال" قرار دیتا ہے۔ اس کا استعمال اس کے ماننے والوں پر فرض نہیں ہوتا مثال کی طور پر مجوسی کا مذہب اسے اپنی ماں یا بہن سے نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے تو اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہوئے بغیر کسی اور سے شادی کرے۔ اسی طرح اگر عیسائی کا مذہب سور کھانا جائز قرار دیتا ہے تو عیسائی شخص ساری زندگی سور کھائے بغیر رہ سکتا ہے کیونکہ اس کو دوسرے جانوروں کے گوشت کی صورت میں اس کے لیے وسیع گنجائش موجود ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے اقلیتوں سے عظیم رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی قسم کی ایسی پابندی ان پر عائد نہیں کی۔

اگر یہ کہا جائے کہ رحمتِ عالم ﷺ کی آمد سے قبل یہ دنیا رواداری کی حقیقت سے ناآشنا تھی تو بے جا نہ ہو گا جہنوں نے حاکمیت کے مکمل اختیار رکھنے کے باوجود غیر مسلم اقلیتوں سے رحمت و شفقت، رواداری، عدم تعصب اور حسن سلوک کا اعلیٰ مظاہرہ کیا اور تا قیامت آنے والے مسلمانوں کے لیے روشن مثالیں قائم کیں اور راہ ہدایت واضح کی۔ حضور ﷺ نے معاشرتی و سماجی سطح پر بھی اقلیتوں سے شفقت و محبت کا سلوک کیا اور ان میں اور مسلمانوں میں کبھی فرق نہ کیا۔

حضور ﷺ نے یہ گنجائش بھی دی کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں سے کاروباری لین دین بھی ہو سکتا ہے اور ان سے خرید و فروخت بھی کی جا سکتی ہے۔ ان سے ادھار لیا جا سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ادھار لینا بھی ثابت ہے۔ زید بن سعنہ یہودی عالم تھے انہیں آپ کے اندر نبوت کی تمام علامتیں مل گئیں مگر دو علامتیں جن کا ذکر کتب مقدسہ میں تھا پہلی حلم و برداشت کا جہل پر غالب آنا، دوسرا کوئی رسول ﷺ کے خلاف کتنی ہی اشتعال انگیزی کرے محمد ﷺ کا برداشت و حلم کا اتنا ہی زیادہ اظہار کرنا۔ اسی صفت کو آزمانے کے لیے زید بن سعنہ نے حضور ﷺ کو ادھار دیا پھر وقت مقررہ سے پہلے ادھار مانگ کر گستاخی سے پیش آئے۔ حضرت عمر قتل پر امادہ ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"اے عمر تمھیں چاہیئے تھا کہ مجھے قرض ادا کرنے اور اسے شائستگی کا مظاہرہ کرنے کو کہتے تو بہتر ہوتا، جاؤ اسے اس کے قرض سے ۲۰ صاع زیادہ ادا کرو، حضرت عمر نے ایسا ہی کیا تو زید بن سعنہ نے کہا کہ اے عمر میں نے آپ ﷺ کی صفت برداشت،، کو آزمانے کے لیے ایسا کیا"۔

«فاشهد انی رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا»[1]

ترجمہ: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے بطورِ دین اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔

یہ تمام نظائر تھے جن کی روشنی میں حضور ﷺ کے غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ تعلقات کی حدود کو متعین کیا جاسکتا ہے۔ اور ان معاہدات اور عملی نمونہ جات کو دیکھنے سے یہ حقیقت ہمارے سامنے روشن ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے قانوناً بھی اور اخلاقاً بھی اپنے ہاں رہنے والے غیر مسلموں کو کس نظر سے دیکھا ان کا کس طرح خیال کیا اور ان کو کیا مراعات عطا کیں اور انھیں کس کس اعتبار سے مکمل آزادی عطا کی جس کا بعض صورتوں میں وہ اپنی ہم مذہب ریاست میں بھی تصور نہیں کرسکتے تھے۔ حضور ﷺ اقلیتوں کے ساتھ سماجی و معاشی اور تجارتی معاملات بھی کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت ہے۔

«اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ لِلنَّسِيئَةِ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ»[2]

ترجمہ: رسول ﷺ اللہ نے ایک یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرعہ رہن رکھی۔

یہ حدیث حضور ﷺ کا اقلیتوں سے لین دین کے معاملات کی وضاحت کرتی ہے کہ خود حضور ﷺ نے یہودی کے ہاں زرہ رہن رکھی اور اس سے طعام خریدا۔ کیونکہ نبی ﷺ نے امت کی تربیت اور معاملات میں ان کی راہنمائی فرمانی تھی لہذا خود عملی طور پر اس سے ادھار لیا حالانکہ اگر حضور ﷺ کو محض ضرورت و مجبوری پوری فرمانا مقصود ہوتا تو کسی بھی صحابی کو کھانے کے لئے کہہ سکتے تھے کیونکہ ہر صحابی اپنا مال و جان آقا ﷺ کے لئے فدا کرنے کو باعثِ افتخار سمجھتا تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے بعد میں آنے والی امت کو تعلیم دینے کے لئے عمل کیا۔

فتح مکہ بھی حضور ﷺ کے اقلیتوں سے حسنِ سلوک اور عفو درگزر کی شاندار مثال ہے۔ وہ مشرکینِ مکہ جنھوں نے آنحضور ﷺ اور محمد ﷺ کے اصحاب کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ لیکن مکہ رمضان ۸ھ / جنوری ۶۳۰ کو فتح ہوا محمد ﷺ کو اپنے بدترین دشمنوں کفارِ مکہ پر کامل اختیار اور اقتدار حاصل ہوگیا، اس موقع پر محسنِ انسانیت کی سیرتِ طیبہ میں اقلیتوں عفو درگزر، تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ تاریخی اور شاندار نمونہ نظر آتا ہے جو فتوحات کی پوری تاریخ میں آپ کو ممتاز کرتا ہے۔ یہ وہ موقع تھا جب صحابہ اکرام بھی

---

۱) سبل الهدی والرشاد، محمد یوسف صالح، مطبوعہ، قاہرہ، ۱۹۷۲ء، ۱/۳۸

۲) الصحیح مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، (م ۲۶۱ھ) قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی، رقم: ۱۲۰۲

چاہتے تھے کہ آج مشرکینِ مکہ سے جی بھر کر انتقام لیا جائے جنہوں نے انھیں ظالمانہ طریقے سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ لیکن محمد ﷺ نے اس موقع پر تمام امیدوں اور تصورات کے بر خلاف رواداری پر مبنی مثالی انقلابی اعلان فرمایا:

« الْيَوْمُ يَوْمَ المرحمة »[۱]

ڈاکٹر حمید اللہ نے آنحضور ﷺ کے عہد میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ کئے گئے حسنِ سلوک کو ان الفاظ میں نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

" جس طرح مسلمان اپنے دین، عبادات، قانونی معاملات اور دیگر امور میں آزاد تھے۔ اسی طرح دوسری ملت کے لوگ بھی آزاد تھے "۔[۲]

اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام بحثیت انسان تمام انسانوں کو برابر حقوق عطا کرتا ہے اختلاف مذہب کی بنا پر کسی سے امتیازی سلوک نہیں برتتا۔

---

۱) نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ، الزیلعی، جمال الدین ابو علی محمد عبد اللہ، (م ۷۶۲ھ) دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶ء، ۳/۳۳۶

۲) مجوعہ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی ﷺ والخلافۃ الراشدۃ، حمید اللہ، ڈاکٹر، مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر، بالقاھرۃ، ۱۹۴۱ء، ص: ۲۴۷

فصلِ چہارم:
عہدِ خلافت اور اقلیتیں

عہدِ خلافت میں اقلیتیں :

نبی ﷺ نے جس قانون کی بنیاد رکھی اس کی توضیحات و تشریحات اور استحکام خلافتِ راشدہ میں ہوا۔ عہدِ خلافت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ "[1]

ترجمہ: تمھارے اوپر میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

اس سلسلے میں خلافتِ راشدہ میں اقلیتوں کے ساتھ سلوک پر مختصر مگر جامع تذکرہ کی ضرورت ہے۔ جو مندرجہ ذیل مباحث میں کیا گیا ہے۔

عہدِ صدیقی اور اقلیتیں:

عہدِ نبوی ﷺ میں جن مذاہب کے پیروکاروں کو اسلامی ممالک میں پناہ دی گئی عہد ناموں کے ذریعے ان کے حقوق متعین کیے گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہ صرف ان معاہدات کو برقرار رکھا بلکہ ان کی توثیق فرمائی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ سلوک کیا۔ خلیفہِ رسول ﷺ نے اپنے پیارے محبوب کی سنت کے عین مطابق اقلیتوں کے ساتھ رواداری اور عدل وانصاف والا سلوک کیا۔

عہدِ صدیقی میں اقلیتوں کے ساتھ بہت سے معاہدات کیے گئے تاہم یہاں چند ایسے معاہدات نقل کیے جا رہے ہیں جن میں سب کا خلاصہ آ جاتا ہے۔

اہلِ عانات سے معاہدہ:

حضرت خالد بن ولیدؓ جو کہ عہد صدیقی میں اسلامی فوج کے چیف کمانڈر تھے جب دمشق اور شام کی سرحدوں سے ایران اور عراق کی طرف روانہ ہوے تو خلیفہ ٔ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حکم پر راستے میں باشندگان عانات کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کا متن کتاب الخراج کے مطابق مندرجہ ذیل ہے۔

---

۱) ابو داود، ۳/ ٦۳۵

«لایھدم لھم بیعة ولاکنسیة وعلیٰ ان یضر بوانوا قیسھم فی ای ساعة شاء وا من لیل او نھار الا فی الصلوات و علیٰ ان لایخرجوا الصلبان فی ایام عیدھم»[1]

ترجمہ: اہل عانات کی خانقائیں اور گرجے منہدم نہ کیے جائیں گے وہ ہماری نماز پنجگانا کے اوقات کہ سوا ہر وقت اپنانا قوس بجاسکتے ہیں۔ تہواروں کے موقع پر صلیب نکالنے سے بھی وہ نہ روکے جائیں گے۔

اس معاہدے میں اہل عانات کی غیر مسلم اقلیت کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے مکمل مذہبی آزادی کا پروانہ جاری کیا کہ ان کی عبادت گاہوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے دیا جائے گا وہ اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں بھی مکمل طور پر آزاد ہوں گے مسلمانوں کی طرف سے ان پر کوئی پابندی نہیں نماز کے اوقات کے علاوہ وہ جب چاہیں ناقوس بجاسکتے ہیں۔ اسلامی حکومت کے ماتحت ہونے کے باوجود وہ اپنے مذہبی تہواروں پر سرِعام صلیب نکال سکتے تھے۔

ہمیشہ مفتوحین سے فاتح اقوام جبر و استبداد اور ظلم کا سلوک کرتی ہیں سب سے مشکل کام یہ ہوتا ہے کہ غالب آنے کے باوجود مغلوب قوم کو مکمل مذہبی آزادی دی جائے اور ان کو تبدیلیٔ مذہب پر مجبور نہ کیا جائے اسلام اپنے پیروکاروں کو ہدایت کرتا ہے کہ سب انسان محترم ہیں اور ان پر اختیارِ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے۔

اہلِ حیرہ سے معاہدہ:

حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہء خلافت میں سیدنا خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ سے بھی ایک معاہدہ کیا جسے امام ابو یوسف نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

« ان لا یخالفو، ولا یعینوا کافراً علیٰ مسلم من العرب ولا من العجم، ولا ید لو ھم علیٰ عورات المسلمین، علیھم بذلک عھد اللہِ و میثاقه الذی اخذ اشد ما اخذه علی نبی من عھد او میثاق اوذمته فان ھم خالفوا فلاذمه لھم ولاامان، وان ھم حفظوا ذلک ورعوة ادوه الی المسلمین فلھم ما للمعاھدو علینا المنع لھم ،فان فتح اللہ علینا فھم علیٰ زمتھم »[2]

ترجمہ: مسلمانوں کی مخالفت مت کرو، عرب و عجم کے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی اعانت مت کرو، مسلمانوں کے خفیہ راز دشمنوں کو مت بتاؤ، یہ بات اللہ سے کیے ہوئے عہد اور اس پختہ میثاق کی رو سے ان کے لئے ضروری ہے، جو ان تمام میثاقوں سے زیادہ پختہ ہے۔ جو اللہ نے کسی نبی سے لیا ہو۔ اگر وہ ان دفعات کی پابندی نہ کریں گے تو ہماری طرف سے ان کی یہ ذمہ داری اور امان دہی کا معاہدہ ختم ہو جائے گا اور ایفائے عہد کی صورت میں جس میں ادائے جزیہ بھی شامل ہے ہم ان کی کسی بھی وقت

---

۱) کتاب الخراج، ص:۱۵۵

۲) ایضاً، ص:۱۵٦

حمایت اور اہانت میں سبقت کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ اگر اللہ نے ہمیں فتح عطا کی تو ان کے لئے مراعات ہوں گی جو اہل ذمہ کے لیے ہیں"۔

اس معاہدے کی دفعات سے پتہ چلتا ہے کہ عہد صدیقی میں اقلیتوں کیساتھ تمام معاہدات چاہے وہ مفتوح یا معاہد تھے۔ برابری کی سطح پر کیے گئے اور ان کو تمام انسانی حقوق حاصل تھے جو اسلامی ریاست کا شہری ہونے کے اعتبار سے رعایا کو حاصل ہوتے ہیں اور ذاتی معاملات میں وہ بالکل آزاد تھے۔ ان کو اس بات کا پابند کیا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی مخالفت نہ کریں اور ان کے راز ان کے دشمنوں کو مت بتائیں۔ عہد صدیقی میں اقلیتوں کو اس قدر عادلانہ ومساویانہ حقوق عطا کیے گئے کہ عہد صدیقی میں خلیفہ اول کو انحضور ﷺ کی رحلت کے بعد بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا جن میں فتنہ ارتداد، منکرین زکوۃ اور جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ تھا اس دوران اقلیتوں نے کسی بھی جگہ نہ بغاوت کی نہ ہی مطالبہ کیا کہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جارہا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی رعایا سے نہایت شفقت ومحبت کا سلوک کرتے خصوصاً اہلِ ذمہ پر ایسا کوئی بوجھ نہ ڈالتے کہ جو ان کی برداشت سے باہر ہوتا۔ آپؓ کو ہر دم ان کی سہولت کی فکر رہتی۔ آپؓ نے اپنے عہد خلافت میں گورنروں اور جزیہ وصول کرنے والے عاملین کو حکم جاری کر رکھا تھا کہ جزیہ صرف اور صرف مردوں سے وصول کیا جائے۔

عورتوں اور بچوں سے جزیہ وصول نہ کیا جائے مردوں میں بھی جو مفلس، بیمار یا عمر رسیدہ افراد جزیہ سے مستثنیٰ تھے۔

امام ابو یوسف اپنی کتاب الخراج میں نقل کرتے ہیں۔

«انی نظرت فی عدتھم فوجدت من کانت بہ زمانۃ الف رجل فاخر جتھم من العدۃ فصار من وقعت علیہ الجزیتہ ستتہ الاف، فصالحونی علیٰ ستین الفا»[۱]

ترجمہ: حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار جزیہ کی ادائیگی سے مکمل طور پر مستثنیٰ تھے۔ باقی لوگوں پر سالانہ دس درہم جزیہ واجب تھا۔ اس طرح ساٹھ ہزار درہم رقم سالانہ جزیہ وصول کی جاتی تھی۔ یعنی سات ہزار افراد میں سے ایک ہزار افراد کو جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔

وہ افراد جن پر جزیہ کی ادائیگی واجب تھی ان میں سے بھی بہت تھوڑی سی رقم بطور جزیہ وصول کی جاتی تھی جو کہ ماہانہ ایک درہم سے بھی کم بنتی ہے بعض مستشرقین نے اس بات پر بہت اعتراض کیا ہے کہ مسلمان اہل ذمہ سے بہت بھاری ٹیکس وصول کرتے تھے جو کہ سراسر الزام ہے کیونکہ جزیہ کی رقم اس رقم سے بہت کم ہے جو مسلمانوں سے زکوۃ، صدقات اور عشر کی صورت میں وصول کی جاتی تھی۔ اور مسلمان ملکی دفاع کے بھی ذمہ دار تھے جزیہ دراصل اس خدمت

---

۱) کتاب الخراج، ص:۱۵۵

کی جزا ہے جو اسلامی حکومت ذمیوں کا دفاع کرتی ہے اور ان کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرتی ہے۔ ذمی جزیہ کی ادائیگی کے بعد دفاعی ذمہ داریوں سے بری الذمہ تھے۔

اہلِ نجران سے معاہدہ:

حضور ﷺ نے اہل نجران سے دو معاہدے فرمائے حضرت ابو بکر نے بھی اہل نجران سے معاہدہ کیا جو کہ تقریباً اپنی دفعات کے اعتبار سے حضور ﷺ کے معاہدے جیسا ہی تھا در اصل یہ تجدید معاہدہ ہی تھا۔ امام ابو یوسف اور امام ابن جریر طبری نے اس معاہدے کی دفعات کو اپنی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

«أجارهم بِجوارا لله وَذِمة محمدﷺالنبى وارَ ضِيهِم وَ مِلتَهُم و اموالهم وحاشيهم و عبادتهم و غا بهم و شاهدهم و اسا قفتهم و رهبا نهم و بيعهم وكل ما تحت من قليل أوكثير لايخسرون ولا يعسرون ولايغيرأسقف من أسقفيته ولا راهب من رهبانيته»[1]

ترجمہ: اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لئے اللہ اور محمد ﷺ ان کی جانوں، زمینوں، مذہب مالوں، مویشیوں، عبادت گاہوں، ان کے موجود و غیر موجود، ان کے پادری، راہب، گرجوں کے ذمہ داروں نہ تو ان کو نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ہی خوفزدہ کیا جائے گا۔ ان کے حقوق اور عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ کسی پادری یا راہب کو اس کے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا۔

اہل نجران کو اس معاہدے کے ساتھ تمام تر مذہبی آزادیاں دی گئیں اور مذہبی رسومات کی ادائیگی میں تحفظ کو مکمل یقینی بنایا۔ عبادت گاہوں سے متعلقہ افراد کو خصوصی مراعات عطا کی گئیں۔ اہل نجران کو اپنے معاملات میں مکمل آزادی دی گئی اور اسلامی ریاست کے ماتحت آنے سے قبل ان کے جو لوگ مختلف عہدوں پر فائز تھے ان کو ان عہدوں سے معزول نہیں کیا یہ معاہدہ اقلیتوں سے حضرت ابو بکر صدیق کے مساویانہ حقوق کی روشن مثال ہے اس معاہدے کے تحت نہ صرف اہل نجران کو امان ملی بلکہ ان کے حلیف قبائل کے ساتھ بھی ریاست نے وہی سلوک کیا جو خود اہل نجران سے کیا۔

فتوحات کا سلسلہ تیز سے تیز تر ہوتا چلا گیا مجاہدین جس محاذ کی طرف رخ کرتے اللہ کی مدد ان کو آ پہنچتی اور وہ اپنے سے طاقت ور تعداد میں کئی گنا زیادہ لشکروں پر فتح یاب ہوتے۔ پورا عرب اسلامی ریاست کے ماتحت آ گیا اور فتوحات کا سلسلہ عرب سے عجم تک پھیلتا چلا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب بھی کسی

---

۱) تاریخ الطبری المعروف بتاریخ الامم والملوک، الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، (م ۳۱۰ھ)، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، سنہ ۱۴۱۸ھ، ۳/ ۱۶۴

لشکر کو روانہ فرماتے تو ان کو بہت سی ہدایات کرتے بعض دفعہ ہدایات زبانی اور بعض دفعہ تحریری شکل میں ہوتیں ان میں سے جامع ہدایات وہ ہیں جو آپ نے شام کی طرف بھیجے جانے والے لشکر کے سالاروں کو دی تھیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«اوصیکم بتقویٰ اللہ اغزوا فی سبیل اللہ فقاتلوا من کفرباللہ فا ن اللہ ناصر دینه ولا تغلوا ولا تغروا لاتجبنوا ولا تفسدوا فی الارض ولا تعصوا ما تو مرون ولا تغرقن نخلا ولا تحر قنها ولا تعقروا بهيمة ولا شجرة تثمر ولا تهرموا ولا تقتلو االولدان ولا الشيوخ ولا النساء وستجدون اقواماَحبسوا انفسهم فی الصوامع فد عو هم وما حبسوا انفسهم له ستجدون آخر ین اتخذ الشیطان فی روسهم افحا صا فااذا وجدتم اولٰئک فاضر بوا اعناقهم»[1]

ترجمہ: میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جن لوگوں نے خدا کو ماننے سے انکا ر کر دیا ان سے جنگ کرو یقینا اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت فرمائے گا، غلول نہ کرنا، غداری نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا، زمین پہ فساد نہ مچانا اور احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔۔۔ کھجو رکے درخت نہ کاٹنا اور نہ انھیں جلانا، چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا اور نہ پھلدار درخت کاٹنا، کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنھو ں نے گرجاگھروں میں اپنے آپ کو محبوس کرر کھاہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا ان کے علاوہ تمہیں کچھ دوسرے لوگ ملیں گے جو شیطانی سوچ کے حامل ہیں (یہ لوگ گرجاگھروں کے خدام کہلاتے ہیں لیکن لوگ جنگ میں ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں) جب تمہیں ایسے لوگ ملیں تو ان کی گردنیں اڑادو۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ لشکر کو روانہ کرتے وقت بھی جو نصیحت کر رہے ہیں اس میں بھی غیر مسلموں سے نرمی کا سلوک کرنے کی نصیحت ہے۔ کہ مہاجرین کے کھیتوں، باغات اور املاک کو مت جلانا، اور عبادت گاہوں کو کوئی نقصان مت پہنچانا، عبادت گاہوں میں موجود عابدین کو پریشان مت کرنا حالت جنگ میں بھی خلیفہ اول کو غیر مسلم اقلیتوں کا کس قدر خیال تھا یہ ان لوگوں کے بارے میں لشکر کو ہدایات دیں جو لوگ اسلام کے خلاف لڑرہے تھے اور مسلسل خطرے کا سبب بنے ہوئے تھے یہی وجہ ہے خلافت صدیقی میں ایک بھی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا جس میں مفتوحین یا معاہد اقلیتوں

---

۱) الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، محمد منیع الزہری، (م ۲۳۰ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۱۹۹۲ء، ۹/۸۵

میں سے کسی نے بغاوت کی ہو آپ کا اقلیتوں سے سلوک اس قدر مبنی بر حق تھا کہ اقلیتوں کو کسی اعتراض کا موقع ہی نہ ملا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے ہمیشہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے قتل ناحق سے منع فرمایا: آپ کا فرمان ہے۔

«فلاتقتلنِ احد من اهل الذمة فیطلبک الله بذمته فیکبک الله علی وجهک فی النار»[۱]

ترجمہ: تم ہر گز کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرنا جو اللہ کے ذمہ والوں میں سے ہو کیونکہ اللہ تم سے اپنے ذمے کا مطالبہ کرے گا اور تم کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔

رعایا کے ساتھ مساوی سلوک کی تاکید:

اسلام نہ صرف اقلیتوں کو مذہبی آزادی عطا کرتا ہے بلکہ اسلامی رسیاست کے شہری ہونے کی بنا پر انہیں وہ تمام معاشی مراعات بھی عطا کرتا ہے جو ریاست کی مسلم رعایا کو حاصل حاصل ہوتی ہیں۔

مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد ایک روز حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں میں کچھ مال تقسیم کیا۔ آپ نے حضرت زیدؓ کے ہمراہ بنی عدی بن النجار کی ایک بڑھیا کو اس کا حصہ اس کے گھر بھجوادیا اس بڑھیا نے پوچھا" یہ کیا ہے"؟ حضرت زیدؓ نے بتایا، یہ وہ حصہ ہے جو حضرت ابو بکرؓ نے عورتوں کو دیا ہے، اس نے کہا کے" کیا میرے دین پر میری مدد کرتے ہو"؟ حضرت زید نے کہا" نہیں" اس نے کہا" واللہ میں اس میں سے کچھ بھی نہ لوں گی" حضرت زید نے یہ سارا واقعہ خلیفۃ المسلمین کو سنایا تو آپ نے فرمایا۔

«ونحن لا نتخذ مما اعطینا ها ابدا»[۲]

ترجمہ: ہم جو چیز دے دیں اس میں سے واپس نہیں لیتے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مال تقسیم کرتے ہوئے مسلم اور غیر مسلم رعایا میں فرق نہ کیا باوجود اس کے کہ اس بڑھیا نے مال وصول کرنے سے انکار کر دیا آپ نے یہ کہہ کر مال اس کو واپس لوٹا دیا کہ جو چیز ہم دے دیتے ہیں پھر اسے واپس نہیں لیتے اگر دیکھا جائے تو اس عورت نے امیر المومنین کی مال قبول نہ کر کے توہین کی لیکن آپ نے کمال حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہوئے مال اس کو لوٹا دیا۔

عہد فاروقی اور اقلیتیں:

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں اسلامی ریاست کی حدود بہت پھیل گئیں فتوحات کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہوا بہت سی غیر مسلم ریاستیں اسلامی حکومت کی رعایا بنیں اہل کتاب اور مجوس کے علاوہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اسلامی ریاست کے ماتحت آئے حضرت عمر فاروق کے زمانے کو اقلیتوں کے ساتھ سلوک کے حوالے

---

۱) الطبقات الکبری، ۳/۱۱۱، ۱۰۳

۲) ایضاً، ۳/۱۱۱، ۹۷

سے مثالی دور کہاجاتا ہے آپ نے آنحضور ﷺ اور خلیفہ اول کی سنت کے مطابق اقلیتوں سے حسن سلوک کیا حضرت عمر نے اقلیتوں کے حوالے سے واضح اور مستقل پالیسی کی داغ بیل ڈالی بلاذری (م۲۷۹ھ) کہتے ہیں ؛عراق اور شام کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدات کا آغاز حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں ہوا اور اس کو مزید وسعت حضرت عمر فاروقؓ نے دی۔ حضرت عمرؓ نے ان معاہدوں کی تصدیق کی جو آنحضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں طے پائے حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حضرت ابو بکر صدیق نے جو اہل حیرہ سے معاہدہ کیا تھا انہیں شرائط کے مطابق جوانگی پر آمادہ ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے معاہدات کرتے ہوئے بوقت ضرورت مزید شرطیں بھی عائد کیں جو اسلامی حکومت کے تمام اہل ذمہ پر عائد ہوئیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مفتوحین کی زمینیں مال غنیمت کے طور پر مجاہدوں میں تقسیم کرنے کی بجائے ان کو مالک ذمی کسانوں اور دہقانوں کے ہاتھوں میں رہنے دیا کہ وہ ہی انہیں کاشت کریں اور اپنی اپنی حیثیت کے مطابق جزیہ ادا کرتے رہیں حضرت عمر فاروقؓ نے اقلیتوں کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ شفقت و نرمی کا سلوک برتا آپ نے عورتوں، بچوں، غریبوں، اندھوں، بیمار، دیوانے، بے روزگار اور راہبوں کو جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہوا تھا جزیہ کی مقدار اتنی تھوڑی رکھی کہ ہر کوئی آسانی سے ادا کر سکتا تھا امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں ہر ذمی اپنی دولت اور آمدنی کی بنا پر جزیہ دیتا تھا عراق میں تین درجے رواج پذیر تھے:

« ثمانية واربعون درهما و علی الموسر اربعون و عشرون درهما لی الوسط ـــو اثنا عشر درهما علی العامل بيده»[۱]

ترجمہ: پہلا درجہ ۴۸ درہم خوشحال پر دوسرا درجہ ۲۴ درہم متوسط پر تیسرا درجہ ۱۲ درہم ہاتھ سے کام کرنے والے پر سالانہ۔

جزیہ کی وصولی کا طریقہء کار جو حضرت عمر نے وضع کیا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آج جو غیر مسلم اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے اقلیتوں پر ظالمانہ ٹیکس لگا رکھے تھے یہ اعتراض من گھڑت ہے اور حقیقت کیساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے غیر مسلموں سے بہت سے معاہدات کئے جن سے آپ کی خلافت میں اقلیتوں کے ساتھ سلوک پر روشنی پڑتی ہے ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

اہل ماہ بہر اذان سے معاہدہ:

---

۱) کتاب الخراج، ص:۱۲۴

زیادہ تر معاہدات اسلامی لشکر کے سالاروں کی طرف سے مفتوحین سے کیے جاتے تھے۔ کیونکہ تمام معاہدات امیر المومنین کی واضح پالیسی اور ہدایات کی روشنی میں کیے جاتے لہذا آپ ان معاہدات کی توثیق فرما دیتے۔ یہ معاہدہ حضرت نعمان بن مقرن نے اہل ماہ بہر اذان سے کیا جس کی توثیق امیر المومنین حضرت عمرِ فاروق نے فرمائی۔

«أعطاهم الامان علىٰ انفسهم واموالهم واراضيهم لا يغيرون علىٰ ملة، ولا يحال بينهم و بين شرائعهم، ولهم المنعة ادواالجزية فی كل سنة الى من وليهم، على كل حالم فی ماله ونفسه على قدر طاقته، وما ارشد وابن السبيل، واصلحواالطرق، وقرواجنودالمسلمين ممن مربهم فاوى اليهم يوما وليلة۔۔۔ فان عشوا وبدلوا، فذمتننا منهم برئية»[1]

ترجمہ: اہل ماہ بہر اذان کی نفوس، اموال اور اراضی پر ان کا قبضہ بدستور تسلیم کر لیا جاتا ہے انھیں نہ تو ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔ اور نہ ان کی شریعت سے تعرض کیا جائے گا۔ انہیں سال میں ایک مرتبہ جزیہ ہمارے مقرر کردہ امیر کو دینا ہوگا جزیہ ہر شخص کی مالی وسعت کے مطابق ہو گا انہیں مسافروں کی راہنمائی کرنا ہوگی، گزر گاہوں کی حفاظت ان کے ذمہ ہوگی، مسلمان فوجی دستوں کی ایک دن اور ایک رات کی مہمان نوازی اور قیام کا انتظام کرنا ہو گا اگر انھوں نے دھوکا دیا اور ان شرائط میں کمی کی تو ہماری طرف سے امان کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔

اس معاہدے کے تحت اہل بہر اذان کی زمینی انھی کے پاس رہنے دی گئیں۔ زمین پر کھیتی باڑی وہی کرتے تھے اور پیداوار کا ایک مخصوص حصہ بطور خراج مسلمانوں کو ادا کرتے تھے اس معاہدے کے بدلے ان کو ان کے مال، جان اور عزت کا تحفظ فراہم کیا گیا۔ جزیہ کی کوئی مستقل مقدار مقرر نہیں تھی بلکہ ذمیوں کی سہولت کے لئے ان کی استطاعت کے مطابق ان سے سال بھر میں ایک دفعہ جزیہ وصول کیا جاتا تھا فوجی خدمت سے وہ بری الذمہ تھے محض اپنے علاقوں کی گزر گاہوں کی حفاظت ان کے ذمہ تھی وہ اپنے تمام مذہبی معاملات میں آزاد تھے ان کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ لشکرِ اسلام اگر ان کے علاقے میں قیام کرے تو ایک دن بطور مہمان نوازی وہ ان کے کھانے پینے اور رہائش کا بندوبست کریں گے۔ حضرت عمرؓ حالت جنگ میں بھی معاہدہ کی پابندی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ آپ خاص طور پر افسرانِ فوج کو اس کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ بلاذری نے ایک روایت بیان کی ہے۔

«حدثنی عمر الناقة، قال: حدثنا مروان بن معاويةالفزاری عن عاصم الاحوال عن فضيل بن زيد الرقاشی، قال: حاضرنا شهر باج شهر اجرارا و كنا ظننا انا سنفتحا فی يومنا فقاتلنا اهلها ذات يوم و رجعنا الى معكرنا و تحلف عبد مملوک منافرا ظنوة فكتب لهم امانا ورما

---

۱) تاریخ الطبری، ۱۲۴/۳

اليهم فى سهم، قال: خرجنا للقتال و قد خرجوا من حصنهم، فقالوا: هذا امانكم، فكتب الى عمر فكتب الينا انا العبد المسلم من المسلمين ذمته كذمتهم فلينفذ امانه فائنفذناه»[1]

ترجمہ: مجھ سے عمرو الناقہ نے کہا، اس نے مروان بن معاویہ انفراری نے اس سے عاصم الاحوال نے کہا کہ۔۔۔ہم شہر باج کا بشدت مہینہ بھر محاصرہ کیے رہے ہمارا خیال تھا کہ ہم اسے ایک دن میں فتح کر لیں گے۔ہم نے ان سے ایک دن جنگ کی اور اپنے معکر کی طرف واپس آگئے ایک غلام ہم سے پیچھے رہ گیا، وہ سمجھے بھگوڑہ ہے۔اس غلام نے ان کے لئے امان لکھی اور تیر پر باندھ کر ان کی طرف پھینک دی دوسرے دن جب ہم جنگ کے لئے نکلے تو وہ قلعہ سے باہر آئے اور کہا یہ لو تمہاری امان ہے۔۔۔ہم نے عمر کو لکھا جواب آیا" مسلمانوں میں سے ایک غلام کا ذمہ تمہارے ذمہ کی مثل ہے اس کی امان نافذ کرو " ہم نے اس کی عطا کردہ امان نافذ کر دی۔

یعنی حضرت عمرؓ نے اپنے عمل سے ایک تو یہ بتایا کہ تمام مسلمان چاہے وہ آقا ہے یا غلام ان میں سے کوئی شخص چاہے مذاق سے غیر مسلموں کو امان دے تو وہ امان ان پر لاگو ہو گی اور مسلمان اس امان کے پابند ہوں گے۔دوسری چیز یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ دوران جنگ بھی کم سے کم انسانی جانوں کا ضیاع ہو چاہے مسلمان غالب آچکے ہوں پھر بھی اگر غیر مسلم امان طلب کریں یا صلح کا پیغام بھیجیں تو حضرت عمرؓ نے سالاروں کو ہدایت کر رکھی تھی ہر ممکن کوشش کی جائے کہ صلح سے مخالفین یا تو اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں، قتال والا آپشن محمد ﷺ سب سے آخر میں رکھتے تھے حضرت عمرؓ نے مفتوحین اور اہل صلح سے تمام معاہدات انسانی بنیادوں پر برابری کی سطح پر کیے اور اقلیتوں کی سہولت کو مدِ نظر رکھا۔

اہل ایلیاء سے معاہدہ:

اہل ایلیا سے جو معاہدہ کیا گیا علامہ ابن جریر طبری نے اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

«هذا ما اعطىٰ عبدالله عمر اميرالمومنين اهل ايلياء من الامان---- لا يكرهون علىٰ دينهم، ولا يضار احدمنهم»[2]

ترجمہ: یہ امان اللہ کے بندے امیر المومنین عمرِ فاروق کی طرف سے اہلِ ایلیاء کے لیے ہے۔نہ ان پر دین کے معاملے میں جبر کیا جائے گا اور نہ ہی ان میں سے کسی فرد کا کوئی نقصان کیا جائے گا۔

---

۱) فتوح البلدان، بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، (م ۲۷۹ھ) مکتبۃ النھضۃ المصریۃ القاھرۃ، ۱۹۶۵ء، ص:۱۰۷

۲) تاریخ الطبری، ۳/ ۴۰۳-۴۰۴

اس معاہدے میں زیادہ مذہبی آزادی دی گئی۔ آپ اقلیتوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتے اور ان کا بے حد احترام کرتے۔

اہل آذربیجان سے معاہدہ:

عتبہ بن فرقہ نے اہل آذربیجان سے ایک معاہدہ کیا جس کی توثیق حضرت عمرؓ نے فرمائی تاریخ طبری کے مطابق اس کا متن مندرجہ ذیل ہے:

«سهلها و جبلها و حواشيها و شفارها و اهل مللها كلهم الامان على انفسهم و اموالهم و مللهم و شرائهم، علىٰ ان يودوالجزية على قدر طاقتهم، ليس على صبى ولا امرأة ولا زمن»[1]

ترجمہ: اس خطے میں ہر قسم کی اراضی، پہاڑ اور ان کے اطراف کی وادیاں اور چشموں پر مالکین کا قبضہ باقی رہے گا......... اور یہ جزیہ بچوں، عورتوں اور ضعفاء سے نہیں لیا جائے گا۔

آپ نے اقلیتوں کی سہولت کے لیے ان پر اضافی بوجھ نہیں ڈالا بلکہ ان کی زمینوں کو بدستور ان کی ملکیت میں رہنے دیا اور اپنے عمال کو جزیہ لینے میں نرمی کرنے کی تاکید فرمائی اور زمین پر وہی ذمی لوگ کاشت کاری کرتے اس کے بدلے میں پیداوار سے نہایت خفیف سا ٹیکس لگایا جس کو خراج کہا جاتا ہے۔ ان تین معاہدات کے علاوہ خلافت فاروقی میں اور بہت سے معاہدات کیے گیے ان کی دفعات انھیں معاہدات جیسی ہیں۔ بوقت ضرورت ایک ادھ دفعہ کا اضافہ کیا گیا یہاں ان معاہدات میں صرف وہ شقیں تحریر کی جارہی ہیں جو ان تین معاہدات کی شقوں کے علاوہ ہیں۔

اہل اصفہان سے معاہدہ:

یہ معاہدہ اہل بہراذان کے معاہدے جیسا تھا۔ اس میں اس ایک شق کا اضافہ تھا۔

«ومن سب مسلما بلغ منه فان ضربه قتلنا»[2]

ترجمہ: اہل اصفہان میں سے) جس نے مسلمان کو گالی دی تو وہ اس پر لوٹے گی۔ اگر اس نے مسلمان کو قتل کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

اہل دنباوند سے معاہدہ:

---

۱) تاریخ الطبری، ۳/ ۵۳۹-۵۴۰

۲) مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، ص: ۲۴۷

یہ معاہدہ مردان شاہ اور اہل دنباوند سے ہوا اس میں مندرجہ ذیل دفعہ اضافی تھی۔

«ولا يد خل عليك الاباذن»[۱]

ترجمہ: تمہارے معاملے میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کی جائے گی ۔

یعنی تم لوگ اپنے معاملات میں مکمل آزاد ہو اپنے لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ تمھاری اپنی عدالتیں کریں گی ہاں اگر وہ خود مسلمانوں سے اپنے معمالات کے بارے میں رائے لیں تو دی جائے گی۔ اگر وہ اپنا فیصلہ اسلامی عدالت میں لائے تو فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی قوانین کے مطابق کیا جائے گا۔

اہل ماہ دینار سے معاہدہ:

اس معاہدے کی دفعات بھی اہل بہر اذان کے معاہدے جیسی ہیں۔ یہ معاہدہ حذیفہ بن یمان نے اہل دینار سے کیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ اپنی کتاب سیاسی وثیقہ جات میں اس میں معاہدے کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

اس معاہدے میں صرف ایک لفظ" وفوا " کا فرق ہے جو اہل ماہ بہر اذان کے معاہدے میں تو ہے لیکن اس میں نہیں ہے۔[۲]

اہل جرجان سے معاہدہ:

اس معاہدے پر سواد بن قطبه، هند بن عمرو، سماک بن مخرمة، عتبه بن النهاس رضوان الله عليهم اجمعین گواہ تھے۔ حضرت سوید بن مقرن نے حضرت عمر کی ہدایت پر یہ معاہدہ کیا اس میں درج ذیل شقیں گذشتہ معاہدات پر اضافی ہیں۔

«من استعنابه منكم فله جزا وه فى معونته عوضاًمن جزئه ومن خرج فهوآمن حتى يبلغ مامنه»[۳]

ترجمہ: اہل جرجان میں سے جزیہ دینے والا اپنی مصیبت میں اگر اعانت طلب کرے گا تو حکومت کی طرف سے اس کی اعانت کی جائے گی اور ان میں سے جو یہاں سے نکلنا چاہتا ہے اسے اسلامی ریاست کی سرحد تک تحفظ فراہم کیا جاے گا۔

اس معاہدے میں اقلیتوں کو ناگہانی آفت کی صورت میں سرکاری امداد کا وعدہ کیا گیا کہ جس طرح اسلامی حکومت اپنے مسلم شہریوں کی بووقت مصیبت کفالت کی ذمہ دار ہے اسی طرح اقلیتوں کو بھی یہ مراعات دی جائیں گی اور

---

۱) تاریخ الطبری، ۳/۵۲۴

۲) مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، ص:۶۲۲

۳) تاریخ الطبری، ۳/۵۳۸

انھیں یہاں تک آزادی دے دی گئی کہ اہل جرجان میں سے جو اسلامی ریاست کی اطاعت قبول نہیں کرتا تو وہ بخوشی کسی دوسرے علاقے یعنی دارالحرب میں جا سکتا ہے اور دارالحرب میں داخل ہونے تک اس کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری اسلامی ریاست پر ہے یوں خلیفہ ثانی نے اقلیتوں پر ہر قسم کے جبر اور ظلم وزیادتی کو جڑ سے ختم کر کے رواداری اور انسانی برابری کا ماحول پیدا کیا جہاں تمام رعایا سے قطع نظر تفریقِ مذہب وعقیدہ کے مساوی سلوک کیا جاتا تھا۔

جزیہ کی وصولی میں نرمی اور احتیاط:

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اقلیتوں کو بلند مقام دیا اور ان کی جان ومال، عزت وآبرو کو ہر ممکن تحفظ فراہم کر کے ان کو معاشرے کا باعزت شہری بنایا آپ نے اپنے عمال کو وصولی جذیہ میں کسی قسم کی ظلم وزیادتی سے منع فرمایا۔ ان پر جزیہ وخراج کی جو مقدار مقرر کی وہ حسب حیثیت مختلف افراد پر مختلف تھی تاکہ ادائیگی میں اقلیتں کسی قسم کا بار محسوس نہ کریں اس کے باوجود آپ کو ہمیشہ یہ فکر رہتی تھی کہ کہیں عمال ذمیوں پر سختی تو نہیں کر رہے اسی لئے جب ہر سال عراق سے خراج آتا تو دس دہقان کوفہ اور دس دہقان بصرہ سے وہاں کی رعایا کے بطور ترجمان بلائے جاتے اور ان سے چار دفعہ بتاکید قسم لی جاتی کہ وصولی خراج میں آپ نے کسی قسم کی سختی تو نہیں کی۔ پھر دہقانوں کے ترجمان سے تصدیق بھی کروائی جاتی۔ امام ابویوسف اس بارے میں بیان کرتے ہیں۔

«ان عمر بن الخطاب كان يجبى العراق كل سنة مائة الف ثم يخرج اليه عشرة من اهل الكوفة وعشرة من اهل البصرة يشهدون اربع شهادات الله انه من طيب، ما فيه ظلم مسلم ولامعاهد» [1]

ترجمہ: حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عراق سے ہر سال ایک لاکھ درہم جزیہ وصول کیا جاتا پھر حضرت عمر دس دس لوگوں کو کوفہ اور بصرہ سے بلا کر چار چار دفعہ قسم لیتے کہ کہیں کسی مسلم یا معاہد پر کوئی ظلم وزیادتی تو نہیں کی گئی۔

اسی طرح جب عراق کی زمینوں کی پیائش کی گئی جو دجلہ وفرات کے پانی سے سراب ہوتی تھیں جب رپورٹ آپ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے نمائندوں سے پوچھا؟" آپ لوگوں نے اہل سواد پر اتنا بوجھ تو نہیں ڈال دیا جو وہ اٹھا نہ سکتے ہوں".

حضرت حذیفہ نے جواب دیا

«لقد تركت فضلا »

ترجمہ: میں نے تو ان کے حصے میں زیادہ ڈال دیا ہے۔

---

۱) کتاب الخراج، ص:۱۲۴

حضرت عثمان بن حنیف نے کہا «لقد ترکت الضعف»[1]

ترجمہ: میں نے دوگنا کسانوں کے لیے چھوڑ دیا۔

اس کے باوجود آپ نے اس علاقے کے دہقانوں کو بلا کر پوچھا کہ عمال نے زیادتی تو نہیں کی۔

ایک دفعہ حضرت عمر شام سے واپس آرہے تھے آپ نے دیکھا کہ چند آدمیوں کو دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر تیل ڈالا جارہا ہے۔ آپ نے دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ وہ ذمی ہیں جنھوں نے جزیہ ادا نہیں کیا۔ تو آپ کو یہ سن کر عمال پر سخت غصہ آیا آپ نے انھیں ڈانتے ہوئے حکم دیا:

" دعوهم ولا تكلفو هم ممالايطيقون، فاني سمعت رسول الله يقول: لاتعذبوا الناس فان الذين يعذبون الناس في الدنيا يعذ بهم الله يوم القيامة وامرهم فخلى سبيلهم"[2]

ترجمہ: ان کو چھوڑ دو اور ان کو اُنکی طاقت سے زیادہ کام نہ لو کیونکہ میں نے اللہ کے پیارے رسولؐ کو بیان کرتے ہوے سنا ہے " لوگوں کو عذاب میں نہ ڈالو اس لئے کہ جو دنیا میں انسانوں کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ روزِ محشر ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا" پھر حکم دے کر ان کو عذاب سے نجات دلائی "۔

یعنی حضرت عمر فاروقؓ نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ جزیہ جس پر اہل ذمہ نے امان حاصل کی تھی وہ معاہدے کے تحت وہ جذیہ ادا کرنے کے پابند بھی تھے اس کی عدم ادائیگی پر دی جانے والی سزا سے بھی اپنے عاملین کو منع فرمایا اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

اقلیتوں کا اعتراف

خلیفہء ثانی سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانہ میں وہ واقعہ بھی پیش آیا جس سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو مراعات اور حقوق اقلیتوں کو دیئے وہ ان کو اپنے ہم مذہب حکمرانوں سے بھی نصیب نہ ہوئے یہی وجہ تھی کہ غیر مسلم اپنے ہم مذہب حکمرانوں کی بجائے اسلامی حکومت کے ماتحت رہنے کو ترجیح دینے لگے۔ حضرت عمر فاروق کے دور میں جب ہر قل نے ایک لشکر جرار اکٹھا کیا اور ارادہ کیا کے حمص کو اسلامی ریاست سے چھین لے اس وقت حمص میں ابو عبیدہ اسلامی حکومت کے نگران اعلی تھے۔ مسلمانوں کو محسوس ہو گیا کہ اس صورتحال میں وہ حمص کے باشندوں کی حفاظت نہیں کر پائیں گے چونکہ ان کی حفاظت کی خاطر خراج کی رقم وصول ہو چکی تھی اس لیے حضرت ابو عبیدہ نے افسر خزانہ

---

۱) کتاب الخراج، ص:۲۱

۲) ایضاً، ص:۱۲۴

حضرت حبیب بن مسلم کو حکم دیا کہ جزیہ عیسائیوں کو واپس کر دیا جائے کیونکہ اس صورتحال میں ہم شاید ان کی حفاظت سے عاجز آجائیں۔ افسر خزانہ نے عیسائیوں کے نمائندے کو بلا کر کہا:

«قد شغلنا عن نصر تكم والدفع عنكم»[1]

ہم چونکہ ہرقل کی فوج کا مقابلہ کریں گے اس لئے آپ لوگوں کی حفاظت اس دور میں نہ کر سکیں گے اس لئے آپ اپنا جزیہ واپس لے لیں۔ حمص کے یہودی اور عیسائی یہ عجیب و غریب طرز عمل دیکھ کر کہنے لگے" آپ لوگوں کی حکومت، آپ کا عدل و انصاف ہمیں رومی حکومت کے ظلم و ستم سے زیادہ محبوب ہے ہم آپ کے حاکم کے ساتھ مل کر رومیوں کا مقابلہ کریں گے" یہاں تک کے حمص کے یہودی باشندوں نے اکھٹے ہو کر کہا" قسم ہے تورات کی، اس شہر میں ہرقل کا والی اور نمائندہ اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک ہم لڑ لڑ کر مغلوب نہ ہو جائیں"۔

اس عادلانہ سلوک کا اُن پر اتنا اثر ہوا کہ وہ مسلمانوں کہ لیے یوں دعا کرتے تھے۔

« ردكم الله علينا ونصركم عليهم»[2]

ترجمہ: خدا تم لوگوں کو جلد ہماری طرف واپس لائے اور ان دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح نصیب کی اور یرموک ندی کے ساحل پر ہرقل کی فوج کو آخری شکست ہوئی یہودی اور عیسائی ڈھول بجاتے نکلے اور مسلمانوں کو واپس اپنے شہروں میں لے گئے۔ یہ تھا خلافتِ عمر میں اہل اسلام کا اقلیتوں سے حسنِ سلوک کا نتیجہ جس سے غیر مسلم مسلمانوں کے گرویدہ ہو گئے تھے اور اپنے ہم مذہب لوگوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کرتے تھے۔

اقلیتوں کے لئے وصیت:

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کو ایک غیر مسلم اقلیتی فرد نے قاتلانہ حملہ کرکے شہید کر دیا تھا اس کے باوجود آپ کا اقلیتوں سے حسنِ سلوک والے رویے میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ آخری وقت تک اقلیتوں کے بارے میں بہت فکر مند رہے جامِ شہادت نوش کرنے سے قبل آپ نے اقلیتوں کے بارے میں یہ وصیت کی۔

---

۱) انتشار الإسلام الفتوحات الإسلامية زمن الراشدين، جميل عبد الله محمد المصري، الناشر: الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة الطبعة: السنة الحادية والعشرون - العددان الواحد والثمانون والثاني والثمانون - المحرم- جمادى الآخرة ۱۴۰۹ھ، ۱/ ۱۹

۲) کتاب الخراج، ص: ۱۵۰

اوصیٰ الخلیفة من بعدی یاھل الذمة خیرا ان یو فی بعهدهم ان یقاتل من ورائهم، وان لایکلفوا فوق طاقتهم»[1]

ترجمہ: میں اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو اہل ذمہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان سے کئے ہوئے وعدے پورے کرے اور ان کی حفاظت کے لیے لڑے اور ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیں"۔

عہد عثمانی اور اقلیتیں:

مسند خلافت پر بیٹھتے ہی حضرت عثمانؓ کو ایک سخت امتحان سے دوچار ہونا پڑا یہ پہلا اور فیصلہ کن امتحان تھا اور حضرت عثمانؓ اس میں شایان شان طور پر کامیاب ہوئے حضرت عمر فاروقؓ کو ایک غیر مسلم شخص نے قاتلانہ حملہ کر کے شہید کر دیا حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو بتایا کہ انہوں نے ہرمزان (سابق حاکم ایران) اور ایک عیسائی غلام جفینہ کو حضرت عمرؓ کی شہادت سے ایک روز قبل آپ کے قاتل ابو لولو کے ساتھ سرگوشی کرتے دیکھا تھا اور گھبراہٹ کے عالم میں ایک دودھاری خنجر ان کے کپڑوں سے نکل کر زمین پر گر پڑا اس پر حضرت عبد اللہؓ نے خیال کیا کہ یہ دونوں آپ کے والد کی شہادت کی سازش میں شریک تھے لہذا آپ نے غصے کے عالم میں آکر ان کو قتل کر دیا اب حضرت عبد اللہؓ کو خلیفہ کی عدالت میں پیش کیا گیا امیر المومنین نے مہاجرین وانصار سے اس ضمن میں رائے لی حضرت علیؓ اور بعض اصحاب نے مشورہ دیا کہ حضرت عبد اللہؓ کو قتل کر دیا جائے لیکن اکثر اصحاب نے ان کے قتل کی مخالفت کی حضرت عثمانؓ نے حیران کن حکمت و دانائی سے ایسا فیصلہ کیا کہ انصاف اور عدل کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا اور عامۃ المسلمین کے جذبات بھی مجروح نہ ہونے دیے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں۔

«فودی (دفع الدیة) عثمان اولئک القتلی من ماله»[2]

ترجمہ: (حضرت عثمانؓ نے) مقتولین کی دیت بیت المال میں رکھے ہوئے اپنے مال سے ادا کی۔

---

۱) الصحیح، البخاری،، کتاب الجھاد والسیر، یقاتل عن اھل الزمة ولایسترقون، ۲/۱۱۱، ۳۱

۲) البدایة والنھایة ومعه نھایة البدایة والنھایة فی الفتن الملاحم، ابن کثیر، محمد بن اسماعیل، ابو الفداء، عماد الدین، الحافظ، (م ۷۷۴ھ) دار الفکر للطباع والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۱۹۹۷ء، ۵/ ۲۳۰

آپ کے اقلیتوں سے عدل کا اندازہ اس جملے سے لگا سکتے ہیں کہ آپ کا فرمانا ان مقتولوں کا میں وارث ہوں یعنی یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت عمرؓ کی شہادت کی سازش میں حصہ لیا اور آپ کا انصاف عبید اللہ کے ماورائے عدالت ان کو قتل کرنے کی پاداش میں ان کی دیت اپنے مال سے ادا کی۔

عمّال کو ہدایت نامہ:

حضرت عثمانؓ نے خلافت پر فائز ہونے کے فوراً بعد ایک ہدایت نامہ اپنے گورنروں اور عمال کو لکھ کر بھیجا جس کے الفاظ تاریخ طبری میں یہ ہیں۔

«فان الله امرالا ئمة ان يكونوا رعاة، ولم يتقدم اليهم ان يكونوا جباة»[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حکام کو یہ حکم دیا ہے وہ رعایا کے محافظ بنیں، صرف محصول وصول کرنے والے نہ بنیں۔

حضرت عثمانؓ نے غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ ہمیشہ رحمدلانہ اور عادلانہ سلوک کیا۔ آپ نے اقلیتوں پر ہمیشہ ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے اجتناب کیا۔ حضرت عثمانؓ نے آنحضور ﷺ اور اپنے پیش رو خلفاء کی طرح غیر مسلموں سے معاہدات کیے۔ ان میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن میں تمام کا خلاصہ آجاتا ہے انہیں معاہدات سے حضرت عثمان کی اقلیتوں سے سلوک پر روشنی پڑتی ہے اور اقلیتوں کے حوالے سے آپ کی واضح اور مستقل پالیسی سامنے آتی ہے:

اہل نجران سے معاہدہ:

نجران کے عیسائیوں سے پہلا معاہدہ آنحضور ﷺ نے خود فرمایا آپ کے بعد خلیفہ اول نے آپ کے معاہدے کے عین مطابق ان سے سلوک کیا اور اپنے اپنے دور خلافت میں ان سے تجدید عہد کیا۔ حضرت عثمانؓ نے آنحضور ﷺ اور پیشرو خلفاء کے معاہدات کو علی حالھم قائم رکھا۔ وقت کی نزاکت اور ضرورت کے پیش نظر بعض قبائل سے تجدید عہد کیا اور بعض کو مزید مراعات بھی دیں حضرت عمر فاروق کی وفات کے بعد اہل نجران کو مسلمانوں سے کچھ شکایات ہوئیں تو وہ دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے لیے ایک نئی تحریر لکھوائی جس کا مقصد ان کو امان دینا تھا۔ کتاب الخراج کے مطابق اس کا متن یہ ہے۔

«وقد علمت ما اصابتهم من المسلمين، والى قد خففت عنهم ثلاثين حلة من جزيتهم تركتها بوجه الله تعالى جل ثناء، وانى وفيت لهم بكل ارضهم التى تصدق عليهم عمر عقبى مكان ارضهم باليمن، فاستوض بهم خيرافانا هم اقوام لهم ذمة»[2]

---

۱) تاریخ الطبری، ۶۱۵/۳

۲) کتاب الخراج، ص:۸۰

ترجمہ: مجھے معلوم ہوا ہے جو نقصان اہل نجران کو مسلمانوں سے پہنچا ہے میں نے ان کے جزیہ میں سے تیس جوڑوں کی تخفیف کر لی ہے، انہیں میں نے اللہ کی راہ میں بخش دیا ہے میں نے ہر وہ زمین ان کو دے دی ہے جو حضرت عمر نے اس یمنی زمین کے عوض صدقہ کی تھی۔ اب تم ان کے ساتھ بھلائی حاصل کرنے میں ہدایت حاصل کرو کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں ذمہ حاصل ہے۔

حضرت عثمانؓ کو جب علم ہوا کہ مسلمانوں نے اہل نجران کا کچھ نقصان کیا ہے تو آپ نے عظیم رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل نجران کے طے شدہ جزیہ میں سے کمی کر دی تاکہ اس نقصان کی تلافی ہو سکے اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اور کسی قسم کی زیادتی نہ کریں کیونکہ ان کو اسلامی ریاست کی امان حاصل ہے.

اہل نوبہ سے معاہدہ امن:

یہ معاہدہ حضرت عبداللہ بن ابی سرحؓ نے اہل نوبہ سے کیا جو اہل نوبہ سے جنگ کرنے والی مسلم فوج کے کمانڈر تھے حضرت عثمانؓ نے اس معاہدے کی توثیق فرمائی اس معاہدے میں مصر کے علاقہ صعید کے لوگوں کے علاوہ گردونواح کے قبائل بھی شامل تھے ڈاکٹر حمید اللہ نے معاہدہ کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں:

«انكم معاشر النوبة، امنون بامان الله وامان رسوله محمدﷺ ان لانحار بكم ولا تنصب لكم حربا ولاتغزوكم »[1]

ترجمہ: اے اہل نوبہ !اب سے تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ میں ہو بایں معنی "ہم تمہارے ساتھ لڑائی کریں گے اور نہ تمہیں مغلوب کرنے کیلئے لشکر لائیں گے۔

عمّال خراج کو نصیحت:

آپ اقلیتوں سے خود بھی حسن سلوک سے پیش آتے ان سے رواداری اور عدل کا سلوک فرماتے آپ کے دورِ خلافت میں بحثیت اسلامی ریاست کے شہری تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والی رعایا سے مساوی سلوک کیا جاتا تھا آپ کو ظلم و جبر اور امتیازی سلوک والی پالیسی سے سخت نفرت تھی آپ اپنے عمال کو بھی وقتاً فوقتاً رعایا سے حسن سلوک اور اقلیتوں سے خصوصاً نرمی کی ہدایت جاری فرماتے۔

حسن سلوک کا نتیجہ:

---

۱) مجموعہ الوثائق السیاسیہ، ص:۲۷۸

اسلامی ریاست کی بنیاد مدینہ سے ہوئی پھر گردونواح کے قبائل ماتحت آئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا۔ ۱۰ ھجری تک تقریباًپوراعرب مسلمانوں کا مطیع ہو گیا۔ اس کے بعد خلافتِ راشدہ کا آغاز ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی ریاست کی حدود عرب و عجم تک پھیلتی چلی گئیں ان کو مزید وسعت حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب بلادِ عجم کی کئی غیر مسلم ریاستیں اسلامی حکومت کے تحت آئیں پھر حضرت عثمانؓ کا دورِ خلافت شروع ہوا فتوحات کا سلسلہ مزید وسیع ہو کر افریقہ تک پہنچ گیا عہد مرتضوی میں بھی اسلام اسی برق رفتاری سے پھیلتا چلا گیا اس کے بعد عہد بنوامیہ میں فتوحات کا سلسلہ یورپ وایشیاء تک پھیل گیا۔ ان سب ادوار میں اقلیتوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا گیا اس کا ان پر یہ اثر ہوا کہ ان کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت کا خیال تک نہیں آیا۔

عہد مرتضوی اور اقلیتیں:

حضرت علی ﷺ کے دور کو اقلیتوں کیساتھ سلوک کے حوالے سے مثالی دور کہا جا سکتا ہے کیونکہ خلفاء سابقہ کے ادوار پر امن تھے سوائے حضرت عثمانؓ کے آخری زمانے کے مسلمانوں کی آپس میں خانہ جنگی نہیں ہوئی لیکن حضرت علیؓ کا دور پر آشوب دور تھا امت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی مسلمانوں کی آپس میں کئی جنگیں ہوئیں مگر ان حالات کے باوجود اقلیتوں کیساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ حضرت علیؓ نے آنحضور ﷺ اور سابقہ خلفاء کی طرح غیر مسلموں سے کئی معاہدات کیے۔ آپنے تمام معاہدات برابری کی سطح پر کیے ان میں سے ایک معاہدہ اہل نجران سے بھی کیا جس کو امام ابو یوسف نے بھی نقل کیا ہے۔

انكم اتيتمونى بكتاب من نبى الله فيه شرط لكم على انفسكم واموالكم وانى وفيت لكم بما كتب لكم محمد وابو بكر وعمر--- »[۱]

ترجمہ: تم لوگ میرے پاس اللہ کے نبی کی تحریر لے کر آئے ہو جس میں نے تمہارے لئے تمہاری جانوں اوراموال کے سلسلے میں شرط لکھی ہے جو تمہارے لئے حضرت محمد ﷺ اور سیدنا ابو بکرؓ اور عمرؓ نے جو کچھ تحریر فرمایا ----۔

۱) کتاب الخراج، ص:۸۰- ۸۱

حضرت علیؓ نے آنحضور ﷺ اور سابقہ خلفائے راشدین کے کیے ہوئے معاہدوں کو قائم رکھا ان کی تائید و تجدید کی۔ اقلیتوں کے حقوق میں کسی جگہ پہ بھی کمی نہ کی ان کو وہ تمام مراعات دیں جو انھیں آنحضور ﷺ اور سابقہ خلفائے اکرام نے دیں تھیں۔ آپ خود بھی غیر مسلموں سے حسن سلوک سے پیش آتے اور اپنے عمال کو آپ نے سختی سے ہدایت کرر کھی تھیں کہ اقلیتوں کیساتھ نرمی و شفقت کا برتاؤ کریں اور ان پر ظلم وزیادتی نہ کریں۔

عمّال کو ہدایات:

حضرت علیؓ کے عہد میں ایک علاقے میں نہر تھی جو بند ہوگئی اس علاقے کے ذمی اسی نہر کے پانی سے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے تھے لہذا انھوں نے حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ نہر کھدوائی جائے۔ آپ نے فوراً یہاں کے عامل قرظہ بن کعب الانصاری کو لکھا۔

«فإن رجالاً من أهل الذمة من عملك ذكروا نهراً في أرضهم قد عفا وأدفن، وفيه لهم عمارة على المسلمين، فانظر أنت وهم، ثم أعمر وأصلح النهر»[1]

ترجمہ: تیری عملداری کے ذمیوں نے اپنے علاقے میں نہر کا ذکر کیا ہے جو بھر گئی ہے اور دفن ہوگئی ہے اور اس میں ان کے لئے مسلمانوں کے مقابل آبادی کا سامان ہے پس تم اور وہ غور کریں، پھر آباد کر اور نہر کو درست کر۔

حضرت علیؓ اقلیتوں کی تمام شکایات نرمی سے سنتے اور ان کا حل کر دیتے۔ آپ کا انداز حکمرانی جمہوری و شورائی تھا۔ خراج کی وصولی کے سلسلے میں آپ ہمیشہ عاملین کو امانت داری اور معاہدین کے ساتھ نرمی کا حکم دیا کرتے تھے۔ ایک دن یزید بن قیس نے خراج کی رقم بھیجنے میں کافی تاخیر کردی تو آپ نے انھیں ایک خط لکھا:

« فإنك أبطأت بحمل خراجك، وما أدري ما الذي حملك على ذلك. غير أني أوصيك بتقوى الله وأحذرك أن تحبط أجرك وتبطل جهادك بخيانة المسلمين، فاتق الله ونزه نفسك عن الحرام--- واعزز المسلمين ولا تظلم المعاهدين »[2]۔

ترجمہ: تم نے خراج کا مال لانے میں تاخیر کی ہے، مجھے معلوم نہیں تجھے کس بات نے ایسا کرنے پر امادہ کیا ہے۔ میں تجھے اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں انتباہ کرتا ہوں کہ مسلمان سے خیانت کرنے سے تیرا اجر اور تیرا جہاد ضایع نہ ہو جاے۔ پس اللہ سے ڈر اور اپنے اپ کو حرام مال سے بچا، مسلمانوں کی مدد کر اور معاہدین پر ظلم نہ کر۔

---

۱) تاریخ الیعقوبی، ۲/۲۰۳

۲) ایضاً، ۲/۲۰۴

یہاں بھی اپنے عامل کو آخر میں نصیحت کی کہ وہ غیر مسلم جن کے ساتھ ہماری کسی بھی صورت میں صلح ہو چکی ہے اور اسلامی ریاست کی امان میں ہیں ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کرو آپ نے علاقہ عکبری کے لئے جب بنی ثقیف کے ایک آدمی کو عامل خراج بنایا تو اس کو جامع ہدایات دیں اس کا متن امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں نقل کیا ہے۔

«انظران تستوفی ما علیهم من الخراج، وایاک ان ترخص لهم فی شئی، وایا ک ان یروامنک ضعفا ثم قال، رح الی عندالظهر، فرحت الله عند الظهر فقال لی: انما اوصیتک بالذی اصیتک به قدم اهل عملک لانهم قوم خدع، انظر اذا قدمت علیهم فلا یبعین لهم کسوة شیتاء و لاصیفاً یاکلو نه ولادابة یعملون علیها ولا تضربن احدا منهم۔ ولا رزقا سوطا واحدا فی درهم ولا تقمه علی رجله فی طلب درهم ولا تبع لاحد منهم عرضا فی شی من الخراج فانا انما ان تاخذ منهم العفو»[1]

ترجمہ: تم نے ان سے خراج وصول کرنا ہو گا اور اس معاملہ میں اپنی طرف سے کوئی رعایت یا معافی نہ ہو گی وہ لوگ وصولی کے سلسلہ میں تجھے کمزور نہ پائیں اس کے بعد ایک دوسرے وقت میں اس کو بلا کر ہدایت فرمائی کہ جب ان لوگوں میں پہنچو تو خراج کی وصولی کے سلسلہ میں ان لوگوں کے گرمی یا سردی کے لباس، اور ان کی خوراک اور وہ جانور جن سے وہ بار برداری کرتے ہیں ان کو ہر گز نہ بیچنا وصولی کے سلسلہ میں کسی شخص کو درے نہ لگانا طلبِ درہم کے سلسلہ میں کسی شخص کو مسلط نہ کرنا اور خراج کی وصولی کے لئے ان کے سامان کو فروخت نہ کرنا وصولی کے معاملے میں ہمیں حکم ہے کہ ان کی زائد چیزوں سے حاصل ہو۔ پھر فرمایا کہ اگر تو نے ان ہدایات کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالی تم سے مواخذہ فرمائے گا اور میں تمہیں تمہارے عہدے سے معزول کر دوں گا یہ سن کر عامل کہنے لگے پھر تو میں جس طرح خالی ہاتھ جا رہا ہوں اسی طرح خالی واپس لوٹ آئوں گا حضرت علی نے فرمایا تمہیں میری ہدایات پر عمل کرنا لازم ہے چاہے خالی ہاتھ ہی کیوں نہ لوٹ آؤ۔

یہ تھی حضرت علی کی حکمت عملی یعنی جب اہل ذمہ کے سامنے اپنے عامل کو مخاطب فرمایا تو کہا کہ ان سے پورا پورا جزیہ وصول کرنا اور کسی قسم کی اس عمل میں سستی نہ برتنا لیکن جب عامل کو روانہ کرنے لگے تو تنہائی میں لے جا کر فرمایا ان سے وصولی میں نرمی کرنا نہ تو جسمانی سزا دینا اور نہ ہی ان کی روز مرہ ضروریات زندگی کی اشیاء کو فروخت کر کے خراج وصول کرنا آپ نے ہمیشہ نرمی اور رواداری کے سلوک سے اقلیتوں کو خوشحال رکھا اور ان کی تمام جائز شکایات سن کر ان کا ازالہ کرتے آپ کی اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ عامل کہتا ہے۔

---

۱) کتاب الاموال، ص:۵۵

«فانطلقت فعملک بالذی امرنی به،فرجعت ولم انتقص من الخراج شیئا»[1]

ترجمہ: میں اس علاقے میں چلا گیا پورا پورا اخراج وصول کیا اور واپس لوٹا۔

ذاتی زندگی اور اقلیتیں:

امیر المومنین حضرت علیؓ نے جہاں سرکاری سطح پر قرآن وسنت پر عملداری کے لئے اقلیتوں کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولیات و مراعات فراہم کیں اس کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی کردار و عمل سے ایسی تابناک مثالیں قائم کیں ان جیسی مثال اسلامی تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں۔ آپ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس بطور رہن رکھی لیکن جب آپ نے واپسی کا مطالبہ کیا تو یہودی نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ زرہ اس کی اپنی ہے چنانچہ یہ نزاع اس وقت کوفہ کی اسلامی عدالت کے سربراہ قاضی شریح کے سامنے پیش ہوا۔ قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے ان کے دعوی کے ثبوت پر گواہ طلب کیے تو حضرت علیؓ نے بطور گواہ اپنے بیٹے حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا قاضی نے اپنی رائے کے مطابق قریبی رشتہ دار ہونے کی بنا پر گواہی قابل قبول نہ سمجھی اور حضرت علیؓ کا دعویٰ خارج کرتے ہوئے زرہ حسب سابق یہودی کے پاس ہی رہنے دی ۔وہ یہودی قاضی کے خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا اور زرہ حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے واپس کر دی۔

« الدِّرْعُ وَاللَّهِ دِرْعُكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ »[2]

حضرت علی نے اپنے قاتل کے بارے میں ان الفاظ میں وصیت کی۔

«اطیبو اطعامیه والینو افراشه فان اعش فانا اولی بدمه عفوا وقصا صاو ان امت فالحقوه بی اخاصمه عند رب العلمین»[3]

ترجمہ: میرے قاتل کو اچھا کھانا کھلاؤ اور اس کو نرم بستر پر سلاؤ اگر میں زندہ بچ گیا تو اسے معاف کرنے یا قصاص لینے کا مجھے اختیار حاصل ہو گا اور اگر میں مر گیا تو اس کو مجھ سے ملا دینا میں خدا کے سامنے اس سے جھگڑوں گا۔

یہ آپؓ اس شخص سے حسن سلوک کی نصیحت کر رہے ہیں جس نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی شہادت ہوئی زندگی کے آخری لمحات میں بھی اس کے ساتھ نرمی برتنے کی ہدایت فرما رہے ہیں عہد رسالت ﷺ اور

---

۱) سیرت سیدنا علی المرتضیٰ، محمد نافع، ذیشان بک پیلس، لاہور، مارچ ۱۹۹۲ء، ص:۴۴۹

۲) البداية والنهاية، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي، المحقق: علي شيري، دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الأولى ۱۴۰۸ھ - ۱۹۸۸م، ۸/۵

۳) الطبقات الکبریٰ، ص:۳/۱۱۱

خلفائے راشدین کے ادوار میں اقلیتوں کے ساتھ کیے جانے والے سلوک کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے اقلیتوں کو جو سہولیات و مراعات عطا کیں اس سے قبل انسانی تاریخ میں اس کی مثال نظر نہیں آتی بعض دفعہ اہل اسلام نے عملی زندگی میں اقلیتوں کو اس قدر آزادیاں عطا کیں اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا کہ وہ اپنے ہم مذہب حکمرانوں پر مسلمان حکمرانوں کر ترجیح دیتے ہوئے مسلمانوں کے حق میں اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے خلاف لڑے کیونکہ اسلام نے جس قدر ان کو مراعات عطا کی ہیں اتنی تو ان کو اپنے مذہب میں بھی نصیب نہ ہوئیں اسلام نے نہ صرف ان کے مال وجان کی حفاظت کی بلکہ مذہبی معاملات میں ان کو ہر طرح کی آزادی عطا کی وہ اپنے نجی معاملات میں مکمل طور پر آزاد تھے ان کی اپنی عدالتیں تھیں جن میں پادری جج تھے اور یہ عدالتیں اپنے معلامات میں مکمل آزاد تھیں اسلامی ریاست نے ان کے عدالتی معاملات میں کبھی مداخلت نہ کی بعض دفعہ جب کوئی معاملہ اس قدر بگڑ جاتا کہ ان کی عدالتیں اس کا حل نہ نکال سکتیں تو اپنی رضا سے مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کرتے جب مقدمہ اسلامی ریاست میں لایا جاتا تو کارروائی اسلامی طریقے کے مطابق ہوتی اسلام نے جو حقوق و مراعات ان کو عطا کئے ہیں وہ محض کاغذی حد تک نہیں بلکہ ان کا عملی نفاذ بھی کیا۔ خلافت راشدہ کے بعد سیدنا امیر معاویہ کا دور آیا آپ کے دور میں بہت سی غیر مسلم ریاستیں اسلامی سلطنت کے زیر نگیں آئیں آپ نے بہت سے معاہدات کیے اور ہمیشہ غیر مسلموں سے کئے گئے معاہدات پر پابند رہے آپ نے اہلِ ذمہقرآن و سنت کے مطابق رواداری اور مساوات کا سلوک کیا اموی خلیفہ ولید بن یزید قبرص کے غیر مسلموں کے ایک گروہ کو ان کی شر انگیزی سے تنگ آکر شام کی طرف بدر کر دیا۔ ولید کے اس عمل کو اس وقت کے علماء اور فقہاء نے برا سمجھا اور اس کی تنقیص کی جب ولید بن یزید کے بعد یزید بن ولید کا زمانہ آیا تو اس نے ملک بدر کئے ہوئے غیر مسلموں کو دوبارہ قبرص میں واپس بلا کر ان کا علاقہ ان کے سپرد کر دیا۔ بلاذری نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔

«فاستحسن المسلمون ذلک من فعله، وراوه عدلا»[1]

ترجمہ: عام مسلمانوں نے یزید بن ولید کے اس فیصلے کو سراہا اور اسے عدل و انصاف کا تقاضا قرار دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد عہد بنو امیہ، بنو عباس، عہد عثمانی اور برصغیر پاک و ہند میں جب مسلمانوں کی حکومت قائم رہی مسلمان حکمرانوں نے ہمیشہ اپنی غیر مسلم رعایا سے رحمدلانہ اور عادلانہ سلوک کیا اور آنحضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے طریقے پر عمل کیا۔

---

۱) فتوح البلدان، ص:۱۵۶

باب دوم:

اسلام کا فلسفۂ حقوق اور اقلیتوں کے مذہبی اور سیاسی حقوق

فصل اول: حق کا مفہوم اور اقسام

فصل دوم: قبل از اسلام مختلف مذاہب میں انسانی حقوق کا جائزہ

فصل سوم: اسلام میں اقلیتوں کے مذہبی حقوق

فصل چہارم: اسلام میں اقلیتوں کے سیاسی حقوق

فصل اول:

حق کا مفہوم اور اقسام

حق کا لغوی مفہوم:

لفظ "حق" مفہوم کے اعتبار سے اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے۔ ماہرین لغت نے اس کے مختلف مفاہیم بیان کیے ہیں:

ماہرین لغت کے نزدیک حق کا مفہوم:

المنجد میں "حق" کے لغوی معنی ہیں سچائی، راستی، یقین، انصاف، ثابت شدہ۔ اس کی جمع "حقوق" ہے جبکہ کہا جاتا ہے: حق ھکذا، وہ اس کے لائق ہے۔ ایک اور جگہ آتا ہے: و لحق لا اتیک، بغیر تنوین کے یعنی قسم ہے اللہ تعالیٰ کی میں تمہارے پاس نہیں آؤنگا۔ حقوق الدار، گھر کے منافع[1]۔

امام راغب اصفہانی کے نزدیک "حق" کا لغوی مطلب ہے:

مادۃ: ح۔ق۔ق، اصل الحق المطابقة والموافقة کمطابقة رجل الباب فی حقة۔۔۔فالعصبية اولیٰ فی ذالک[2]۔

یعنی حق کی اصل مطابقت اور موافقت ہیں جب کہ دروازے کی پول اپنے گڑھے میں اس طرح فٹ آتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ میں نے حق کے متعلق اس سے جھگڑا کیا اور غالب رہا۔

صاحب قاموس المحیط نے "حق" کا مفہوم اس انداز میں بیان کیا ہے:

الحق یعنی الامرالمقتضی--

الحق یعنی حق سے مراد فیصلہ شدہ معاملہ ہے،[3]۔

ابن منظور حق کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

« الحق نقيض الباطل »[4]۔

ترجمہ: حق باطل کا الٹ ہے۔

علامہ جوہری نے حق کے مفہوم ان الفاظ میں وضاحت کی ہے:

---

۱) المنجد ،لوئیس معلوف،، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۹۴ء، ص:۲۲۵

۲) المفردات فی غریب القران، راغب اصفہانی، حسین بن محمد، ص:۱۲۵

۳) قاموس المحیط، فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، دارالجیل، بیروت، لبنان، ۲/:۱۶۲

۴) لسان العرب، ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، دار صادر بیروت، ۱۹۵۶ء، ۱۰/: ۵۱

«الحق خلاف الباطل والحق هو اخذ الحقوق والحقة منه يقال هذه حقتی و استحقه ای استوجبته»[1]

ترجمہ: حق باطل کا الٹ ہے اور حق حقوق کا واحد ہے اور حقۃ یہ لفظ اس سے خاص ہے کہا جاتا ہے کہ حقتنی" یعنی میرا حق ہے اور اگر حق ماضی کا صیغہ ہے تو اس کا معنی ہے واجب ہو گیا اور "احققت الشیئ" کا معنی ہے میں نے اس شے کو واجب کر دیا اور "استحققته" کا مفہوم ہے میں نے اس شے کے وجوب کی خواہش کی۔

انگریزی میں "Right" کا لفظ "حق" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

Right: "Good or justified, true or correct as a fact"[2]

المورد میں حق کا مفہوم:

"Right: Proved to be true, To be or become established proved, confirmed, definite"[3]

قرآن حکیم اور لفظِ حق:

﴿ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ﴾[4]

ترجمہ: اس دن اللہ انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا جس کے وہ حقدار ہیں دے دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ (خود بھی) حق ہے اور حق کو ظاہر فرمانے والا ہے۔

اس مقام پر حق سے مراد "العدل" ہے۔

﴿ وَلَوِ ٱتَّبَعَ ٱلْحَقُّ أَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ ﴾[5]

ترجمہ: اور اگر حق ان کی خواہشات کی اتباع کرتا تو یہ آرض و سماوات اور جو کچھ ان میں ہے سب درہم برہم ہو جاتا.

---

۱) الصحاح، جوہری، ابی نصر اسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۴/ ۱۷۰۸

2) Oxford Advanced Learners, Dictionary, P: 1011

۳) المورد، منیر بعلبکی، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، ۲۰۰۱ء، ص:۴۰۸

۴) سورۃ النور: ۲۴/ ۲۵

۵) سورۃ المؤمنون: ۲۳/ ۷۱

﴿ وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَـٰطِلُ ﴾ [1]

ترجمہ: اور بتادو (اے رسولؐ) حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔

یہاں پر "حق" اسلام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اس مقام پر " حق " توحید کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

﴿ وَٱلَّذِينَ فِىٓ أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴾ [۲]

ترجمہ: اور وہ لوگ جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔

﴿ أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ ٱلْقَوْلُ ﴾ [۳]

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن پر (عذاب کا) قول صادق آتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں " حق " سے مراد واجب ہے۔

﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ [۴]

ترجمہ: اور ضن حق کے مقابلہ میں کچھ کام بھی نہیں آتا۔

علامہ قرطبی نے " حق " کے بارے میں لکھا ہے:

الحق ای من عذاب الله و قیل الحق ھنا الیقین[۵]

ترجمہ: اس مقام پر حق سے مراد ہے اللہ کا عذاب اور یہاں حق بمعنی یقین کے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں حق کو مختلف مفاہم کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ حق سے مراد حقیقت، سچائی اور صداقت کے ہیں۔

احادیث النبویہ میں لفظ حق کا استعمال:

احادیث مبارکہ میں لفظ حق بے شمار مفاہیم میں استعمال ہوا ہے جس میں سے چند ایک مثالیں دی جاتی ہیں:

«قال رسول الله ﷺ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ» [۶]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک زکوۃ مال کا حق ہے"۔

---

۱) سورۃ الاسراء:۱۷/ ۸۱

۳) سورۃ المعارج:۷۰/ ۲۴

۴) سورۃ الاحقاف:۴۶/ ۱۸

۵) سورۃ النجم:۵۳/ ۲۸

۶) الجامع لاحکام القرآن، القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان،۸/ ۱۸۹

۱) بخاری، کتاب الزکوۃ،،۱/ ۶۰۵

اس حدیث مبارکہ میں "حق" کا لفظ "حصہ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

« إنَّ اللهَ وضَعَ الحقَّ على لسانِ عُمَرَ يقولُ بهِ »[1]

یہاں حق سے مراد سچائی ہے۔

«قال النبی ﷺ مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقِ»[۲]

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے (خواب) میں دیکھا تو اس نے برحق دیکھا۔

ابن الاثیر کے نزدیک۔

ای رؤیا صادقة لیست من اضغاث الاحلام و قیل فقد رانی حقیقة غیر مشبهة[۳]

ترجمہ: حق سے مراد سچے خواب ہیں نہ کہ نا قابل تعبیر الجھے ہوئے خواب اور کہا گیا ہے کہ اس نے مجھے حقیقت میں دیکھا ہے۔

«قال رسول الله ﷺ اِنَّ اللهَ قَدْ اَعْطٰی كُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّه»[۴]

"بے شک اللہ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کر دیا ہے"۔

« مَا حَقُّ اَمْرِالْمُسْلِمِ لَه شَيْئٌ يُّوْصِیْ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَصِيَّةً مَّكْتُوْبَةً عِنْدَه[۵]

حضور ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان مرد جس کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو، کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دو راتیں گزارے اور اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت نہ ہو"۔

اس حدیث میں حق بمعنی "وجوب" استعمال ہوا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضر عمرؓ منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر فرما رہے تھے۔

« اِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ اللهُ اٰيَةَ الرَّجْمِ۔۔۔ وَاِنَّ الرَّجْمَ فِیْ كِتَابِ اللهِ حَقٌّ»[۶]

---

[1]) سنن ابن ماجہ، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، محقق: محمد فؤاد عبد الباقي الناشر: دار إحياء الكتب العربية، فيصل عيسى البابي الحلبي، ۱/ ۴۰

۳) بخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی ﷺ فی المنام، ۳/ ۷۹۶

۴) ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النهاية فی غريب الحديث والاثر، المكتبة العلمية، بيروت لبنان، ۱۹۷۹ء، ص: ۴۱۳

۵) ابو داؤد، السنن، کتاب البیوع، باب تضمین العاریة، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء، ۳/ ۲۹۵

۶) ایضاً، کتاب الوصایا، باب یومر بہ من الوصیة، ۳/ ۱۱۱

۱) الجامع الصحیح، مسلم، ابو الحسین بن مسلم الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب الزنا، ۴/ ۳۲۱-۳۲۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور اللہ نے رجم والی ایت نازل کی، بے شک رجم (کا حکم) کتاب اللہ میں موجود ہے۔

یہاں پر حق بمعنی ثابت اور موجود کے استعمال ہوا ہے۔

فقہاء کی نظر میں حق کی تعریف:

فقہاء نے حق کی تعریف مختلف انداز سے کی ہے چند ایک مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

عبد الرزاق السہنوری نے حق کی تعریف اس طرح کی ہے:

الحق مصلحة ذات قيمة مالية يحميها القانون[1]

ترجمہ: یہاں حق سے مراد وہ قیمتی مالی مصلحت ہے جس کو قانون کی حمایت حاصل ہو۔

شفیق شحاتہ نے حق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

الحق هو القدرة على القيام باعمال معينة لتحقيق مصلحة يحميهاالقانون[2]

ترجمہ: حق وہ امور ہیں جن کے مطالبے کے لیے انسان کھڑا ہو سکتا ہے اور جن کو قانون کی تائید حاصل ہوتی ہے۔

محمد یوسف موسیٰ کہتے ہیں کہ حق فرد، اجتماعیت یا دونوں کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کی جانے والی مصلحت کا نام ہے:

الحق مصلحة ثابتة للفرد، اوالمجتمع اولهما معًا يقررها المشرع الحكيم[3]

ترجمہ: حق شارع کی طرف سے مقرر کردہ کسی فرد یا اجتماعی یا دونوں کی مصلحت کا نام ہے۔

الموسوعة الفقهيه میں حق کی تعریف اس انداز سے کی گئی ہے:

الحق ما يثبت الانسان لمقتضى الشرع من اجل مصالحة[4]

ترجمہ: حق وہ چیز ہے جو انسان کے لیے شرعی مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر متعین کیا جاتا ہے۔

مصطفیٰ زرقا نے حق کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

الحق هو اختصاص يقرر به الشرع من اجل مصالحة[5]

---

۲) مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی، السہنوری، عبد الرزاق، مکتبۃ الحلبی الحقوقیۃ، بیروت، لبنان، ۱/ ۷

۳) النظریۃ العامۃ للحق، شفیق شحاتۃ، بحوالہ المدخل الفقہی العام، ۱/ ۷

۴) م الفقہ الاسلامی، محمد یوسف موسیٰ، دار الکتب العربی، مصر، س ن، ص:۲۱۱

۵) الموسوعۃ الفقہیۃ، ۸/ ۱۸

۱) المدخل الفقہی العالم، زرقاء، مصطفیٰ احمد، مطابق الف باء الادیب، دمشق، ۱۹۶۸ء، ۳/ ۱۰

ترجمہ: حق اس خاص تعلق کو کہتے ہیں جس کی بنا پر شریعت کوئی ذمہ داری یا آختیار عطا کرتی ہے۔

وھبۃ الزحیلی کہتے ہیں:

الحق هو مصلحة مستحققة شرعا[۱]

ترجمہ: حق اس مصلحت کا نام جس کا انسان شرعی طور پہ مستحق ٹھرتا ہے۔

مصطفیٰ شبلی کہتے ہیں:

الحق مصلحة مختصة لصاحبها باقرار الشارع و اعترافه سواء كانت تلك المصلحة تستحقق لها منفعة مادية او ادبية۔

ترجمہ: "حق وہ مخصوص مصلحت ہے جو کسی صاحب کے لیے شریعت نے مقرر کی ہو اور اس کا اعتراف کیا ہو خواہ اس حق سے اس کی مادی مصلحت وابستہ ہو یا علمی"[۲]

حق کا اصطلاحی مفہوم:

ابن منظور نے اپنی کتاب لسان العرب میں "حق" کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"الحق نقيض الباطل و جمعه حقوق و حقايق ---و فى الحديث إن الله أعطى كل ذي حق حقه، ولا وصية لوارث اى حق و نصيبه الذى فرض له"[۳]

ترجمہ: حق باطل کا متضاد ہے اور اس کی جمع حقوق اور حقائق ہے اور حدیث مبارکہ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو حق دے دیا ہے پس وارث کے لیے وصیت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کا مقرر کردہ حصہ دے دیا ہے۔

انگریز مفکر لاسکی کے نزدیک حق کی تعریف:

"Rights in fact are those conditions of social life without which no man can seek in general to be at his best".[4]

ترجمہ: حق سے مراد معاشرتی زندگی کی وہ شرائط ہیں جن کے بغیر عام طور پر فرد اپنی ذاتی صلاحیت کو پورے طور پر بروئے کار نہیں لا سکتا۔

انسائیکلوپیڈیا امریکانہ (Encyclopedia of Americana) میں حق کی تعریف:

---

۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبۃ الزحیلی، دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۹۹ء، ۲/ ۹

۳) المدخل الفقہی الاسلامی، عیسیٰ احمد بن عیسوی، دار اتحاد العربی للطباعۃ، القاہرۃ، مصر، س ن، ص:۱۶۵

۴) لسان العرب، ابن منظور افریقی، المجلد العاشر، ص:۵۸

[1]) Laski , H.J, A Gamar of Politics, Georgy Allen Union ltd, London, 1970, P: 91

"Right is a claim or title to anything whatever that can be enforced or a claim to act.A legal right is one which is protected by law"[1]۔

ترجمہ: حق سے مراد وکسی چیز کا دعویٰ یا استحقاق ہے جس کو لاگو کیا جا سکے یا کرنے کا دعویٰ کیا جا سکے۔ جائز حق وہ ہے جسے قانونی تحفظ حاصل ہو۔

ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق:

"Right is the which a person has a just claim to, power, privillage etc."[2]

ترجمہ: حق اس منصفانہ دعوے کا نام ہے جس کے لیے انسان کے پس طاقت اور اختیار ہو۔

حضرت محمد ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

« إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ » [۳]

ترجمہ: بے شک اللہ رب العزت نے ہر حق دار کو اس کا حق ادا کر دیا ہے لہٰذا اب وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔

لفظ حق کی قرآن حکیم کی روشنی میں معنوی تحقیق:

لفظ "حق" حق یحق حقا باب ضرب یضرب ضربا سے ہے۔ حقوق حق کی جمع ہے۔ اس سے پہلے " حق " کے معانی و مطالب مختلف لغات عرب کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں اور اس ضمن میں مغربی ماہرین لغت کی آراء بھی پیش کی گئی ہیں۔ اب لفظ حق کی معنوی تحقیق قرآن کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ حق تقریباً دس مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اسم الٰہی:

﴿ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ ﴾ [۴]

ترجمہ: یہ اس لیے ہے کہ بے شک یہ حق ہے۔

---

2) Encylopedia Americana, Americana corporation, Newyork, 1961, 23/519-520

1) Webster; New World Dictionary of the American Language, P: 1254

۲) ابوداؤد، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیۃ للوارث، ۳/ ۱۱۴

۳) سورۃ الحج: ۲۲/ ۶

۲۔ضد الباطل :

" وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا "[۱]

ترجمہ: حق آگیااور باطل مٹ گیابے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

۳۔الامر المقتضیٰ:

﴿ لِيُحِقَّ ٱلْحَقَّ وَيُبْطِلَ ٱلْبَٰطِلَ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُجْرِمُونَ ﴾[۲]

ترجمہ: تاکہ حق کا حق ہو جائے اور باطل کا باطل ثابت ہو جائے اگرچہ مجرم لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔

۴۔حق بمعنی عدل:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴾

ترجمہ: "بے شک ہم نے تم پر (اے محمد ﷺ) کتاب نازل فرمائی حق کے ساتھ تاکہ آپ لوگوں (کے معاملات) کا فیصلہ فرمائیں اس طریق سے جو اللہ نے تمہیں دکھایا"[۳]

۵۔حق بمعنی موت:

﴿ وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ ٱلْيَقِينُ ﴾[۴]

ترجمہ: اپنے پروردگار کی بندگی کر حتیٰ کہ تجھے یقین (موت) آجائے۔

۶۔حق بمعنی یقین:

﴿ان الظن لايغنى من الحق شيئا ﴾[۵]

ترجمہ: کوئی شک نہیں ظن سے حق (اور یقین) کا کچھ زائل نہیں ہوتا

۷۔حق بمعنی سچ:

﴿ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ﴾[۶]

---

۴)سورۃ الاسراء:۱۷/ ۸۱

۱)سورۃ الانفال:۸/ ۸

۲)سورۃ النساء:۴/ ۱۰۵

۳)سورۃ الحجر:۱۵/ ۹۹

۴)سورۃ ھود:۱۱/ ۸۹

۵)سورۃ ھود:۱۱/ ۴۵

ترجمہ: بے شک (اے اللہ) تیرا وعدہ سچا ہے۔

۸۔ حق بمعنی لازم / ضروری:

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾[۱]

ترجمہ: اور ہم پر اہلِ ایمان کی مدد کرنا لازم ہے۔

۹۔ حق بمعنی حصہ:

﴿ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴾[۲]

ترجمہ: اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محتاج کا حق ہوتا تھا۔

۱۰۔ حق بمعنی ثابت / موجود:

الحق ما لا يفتر في وجوده الى غيره[۳]

"حق وہ ہوتا ہے جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہ ہو"۔

الحق يطلق على وجود الدائم[۴]

ترجمہ: حق کا لفظ دائمی وجود پر بولا جاتا ہے"۔

اسلام کا فلسفہء حقوق:

انسانی حقوق کے متعلق اسلام کا تصور افاقی اور یکساں نوعیت کا ہے جو زمان و مکان کی تاریخی و جغرافیائی حدود سے ماوراہے۔ اسلام میں حقوق انسانی کا منشور اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ اسلام نے ذات پات، نسل، رنگ، جنس، زبان، حسب و نسب اور مال و دولت پر مبنی تمام امتیازات کو جڑ سے اکھاڑ کر تمام انسانوں کو ایک دوسرے کے ہم پلہ قرار دیا ہے ۔ اسلام کی نظر میں تمام محترم و مکرم ہیں اور ان کو برابری کی سطح پر حقوق عطا کیے گئے ہیں۔ اسلام کے عطا کردہ حقوق اللہ کی طرف سے ایک انعام ہیں اور ان کے حصول میں انسانوں کی طرف سے محنت و کوشش اور جستجو کا کوئی عمل دخل نہیں۔ ان میں نہ تو کوئی کمی کر سکتا ہے نہ بیشی اور یہ تمام تر حقوق اسلامی ریاست کے اندر رہنے والے افراد کو بلا امتیاز حاصل ہوتے ہیں کوئی شخص ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور نہ اپنی مرضی سے ان میں ردوبدل کر سکتا ہے۔ حقوق و

---

۶) سورۃ الروم: ۳۰ / ۴۷

۱) الذاریات: ۵۱ / ۱۹

۲) معارف الشفاء، ص: ۶۱

۳) معارف الشفاء، ص: ۶۰

فرائض بین بین چلتے ہیں جو ایک شخص کا فرض ہوتا ہے تو دوسرے کا حق ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام حقوق کے ساتھ فرائض کی ادائیگی پر بہت زور دیتا ہے۔

قرآن حکیم نے اس فلسفے کو یوں بیان کیا ہے۔

﴿ وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـًٔاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنًا وَبِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡجَارِ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡجَارِ ٱلۡجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلۡجَنۢبِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخۡتَالٗا فَخُورًا ﴾[1]

ترجمہ: اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرواور ماں باپ کیساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کیساتھ بھی نیکی کرو بے شک اللہ اترانے والے اور بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

یہ ہے اسلام کا فلسفہء حقوق جس میں فرائض کی ادائیگی پر زور دیا جاتا ہے کیونکہ اگر فرائض ادا ہونگے تو حقوق کی ادائیگی بذاتِ خود ہو جائے گی۔ اسلام کا درس یہ ہے کے پہلے فرائض ادا کیے جائیں اور پھر حقوق کا مطالبہ کیا جائے۔ اس آیت کریمہ میں بتایا گیاہے کہ تخلیقِ انس وجن کا پہلا فرض ایک خدا کی عبادات ہے، اس کے بعد انسان کی پرورش والدین کرتے ہیں ان کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ بڑھاپے میں حسن سلوک کیا جائے، والدین کے بعد رشتہ داروں کے حقوق آتے ہیں ان کیساتھ صلہ رحمی کی جائے۔ اس کے بعد ان بے کس لوگوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے وسائل نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کے محتاج ہیں تو اللہ نے جو مال دیا ہے اس میں ان غرباء اور یتاماء کا حق ہے اس کے بعد نزدیک اور دور کے ہمسائیوں کا حق ہے کہ اللہ نے جو مال و دولت عطا کی ہے اس میں سے اپنے ہمسائیوں پر بھی احسان کرے۔ مسافر کا حق ہے کہ اس کو رات گزارنے کے لئے قیام اور طعام کی سہولت دی جائے اور آخر میں ان لوگوں کے حقوق کا ذکر ہے۔ جو کسی بھی طرح انسان کے ماتحت ہوں۔ اسی طرح کے حقوق و فرائض کے متعلق بخاری شریف میں ایک حدیث حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے۔

« حَقَّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوا اللهِ وَلاَ يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً. وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لاَ يُعَذِّبَ مَنْ لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً »[2]

---

۱) سورۃ النساء: ۳۶/۴

۲) الصحیح البخاری، رقم ۲۷۰۱، ۳/ ۱۰۴۹

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذکر فرمایا کہ انسان کا فرض صرف اس ایک خدا کی عبادت کرنا ہے اور اس کا حق یہ ہے کہ اللہ اپنے ایسے بندوں کو جو اپنا حق ادا کرتے ہیں ان کو عذاب نہ دے۔ اسلام نے یہ تمام حقوق انسان کو آج سے چودہ سو سال قبل عطا کیے ہیں جب انسانیت جہالت و تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ طاقت کا نام حق تھا اور فرائض ادا کرنے سے لوگ غافل تھے۔

اسلام حقوق سے زیادہ فرائض کی ادائیگی پر زور دیتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ صرف اپنے اوپر عائد شدہ فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر دوسروں پر احسان کریں یعنی دوسروں سے حسن سلوک کریں۔ اسلام کے فلسفہ ء حقوق و فرائض کے درمیان توازن پایا جاتا ہے۔ بعض دفعہ ظاہراً جو عدم مساوات نظر آتی ہے وہ حقیقت میں عدم مساوات نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ذکر ہے کہ:

﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾[1]

ترجمہ: ایک مذکر کا حصہ دو مونث کے برابر ہے ۔

ظاہراً اس میں عدم مساوات نظر آتی ہے جبکہ حقیقت میں یہ فرق مرد اور عورت کے فرائض کی وجہ سے ہے کیو نکہ مرد خاندان کے نان ونفقہ اور دیگر معاملات کا ذمہ دار ہے جبکہ عورت پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں ہے ورنہ عمومی حقوق میں مرد اور خواتین کے حقوق برابر ہیں۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾[2]

ترجمہ: دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر وہی حقوق ہیں جو مردوں کے عورتوں پر ہیں۔

اسلام اور مغرب کے فلسفہ ء انسانی حقوق میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام میں انسان کو جو حقوق حاصل ہیں اللہ قادرِ مطلق کی طرف سے ہیں جو خالقِ کائنات ہے اس نے انسان کی طبعی ضروریات کے عین مطابق اس کے حقوق و فرائض اس انداز سے متعین کیے ہیں جس سے معاشرہ حقیقی امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے جبکہ مغربی حقوق کا تصور ایک غیر نظریاتی تصور ہے جس میں انسان کے حقوق و فرائض کا دائرہ کار ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے ممبران متعین کرتے ہیں جبکہ اسلامی نقطہ ء نظر سے اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان خدا کا نائب ہے ۔ انسان کے پاس جو اختیارات ہیں وہ اللہ کی طرف سے اسکے پاس بطور امانت ہیں۔ اسلامی ریاست کا قانون قرآن و سنت ہے لہذا کوئی شخص بھی قرآن و سنت میں متعین حقوق کو نہ چیلنج کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قانون ساز ادرہ ان میں ترمیم یا تخفیف کر سکتا ہے ہاں

---

۱) سورۃ النساء:۱۱/۴

۲) البقرہ:۲۲۸/۲

جدید ضروریات و تقاضوں کے پیشِ نظر تفویض شدہ حقوق میں اضافہ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ قرآن و سنت کے منافی نہ ہو۔ اسلام نے جو حقوق انسان کو عطاء کیے ہیں وہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ حقوق کے دائرہ کار میں مسلم اور غیر مسلم سبھی شہری برابر ہیں۔ اسلام کے حقوق کا دائرہ کار صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ جانوروں تک کو حقوق عطا کیے ہیں اور انسانوں کو جانوروں کے حقوق کی ادائیگی کا پابند کیا ہے اور ان کے حقص تلفی کرنے والے کو گنہگار ٹھہرایا ہے۔

حضرت سہل بن حنظلہ سے مروی ہے کہ:

« مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً، وَكُلُوهَا صَالِحَةً »[1]

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے، جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں سے سلوک میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر سوار ہو جب وہ صحت مند ہوں اور انہیں کھاؤ صحت مندی کی حالت میں۔

اسلام نے جانوروں کے ساتھ بھی زیادتی نہ کرنے اور ان کے حقوق کا خیال رکھنے کا درس دیا ہے۔

حقوق کی اقسام اور بنیادی انسانی حقوق:

(Islamic Law) کی رو سے حقوق کی چار اقسام ہیں۔ بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد، پھر ان دونوں قسموں میں سے ایک ایک ذیلی قسم ہے۔ اس طرح حقوق کی چار اقسام مندرجہ ذیل بنتی ہیں:

۱۔ حقوق اللہ ۲۔ حقوق العباد ۳۔ الجمع بین الحقین مع غلبۃ الاول ۴۔ الجمع بین الحقین مع غلبۃ الثانی

۱۔ حقوق اللہ:

حقوق اللہ سے مراد عبادات، عقوبات کاملہ اور عقوبات قاصرہ ہیں۔ عقوبات کاملہ سے مراد حدود ہیں جبکہ عقوبات قاصرہ کی مثال میں محروم الارث ہونا اور حرمان الارث بالقتل اور جزیہ ہونے کا سبب قاتل ہونا وغیرہ ہیں۔

یہ عقوبات سنت النبوی سے ثابت شدہ ہیں۔ اسی طرح کفارات، عشر، خراج، غنائم بھی حقوق اللہ ہیں اور ہیئت اجتماعیہ کا حق بھی حقوق بھی شامل ہے۔

حقوق کی پہلی قسم حقوق اللہ کو (Public Rights) بھی کہتے ہیں۔ یہ معاشرے کے وہ حقوق ہیں جو بنی نوع انسان کی عمومی منفعت سے متعلق ہیں، ان حقوق میں انفرادیت کا کوئی عنصر نہیں پایا جاتا کیونکہ ان کا لزوم کسی خاص فرد کے فائدہ کے ساتھ نہیں ہے، ان کو عوامی یا معاشرتی حقوق اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی تنفیذ، تحفظ اور خلاف ورزی پر

---

۱) ابوداود، رقم ۲۵۴۸، ۳/ ۲۳

سزا کا اجراء معاشرے کی مجموعی ذمہ داری تصور ہوتا ہے۔ ان کا نام حقوق اللہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی کوئی منفعت وابستہ ہے کیونکہ اللہ رب العزت ان تمام خواہشات اور ضروریات سے ماوراء ہے۔ کیونکہ ان حقوق کی تنفیذ اور خلاف ورزی پر تادیب و سزا اسلامک اسٹیٹ کی ایسی ذمہ داری ہے جسے وہ معاشرے کی طرف سے شرعی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے نبھاتی ہے، اس بنیاد پر ان کا نام حقوق اللہ ہے۔

حقوق اللہ ان حقوق کو کہتے ہیں جن کا مسلمانوں پر نفاذ لازم ہوتا ہے اور حکومت پر واجب ہے کہ وہ ان کو نافذ کرے کیونکہ ان حقوق کو ساقط نہیں کیا جا سکتا۔

حقوق العباد:

حقوق العباد سے مراد وہ حقوق ہیں جو ایک فرد کے دوسرے فرد پر لازم ہوتے ہیں۔ گویا فرد کو جو حق حاصل ہوتا ہے وہ حقوق العباد میں آتا ہے۔ حقوق العباد میں جو بنیادی حقوق شامل ہیں ان میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حق النفس

۲۔ حق الحرمت

۳۔ حق الملک

۴۔ حق الزوجیت

۵۔ حق الولایت

۶۔ حق الارث

۷۔ حق التصرف

۸۔ حق الحریت

حقوق العباد کو آدمی چاہے تو معاف کر سکتا ہے کیونکہ یہ اس کے احاطہ اختیار میں ہوتے ہیں۔ ان حقوق کو (Personal Rights) بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کا تعلق فرد کی انفرادی منفعت سے ہوتا ہے۔ معاشرے کی اجتماعی حیثیت سے نہیں۔ ان کی تنفیذ اس شخص کی صوابدید پر ہوتی ہے جس کا حق مجروح ہوا ہو، چنانچہ متعلقہ افراد کو اس کی تنفیذ یا معافی کا مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ الجمع بین الحقین مع غلبۃ الاول (Combination of Both with Predominance of the First)

یہ مخلوط حقوق ہوتے ہیں جو بیک وقت معاشرے اور فرد کے اجتماعی اور انفرادی حقوق کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ حقوق کی اس قسم میں اجتماعی پہلو کو نجی پہلو پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر قاذف کی سزا ہے۔ قذف کے ذریعے سے

معاشرے کا حق بدیں طور پر متاثر ہو رہا ہوتا ہے۔ اہل احناف کے نزدیک مقذوف نہ راضی نامہ کر سکتا ہے اور اس کی موت کی صورت میں نہ ہی اس کے ورثاء سزا کا مطالبہ کر سکتے ہیں لیکن شوافع قذف کو غلبۃ الثانی کہتے ہیں اور اسے چوتھی قسم کے حقوق میں شمار کرتے ہیں۔

۴۔ الجمع بین الحقین مع غلبۃ الثانی (Combination of Both with Predominance of the Second)

حقوق کی یہ قسم بھی مخلوط نوعیت کی ہے مگر اس قسم میں وہ حقوق آتے ہیں جنہیں معاف کرنے کا اختیار انسان کو ہوتا ہے مثال کے طور پر "قصاص" میں اجتماعی پہلو بدیں طور پر موجود ہے کہ اس میں پورے معاشرے کے امن کو خطرہ لاحق ہوتا ہے اور نجی پہلو بھی موجود ہے کہ قتل سے مقتول کے ورثاء اور ضرب سے خود مضروب کو نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی شخص قتل کا ارتکاب کرتا ہے تو مقتول کے وارث قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں اور اس کی تنفیذ بھی مضروب کا یا مقتول کے ورثاء کا حق ہوتا ہے۔

حقوق کی اس قسم میں اگرچہ اللہ کا حق بھی ہے اور بندے کا بھی لیکن اس میں حق العبد غالب ہے۔ اس لیے کہ اس میں بندے کو اختیار تفویض کیا گیا ہے[۱]۔

حقوق اللہ کی مثالیں:

مندرجہ ذیل معاملات میں حقوق اللہ کی پہلی اور تیسری اقسام پائی جاتی ہیں:

۱۔ عبادات وصدقات

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ۔

۲۔ عقوبات کاملہ

یہ وہ سزائیں ہیں جو اسلامی قانون میں متعین ہیں۔ مثال کے طور، چوری، زنا، شراب نوشی اور قذف وغیرہ کی سزائیں۔

۳۔ عقوبات قاصرہ:

مثلاً قاتل کو مقتول کی وراثت سے اور قاذف کو حق شہادت سے محروم کرنا۔

۴۔ کفارات:

بعض واجب امور کی بجا آوری میں کوتاہی یا ممنوعات کے ارتکاب پر کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان کی عملی صورتوں میں زیادہ تر روزہ رکھنا، غلام آزاد کرنا، حاجت مندوں کو کھانا کھلانا یا لباس وغیرہ مہیا کرنا۔

---

۱) اسلامی اور مغربی تصور قانون کا تقابلی جائزہ، ڈاکٹر، محمد طاہر القادری، مطبع ندیم یونس پرنٹرز، لاہور، فروری ۱۹۸۸ء، ص: ۳۷-۳۸

۵۔مذہبی ٹیکس اور محصولات:

اسلامی ریاست انتظام حکومت چلانے کے لیے زکوٰۃ کے علاوہ دیگر ٹیکس بھی عائد کر سکتی ہے مثال کے طور پر عشر وغیرہ۔

۶۔حق قائم لذاتہ:

یہ ایسے حقوق ہوتے ہیں جن کے مقابل کوئی فرض نہیں ہوتا مثلاً مال غنیمت میں سے پانچویں حصے پر مشتمل "حقوق" ان میں اور حقوق قائم لغیرہ میں فرق یہ ہے کہ حقوق قائم لغیرہ کے مقابل فرائض بھی موجود ہوتے ہیں جن کی بجا آوری ان افراد کے ذمہ لازم ہوتی ہے جن سے یہ وابستہ ہوتے ہیں[1]۔

حقوق شخصی ہوتے ہیں اور پبلک اور جمہوری پبلک اور پرائیویٹ بھی۔ اگر حق ایک شخص کے خلاف ہو تو اسے پرائیویٹ اور اگر عوام الناس کے متعلق ہو تو اسے پبلک کا حق کہیں گے۔

بنیادی انسانی حقوق کی اقسام(Classification of Fundamental Rights)

بنیادی انسانی حقوق کی دو اقسام ہیں:

۱۔اخلاق حقوق (Moral Rights)

2۔قانونی حقوق (Legal Rights)

S.M. Haider بنیادی انسانی حقوق کے فلسفہ کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

> The rights may be rcognized in three ways: the recognition given by the conscience of man, the recognition given by the opinion of the people or the social opinion and recognition given by the state. Human conscience recognized by state are called legal rights.[2]

ترجمہ: حقوق کی پہچان تین طریقوں سے کی جاسکتی ہے، وہ پہچان جو انسانی ضمیر کرتا ہے۔ وہ پہچان جو لوگوں کی رائے سے ملتی ہے یا سماجی رائے یا ریاست کی طرف سے دی گئی پہچان۔ انسانی ضمیر

---

۱) اسلامی اور مغربی تصورِ قانون کا تقابلی جائزہ، ص:۴۰،۳۹

2) Hiader. S. M, Islamic Concept of Human rights, The Book House, Lahore, 1978, P: 50

اخلاقی حقوق کی پہچان کرتا ہے۔ سماجی رائے سماجی حقوق کی پہچان کرتی ہے اور وہ حقوق جن کی پہچان ریاست کرتی ہے کو عدالتی حقوق کہا جاتا ہے۔

ا۔ اخلاقی حقوق:

وہ حقوق جن کی ادائیگی پر معاشرے میں اخوت اور ہمدردی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں جیسے بڑوں کا احترام، مریضوں کی تیمارداری، بچوں سے پیار، ہمسائیوں سے حسن سلوک، مسلمانوں کی دعوت قبول کرنا، مسلمان بھائی کے جنازے میں شرکت کرنا، قرابت داروں سے حسن معاملہ، مصیبت و پریشانی میں دوسروں کا ساتھ دینا، مہمانوں کی خاطر تواضع، دوسروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا وغیرہ۔

کیونکہ ان تمام حقوق کا تعلق انسان کی باطنی کیفیات سے ہوتا ہے اور شاید یہ گرفت سے ماورا رہتے ہیں۔ اس لیے قانون کے دائرہ عمل میں شامل نہیں ہیں۔

اخلاقی حقوق کی بنا پر ہر انسان دوسرے انسان سے کچھ نہ کچھ توقعات وابستہ کرلیتا ہے اور ان توقعات کو پورا کرنا ہر شخص کا اخلاقی فرض ہے مثال کے طور پر باپ کو یہ اخلاقاً حق حاصل ہے کہ بیٹا اس سے عزت سے پیش آئے اور بہتر سلوک کرے جب کہ باپ کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ بیٹے سے شفقت سے پیش آئے، اب اگر یہ دونوں ان اخلاقی اقدار کی پرواہ نہیں کرتے تو عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا جاسکتا کیونکہ یہ کوئی قانونی نہیں بلکہ اخلاقی حقوق ہیں۔

یہ درست ہے کہ ان کو کوئی قانونی سزا نہیں دی جاسکتی مگر معاشرہ ان کو اپنے طور پر اخلاقی سزا ضرور دے سکتا ہے مثلاً ایسے انسان سے قطع تعلقی اس کے لیے بہت سخت سزا ہے۔

مذہب اور اخلاق کے انسائیکلوپیڈیا میں اخلاقی حقوق کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Those rights which rest merely on the approved of public opinion called moral rights" [1]

ترجمہ: ایسے حقوق جو عوامی خیالات اور منظوری پر منحصر ہوں ان کو اخلاقی حقوق کہا جاتا ہے۔

۲۔ قانونی حقوق:

وہ حقوق جو قانون موضوعیہ (Positive Law) کے تحت آتے ہیں اور انتظامیہ کے ذریعے قابل حصول ہوتے ہیں۔ یعنی قانونی حقوق کی پشت پر ریاست کی قوت کارفرما ہوتی ہے۔

ان حقوق کی بنیاد قانون پر ہوتی ہے اور قانون کے ذریعے ہی ان کا تعین اور حفاظت کی جاتی ہے، ان حقوق کو ریاست تسلیم کرتی ہے اور ریاست کی جانب سے ہی یہ شہریوں کو عطا کیے جاتے ہیں اور یہ حقوق ریاست کی ذمہ داری میں

---

[1]) Encyclopedia of Religion and Ethics , P:401

آتے ہیں۔ ان حقوق کی بنا پر ریاست کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ شہریوں کی وفاداری حاصل کرے کیونکہ ریاست اگر حقوق عطا کرتی ہے تو ان حقوق کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ریاست کے شہری اس کے وفادار ہوں۔

انسائیکلوپیڈیا امریکانہ اور قانونی حقوق کی تعریف

:"A legal right is one which is protected by law and mean of protection is the remedy. The existence of legal rights implies the existence of legal remedy for me does not exist without the other".[1]

ترجمہ: قانونی حق سے مراد ایسا حق ہے جس کو قانونی تحفظ حاصل ہو اور تحفظ سے مراد چارہ کار کرنا۔ قانونی حق کے پائے جانے سے مراد قانونی چارہ جوئی کا وجود ہوتا ہے جبکہ ان میں ایک دوسرے کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

قانونی حقوق کی آگے دو اقسام ہیں:

۱۔ شہری حقوق

۲۔ سیاسی حقوق

۱۔ شہری حقوق: (Civil Rights)

وہ حقوق جن کا تعلق شہری زندگی سے ہوتا ہے، مثال کے طور پر جان اور مال کا تحفظ، تعلیم، روزگار اور علاج معالجہ کا تحفظ وغیرہ۔ ہر شخص ان حقوق کے حصول کا حق رکھتا ہے۔

۲۔ سیاسی حقوق: (Political Rights)

وہ حقوق جن کی بدولت ہر شخص ملکی نظم و نسق میں شامل ہو سکتا ہے۔ اپنی سیاسی جماعت بنا سکتا ہے، لیڈر کا انتخاب کر سکتا ہے، حکومت پر تنقید نیز احتساب کر سکتا ہے۔ یہ حقوق کسی ریاست کے صرف اپنے شہریوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں غیر ملکی شہری شامل نہیں ہوتے۔ سیاسی حقوق میں رائے دہی کا حق، الیکشن میں حصہ لینے کا حق، سرکاری ملازمت کا حق اور حکومت پر تنقید کا حق حاصل ہوتے ہیں۔

بنیادی انسانی حقوق کی تقسیم:

بنیادی انسانی حقوق تین اقسام کے ہیں:

۱۔ اخلاقی ۲۔ شہری ۳۔ سیاسی

---

[1]) Encyclopedia Americana, 23/250

۱۔ اخلاقی حقوق:

اخلاقی حقوق کی فہرست میں مندرجہ ذیل حقوق آتے ہیں:

۱۔ مریض کی عیادت کرنا

۲۔ مسلمان کی دعوت قبول کرنا

۳۔ دوسروں کے سلام کا جواب دینا

۴۔ بڑوں کا ادب کرنا

۵۔ چھوٹوں سے شفقت و محبت کرنا

۶۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا

۷۔ ہمسائیوں سے نیک سلوک کرنا

۸۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آنا

۲۔ شہری حقوق:

۱۔ جان و مال کا تحفظ

۲۔ عزت اور آبرو کا تحفظ

۳۔ ذاتی زندگی کا تحفظ

۴۔ شخصی آزادی کا تحفظ

۵۔ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کا حق

۶۔ حق مساوات

۷۔ حصول انصاف کا حق

۸۔ معاشی و کاروباری تحفظ کا حق

۹۔ آزادانہ نقل و حرکت کا حق

۱۰۔ حق اجرت و معاوضہ

۱۱۔ آزادانہ تعلیم کا حق

۱۲۔ ازدواجی زندگی کا حق

۱۳۔ مذہبی معاملات میں آزادی کا حق

۱۴۔ اجتماعی اور انفرادی سطح پر جان کے تحفظ کا حق

۳۔ سیاسی حقوق:

۱۔ سیاسی آراء کا حق

۲۔ حکومت پر جائز مثبت تنقید کا حق

۳۔ حکومت میں شمولیت کا حق

۴۔ تفریح اور اجتماع کی آزادی کا حق

۵۔ سیاسی زندگی میں شمولیت کا حق

۶۔ اجتماعی بقاء کی آزادی

۷۔ لیڈر کے انتخاب کا حق

۸۔ قومی حق خودارادیت

فصل دوم:

قبل از اسلام مختلف مذاہب میں انسانی حقوق کا جائزہ

محسن انسانیت، رہبر آدمیت، پیغمبر رحمت حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل انسانیت، مذہبی، نسلی اور طبقاتی لحاظ سے انتشار کا شکار ہو چکی تھی۔ انسانیت جہالت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ شراب اور بت پرستی عروج پر تھی۔ مصر اور ہندوستان، بابل اور نینوا، یونان اور چین کی تہذیبیں اپنا وجود کھو چکیں تھیں۔ رومی اور ایرانی سلطنتوں کی ظاہری چمک دمک تو آنکھوں کو خیرہ کرنے والی تھی مگر عوام الناس کو بدترین ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس دور کی دو بڑی طاقتیں ایران اور روم ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھیں، مختلف علاقے کبھی ایک حکومت کے قبضے میں آجاتے، کبھی دوسری حکومت چھین لیتی، فاتحین مفتوح عوام کے ساتھ ہر طرح کا ظلم کرنا جائز خیال کرتے تھے۔

جب رومی حکومت کسی علاقے پر قبضہ کرتی تو آتش کدے کلیسا بن جاتے اور جب ایرانی کسی علاقے پر فتح پاتے تو مفتوحہ علاقے کے کلیسا آتش کدوں میں تبدیل کر دیے جاتے۔ مذہبی آزادی کا تصور معدوم ہو چکا تھا۔ مفتوحین کے سامنے دو ہی راستے ہوتے یا تو فاتحین کا مذہب قبول کر لیں یا موت۔

گویا کہ حضور ﷺ کی آمد انسانیت کے لیے اشد ضروری ہو چکی تھی۔ انسانیت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر اس احسان عظیم کو قرآن پاک میں اس کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ ---﴾ [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جبکہ ان کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔

دوسری جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ ﴾ [2]

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی سے ایک رسول بھیجا۔

اس ضمن میں قرانِ پاک میں ہے۔

---

۱) سورۃ آل عمران:۳/ ۱۶۴

۲) سورۃ الجمعۃ:۶۲/ ۲

" كُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا "[1]

ترجمہ: تم آگ کے گھڑے تک پہنچ چکے تھے اللہ نے تمھیں اس سے بچالیا۔

اللہ نے یہ احکام اس وقت نازل فرمائے جبس وقت بہت سی نسلوں اور خاندانوں کا نسب خدا سے اور سورج اور چاند سے جوڑا جارہا تھا، مذہبی انتہا پسندی کا یہ عالم تھا کہ ہر مذہب اور فرقہ اپنے سوا دوسرے کو گمراہ کہتا اور اسے برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ طاقت کا نام حق تھا، جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون تھا۔ فاتحین مفتوح اقلیتوں کو مذہبی آزادی کا حق نہیں دیتے تھے۔

قرآن حکیم نے حقوق اللہ ان حقوق کو کہتے ہیں جن کا مسلمانوں پر نفاذ لازم ہوتا ہے اور حکومت پر واجب ہے کہ وہ ان کو نافذ کرے کیونکہ ان حقوق کو ساقط نہیں کیا جاسکتا۔

حقوق اللہ ان حقوق کو کہتے ہیں جن کا مسلمانوں پر نفاذ لازم ہوتا ہے اور حکومت پر واجب ہے کہ وہ ان کو نافذ کرے کیونکہ ان حقوق کو ساقط نہیں کیا جاسکتا۔

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل دو ایسی اقوام کا ذکر کیا ہے جو خود کو خدا کا چہیتا کہتے تھے اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے تھے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓءُ اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُه﴾[2]

ترجمہ: اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے ہیں۔

اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس صورتحال کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿ وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ لَيْسَتِ ٱلنَّصَٰرَىٰ عَلَىٰ شَىْءٍ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَىٰ لَيْسَتِ ٱلْيَهُودُ عَلَىٰ شَىْءٍ﴾[3]

ترجمہ: اور یہودیوں نے کہا عیسائی کسی چیز پر نہیں ہیں اور عیسائیوں نے کہا یہودی کسی چیز پر نہیں ہیں۔

"فراعنہ مصر اپنے آپ کو سورج دیوتا کا اوتار کہتے تھے، ہندوستان میں سورج بنسی اور چاند بنسی خاندان موجود تھے، شاہان ایران جن کا لقب کسریٰ ہوا کرتا تھا، ان کا دعویٰ تھا کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے، اہل ایران انہیں اسی

---

۲)سورۃ آل عمران:۳/ ۱۰۳

۳)سورۃ المائدۃ:۵/ ۱۸

۱)سورۃ البقرۃ:۲/ ۱۱۳

نظر سے دیکھتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ بادشاہوں کے خمیر میں کوئی مقدس آسمانی جزو شامل ہے، چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا بیٹا سمجھتے تھے"[۱]۔

چنانچہ بعثت نبوی جسے قرآن عالم انسانیت پر بہت بڑا احسان قرار دیتا ہے، واقعی انسانیت پر پوری انسانی تاریخ کا سب سے عظیم، سب سے منفرد اور سب سے بڑا احسان تھا۔ قرآن مجید نے اس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ﴾[۲]

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے۔

اس آیت کریمہ سے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی آمد سے قبل دنیا کی تمدنی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور مذہبی حالت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

قبل از اسلام مختلف مذاہب اور انسانی حقوق

ا۔ یہودیت اور انسانی حقوق:

دنیا کی اصلاح کی سب سے زیادہ امید اس قوم سے ہو سکتی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد میں سب سے پہلے وحی الٰہی کی امانت دار بنی۔ اس لیے قرآن حکیم نے بیان کیا ہے:

﴿ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ ﴾[۳]

ترجمہ: اور سب سے پہلے تم پیغام الٰہی کے منکر نہ بنو۔

مگر یہ قوم بہت سخت جان اور سخت دل ثابت ہوئی، اس نے مختلف زمانوں میں مبعوث ہونے والے انبیاء میں سے بعض کو جھٹلایا، بعض کو اذیتیں دیں اور بعض کو تو جان سے بھی مار ڈالا۔

قرآن حکیم نے اسی منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

﴿ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴾[۴]

ترجمہ: اور وہ ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ نافرمان اور حد سے بڑھنے والے ہیں۔

سورہ آل عمران میں ان کے ظلم و نافرمانی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

---

۲) عہد نبوی کا اسلامی معاشرہ، عبدالمعید، ماہانہ دارالعلوم دیوبند، اپریل ۱۹۹۷ء، ص:۸

۳) سورۃ الروم: ۳۰/۴۱

۴)سورۃ البقرۃ: ۲/۴۱

۱)سورۃ البقرۃ: ۲/۶۱

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾[1]

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور پیغمبروں کا ناحق قتل کرتے اور ہر اس شخص کی زندگی کے دشمن بن جاتے ہیں جو ان کو انصاف اور نیکی کا حکم دیتے ہیں، تو انہیں دردناک عذاب کی خبر دیجیے۔

سورہ آل عمران اور البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذہبی انتہاپسندی کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ ان کی مذہبی انتہاپسندی اور اپنے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے وجود کو تسلیم نہ کرنے اور ان پر ظلم وستم کرنے کا ایک دردناک واقعہ قرآن حکیم نے بیان کیا ہے جو حضور ﷺ کی آمد سے ۵۰، ۶۰ سال قبل یمن میں پیش آیا کہ یہودیوں نے نجران کے عیسائیوں کو آگ کے گڑھوں میں پھینک کر بھون دیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ' النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ' إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ' وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُوْدٌ، وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ إِلَّآأَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللهِ الْعَزِيزِالْحَمِيْدِ﴾[2]

ترجمہ: گڑھے والے لوگ مارے گئے، بھڑکتی آگ کے گڑھے جب وہ ظالم ان کے کنارے بیٹھے ایمان والوں سے جو کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے، ان کا گناہ یہی تھا کہ وہ غالب اور خوبیوں والے خدا پر ایمان رکھتے تھے۔

ان آیات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ یہودی قوم اپنے علاوہ کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو کوئی حقوق دینا پسند نہیں کرتی اور یہودیوں کی پوری مذہبی تاریخ جبر و تشدد، قتل وغارت اور مذہبی انتہاپسندی سے بھری پڑی ہے۔ متعدد انبیائے کرام کو قتل کیا، حضرت عیسیٰؑ اور خود حضرت محمد ﷺ کو بھی قتل کرنے کی مذموم کوشش کی۔ ان کی مذہبی انتہاپسندی اس قدر عروج پر تھی کہ وہ خود ایک دوسرے کا وجود تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔ ایک طاقتور قبیلہ دوسرے کمزور قبیلے پر چڑھائی کرتا اور ان کو بے گھر کر دیتا۔ اس منظر کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿ ثُمَّ أَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَٰرِهِمْ تَظَٰهَرُونَ عَلَيْهِم بِٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ﴾[3]

---

۲) سورۃ آل عمران: ۳/ ۲۱

۳) سورۃ البروج: ۸۵/ ۴-۷

۱) سورۃ البقرۃ: ۲/ ۸۵

ترجمہ: پھر تم ہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے اور ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف گناہ اور ظلم سے مدد کرتے ہو۔

ان تمام مظالم کے باوجود ان کو اپنے اوپر اتنا زعم تھا کہ یہ کہتے تھے کہ:

﴿ وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ﴾[۱]

ترجمہ: اور انہوں نے کہا کہ ہمیں دوزخ کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی سوائے چند روز۔

المختصر: یہ ہے کہ اس قوم نے جب اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں اس قدر ڈھائی اور تکبر کا مظاہرہ کیا تو انسانی حقوق کی ادائیگی ان کے لئے کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ العیاذ باللہ۔

عیسائیت اور انسانی حقوق:

اسلام کی آمد سے قبل عیسائیت مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم تھی اور یہ فرقے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے۔ دوسرے مذاہب کے ساتھ وابستہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا تو درکنار یہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو انسانی حقوق دینے پر راضی نہ تھے[۲]۔

مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:

"عیسائی پادریوں کے اسقف اعظم سینٹ سرل نے ایک مرتبہ اپنے مریدوں کو ہمراہ لے کر غیر مسلح یہودیوں پر حملہ کیا اور ان سب کو جلاوطن کر دیا۔ ان کی عبادت گاہیں زمین بوس کر دی گئیں"[۳]۔

"یہی حالت ان تمام ملکوں کی تھی، جہاں رومیوں کے زیر سایہ عیسوی مذہب پھیلا تھا۔ یعقوبی، نسطوری اور دیگر فرقے جو سرکاری عیسوی مذہب سے الگ تھے، وہ دور دراز علاقوں میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور تھے"[۴]۔

پانچویں صدی عیسوی میں چرچ کا مشن تھا کہ جہاں جہاں اس کے پاس سیاسی قوت موجود ہے، یعنی مغرب اور مشرق دونوں جگہ وہاں دوسرے مذاہب اور عقائد کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ۴۵۳ء میں ایک قانون کے تحت جو لوگ عیسائی

---

۲) سورۃ البقرۃ:۲/۸۰

۳) سیرت النبی ﷺ، شبلی نعمانی، لاہور، مکتبہ مدنیہ، ۱۴۰۸ھ، ۴/ ۱۲۲

۴) ایضاً، ۴/۱۲۳

۱) سیرت النبی ﷺ، ص:۱۲۲

نہیں تھے ان کی اور منحرفین کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں، سزاؤں میں موت کی سزا تجویز ہوئی کہ جس میں انہیں مصلوب کیا جاتا تھا، زندہ جلادیا جاتا تھا یا جانوروں کے آگے ڈال دیا جاتا تھا"[1]۔

خود مستشرق جارج سیل نے عیسائیت کی تنگ نظر کے بارے میں یوں اظہار کیا ہے:

"گرجا کے پادریوں نے مذہب کے ٹکڑے کرڈالے تھے، امن و محبت اور نیکی کو مفقود کردیا تھا۔۔۔ جسٹینن کے عہد میں تنگ نظری کا یہ عالم تھا کہ اپنے عقیدے کے مخالفین کو مارڈالنا کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا تھا"[2]۔

قسطنطین اعظم نے جب عیسائیت کو قبول کیا اور مسیحیت ایک مملکت کا مذہب بن گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی شمشیرزنوں کے سامنے کوئی اخلاقی حد قائم نہ رہ سکی۔ مسیحیت تلوار کے زور سے پھیلتی گئی، انسانی خون سے خدا کی زمین رنگین ہوگئی۔۔۔ ۶۳۰ء میں ہرقل نے عیسائی پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے ایماء پر یہودیوں سے انتقامی جذبے کے تحت بدترین انتقام لیا اور یہودی مفتوحین کا اس طرح قتل عام کیا کہ رومی مملکت میں صرف وہ یہودی بچ سکے جو ملک چھوڑ کر چلے گئے یا کہیں چھپے رہے[3]۔

یہ تھی اسلام سے قبل عیسائیت میں انسانی حقوق کی صورتحال جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں جہاں عیسائیوں کا تسلط تھا۔ وہ کسی اور مذہب کے ساتھ وابستہ انسانوں کو کسی قسم کے کوئی انسانی حقوق حاصل نہیں تھے۔ آزادیٔ مذہب تو دور کی بات ہے، ان کو زندہ رہنے کا بھی کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بھی ظالمانہ سلوک روا رکھتے جن کے ساتھ معمولی عقائد کے اختلافات ہوتے، تاریخ میں عیسائیوں نے بہت سی مذہبی جنگیں اپنے ہی ہم مذہب لوگوں کے خلاف لڑیں جن کے ساتھ ان کے عقائد کا اختلاف تھا۔

ہندومت اور انسانی حقوق:

ہندومت کی مذہبی تعلیمات کی بنیاد "وید" ہیں جن کی تعلیمات اپنے مخالفین اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹادینے کا درس دیتی ہیں۔

سوامی دیانند نے یجروید کی تعلیمات کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

---

[1]) peter, Edward, Inquisition, University of California Press, 1989, P.6

یورپ کا عروج وزوال، ڈاکٹر، مبارک علی، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء، ص: ۴۷

۳) سیرت النبی ﷺ، ۴/ ۱۲۳

۴) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ابوالحسن علی ندوی، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ص: ۴۷

"دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلادو"[1]۔

"اپنے مخالفوں کو درندوں سے پھڑواڈالو"[2]۔

"گردنیں کاٹ دو، مخالفوں کا جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹ دیا جائے"[3]۔

ہندومذہب دیگر مذاہب کے ساتھ کس طرح کا رویہ رکھنے کی تعلیمات دیتا ہے، وید میں ذکر ہے:

"اے اندر! دیوتا تو غیر وید کے دھرموں کو کب یوں کچل کر تباہ کردے گا، جیسے چھتری والے پھول کو پاؤں سے کچل کر تباہ کیا جاتا ہے، اے اندر! تو کب ہماری دعاؤں کو سنے گا"[4]۔

یہ رویہ ہندومت کا اپنے مذہب کے علاوہ انسانوں کے ساتھ ہے جس میں مذہبی انتہاپسندی، ظلم وتشدد اور عدم برداشت انتہا پر ہے۔ یہاں تک کہ اپنے ہی مذہب کے ان پیروکاروں کے ساتھ رویہ جو نچلی ذات سے تعلق رکھتے ہوں، یہ ہے۔

منوشاستر ہندوؤں کی مذہبی کتاب ہے، جسے درجہ استناد حاصل ہے اس میں تحریر ہے:

"قادر مطلق نے دنیا کی بہبود کے لیے برہمن کو اپنے منہ سے، کھشتری کو اپنے پاؤں سے، ویش کو اپنی رانوں سے اور شودر کو اپنے پاؤں سے پیدا کیا ہے"[5]۔

چنانچہ یہ فیصلہ شدہ تھا:

اگر شودر "وید" پڑھے تو اس کی زبان کاٹ ڈالی جاتی، اگر وہ منتروں کو سن لیتا تو اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جاتا گا اگر کوئی شودر منتروں کو زبانی یاد کرلیتا تو اسے مار مار اس کے ٹکڑے کردیئے جاتے[6]۔

ہندومت کی مذہبی تعلیمات کے اندر غیر ہندولوگوں کے لیے کسی قسم کے حقوق کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اپنے مخالفین کو سخت سے سخت سزائیں دینا ان کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ ہندو تعلیمات کے مطابق تمام انسان تو دور کی بات ہندو

---

۱) یجر وید ادھیا،۱۳، منتر ۱۲

۲) ایضاً:۱۵:۱۷،۱۹

۳)ایضاً:۱۳:۲۸

۴) سام وید، ۱۰، منتر ۳

۵)منوشاستر، باب اول، ص:۳۱

۱) یجر وید ادھیا،۱۳، منتر ۱۲

عقیدے سے تعلق رکھنے والے تمام انسان بھی آپس میں برابر نہیں ہیں۔ ہندو مذہب کے مطابق انسانوں کو چار طبقات تقسیم کیا گیا ہے۔

بدھ مت اور انسانی حقوق

بدھ مت کا بنیادی فلسفہ تجرد و رہبانیت، نفس کشی اور ترک دنیا ہے۔ وہ زندگی کے صرف تاریک پہلو پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ گوتم بدھ، جو اس مذہب کے بانی ہیں، ان کا فلسفہ ہے کہ دنیا مصیبت کا گھر ہے اور خواہش اس مصیبت کا سبب ہے۔

نجات صرف ترک دنیا اور رہبانیت میں مضمر ہے جس کے لیے خواہش، احساس اور شعور کو پوری طرح مٹا دینا ضروری ہے، یہ ایک طرح کی انتہا پسندی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوتم بدھ زندگی کے مسائل و مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انسانی زندگی کے لیے کوئی عظیم مقصد قائم کر کے اس کے حصول کے لیے جدوجہد کو اپنا شعار نہیں بنانا چاہتے تھے۔ گویا کہ وہ دنیاوی مسائل سے کنارہ کشی کر کے جنگلوں میں جانوروں کی طرح زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔

بدھ مت میں غلو اور انتہا پسندی، جو رہبانیت اور تجرد کی تعلیمات دیتی ہے یہ عمل در حقیقت فطری تعلیمات سے انحراف کا نام ہے۔ بدھ مت کی تعلیمات چونکہ فطرت کے برعکس ہیں لہٰذا جو مذہب فطرت کی عکاسی نہیں کرتا وہ فطری مذہب نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اسلام انسانی جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اعتدال و میانہ روی کا درس دیتا ہے۔

بدھ مت کی مذہبی تعلیمات میں بنیادی انسانی حقوق کی طرف خاص توجہ نہیں دی گئی۔ صرف اور صرف ترک دنیا پر ہی زور دیا گیا ہے۔ اپنے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ سلوک کرنے کے بارے میں کوئی ضابطہ نہیں دیا گیا اور نہ ہی معتدل اور خوبصورت زندگی گزارنے کے لیے کوئی ضابطہ وضع کیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کی فطری تقاضے فطری طریقے پر پورے نہیں ہو رہے ہوں تو نتیجتاً انتہا پسندی کا رویہ سامنے آتا ہے۔ آج ہندو معاشرے میں پوری طرح عیاں ہے۔ ذات پات اور عورت سے امتیازی سلوک کر اس کا عمل مظہر ہے[1]۔

قبل از اسلام انسانی حقوق کا تاریخی اعتبار سے جائزہ:

تاریخ انسانی کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ انسانی حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کسی گروہ، خاندان، علاقہ، قوم، مذہب، جماعت یا ریاست کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کے متعلق بہت سے معاشروں میں پایا جانے والا سنہری اصول یہ ہے:

---

[1]) منوشاستر، ص:۵۰

"Do unto other as you would have them do unto you"

قدیم ذرائع جن سے انسانی حقوق کی تاریخ کا علم ہوتا ہے:

- The Hindu Vodas
- The Babylonian code of Hammurabi 1780,bc.
- The Bible
- The Analects of Confucius
- The inca
- Aztec codes of conduct and justice.
- Iroquois constitution.۔[1]

مندرجہ بالا ذرائع جن انسانی حقوق پر اتفاق رائے رکھتے تھے وہ یہ ہیں:

۱۔وراثت ۲۔انصاف ۳۔صحت ۴۔بھلائی

موریہ بادشاہت (اشوکا دی گریٹ):

موریہ نامی ہندوستان کا ایک بادشاہ گزرا ہے جس نے ۳۰۰ سال قبل مسیح میں انسانی حقوق کے اصول مرتب کروائے جن کا نام "اشوکا دی گریٹ" "Ashoka The Great" رکھا۔ لیکن اسی بادشاہ نے ۲۶۵ قبل مسیح میں کالنگا (Kalinga) پر جب فتح پائی تو مفتوح رعایا پر بہت ظلم و ستم ڈھائے اور اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں کی دھجیاں اڑادیں۔ اس بات نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر بدھ مت مذہب کو اختیار کرلیا تب سے اشوکا جو کہ "ظالم اشوکا" کے نام سے مشہور تھا، "پارسا اشوکا" کے نام سے مشہور ہوا۔

"The pious Ashoka" قانون کی اہم دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

- Non violence زبردستی نہ کی جائے
- Happiness of subject رعایا کی خوشی
- Abolished of mutilation of animals جانوروں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا ممانعت
- Mercy to imprisoned قیدیوں کے ساتھ رحم
- Common citizen free education عام شہریوں کی فری تعلیم

---

[1]) Michael Freeman (2002). Human Rights: An Interdisciplinary Approach, polity press 65 Bridge Street Cambridge CB2 IUR, UK, pp. 15-17.

- Construction of free hospitals[1] فری ہسپتالوں کی تعمیر

اشوکا قانون کا بنیادی اصول راہ امن تھا جس کے لیے مندرجہ ذیل اصول وضع کیے گئے:

- Tolerance of all sects تمام فرقوں سے شفقت
- Obedience of parents والدین کی اطاعت
- Respect for teachers اساتذہ کی عزت
- Libral towards friends دوستوں کے ساتھ آزادی
- Human treatmentof servants غلاموں کے ساتھ انسانی سلوک
- Generosity towards all[2] تمام لوگوں کے لئے فراخدلی

اس قانون میں جنگی قیدیوں کو قتل کرنے سے سختی سے منع کیا گیا اور غلام بنانا جرم قرار دیا گیا۔

کوڈ آف حمورابی(Code of Hammurabi)

۲۰۵۰ قبل مسیح میں بادشاہ نامو(Nammu) نے Code of ur-Nammu کے نام سے معاشرتی اصول مرتب کروائے جو انسانی تاریخ میں قدیم ترین معاشرتی اصول کہلاتے ہیں۔ بعد میں دیگر بہت سے قوانین کے اشتراک سے ۱۷۸۰ قبل مسیح میں کوڈ آف ہارمورابی دنیا کے سامنے آیا جس کے اہم عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ خواتین کے حقوق ۲۔ بچوں کے حقوق ۳۔ غلاموں کے حقوق ۴۔ سزاؤں کا تصور

سائرس(Cyrus the cylinder)

ایران کے بادشاہ اشمیندنے ۶۰۰ سال قبل مسیح سائرس دی گریٹ کے عنوان سے انسانی حقوق کے قوانین کے اصول وضع کیے۔ ۵۳۹ قبل مسیح میں جب Babylon فتح ہوا تو بادشاہ نے انسانی حقوق کا پہلا منظور شدہ عبوری خاکہ جاری کیا جس کا نام سائرس سلنڈر (Cyrus cylinder) تھا۔ اس کی دریافت ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ اس خاکے کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ غلامی کا خاتمہ ۲۔ مکمل مذہبی آزادی ۳۔ جھگڑوں کا خاتمہ ۴۔ عورتوں کے مردوں سے مساوی حقوق ۵۔ آزادئ رائے ۶۔ جان کا تحفظ ۷۔ اور مال کا تحفظ

---

1) http://en.uiibipedia.org/wike/bill-of-Rights , 28.06.2017

2) Human Rights, promotion and protection, Anmol publications pvt ltd, Lahore, 1997,p:67

یہ سلنڈر آج بھی برٹش میوزیم میں موجود ہے اور اس کی ایک نقل (UNO) کے ہیڈ کوارٹر میں بھی موجود ہے۔اس سلنڈر کی مزید تفصیلات بائبل کی کتابوں عذرااور کرانیکلز میں موجود ہیں[1]۔

قبل از اسلام عرب اور انسانی حقوق:

عرب کا معاشرہ جو جاہلیت اور عصبیت کی عملی تصویر تھا مختلف گروہوں اور طبقات میں تقسیم تھا۔نسلی تفاخر اور برتری کا احساس اس معاشرے کا اساسی رویہ تھا۔کئی خاندان دوسرے خاندانوں کے ساتھ بہت سی رسوم اور عادات میں شرکت تک کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔اھلِ عرب کا یہ وطیرہ بن چکا تھا کہ وہ خود کو ہر جگہ ممتاز رکھنا اپنا حق سمجھتے تھے ۔میدان عرفات میں عام لوگوں کے ساتھ حاضری دینا اپنے لیے باعث عار گردانتے تھے۔ایک طبقہ آقاؤں، ظالموں اور جابروں، غاصبوں کا تھا اور دوسرا طبقہ کمزور، نحیف، غلاموں، مظلوموں اور بے کسوں کا تھا اوران کو بنیادی انسانی حقوق تک حاصل نہیں تھے۔

جنگل کا قانون تھا" جس کی لاٹھی اس کی بھینس" جاری وساری تھا، امن، معاشرے سے مفقود ہو چکا تھا۔پورا معاشرہ بدامنی وبے اطمینانی کا شکار ہو چکا تھا۔عورت کی معاشرے میں کوئی عزت نہ تھی۔وراثت دینا تو دور کی بات خود عورت کو ہی مال وراثت سمجھا جاتا تھا، والد کی موت کے بعد حقیقی ماں کے علاوہ ماں کے علاوہ باپ کی سب بیویاں بڑے بیٹے کی ملکیت میں آجاتی تھیں۔

نکاح کی کوئی حد نہ تھی۔ایک ایک وقت میں بیسیوں خواتین کے ساتھ نکاح کرلیتے تھے۔طلاق محبوب مشغلہ بن چکی تھی۔بیک وقت دو بہنوں سے نکاح کرنا معیوب نہ خیال کیا جاتا تھا۔عورت کو کوئی معاشرتی، اخلاقی و معاشی حقوق حاصل نہیں تھے۔عورت کا حق مہر اس کے باپ کو ملتا تھا۔مجموعی طور پر عورت بدترین مخلوق اور ہر قسم کے ظلم وستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لڑکی پیدا ہوتی تو اہل خانہ غصے اور نفرت سے سرخ وسیاہ ہو جاتے، شرم کے مارے لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے، یہاں تک کہ بیٹیوں کو بچپن میں ہی زندہ در گور کر دیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی قران پاک میں یوں منظر کشی کی ہے:

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُه مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴾[2]

ترجمہ: اور (صورتحال یہ ہے کہ) جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی بشارت ملتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے وہ غصہ پی کر رہ جاتا ہے.

---

[1]) Henry Robertson John Grahm' Memlls, Human Rights in the World, Manchester University Press, 1996, P: 86

۱) سورۃ الروم:۳۰/ ۵۸-۵۹

عربوں میں اخلاقی پستی عروج پر تھی، عفت، عصمت، تہذیب و شرافت کے تصورات قصہ پارینہ بن چکے تھے۔ معمولی معمولی سی بات پر لڑنے اور مر مٹنے کو اپنے لیے باعثِ اعزاز سمجھتے تھے۔ جنگ وجدال کے اس ماحول میں لڑنا، مرنا، جاہلیت کا شرف اور قبیلے کی آن سمجھی جاتی تھی۔ اسیرانِ جنگ کا ایک عضو کاٹ کر اور انہیں مسلسل اذیت میں مبتلا کر کے مار دیا جاتا تھا۔ دشمنوں کا جگر نکال کر کچا چبالیا جاتا تھا۔

جاہلیت کی جنگوں اور خون ریزیوں کو مؤرخین "ایام العرب" کا نام دیا ہے جن کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔

میدانی نیشاپوری المتوفی ۵۱۸ھ نے "کتاب الامثال" میں ان جنگوں میں سے ۱۳۲ جنگوں کے نام گنوائے ہیں۔

معروف محقق " تاریخ الجاہلیۃ" کے مؤلف ڈاکٹر عمر فروخ نے زمانہ جہالت کی جنگوں پر نہایت مدلل اور علمی و تحقیقی بحث کی ہے، لکھتے ہیں:

" اما عدد ایام العرب فعظیم جدا لا یمکن انه یدخل تحت الحصر"[1]

ترجمہ: جاہلیت کی جنگیں اتنی زیادہ ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

ذلک لان حیاة العرب الاقتصادیة کانت قائمة فی الحقیقة علی العدو، و کان هذا العدو متصلا[2]

ترجمہ: اس بنا پر یہ عرب جاہلیت کی اقتصادی زندگی در حقیقت جنگوں کے گرد گھومتی ہے اور یہ جنگیں مسلسل اور پے در پے تھیں۔

قرآن حکیم نے بڑے ہی جامع انداز میں ان کی مجموعی حالت کی تصویر کشی کی ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ﴾[3]

ترجمہ: خشکی اور تری میں ہر طرف فساد پھیل گیا تھا لوگوں کے ذاتی اعمال کے نتیجے میں۔

---

۲) تاریخ الجاہلیۃ، عمر فروخ، بیروت، دارالعلم، ۱۹۶۴ء، ص:۸۹

۳) ایضاً

[3]) سورۃ الروم: ۳۰/۴۱

فصل سوم:

اسلام میں اقلیتوں کے مذہبی حقوق

اقلیتوں کے مذہبی حقوق:

اسلامی ریاست میں مقیم غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ معاملات کا اساسی اصول یہ ہے کہ چند متعین امور کے علاوہ انہیں مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہیں اور چند مستثنیات کے علاوہ ان پر مسلمانوں کی سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ زندگی سے متمتع ہونے اور کسب معاش کے بہترین مواقع ان کو میسر ہوتے ہیں جن کا تفصیلی جائزہ ان فصول میں لیا گیا ہے۔

مذہبی حقوق:

اسلامی ریاست میں بسنے والی تمام غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کو یقینی بنائے گی اور انہیں اپنے مذہبی مراسم اور قومی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہو گی۔ اسلامی ریاست میں کسی بھی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل اور اپنے طریقے پر عبادت کرنے اور اپنی عبادت گاہیں قائم کرنے کا حق عطا کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات احترام آدمیت اور احترام مذہب پر مبنی ہیں۔ اسلام تمام مذاہب خواہ الہامی ہوں یا غیر الہامی سب کو امن کے ساتھ زندہ رہنے کا حق دیتا ہے۔ اسلام نے اقلیتوں کو جو حقوق عطا کیے ہیں ان میں کمی نہیں کی جا سکتی اگرچہ اسلامی ریاست حالات اور ضرورت کے تحت مراعات اور آزادی میں اضافہ کر سکتی ہے۔ اسلام سے قبل اقلیتوں کیساتھ بہت ظالمانہ اور عدم مساوات پر مبنی سلوک کیا جاتا تھا۔ اقلیتیں اکثریت کے زیر تسلط زندگی گزارتیں اور انھیں عملاً کوئی حقوق حاصل نہیں تھے۔ عیسائی سلطنت جن علاقوں کو فتح کرتی تو وہاں کی عوام کیلئے دستور تھا یا تو وہ عیسائیت قبول کر لیں یا موت، قبول مسحیت سے انکاری افراد کیلئے ذبح خانے قائم کر دیے جاتے۔ اسلام سے قبل اقلیتوں کی حالت بہت ابتر تھی خصوصاً مفتوحین پر مذہب کے نام پر بہت مظالم ڈھائے جاتے اور فاتحین کا مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا۔

اسلام سے قبل مذہبی آزادی کا تصور نہیں تھا فاتح اقوام مفتوحین کی مذہبی آزادی صلب کر لیتی تھیں اور انھیں فاتحین کے مذہب کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا۔

ایران نے جب ۶۱۵ء میں بیت المقدس کو فتح کیا تو سینٹ ہلنا اور قسطنطین کے عظیم الشان کینسوں کو آگ لگادی اور ۹۰ ہزار عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان کے معابد میں موجود قیمتی اشیاء کو لوٹ لیا۔[۱]

اسی طرح ایران کا رویہ بھی مسیح رعایا سے ہمیشہ ظالمانہ رہا۔ ۳۳۹ء میں شاپور ذوالاکتاف نے بشپ مار شیوں اور دوسرے پادریوں کو قتل اور بہت سے مسیح کینساؤں کو منہدم کر دیا۔[۲]

یہ تھی اسلام سے قبل اقلیتوں کی حالت زار، اسلام نے نہ صرف انکو مکمل مذہبی آزادی فراہم کی بلکہ مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لئے تحفظ کو یقینی بنایا اور انکو اس قدر مذہبی آزادی عطا کی کہ اس سے قبل اسکی مثال نہیں ملتی اسلام نے اس قدر مذہبی آزادی عطا کی ہے کسی بھی دین ومذہب سے تعلق رکھنے والا فرد اپنے عقیدہ پر کاربند رہ سکتا ہے اور اسے اپنا دین چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کیلئے کسی طرح کا دباؤ ڈالا نہیں جاسکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ﴾۔[۳]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے"۔

قرآن حکیم نے یہ ضابطہ بنادیا ہے کہ کسی بھی شخص پر دین قبول کرنے کے معاملے میں جبر نہ کیا جائے۔ کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اگر ایک شخص دل سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور محمد ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتا تو اسکو قبول اسلام پر مجبور کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جب حق بات واضح ہو جانے کے باوجود خدا نے اسکی آنکھ، کان اور زبان پر مہر لگادی ہے اور وہ حق کو قبول کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتا تو ایسے شخص کا مجبوراً اسلام میں داخل ہونا چنداں مفید نہیں۔

اسلام تمام مذاہب کے معابد کی حفاظت کی تعلیم دیتا ہے اور جہاد کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاد کے ذریعے مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کو محفوظ بنادیتا ہے۔

فرمان الٰہی!

" اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا "[۴]

---

۱) الجہاد فی الاسلام، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص: ۳۰۷

۲) ایضاً

۳) سورۃ البقرہ: ۲/۲۵۶

۴) سورۃ الحج: ۲۲/۴۰

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا زور ایک دوسرے کے ذریعے نہ گھٹاتا تو گرجے، کنائس، عبادت خانے اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے منہدم ہو گئے ہوتے۔

قرانِ مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا

﴿ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴾۔[1]

ترجمہ: اور اگر انحضور ﷺ کا رب چاہتا تو ضرور سب کے سب لوگ جو زمین میں آباد ہیں ایمان لے آتے (جب رب نے انہیں جبراً مومن بنانا) تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں؟۔

عقیدے کی آزادی کے متعلق اسلام نے محض جبر ہی سے نہیں روکا بلکہ یہ بھی حکم دیا ہے کہ دوسروں کے معبودوں کو برا بھلا کہہ کر ان کی دل آزاری بھی نہ کی جائے۔

﴿وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾۔[2]

ترجمہ: اور اللہ اگر چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر پاسبان ہیں"۔

بلکہ حضور ﷺ کو اللہ پاک نے یہاں تک فرمایا:

﴿ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ، لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ ۔[3]

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) نصیحت کیے جاؤ بس نصیحت ہی کرنے والے ہو کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں۔

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ﴾ ۔[4]

ترجمہ: اور فرما دیجئے کہ یہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پس جو چاہے ایمان لے آے اور جو چاہے انکار کر دے بے شک ہم نے ظالموں کے لئے (دوزخ کی) آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی دیواریں اسے گھیر لیں گی۔

---

۱) سورۃ یونس:۱۰/۹۹

۲) سورۃ الانعام:۶/۱۰۷

۳) سورۃ الغاشیۃ:۸۸/۲۱-۲۲

۴) سورۃ الکہف:۱۸/۲۹

اِن تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے دین کے معاملے میں غیر مسلوں کو مکمل آزادی عطا کی ہے ہر طرح کے جبر سے انھیں محفوظ رکھا ہے۔ اسلامی تاریخ میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کبھی مسلمانوں نے کسی بھی غیر مسلم کو امجبور کیا ہو کہ وہ اسلام قبول کرے۔

حضور، نبی رحمت ہیں محمد ﷺ کی پوری حیات طیبہ اور سیرت مقدسہ عفوودرگزر، رحمت ورعفت اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے۔ انسانیت کے محسن اعظم، رحمت مجسم نے غیر مسلم اقوام اور اقلیتوں کیلئے مراعات، آزادی اور مذہبی رواداری پر مبنی ہدایات اور عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں روافرمائے جب لوگ مذہبی آزادی ورواداری سے ناآشنا تھے۔ حضور ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد مدینہ میں رکھی تو مدینہ میں آباد مختلف مذاہب اور مختلف نسلوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں کے ساتھ ایک معائدہ کیا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ اس میثاق میں حضور ﷺ نے نہ صرف ریاست کے مسلم شہریوں کے حقوق ومفادات کا خیال رکھا بلکہ غیر مسلم (اقلیتوں) کے حقوق کو بھی تحفظ فراہم کیا۔ اقلیتوں کیلئے باقاعدہ قانونی و آئینی اقدامات وضع کیے گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

« لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وللمسلمين دينهم »۔[1]

ترجمہ: یہود اپنے دین کے مطابق زندگی گزاریں گے اور مسلمان اپنے دین کے مطابق۔

ریاست مدینہ کے آئین میں یہود قبائل: بنی نجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی شطنہ کا فرداً فرداً تذکرہ کیا گیا کہ تمام قبائل کو مذہبی آزادی کا آئینی تحفظ حاصل ہوگا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جب نجران کے عیسائیوں کیساتھ معاہدہ کیا تو عیسائیوں کو بھی مکمل مذہبی آزادی عطا کی۔ معاہدے میں درج تھا:

«وعلى ان لا يغيروا اسقفا من سقيفاه ولاواقها من وقيهاولا راهبا من رهبانية»۔[2]

ترجمہ: نہ تو ان کا کوئی اسقف اپنی اسقفی سے، نہ وقف کرنے والا اپنے وقف سے اور نہ کوئی راہب اپنی رہبانیت سے ہٹایا جائے گا۔

حضور ﷺ نے یہودیوں کے بعد عیسائیوں کو بھی تحریری شکل میں آئین کے مطابق مکمل مذہبی تحفظ فراہم کر کے احساس دلا دیا کہ اسلام غالب آنے کے بعد بھی اپنی غیر مسلم رعایا کے مذہبی معاملات میں مداخلت پسند نہیں کرتا بلکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہب اور عقیدہ کے مطابق عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی کا حق دیتا ہے۔

---

۱) السيرة النبوية والتاريخ الإسلامي، عبد الشافي محمد عبد اللطيف، الناشر: دار السلام–القاهرة، الطبعة: الأولى– ۱۴۲۸ھ، ۱/۱۴۲

۲) کتاب الاموال، ص:۲۴۵

فتح مکہ کے بعد نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسجد نبوی میں انکو ٹھہرایا دوران گفتگو انکی عبادت کا وقت ہو گیا وہ لوگ کھڑے ہوئے اور مسجد نبوی میں ہی مشرق کی طرف منہ کر کے نماز اد اکرنا شروع کر دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے ان کو روکنا چاہا لیکن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے صحابہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا اور انہیں سکون سے نماز ادا کرنے دی۔

« لما قدموا على النبى فدخلوا عليه فى مسجده حين صلى لعصر وقد حانت صلاتهم، فقاموا فى مسجد رسول الله يصلون، فقال رسول الله" دعوهم " فصلوا الى المشرق » ؎[1]

ترجمہ: جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس مسجد نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں پہنچا اور عصر کا وقت ہو گیا۔ چونکہ یہ ان کی عبادت کا وقت تھا لہذا یہ لوگ وہیں کھڑے ہو کر عبادت کرنے لگے۔ صحابہ نے انھیں روکنا چاہا لیکن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ ان لوگوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے عبادت کی۔

علامہ ابن قیمؒ کا فتوی ہے کہ اہل کتاب مساجد میں بوقت ضرورت داخل ہو سکتے ہیں اور عبادت کر سکتے ہیں۔

« وفيها جواز دخول اهل الكتاب مساجد المسلمين وفيها تمكين اهل الكتاب من صلاتهم بحضرت المسلمين وفى مساجدهم ايضا اذا كان ذلک عارضا ولا يمكنوا من اعتبار ذلک»۔ ؎[2]

ترجمہ: اور اس میں اہل کتاب کے لئے مساجد میں داخل ہونے کا جواز موجود ہے اور ان کے لئے جائز ہے کہ وہ مسلمانوں کی موجودگی میں ان کی مساجد میں نماز ادا کر سکتے ہیں اس صورت میں جب ان کی نماز کا وقت ہو جائے اور ان کی عبادت گاہ قریب نہ ہو۔

لیکن یہ حکم عام نہیں عبادت صرف انتہائی مجبوری میں کر سکتے ہیں جب ان کی عبادت کا وقت ہو جائے اور ان کی معابد نزدیک نہ ہوں۔ یعنی اسلام فاتح ہونے کے باوجود اقلیتوں کیساتھ اس قدر رواداری سلوک کرتا ہے کہ وہ مساجد کو اپنی عبادت گاہ کے طور پر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولید نے اہل عانات سے جو معاہدہ کیا اس میں بھی ان کو مکمل مذہبی آزادی اور مذہبی مراسم اور قومی شعائر ادا کرنے کی اجازت دی۔

« لا يهدم لهم بيعة ولا كينسة على ان يضربوا نواقسهم فى اى ساعة شاء وامن ليل او نهار الا فى اوقات الصلوات» ۔ ؎[3]

---

۱) السیرۃ النبویۃ، ۲/۲۰۹

۲) زاد المعاد، ۲/۳۹

۳) کتاب الخراج (المرجع السابق)، ص: ۱۵۵

" اہل عانات کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کیے جائیں گے، وہ ہماری نماز پنجگانہ کے اوقات کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجاسکتے ہیں"۔

اسلام غیر مسلم اقلیتوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی مذہبی رسومات کو آزادی سے ادا کرسکتے ہیں اور خالصتاً اسلامی شہروں کے وہ اپنے شہروں میں اپنے مذہبی شعائر کا اظہار بھی کرسکتے ہیں۔

امام کاسانی اس ضمن میں لکھتے ہیں۔

« لا يمنعون من اظهار شئى مما ذكرنا من بيع الخمر والخنزير والصليب وضرب الناقوس فى قرية اوموضع ليس من امصار المسلمين ولو كان فيه عدد كثير من المسلمين وانما يكره ذلك فى امصار المسلمين » ۔[1]

ترجمہ: جو بستیاں امصار مسلمین میں سے نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو شراب وخنزیر بیچنے، صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا۔ خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی کثیر تعداد موجود ہو البتہ یہ افعال امصار مسلمین میں ناپسندیدہ ہیں۔

احناف کے نزدیک وہ امصار جن کو غیر مسلموں نے آباد کیا ہے ان میں وہ اپنے شعائر کا اظہار کرسکتے ہیں مثلاً

اقرار غيرالمسلمين المقيمين فى دار الاسلام على دينهم والسماح لهم بممارسة شعارهم-

۱) صلیب نکالنا اوناقوس بجانا:

اظهار ما قد ردّه الشرع من قولهم فى عزير و المسيح ابن الله و كذا اظهار شركهم كقولهم: الله ثالث ثلاثة-

ترجمہ: اس چیز کا اظہار جسے شرع نے رد کیا ہے جبکہ ان کا کہنا کہ حضرت عزیر اور عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہہیں اور شرک کا ظہار کرتا جیسے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تین کا مجموعہ ہے۔

۲) حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہنا یعنی شرک کا اظہار۔

۳) اظہار تلاوت مانسخ من كتبهم

یعنی ان کی کتاب میں جو چیزیں منسوخ ہوچکی ہیں ان کی کھلے عام تلاوت کرنا۔

۴) اظہار خمورهم وخنازير هم بان يظهر وابيعها

---

۱) الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، (۵۸۷ھ) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، المطبعة ایچ. ایم. سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ، ۷/ ۱۳

ظاہراً شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت کرنا۔

۵) وعند هم قول يمنع ذلک فی القری التی غالب اهلها المسلمون يسكنها غير المسلمين قليل۔[1]

ترجمہ: جہاں مسلمان غالب ہوں اور غیر مسلم بطور اقلیت رہتے ہوں۔

احناف کے نزدیک امصار مسلمین میں غیر مسلم ان چیزوں کا اظہار نہیں کر سکتے۔

اور شوافع کے نزدیکان کی تفصیل یہ ہے:

« واما الشافعية عندهم بالا انفراد السكنیٰ والصلح علی الا ظهار فاذ انفرد غيرالمسلمين فی قريةلهم لم يكن لا مام منعهم من الاظهار، ويستوی فی هذا ان تكون من بلا دالصلح اوبلا العنوة، لان الممنوع هو الا ظهار فاذا انفرد اهل الذمة فی قرية لهم لم يكن من الامام منعهم من الاظهار » ۔[2]

ترجمہ: شوافع کے نزدیک جب ذمی ایسی بستیوں میں رہتے ہوں جو صرف اھل ذمہ پر مشتمل ہوں اور صلح کے وقت انھوں نے اپنے شعائر کے اظہار پر صلح کی ہو تو امام ان کو کسی صورت بھی ان چیزوں کے اظہار سے روک نہیں سکتا چاہے وہ بلاد صلح ہوں یا عنوۃً فتح ہوئے ہوں، جب وہ اپنے امصار میں ہوں تو ان کو جیسے اپنے گھروں میں اور عبادت خانوں میں ان کے اظہار سے منع نہیں کیا جا سکتا۔

اور حنابلہ کے نزدیک بلاد صلح اور عنوۃً میں فرق کچھ یوں ہے۔

« فامابلاد العنوة فيمنعون اظهار ذلک فيها با طلاق۔ واما ان صولحوا علی بلاد هم و فی مدنهم فلا يمنعون صولحوا بلا شرط حملو علی ما شرطه عمر وهم منهم من ذلک» ۔[3]

"جو شہر عنوہ فتح ہوئے ہوں تو میں وہ مطلقاً ان شعائر کا اظہار نہیں کر سکتے اور معاہدہ صلح کے ذریعہ ماتحت والے شہروں میں ذمیوں کو ان شعائر کے اظہار سے منع نہیں کیا جائے گا اور اگر بغیر شرط کے

---

۱) الشیبانی، محمد بن الحسن، الامام، (م ۱۸۹ھ) شرح کتاب السیر الکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۷ء، ص: ۴/ ۱۵۳۳

۲) ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد المقدسی، المغنی، دار العلم الکتب، المملکۃ السعودیۃ العربیۃ، ۱۹۹۵ء، ۴/ ۲۵۷

۳) احکام اهل الذمۃ، ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر (م ۷۵۱ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء، ص: ۷۱۶-۷۱۷

صلح ہوئی ہو تو ان پر بھی حضرت عمر نے جو شرط عائد کی وہ نافذ ہو گی کہ وہ ان چیزوں کا اظہار نہیں کریں گے"۔

مالکیہ اور زیدیہ کے نزدیک:

« یمنع غیر المسلمین من اظهار ما ذکر ولم یفرقوا فی ذلک بین ما فتح عنوة او فتح صلحا و بین مصر او غیره واستثنیٰ المالکیة اظهار ذلک فی مجلس خاص۔۔۔التی لایدخلها المسلمون و بیوتهم فلا ینعرض لهم فی ذلک » ۔[1]

ترجمہ: غیر مسلموں کو اظہار سے منع کیا جائے گا چاہے وہ بذریعہ صلح فتح ہوئے ہوں یا عنواً، چاہے شہر ہو یا بستی مالکیہ کے نزدیک اگر وہ ان کا اظہار اپنی خاص مذہبی مجلس جس میں مسلمان شامل نہیں ہوتے یا اپنے گھروں کے اندر تو ان کو منع نہیں کیا جائے گا۔

پس اس بات پر سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ امصار مسلمین میں غیر مسلموں کو اعلانیہ ان چیزوں کے اظہار کی اجازت نہیں ہے۔ جیسے مدینہ منورہ، طائف، یمن، کوفہ، مکہ اور بصرہ وغیرہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب حضرت اسامہؓ کی نگرانی میں لشکر کو الوداع کرتے وقت جو ہدایات دیں تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی۔

« وسوف تمرون با قوام قد فرغوا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ فَدَعُوهُمْ» ۔[2]

ترجمہ: تمہارا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہو گا جنہوں نے خود کو عبادت کے لیے گرجوں میں وقف کر رکھا ہے۔ اپ لوگوں کو چاہیے کہ ان کو ان کے حال پہ چھوڑ دینا۔

یعنی اسلام حالت جنگ میں بھی غیر مسلموں کے مذہبی حقوق کا اس قدر خیال رکھتا ہے کہ جو لوگ عبادت گاہوں سے منسلک ہیں ان سے کسی قسم کا تعارض نہ کیا جائے گا۔ امام ابو عبید نے اہل صلح کے متعلق اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ معاہدہ کی رو سے اقلیتوں کے جو حقوق تسلیم کر لیے جائیں ان میں کسی کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

« وَأَمَّا الْبِلَادُ الَّتِي لَهُمْ فِيهَا السَّبِيلُ إِلَى ذَلِكَ، فَمَا كَانَ مِنْهَا صُلْحًا صُولِحُوا عَلَيْهِ، فَلَنْ يُنْزَعَ مِنْهُمْ » ۔[3]

---

۱) القرافی، شهاب الدین ابو عباس بن عبد الرحمن، الامام، الذخیرة، مطبعة دار المعرفة، بیروت، س.ن، ۱۲۷/۲

۲) تاریخ الطبری: ۸۹/۳

۳) کتاب الاموال، ص:۱۰۰

ترجمہ: وہ شہر جن میں ان کو اپنے مذہبی مراسم کے علی الاعلان ادا کرنے کا حق ہے تو وہ نہیں جو صلح کے ذریعے سے فتح ہوں جو باتیں ان کیلئے صلح میں تسلیم کرلی گئی ہیں ان سے واپس نہیں لی جائیں گی۔

خلفہء ثانی کے دورِ خلافت میں اقلیتوں کو اسلامی ریاست میں مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی امام ابو عبید نے حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بزور شمشیر فتح کیے ہوے شہروں کی لمبی فہرست کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

«فَهَذِهِ بِلَادُ الْعَنْوَةِ وَقَدْ أُقِرَّ أَهْلُهَا فِيهَا عَلَى مِلَلِهِمْ وَشَرَائِعِهِمْ » ۔[1]

ترجمہ: یہ سارے شہر بزور شمشیر فتح ہوئے ہیں اور ان میں ان کے باشندوں کو ان کے مذہب وشریعت کی پوری آزادی کے ساتھ بسنے کی اجازت تھی۔

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ غیر مسلموں کے شخصی معاملات میں ان کے مذہبی قانون کو مد نظر رکھا جائے گا۔اس حوالے سے اسلامی قانون کے مطابق ان سے برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔ اسلام اس قدر اقلیتوں کے ساتھ وسعت قلبی کا درس دیتا ہے کہ وہ افعال جو اسلامی نقطہ نگاہ کے اعتبار سے گناہ ہیں اور جائز نہیں لیکن اگر ذمیوں کے مذہب میں وہ جائز ہیں تو انھیں ان سے روکا نہیں جائے گا اور نہ ہی ایسا فعل کرنے والے ذمی کو مستوجب سزا ٹھہرایا جائے گا۔بلکہ انھیں اپنے مذہبی عقائد کے مطابق عمل کرنے کی مکمل آزادی ہو گی۔

چنانچہ اگر کوئی مجوسی بغیر گواہ کے نکاح کرتا ہے یاماں، بہن یا بیٹی سے نکاح کرلے تو اسکے اس عمل پر اسے سزا نہیں دی جائے گی۔ایک دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے دور حکومت میں حسن بصری سے پوچھا کہ خلفائے راشدین نے اہل ذمہ کو نکاح محرمات کے بارے میں کیوں آزاد چھوڑ دیا کیونکہ یہ فعل فطرت سلیمہ کے بالکل برعکس ہے آپ نے شاید اس پر پابندی لگانے کا ارادہ کیا تو حضرت حسن بصری نے آگے سے جواب دیا:

« انما بذلوا الجزية ليتركوا على ما يعتقدون وانما انت متبع ولا مبتدع»۔[2]

ترجمہ: انھوں نے جزیہ اسلیئے دیا ہے کہ ان کو ان کے اعتقادات پر چھوڑ دیا جائے اور آپ تو (خلفائے راشدین کی) پیروی کرنے والے ہیں نہ کہ نئی راہ نکالنے والے ہیں ۔

اسلام دین کے معاملے میں اہل ذمہ کو آزادی کا حق دیتا ہے کہ وہ اپنے دین کے متعلق زندگی بسر کریں احناف اور مالکیہ کے نزدیک ذمی اپنی مرضی سے اپنا دین چھوڑ کر دوسرا مذہب بھی اپنا سکتا ہے اس بات پر سب فقہاء متفق ہیں کہ ذمی کو اجازت ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اسلام قبول کرے تو اس سے جزیہ وغیرہ بھی ساقط ہو جائے گا لیکن اس بارے میں فقہا

---

۱) ایضاً،ص:۱۰۳

۲) المبسوط، السرخسی، محمد بن ابو سھیل، (۹۰ ھ)، دار المعرفۃ بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ، ص:۳۸/۵

کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا ذمی اپنی مرضی سے اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب قبول کر سکتا ہے
۔

احناف کے اور مالکیہ کے نزدیک وہ بھی مذہب قبول کرنے میں آزاد ہے۔

« یقولون باقرارھم مطلقا سواء انتقلوا الی دین کتابی اوغیرہ وسواءً انتقلو الی دین مساواً لد ینھم او ادنی منہ او اعلی لان الکفر ملة واحد ة»۔[1]

ترجمہ: مالکیہ کے نزدیک ذمی چاہے اہل کتاب یا اس کے علاوہ کوئی مذہب اپنا لے چاہے وہ دین اس کے سابقہ دین کے مساوی ہو یا ادنیٰ ہو یا اعلیٰ ہو اسے اجازت ہے کیونکہ سارا کفر ایک ہی جماعت ہے۔

احناف بھی کہتے ہیں:

« جواز تبدیل الذمی دینہ بدین آخر غیرالاسلام» ۔[2]

ترجمہ: ذمی اپنا دین چھوڑ کر اسلام کے علاوہ دین قبول کرنے میں بھی آزاد ہے۔

یعنی اسلام دین کے معاملے میں اہل ذمہ کو مسلمانوں سے بھی زیادہ آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام یا اسکے علاوہ کسی بھی مذہب کو قبول کرنے میں آزاد ہیں جبکہ مسلمان اگر اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو قرآن وسنت کے مطابق اسکی سزا قتل ہے۔

عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت کا حق:

اپنے معابد کی دیکھ بھال اور حفاظت کرنا ایک فطری عمل ہے اور ہر مذہب اپنے پیروکاروں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنے معابد کی تعمیر و ترقی اور تزئین وآرائش کا خیال رکھیں تاکہ عبادت کیلئے آنے والے افراد کو کسی قسم کی کوفت نہ ہو اور وہ پوری دلجمعی اور سکون واطمینان کیساتھ عبادت کریں۔ لیکن ادیان عالم میں اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ نہ صرف اپنے معابد کی حفاظت کی تعلیم دیتا ہے بلکہ دوسرے ادیان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کو اپنی مساجد سے بھی مقدم رکھتا ہے۔ قرآن حکیم بھی اسلامی ریاست کے اندر بسنے والی اقلیتوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق غیر مسلموں کے عبادت خانوں کو قدرتی آفات یا دیگر وجوہ سے نقصان پہنچے تو اسلام انھیں اپنی عبادت گاہوں کی مرمت اور تعمیر نو کی اجازت دیتا ہے۔

« فان ھدمت کنیسة من کنائسھم القدیمة، فلھم ان یبنوھا کما کانت» ۔[3]

---

۱) القوانین الفقھیة، ابن جزی الغرناطی، (م ۷۴۱ھ)مطبعة الامنیة بالرباط، ۱۹۵۸ء، ص ۳۹۰

۲) البحر الذخائر، احمد بن یحیی، المرتضی، (م ۸۴۰ھ)، مطبعة موسسة الرسالة، بیروت، ۳۶۹/۶

۳) شرح کتاب السیر، ۲۶۴/۱، ۱۱

ترجمہ: اگر اقلیتی طبقے کی عبادت گاہ کو نقصان پہنچے تو ان کو اجازت ہے کہ اس کی اسی طرز پر تعمیر کر لیں جیسی وہ تھی۔

« ویجوز ان یبنوا ما استهدم من بیعهم وکنائسهم العتیقة» ۔[1]

ترجمہ: اور (غیر مسلموں) کیلئے جائز ہے کہ اگر ان کے عبادت خانے منہدم ہو جائیں تو وہ ان کو دوبارہ تعمیر کر سکتے ہیں۔

امام ابوالحسن الماوردیؒ کے نزدیک بھی اگر اسلامی ریاست کی غیر مسلم رعایا کی عبادت گاہ کسی وجہ سے مہندم ہو جائے تو ان کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کو دوبارہ تعمیر کر لیں۔

امام ابویوسفؒ نے اپنی کتاب میں ابن عباسؓ کی رائے یوں نقل کی ہے۔

امامصر مصرةالعرب فلیس لهم ان یحد ثوافیه بناء بیعة ولا کنسیة ولا یضربوا فیه بنا قوس ولا یظهروا فیه خمراً ولا یتخذوا فیه خنزیراً وکل مصرکانت العجم مصرته ففتحه الله علی العرب فنزلوا علی حکمهم فللعجم مافی عهدهم وعلی العرب ان یوفوا لهم بذلک۔[2]

ترجمہ: جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں کو حق نہیں ہے کہ نئے معابد و کنائس تعمیر کریں، ناقوس بجائیں یا اعلانیہ شراب یا سور کا گوشت بیچیں۔ باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں کے آباد کیے ہوئے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح کیا ہے اور انھوں نے مسلمانوں کے حکم کی اطاعت قبول کر لی تو عجم کیلئے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدے میں طے ہو جائیں اور مسلمانوں پر ان کا ادا کرنا لازم ہے۔

یعنی وہ شہر جن کو مسلمانوں نے خود آباد کیا ہو تو وہاں امام کی اجازت کے بغیر نہ ذمی قیام پذیر ہو سکتے ہیں اور نہ ہی وہاں اپنے معابد تعمیر کر سکتے ہیں کیونکہ وہ شہر خالص اسلامی ہیں لیکن وہ شہر جن کو عجموں نے آباد کیا اور وہ بزور شمشیر یا صلح کے ذریعے انھوں نے اسلامی ریاست کی اطاعت قبول کر لی تو ان کیلئے وہی حقوق ہیں جو دوران معاہدہ طے پائے اگر انھوں نے اس بات پر صلح کی کہ عبادت خانے تعمیر کر سکتے ہیں اور مذہبی شعائر کا اپنے علاقوں میں اظہار کریں گے تو ان کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شہروں میں بوقت ضرورت اپنے معابد تعمیر کر سکتے ہیں اس سے انھیں روکا نہیں جاسکتا جو معاہدہ میں طے پاچکا ہو۔

---

۱) الاحکام السلطانیۃ، ابویعلی، محمد بن الحسن الفراء الحنبلی، قاضی، (۴۵۸ھ)، مطبعۃ دار نشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور، س.ن، ص:۱۴۶

۲) کتاب الخراج، ص:۱۴۹

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو آپ نے وہاں مسلمانوں کیلیئے مسجد تعمیر کرنے کا اردہ ظاہر کیا تو ایک راہب نے آپ سے کہا۔

« ان بيت لحم حنية منية على قبلتكم فاجعلها مسجداً للمسلمين ولا تهدم الكنسية فعفاله عن الكنيسة وصلى النصارى اسراجها» ۔[1]

ترجمہ: بیت اللحم میں ایک محراب ہے جس کا رخ آپ کے قبلے کی طرف ہے، اسے آپ مسلمانوں کیلیئے مسجد بنائیں گرجا منہدم نہ کریں۔ آپ نے گرجا چھوڑ کر محراب کے پاس جاکر نماز پڑھی۔

خلفائے راشدین نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ اسلام فاتح ہونے کے باوجود مفتوحین کے مذہب اور ان کی عبادت گاہوں کے احترام کا درس دیتا ہے۔ اسلام غیر مسلموں کو ان کے عقائد کی پیروی کرنے کی اجازت دیتا ہے اور ان سے تعرض نہیں کرتا۔ اگر کسی مقام پر غیر مسلموں کی آبادی زیادہ ہو اور موجود عبادت گاہ ان کے لئے کم پڑھ جائے تو حاکم انہیں نئی عبادت گاہ تعمیر کرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ تاریخ اسلام سے ہمیں اس چیز کا ثبوت ملتا ہے۔

«وقد بنت عدة كنائس فى مصر مثل كنيسة (مارمرقص) بالا سكندرية مابين عام ۳۹،۵۲ ہجری، كمابنيت اول كنيسة بالفسطاط فى حارة الروم فى ولاية مسلمة بن مخلد على مصر بين عامى ۴۷،۶۸ ہجری، كما سمع عبدالعزيز بن مروان حين انشاء مدينة حلوان ببناء كنيسة فيها » ۔[2]

ترجمہ: پہلی صدی ہجری میں مصر میں کئی گرجا گھر مسلمانوں کے دور حکومت میں تعمیر کیے گئے مثلا "اسکندریہ کا گرجا گھر" "مارمرقس" یہ گرجا گھر ۳۹ھ سے ۵۶ھ کے درمیان مسلم دور میں تعمیر ہوا۔ روم کا پہلا گرجا گھر بھی مسلمہ بن مخلد کی حکومت میں مصر میں ۴۷ھ سے ۶۸ھ کے درمیان تعمیر ہوا۔ عبد العزیز بن مروان نے حلوان میں گرجا گھر کی تعمیر کے علاوہ راہبوں کو مزید خانقاہیں تعمیر کرنے کی اجازت دی۔

اسلام نے اقلیتوں کو اپنی عبادتگاہوں کے تحفظ کا حق دیا ہے اور کسی مسلم حاکم نے اس اصول کو پامال بھی کیا تو وہ اس کا ذاتی فعل تھا بعد میں انے والوں نے اس کو مستحسن نہیں سمجھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ ولید بن عبد الملک اموی نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو زبردستی عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کیا۔ فتوح الابلدان میں لکھا ہے :

---

۱) معجم البلدان، الحموی، شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ، قاھرہ، ۱۳۲۳ھ، ۱/۶۱۸-۶۱۹

۲) الاسلام واھل الذمۃ، الخربوطلی، علی حسن، الدکتور، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ، قاھرہ، ۱۹۶۹ء، ص:۱۳۹

« فلما استخلف عمر بن عبدالعزیز شکی النصاری الیه ما فعل الولید بھم کنیستھم فکتب الی عاملہ یامرہ برد ما زادہ فی المسجد» [1]

ترجمہ: جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو عیسا ئیوں نے اپ سے ولید کے کنیسہ پر کئے گئے ظلم کی شکایت پس اپ نے اپنے عامل کو خط لکھا اور اسے حکم دیا کہ مسجد کا وہ حصہ جو گرجا کی زمین پر تعمیر ہے اسے گرا کر عیسائیوں کو دے دیا جاے ۔

تو یہ تھی اسلام کی مذہبی رواداری کہ اگر کوئی مسلمان حکمران ذاتی طور پر اقلیتوں کے مذہبی امور یا عبادت گاہوں میں مخل ہو تا تو اس وقت کے آئمہ و علماء اس کو اس کام سے روک دیتے یا بعد میں آنے والا مسلم خلیفہ اپنے سے ما قبل خلیفہ کے غیر روادارانہ عمل کو روک دیتا اور اقلیتوں سے کی جانے والی زیادتی کا ازالہ کرتا تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ کبھی بھی اقلیتوں کے ساتھ لمبے عرصے تک ناانصافی پر مبنی سلوک نہیں کیا گیا۔

ضمیر اور اعتقاد کی آزادی

اسلامی ریاست میں ہر شخص کو ضمیر اور اعتقاد کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ آزادی ضمیر و اعتقاد کی صورتحال کا اندازہ اس مثال سے لگا سکتے ہیں۔ خلیفہ ء ثانی حضرت عمر کے غلام وسق رومی غیر مسلم تھے۔ حضرت عمر نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت کئی بار دی مگر انھوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ ہر بار اپ فرماتے: لااکرہ فی الدین مگر جب وفات سے پہلے اپ نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور کہا :

اِذھب این شئت [2]

ترجمہ: جہاں چاہتا ہے تو چلا جا۔

---

۱) بلازری، فتوح البلدان، ص:۱۵۰

۲) کتاب الاموال، ۱/ ۱۵۴۰

فصل چہارم:

اسلام میں اقلیتوں کے سیاسی حقوق

حضور ﷺ نے پہلی اسلامی و نظریاتی ریاست کی بنیاد مدینہ میں رکھی۔ مدینہ میں صرف مسلمان ہی آباد نہیں تھے بلکہ یہود بھی اسلام کی اس پہلی نظریاتی ریاست کے شہری تھے گویا اسلام کی یہ پہلی ریاست (pluralistic) تکثیری سوسائٹی تھی میثاق مدینہ میں دینی، مذہبی اور اعتقادی کے علاوہ سیاسی اور معاہداتی وحدت کا تصور بھی دیا گیا۔ یہ تصور سیاسی مفہوم کی ایک ایسی نئی توسیع تھا جس کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس معاہدہ میں اقلیتوں کو ہر طرح کے مذہبی، اخلاقی، اقتصادی، معاشی، معاشرتی وسماجی اور سیاسی حقوق عطا کیے گئے۔ اس معاہدے کے آرٹیکل نمبر تین کے تحت معاہدے میں شامل فریقوں کو برابری کی سطح پر حقوق عطا کر کے ایک سیاسی وحدت قرار دیا گیا۔

أَنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ [1]

"باقی دنیا کے لوگوں سے میثاق مدینہ میں شامل فریقوں کو الگ حیثیت حاصل ہو گی"۔

اس چارٹر کی شق نمبر تیس کے مطابق:

« و إن يهود بني عوف أمة مع المؤمنين، لليهود دينهم، و للمسلمين دينهم، مواليهم و أنفسهم، إلا من ظلم و أثم، فإنه لا يوتغ إلا نفسه، و أهل بيته» ۔

ترجمہ: "اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہو یا اصل ہو جو کوئی ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے گا تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا" [2]

حضور ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے وقت ہی یہ بات باور کرا دی کہ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو بھی سیاسی حقوق حاصل ہوں گے اور ریاست انھیں دوسرے درجے کا شہری خیال نہیں کرے گی۔

---

۱) السیرۃ النبویۃ والتاریخ الإسلامي، ۱/۴۲

۲) الاکتفاء بما تضمنہ من مغازي رسول اللہ ﷺ والثلاثۃ الخلفاء، ۱/۲۹۸، میثاق مدینہ، دنیا کا سب سے پہلا تحریری معاہدہ، طاہر القادری، منہاج القران پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص: ۵۳-۵۴

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ---﴾[1]

ترجمہ: لوگوں! ڈرو اس رب سے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا فرمایا۔

قرانی تعلیمات کے مطابق نسلی اعتبار سے سب انسان برابر ہیں اور انھیں برابر حقوق حاصل ہیں اسلام تفریق مذہب وعقیدہ کی بناپر کسی طبقے کو ان حقوق سے محروم نہیں کرتا۔ اسلام حدود قیود کے اندر رہ کر اقلیتوں کو سیاسی حقوق عطا کرتا ہے۔

مثلاً شہریت کا حق، رائے اور اجتماع کا حق، تقریر وتحریر کی آزادی کا حق، سرکاری عہدوں کی تولیت وانتخاب اور مجلس نیابت کا حق۔

شہریت وسکونت کا حق:

شہریت اور سکونت کے حق سے مراد ہے کہ غیر مسلموں کو دارالاسلام میں قیام، نقل وحرکت اور محل قیام کی آزادی حاصل ہے۔ جہاں وہ چاہیں رہائش پذیر ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ اہل دارلاسلام میں سے ہیں اور یہ ان کا حق ہے۔

ان دو مقامات کے علاوہ

(۱) حرم (۲) حجاز

الحرم: هو مكة وماطاف بهامن نصيب حرمها

ترجمہ: مکہ اور اس کا گردونواح حرم ہے۔

الحجاز: هو مكة والمدينة واليمامة وقراهاكا لطائف وخيبر۔[2]

ترجمہ: مکہ، مدینہ، یمامہ اور اس کے اس پاس کی بستیاں جیسے طائف اور خیبر ہیں۔

حرم سے مراد مکہ اور گردونواح اور حجاز سے مراد مکہ، مدینہ، یمامہ اور اس کی بستیاں جیسے طائف اور خیبر۔ فقہاء نے حرم اور حجاز میں غیر مسلموں کے قیام وسکونت پر اختلاف کیاہے،

ذهب الشافعيةوالحنابلة:

يمنع غيرالمسلمين فى الاقامة فى الحجاز خاصةوالحجازعندهم:

مكة والمدينة واليمامة ومنحاليفها اى قرارها الثلاثة كاالطائف والمكة والخيبر للمدينة وما الاهما۔[3]

---

۱) سورۃ النساء:۱/۴

۲) الاحکام السلطانیۃ، ص:۱۵۷

۳) المغنی، ۱۰/ ۶۶۴

ترجمہ: حنابلہ اور شوافع کے نزدیک غیر مسلموں کو حجاز میں سکونت اختیار کرنے سے روکا جائے گا۔ اور ان کے نزدیک حجاز سے مراد مکہ، مدینہ، یمامہ اور آس پاس کی آبادیاں ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

ان یجوز لغیرالمسلمین فی اقامة فی الحجاز الامکة ای حرم۔[1]

ترجمہ: حرمِ مکہ کے سوا وہ غیر مسلم حجاز میں سکونت اختیار کرسکتے ہیں ۔

اور اس کا تمام فقہاء نے قرآن حکیم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾[2]

ترجمہ: اے ایمان والو بے شک مشرک ناپاک ہیں اور وہ مسجد حرام کے پاس اس سال کے بعد نہ آئیں۔

ابن قیم کا قول ہے:

« جميع الصحابة و الا ئمة فهموا من قوله تعالى فلا يقربوا المسجدا لحرام بعد عامهم هذا ان المراد مكة كلها والحرم»[3]

اس سے مراد پورا مکہ اور حرم کعبہ ہے دوسری دلیل بخاری شریف میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ »[4]

ترجمہ: مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

دوسری حدیث ترمذی شریف میں حضرت عمر سے مروی ہے:

"أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَأُخْرِجَنَّ اليَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ، فَلَا أَتْرُكُ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا"[5]

ترجمہ: میں یہود و نصاری کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا اور اس میں صرف مسلمانوں کو رہنے دوں گا ۔

---

۱) الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، مکتبہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۸۰ھ، ۱۹/ ۱۹۲-۱۹۳

۲) سورۃ التوبہ: ۹/ ۲۸

۳) احکام اھل الذمۃ، ص: ۱۸۹

۴) الصحیح، البخاری، بشرح العینی، ۷/ ۱۹۵

۵) ترمذی، بشرح ابن العربی المالکی، المطبعۃ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ۷/ ۱۰۸

مندرجہ بالا دلائل قرآن وسنت سے ہیں، جن کو فقہاء نے دلیل بنایا ہے اس کے بعد تیسری دلیل حضرت عمرؓ کے فعل کو بنایا ہے، انحضور ﷺ نے یہود و نصاری کو حجاز سے جلا وطن کیا اور یہ کام صحابہ کرام کی مشاورت سے کیا اور تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کیا۔ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جزیرہ عرب سے مراد حجاز ہے کیونکہ یمن میں ذمیوں کو نہ حضور ﷺ نے جلاوطن کیا نہ تینوں خلفاء راشدین میں سے کسی نے کیا۔

و لم يعرف عن امام انه اجلا هم من اليمن[1]

ترجمہ: اور کسی بھی خلیفہ کے بارے میں روایت نہیں ملتی کہ اس نے انہیں یمن سے (ذمیوں) کو جلاوطن کیا۔

یعنی بعد کے خلفاء میں سے کسی نے بھی ان کو یمن سے جلاوطن نہیں کیا اور آج لوگ حضرت عمر کے فعل کو دلیل بناتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو جلاوطن کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور سودی کاروبار شروع کر دیئے تھے اور موزی اسلحہ بنانا شروع کر دیا اس وجہ سے حضرت عمر نے ان کو مرکز دارالااسلام سے نکال دیا۔

جبکہ یمن بھی جزیرہ عرب کے اندر ہے لیکن ان کو جلاوطن نہیں کیا۔ اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ جزیرہ عرب سے مراد حجاز ہے۔

ماوردی کہتے ہیں:

« اما الحجاز فلا يجوز ان يستوطنه مشرك من كتابى او وثنى»[2]

ترجمہ: مشرک، بت پرست اور اہل کتاب حجاز میں سکونت اختیار نہیں کرسکتے اس کے علاوہ عرب میں کسی جگہ پر بھی سکونت پر ان کو منع نہیں کیا جائے گا۔

احناف کے نزدیک غیر مسلموں کو جزیرہ عرب، حجاز یہاں تک کہ حرم کعبہ میں بوجہ ضرورت داخل ہونے سے منع نہیں کیا جاسکے گا۔ سیر الکبیر میں ہے کہ:

« واذا دخلها اى ارض العر ب مشرك تاجرا على يتجرو يرجع الى بلاده لم يمنع من ذلك و انما يمنع ان يطيل فيها المكث حتى يتخذ فيها مسكنا»[3]

ترجمہ: جب کوئی مشرک تاجر سرزمین عرب میں تجارت کی غرض سے داخل ہو اور تجارت کے بعد اپنے ملک واپس لوٹ جاتا ہو تو اسے منع نہیں کیا جائے گا اور اس وقت منع کیا جائے گا اگر اس کا قیام اتنا طویل ہو جائے کہ وہ اس جگہ سکونت اختیار کرے۔

---

۱) احکام اھل الذمۃ، ص:۱۸۵

۲) الماوردی، ابو الحسن، الامام، الحاوی، المطبعۃ المحمودیۃ النجاریۃ، مصر، س.ن، ج/ ۱۹، ۱۹/ ۱۹۲-۱۹۳

۳) الشیبانی، محمد بن الحسن، الامام، (م ۱۸۹ھ)، شرح کتاب السیر الکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۷ء، ۴/ ۱۵۴۱-۴۲

شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کہتے ہیں۔

« لغیر المسلین دخول مامنعومنه من جزیرة العرب او الحجاز الاالحرم»[1]

ترجمہ: غیر مسلموں کو جزیرہ عرب اور حجاز سے نہیں روکا جائے سوائے حرم کے۔

پس « ومنع غیر الحنفیة دخول غیر المسلمین الحرم»[2]

ترجمہ: احناف کے علاوہ باقی تمام نے غیر مسلموں کو حرم میں داخل ہونے سے منع کیا ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ غیر مسلم تمام مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں ان کے نزدیک ممانعت کی دو وجوہات ہیں

i) اس آیت میں جن کو مسجد حرام سے منع کیا گیا ہے وہ مشرکین عرب ہیں وہ مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتے

ii) غیر مسلم حرم میں حج کی غرض سے داخل نہیں ہو سکتے۔

احناف کے نزدیک جب غیر مسلم حرم میں داخل ہو سکتے ہیں تو باقی تمام مقامات پر وہ بالاولی داخل ہو سکتے ہیں لیکن جمہور علماء نے غیر مسلموں کے حرم میں داخل ہونے کو جائز قرار نہیں دیا اور دلائل کی مضبوطی سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کا حرم میں داخلہ ممنوع ہے اس کے علاوہ غیر مسلم تمام دارالاسلام میں نقل و حرکت کر سکتے ہیں ان کو منع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر امام کو ڈر ہو کہ غیر مسلم معاشرتی انتشار و بدامنی کا سبب بن رہے تو وہ ان پر بوقت ضرورت پابندی لگا سکتا ہے۔ دارالاسلام میں غیر مسلم ان مقامات کے علاوہ جن میں ان کو ممانعت ہے کسی جگہ پر بھی رہائش پذیر ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی اھل دارالاسلام میں سے ہیں۔

اظہار رائے اور اجتماع کا حق:

اظہارِ رائے کی آزادی کے بغیر کسی بھی معاشرے میں جمہوری اقدار قائم نہیں ہو سکتیں۔ اسلام نے ہر شہری کو یہ حق ہے کہ ریاست کے معاملات و مسائل میں وہ اپنی رائے دے سکتا ہے۔ قران مجید نے مومنوں کی یہ صفت بتائی ہے کہ:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾[3]

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جن کو لوگوں کی بھلائی کے لیے بھیجا گیا ہے۔

---

۱) البحر الرائق، ابن نجیم، زین العابدین، مکتبہ الرشیدیہ، کوئٹہ، س.ن، ص:۳۶۹

۲) الاشباہ والنظائر فی الفروع، السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر، الامام، الشافعی، (۹۱۱ھ)، مطبعۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ص:۴۴۹

۳) سورۃ آل عمران: ۳/ ۱۱۰

اس ایتِ کریمہ سے نہ صرف اس آزادی کی ضمانت مہیا ہو جاتی ہے۔ بلکہ آزادی کے استعمال کا رخ بھی متعین ہو جاتا ہے. ایک مسلمان کو اس آزادی کی اجازت نیکی کے فروغ کے لئے دی جاسکتی ہے۔ برائی کو پھیلانے کے لئے اِسے یہ اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے کہ یہ منافقوں کی صفت ہے۔ قرانِ مجید نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ ﴾[1]

ترجمہ: برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

اسلامی ریاست کے اندر غیر مسلموں کو رائے اور مافی الضمیر کے اظہار اور اجتماع کی آزادی کا حق ہے۔ اس سلسلے میں جو قانونی پابندیاں مسلمانوں کے لیے ہیں وہی ان کے لئے ہوں گی۔

اس سے مراد ہے کہ انسان رائے قائم کرنے میں آزاد ہو وہ کسی کا تابع نہ ہو وہ اپنی مرضی سے رائے قائم کر سکے اور اس کا اظہار اس انداز سے کرے جیسے وہ چاہتا ہو یعنی انسان مستقل رائے رکھتا ہو چاہے وہ رائے لوگوں کی غالب اکثریت کی رائے کے برعکس ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام آزادی رائے کا حامی ہے جیسا کہ غزوہ احزاب کے موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ سے جنگ کی حکمت عملی طے کرنے کے لئے مشاورت کی تو حضرت سلیمان فارسی جو کہ غیر عرب تھے حضور ﷺ نے ان کی رائے کو پسند کیا اور پھر اس پر عمل کیا اور مدینہ کے اطراف میں خندق کھدوائی، اس طرح نبی ﷺ کی رسالت کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے مہاجرین و انصار نے اپنی اپنی رائے دی۔ اور دلائل پیش کئے۔ اسلام آزادی رائے کے بارے میں ہدایت کرتا ہے کہ اگر کوئی رائے امام کی رائے کے برعکس ہو تو بھی تحمل سے سنیں جب رائے کا حق مسلم ریاست کے اندر مسلمان کو ہے تو اسی طرح غیر مسلم کو بھی حاصل ہے، کیونکہ دونوں ایک ہی نظام کے تابع ہیں اور اسلامی ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے برابر کے حقوق رکھتے ہیں وہ اپنے متعلقہ معاملات میں رائے دینے میں آزاد ہیں لیکن اسلامی حدود اور قانون میں وہ اپنی رائے نہیں دے سکتے۔

« فلا يجوز لهم الطعن فى العقيدة الاسلامية بحجة حرية الراءى»[2]

ترجمہ: آزادی رائے کو حجت بنا کر وہ اسلامی عقیدے میں طعن نہیں کر سکتے۔

آزادیٔ رائے کی حدود و قیود:

اسلام مطلقاً رائے کی آزادی نہیں دیتا کہ کسی انسان کے دل میں جو آئے وہ اس کا کھلے عام اظہار کرتا پھرے بلکہ اسلام نے رائے کے اظہار کے لئے حدود و قیود قائم کی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

---

۱) سورۃ التوبہ: ۹/ ۶۷

۲) السلطۃ والحریۃ فی النظام الاسلامی، صبحی عبدہ سعید، الدکتور، الناشر دار الفکر العربی، مطبعۃ جامعۃ القاہرۃ، ۱۹۷۲ء، ص: ۱۴۷

۱) جب کسی کی آزادیٔ رائے سے فتنہ وفساد پھیلنے اور معاشرتی امن وسکون میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو تو امام ایسے شخص کے اظہار رائے پر پابندی لگا سکتا ہے اور علاقہ بدر بھی کر سکتا ہے جیسا کہ:

« ما فعله عثمان بن عفان عند ما اخرج ابا ذر الی ربزة خشية ان لوء دی ارء اوه التی یجهربها الی التفاف الناس حوله وقیام الفتنته ضدالنظام القائم»[۱]

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ نے ابو ذرؓ کو ربذہ کی طرف بھیج دیا۔ اس ڈر سے کہ آراء کیوجہ سے جن کا وہ اعلانیہ اظہار کرتے ہیں ان سے نظام ریاست میں خلل کا خدشہ لاحق ہو گیا تھا۔

۲) ایسی رائے کا اظہار بھی جائز نہیں جس سے نفسیاتی خواہشات، بدعت اور گمراہی پھیلے۔

امام شافعیؒ کا قول ہے:

« لوعلم الناس مافی الکلام من الاهواء لفروامنه فرارهم من الاسد»[۲]

ترجمہ: اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ خواہشات کے بارے میں گفتگو کس قدر خطرناک ہے تو وہ اس سے اس قدر بھاگتے جیسے شیر سے ڈر کے بھاگتے ہیں۔

۳) ایسی ازادی رائے جس سے دوسروں کی عزت کو نقصان پہنچے اور ان کی پوشیدہ باتیں لوگوں کے سامنے بیان کی جائیں یہ بھی جائز نہیں اسلام اس پر پابندی عائد کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَـٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ ۚ ﴾[۳]

ترجمہ: بیشک وہ لوگ چاہتے ہیں فحاشی پھیلے ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

اسی لیے اسلام نے مختلف جرائم کی سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ معاشرے کا امن برباد نہ ہو۔

۴) ایسی رائے جس کے اظہار سے دوسرے کو ایذا پہنچے وہ بھی جائز نہیں۔

---

۱) الحریات العامة فی الفکر والنظام السیاسی، عبد الکریم حسین العیلی، الدکتور، دار الفکر العربی، بیروت، ۱۹۷۳ء، ص:۴۷۴

۲) ایضاً، ص:۱۶۵

۳) سورۃ النور: ۱۹/۲۴

اسلامی ریاست کی تمام رعایا قانون کی حد میں رہ کر حکومت پر، اس کے حکام اور اسلامی ریاست کے سربراہ پر تنقید کر سکتی ہے۔ لیکن یہ تنقید فساد پھیلانے کے لیے نہ ہو بلکہ اصلاح کے لئے ہو۔ جس طرح مسلمان مذہبی معاملات کے بارے میں گفتگو کرنے میں آزاد ہیں اسی طرح غیر مسلم بھی آزاد ہیں اگر اس غیر مسلم کی تبلیغ سے کوئی اور غیر مسلم جو اس کے علاوہ مذہب پر ہو اور متاثر ہو کر تبلیغ کرنے والے غیر مسلم کے دین کو قبول کرے تو ریاست کی طرف سے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

لہٰذا ہر غیر مسلم اپنے عقیدے کے مطابق عمل کرنے لیے آزاد ہے اس پر اسلامی ریاست کوئی پابندی عائد نہیں کرے گی اور نہ ہی اس کو اپنا عقیدہ بدلنے پر مجبور کیا جائے گا کیوں اسلام اعتقادی جبر کی مخالفت کرتا ہے۔

۵) ایسا اجتماع بھی جائز نہیں جس کا مقصد اسلامی عقائد اور دینی امور کی مخالفت کرنا ہو۔

اجتماع کے حق سے مراد وہ حق ہے کہ لوگ کسی جگہ پر اکھٹے ہو کر کسی مشترکہ معاملے پر اپنی اراء کا اظہار کر سکیں۔ اس کی دلیل صحابہ اکرام کا رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لیے ثقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع کرنا ہے۔ جس طرح اسلامی شریعت میں ایسا کوئی قاعدہ ضابطہ موجود نہیں جس میں اہل ذمہ کو اجتماع سے منع کیا جائے۔ وہ اپنے مسائل کے حل کے لیے اجتماع کرنے میں آزاد ہیں۔

حدود و قیود:

اجتماع کے لئے بھی اسلام نے کچھ اصول وضوابط قائم کیے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) لوگ اس لئے اکٹھ نہ کریں جس کا مقصد عامۃ الناس کی رائے پر ضرب لگانا اور فساد پھیلانا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا"[۱]

ترجمہ: زمین پر امن قائم ہونے کے بعد فساد مت پھیلاو۔

۲) اجتماع عام میں خطرناک ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے۔

سرکاری عہدوں کی تولیت کا حق:

اس کے باوجود کہ اسلامی ریاست جو ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے۔ اور اس کے امور خاص کو اسلامی نقطہ نظر سے چلانا ضروری ہے۔ اس کے باوجود اسلام کے چند مخصوص عہدوں جن پر دینی رنگ غالب ہوتا ہے: مثلاً امامت، سربراہی سلطنت، سپہ سالاری، قضاء اور صدقات کی تقسیم کے علاوہ دوسرے سرکاری وظائف ذمیوں کے سپرد کیے جاسکتے ہیں اور ان عہدوں پر ان کو قابلیت، ذہانت، امانت داری اور وفاداری کی بنیاد پر فائز کیا جائے گا۔ شریعت اسلامی کے

---

۱) سورۃ الاعراف:۷/۵۶

مطابق ریاستی امور کا ذمہ دار بننا افراد کا ریاست پر حق نہیں، بلکہ یہ ایک ذمہ داری ہے جب ریاست کسی فرد کو اس قابل دیکھے گی تو اسے ذمہ دار بنائے گی۔

« وواجب یقوم به اذاعهد به الیه »[1]

ترجمہ: جب کسی فرد کو ذمہ داری دی جائے تو اس کو نبھانا فرد پر واجب ہے۔

بخاری شریف میں ابو موسیٰ اشعری سے ایک حدیث بھی مروی ہے کہ: میں اپنے دو چچازاد بھائیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

« فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ، وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ»[2]

ترجمہ: ان میں سے ایک کہنے لگا: یارسول ﷺ: ہمیں کسی کام کا ذمہ دار بنائیں جس کا اللہ نے آپ کو والی بنایا ہے۔ اور دوسرے نے بھی اسی مثل کی بات کی تو محمد ﷺ نے فرمایا ہم کسی ایسے شخص کو والی مقرر نہیں کرتے جو اس کا سوال کرے یا حرص (لالچ) کرے۔

ثابت یہ ہوتا ہے کہ سرکاری عہدہ حاصل کرنا فرد کا حق ہوتا تو آپؐ کا فرمان ہے کہ جو عہدہ مانگتا ہے ہم اسے عہدہ عطا نہیں کرتے۔

وظائف کی دو اقسام ہیں:

ایک وہ امور جو عقیدہ اور عبادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان پر صرف اور صرف مسلمان کو والی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً سپہ سالاری کیونکہ جہاد عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے تو امیر الجیش غیر مسلم کو مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر چہ ملکی دفاع کی غرض سے غیر مسلم بھی مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں۔

« وان کان غیر المسلمین ان یشترکوا مع المسلمین فی الدفاع عن دارالاسلام۔۔۔ ان یکون قائد الجیش مسلما و هکذا فی جمع الذکاة والافتاء »[3]

ترجمہ: اگر مسلمانوں کیساتھ دار الاسلام کے دفاع کے لئے غیر مسلم بھی شامل ہوں تو لازم ہے کہ امیر الجیش مسلمان ہو اسی طرح زکوۃ جمع کرنے میں اور افتاء میں۔

---

۱) احکام الذمیین والمستامنین فی دارالاسلام، عبد الکریم زیدان، الدکتور، نشرت جامعۃ بغداد الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۲ھ، ص: ۷۷

۲) بخاری، الصحیح، بشرح العینی، ۴/ ۲۲۷

۳) احکام الذمیین والمستامنین، ص: ۷۸

۲) وہ امور جن کا تعلق دنیاوی سیاست سے ہے ان میں غیر مسلموں کو ذمہ دار مقرر کیا جاسکتا ہے۔
اس ضمن میں ماوردی رقمطراز ہیں۔

« ولا يشترط فيمن يتولاها ان يكون مسلما ماعدا الخليفة والقاضى عند الجمهور الفقها»[1]

ترجمہ: جمہور کے نزدیک خلیفہ اور قاضی کے علاوہ باقی معاملات کی ذمہ داری سونپنے میں ذمہ دار شخص کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔

ان کے خلیفہ اور قاضی کے علاوہ باقی معاملات پر غیر مسلموں کو والی بنایا جاسکتا ہے یعنی اقلیتی فرد کو وزارت تنفیز بھی دی جاسکتی ہے یہ وزیر حاکم کے احکامات کو متعلقہ افراد تک پہنچا کر انھیں عملی جامہ پہناتا اور انھیں نافذ کرتا تھا تاریخ اسلام میں بہت ساری مثالیں ملتی ہیں کہ مسلمان حکمرانوں نے غیر مسلموں کو ریاستی امور میں مختلف عہدوں پر فائز کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں جو نئے علاقے خصوصاً صلح کے ذریعہ اسلامی ریاست کا حصہ بنے وہاں کے انتظامی امور جن غیر مسلموں کے پاس تھے بعد میں بھی کم و بیش انھیں کے پاس رہے۔ عباسیوں کے زمانے میں بعض عیسائی براہ راست ریاستی امور میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ عہدہ وزارت پر بعض عیسائی متعین کیے گئے۔ مثلاً تاریخ الیعقوبی میں نقل ہے کہ نصر بن ہارون (۳۶۹ھ) اور عیسیٰ بن نسطورس (۳۸۰ھ) میں وزیر بنا۔ حضرت امیر معاویہ کے عہد میں حمص میں زکوۃ و دیگر واجبات کی وصولی کے لیے ایک عیسائی شخص کو ذمہ دار مقرر کیا گیا تھا۔

مشہور انگریز مستشرق واٹ (watt) نے اعتراف کیا ہے:

"The chiristan were probably better off as Dhimis under Muslim Arab rulers than they had been under the byzantine Greeks[2]"

" مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں)عیسائی، عرب مسلمان حکمرانوں کے اقتدار میں بطور ذمی اپنے اپ کو یونانی بازنطینی حکمرانوں کی رعیت میں رہنے سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے"۔

حقیقت یہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کا دور حقوقِ انسانی کا بہترین دور تھا جس کی مثال اج تک تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

---

۱) الاحکام السلطانیۃ، ص:۲۴-۲۵

2) Watt.M.Watt ,Islamic Political Thought,p.155

باب سوم:

اقلیتوں کے معاشرتی و معاشی حقوق اور ذمہ داریاں

فصلِ اول: اسلام میں اقلیتوں کے معاشی حقوق اور تحفظ

فصلِ دوم: اسلام میں اقلیتوں کے معاشرتی و سماجی حقوق اور تحفظ

فصلِ سوم: اسلامی ریاست میں اہلِ ذمہ کی ذمہ داریاں اور واجبات کی ادائیگی اور متعلقہ اعتراضات کا جائزہ

فصلِ چہارم: اقلیتوں سے واجبات کی وصولی میں اسلام کا تصورِ عدل

فصلِ اول:

اسلام میں اقلیتوں کے معاشی حقوق اور تحفظ

معاشی و اقتصادی حقوق:

اسلامی ریاست تمام رعایا کے جسم و جان کی حفاظت کی طرح ان کے مال کی حفاظت کی بھی ذمہ دار ہے اور اس میں مسلم اور ذمی کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے۔

اموالھم کااموالنا»[1]

" ان کے مال ہمارے مال کی طرح ہیں "۔

مال کے تحفظ کا حق:

اسلام نے اقلیتوں کے اموال کو ہر قسم کی زیادتی سے تحفظ فراہم کیا ہے کیونکہ عقدِ ذمہ کی وجہ سے جس طرح ان کی جانیں محترم ہیں اسی طرح ان کا مال بھی محترم ہے اور اللہ تعالیٰ ناجائز طریقے سے دوسروں کے مال کھانے سے منع فرماتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴾[2]

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کے اموال باطل طریقے سے مت کھاؤ اور حاکموں کی طرف مت لے کر جاؤ تاکہ تم لوگوں کے مال سے ایک حصہ ناجائز طریقے سے کھاؤ اور تم جانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مطلق حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کے مال ظلم و زیادتی اور ناجائز طریقوں سے کھانے کے لئے حاکموں کے پاس مت لے جاؤ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ مطلق حکم ہے چاہے مال مسلمان کا ہو یا ذمی کا ناجائز طریقے سے کھانا حرام اور گناہ ہے۔ قرآن حکیم میں دوسروں کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے والے کی سزا بھی بیان کی ہے اور یہ سزا مطلق مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

۱) برھان، ۲/۲۸۲

۲) سورۃ النساء: ۴/۲۹

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾[1]

ترجمہ: چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ سزا ہے جو انہوں نے کیا۔

دیوانی اور فوجداری قانون میں مسلمان اور غیر مسلم برابر ہیں۔ تعزیرات کا قانون مسلمان اور غیر مسلم کے لئے یکساں ہے جرائم کی جو سزا مسلم کو دی جائے گی وہی غیر مسلم کو لہذا فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے۔

« ولا فرق حينئذ بين ان يكون السارق مسلما اوغير مسلم وعلى هذا جرى اتفاق الفقهاء»[2]

ترجمہ: اس میں کوئی فرق نہیں کہ چور کافر ہو یا مسلمان اور اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے ۔

لہذا غیر مسلم کا مال مسلمان چرالے یا مسلمان کا مال غیر مسلم چرالے دونوں صورتوں میں اسلامی حد نافذ ہو گی۔

« اذا سرق مسلم مال الذمى قطع به لانه محترم»[3]

حضور ﷺ نے بھی اقلیتوں کو مالی تحفظ فراہم کیا اور انہیں ملکیت کا حق عطا کیا۔ اہل نجران کیساتھ معاہدے میں یہ شق موجود ہے:

«والنجران وحاشيتهاذمة الله وذمة رسوله على دمائهم واموالهم وملتهم»[4]

ترجمہ: نجران اور ان کے آس پاس والوں کی جان، مال، مذہب اور زمین اللہ کی پناہ اور محمد ﷺ کی ذمہ داری میں ہے۔

یعنی اقلیتوں کے مال و جان، عزت و آبرو کی حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ خلفائے راشدین نے بھی اقلیتوں کے اموال کی حفاظت میں کسی قسم کی کتاہی روانہ رکھی۔ حضرت عمر نے آذربائیجان کے لوگوں سے جو معائدہ کیا اس میں درج تھا۔

«سهلهاو جبلهاو حواشيها و شفارها و اهل مللها كلهم الامان»[5]

ترجمہ: اس خطے میں ہر قسم کی اراضی و پہاڑ اور ان کے اطراف کی وادیاں اور چشموں پر مالکین کا قبضہ باقی رہے گا۔

---

۱) سورۃ المائدہ:۵/۳۸

۲) بدائع الصنائع، ص:۷/۷۱

۳) الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع، محمد الشربینی الخطیب، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ء، ۲/۵۳۷

۴) کتاب الاموال، ص:۲۴۵

۵) تاریخ الطبری، ۳/۵۳۹-۵۴۱

فاتح ہونے کے باوجود حضرت عمر نے ان کی تمام ترجائیدادیں انہیں کی ملکیت میں برقرار رکھیں۔ دور خلافت میں اسلامی ریاست دور دور تک پھیل گئی اس زمانے میں ذرائع آمد و رفت نے اس قدر ترقی نہ کی تھی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے اور کم وقت میں پہنچا جاسکے اور سرکاری عمال کو جزیہ کی وصولی کے لیے اھل ذمہ کی بستیوں میں جانا پڑتا تھا لہذا اکثر معاہدات میں ان پر عمال کی چوبیس گھنٹوں (ایک دن) کی میزبانی کا بار اہل ذمہ پر ڈالا گیا۔ اس میں بھی اقلیتوں کو کس قدر تحفظ فراہم کیا گیا۔

«انا جعلناالضيافة على اهل السواد يوما وليلة وان حبسه مطر او مرض من ماله ولايتعدى من طعام او علف»[1]

ترجمہ: ہم نے اہل عراق پر صرف ایک دن کی ضیافت لازم قرار دی ہے اور اس میں کھانے اور چارے سے زیادہ کچھ لینے کا حق نہیں ہے اگر کسی کو بارش یا بیماری کی وجہ سے زیادہ رکنا پڑے تو وہ اپنے پاس سے خرچ کرے گا۔

یعنی اس ضیافت میں بھی ان کے مال کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ کھانے اور چارے کے سوا عمال کچھ وصول نہیں کریں گے اور صحت یا موسم کی خرابی کی وجہ سے زیادہ دن ٹھہرنا پڑے تو اہل ذمہ کے مال سے نہیں بلکہ اپنے خرچ پر قیام و طعام کا بندوبست کریں گے۔ اس ضیافت کے بارے میں بھی امام مالک نے وضاحت فرمائی ہے۔

« لاينال منهم شيئى الابطيب انفسهم قيل فالضيافة التى كانت عليهم فقال كان يخفف عنهم لها»[2]

ترجمہ: ان سے کوئی چیز ان کی مرضی کے بغیر نہیں لی جاسکتی۔ پوچھا گیا پھر یہ جو ان کے اوپر مسلمانوں کی میزبانی کا بار ڈالا گیا یہ کیا تھا؟ فرمایا اس کے بدلے میں ان سے جزیہ میں کمی کی جاتی تھی۔

آزادئ کسب معاش کا حق:

غیر مسلم پر اسلامی حکومت میں کسب معاش کے سلسلے میں کسی قسم کی پابندی نہیں وہ ہر کاروبار کر سکتا ہے جو مسلمان کرتے ہیں صنعت و تجارت زراعت اور دوسرے تمام پیشوں میں انہیں عام مسلمانوں کیساتھ مساوی حقوق حاصل ہیں اور ان پر ایسی کوئی پابندی نہیں جو مسلمانوں کے لئے نہ ہو۔ حالانکہ وہ کاروبار جو ان کے ہاں جائز سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام میں ان سے ممانعت ہے غیر مسلموں کو ان کے بارے میں بھی مکمل ازادی حاصل ہے۔ چنانچہ غیر مسلم اپنے درمیان شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت میں آزاد ہیں۔ اگر کوئی مسلم کسی مسلم کی ملکیت میں موجود شراب یا خنزیر کو

---

۱) کتاب الاموال، ص:۱۵۱

۲) ایضاً، ص:۱۴۹

نقصان پہنچاتا ہے تو نقصان پہنچانے والا مسلمان عند اللہ ماجور ہو گا۔ لیکن اس کے برعکس وہ غیر مسلم کے شراب یا خنزیر کو نقصان پہنچائے تو وہ اس کا تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہو گا۔

« ويضمن المسلم قيمة خمره و خنزيره اذاأتلفه»[1]

ترجمہ: مسلمان اس شراب اور اس کے سود کی قیمت ادا کرے گا اگر وہ اسے تلف کر دے۔

کیونکہ شراب اور خنزیر کی تجارت غیر مسلموں کے لئے جائز ہے لہذا مسلمان اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

«اباح لهم الاسلام ما اجازه دينهم لهم من الخمر والخنزير والتجارتهما»[2]

ترجمہ: اسلام میں ان کے لئے وہ مباح ہے جس کا ان کے دین میں جواز شراب اور خنزیر اور ان کی تجارت۔

اس لئے مسلمان ان کی ان چیزوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

سودی کاروبار کرنے کی جس طرح مسلمان پر پابندی ہے اور اسی طرح غیر مسلم پر بھی ہے:

«ان الذمين كا لمسلمين فى حرمة تعامل بالربا»[3]

"یعنی سودی کاروبار کے معاملہ میں غیر مسلم مسلمانوں جیسے ہیں"۔

جس طرح یہ ان کے لئے حرام ہے ویسے ہی ان کے لیے بھی حرام ہے۔

اسلامی ریاست میں بسنے والے ذمیوں سے مسلمان کاروباری لین دین اور خرید و فروخت بھی کر سکتے ہیں اور ان سے ادھار لیا اور دیا جا سکتا ہے۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ:

«اِشْتَرَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ »[4]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے طعام خریدا تھا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی ذرہ رہن رکھی تھی۔

حضرت عمر کی خلافت میں کوفہ میں بیت المال اور ایوان حکومت کی تعمیر کا کام ایک نہایت چابکدست ہوشیار مجوسی معمار کے سپرد کیا گیا جس کا نام دوریہ تھا۔ یہ شخص فن تعمیر میں بہت ماہر تھا جب اس نے کام ختم کیا تو گورنر نے اسے

---

۱) احکام القران، ۲/ ۴۳۶

۲) فقہ السنہ، ۳/ ۱۱۰

۳) احکام القرآن، ۲/ ۴۳۲

۴) مسلم، رقم ۱۲۰۲

امیر المومنین کے پاس بھیجا اور اس کے کام کی بے حد تعریف کی۔ حضرت عمرؓ نے ہمیشہ کے لئے اس کا ایک معقول وظیفہ مقرر کر دیا جو اسے گھر بیٹھے ملتا تھا۔[1]

یعنی اہل ذمہ ہر طرح کا پیشہ اختیار کرنے میں آزاد ہیں مسلمان اجرت پر ان سے کام لے سکتے ہیں۔ خلفائے راشدین اور بعد کے زمانے میں اقلیتوں کے ماہرین افراد کو اہم ذمہ داریاں سونپی جاتی تھیں اور ان کی قابلیت کے مطابق ان کو معاوضہ دیا جاتا تھا۔ تجارت، صنعت و حرفت میں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔ البتہ کچھ خاص پیشے جن میں انہوں نے نام پیدا کیا وہ صرافہ اور دواسازی ہیں۔

معاشی کفالت کا حق:

جس طرح اسلامی ریاست غیر مسلموں (ذمیوں) کے مال و جان اور عزت کی محافظ ہے بالکل اسی طرح کسی ناگہانی آفت، معزوری عمر رسیدگی یا محتاجی کی صورت میں ان کی معاشی کفالت کی بھی ذمہ دار ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اسلامی ریاست کی رعایا ہیں اور ریاست اپنی تمام رعایا کو مناسب زندگی کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذمیوں کی معاشی کفالت فرمائی۔

حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقَ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْيَهُودِ بِصَدَقَةٍ، فَهِيَ تَجْرِي عَلَيْهِمْ "[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ایک گھرانہ کو صدقہ دیا اور (آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی) وہ انہیں دیا جاتا رہا۔

چنانچہ احناف کے نزدیک:

" لایجوز ان یدفع الزکوة ذمی ویدفع الیه ماسوی ذلک من الصدقة»[3]

ترجمہ: کسی ذمی کو زکواۃ دینا جائز نہیں اس کے علاوہ دوسرے صدقات اسے دیے جاسکتے ہیں۔

اس کے علاوہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

«لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ»[4]

---

۱) الفاروق، ۲/۳۳۱

۲) کتاب الاموال، ص:۱۹۲

۳) ھدایہ، ۱/۱۸۵

۴) سنن أبي داود، ۷/۴۴۶

ترجمہ: نہ تو مسلمان کافر کا وارث ہو گا۔ اور نہ کافر مسلمان کا ہو گا۔

لیکن وراثت کے علاوہ مسلمان ذمی رشتہ داروں کی مالی مدد کر سکتا ہے حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے۔

«بَاعَتْ صَفِيَّةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارًا لَهَا مِنْ مُعَاوِيَةَ بِمِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَتْ لِذِي قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْيَهُودِ: أَسْلِمْ فَإِنَّكَ إِنْ أَسْلَمْتَ وَرِثْتَنِي فَأَبَى فَأَوْصَتْ بِهِ قَالَ بَعْضُهُمْ: بِثَلَاثِينَ أَلْفًا »[۱]

ترجمہ: ام المومنین حضرت صفیہ نے اپنا مکان حضرت معاویہ کو ایک لاکھ میں فروخت کیا۔ انھوں نے اپنے ایک یہودی عزیز سے کہا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میرے وارث بن جاؤ گے، اس نے انکار کیا۔ پھر انحضور ﷺ نے اس کے لئے وصیت کی، جو بعض لوگوں کے قول کے مطابق تیس ہزار کی تھی۔

اس سے حضرت امام شعبی نے اخذ کیا ہے کہ مسلمان غیر مسلم کو وصیت کر سکتا ہے۔

مندرجہ بالا نظائر سے یہ بات ریاست پر لازم ہے اور مسلمان زکواۃ کے علاوہ تمام صدقات اقلیتوں کو دے سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی مفلس ونادار اقلیتوں کی مالی کفالت کیا کرتے تھے، حضرت ابو بکرؓ نے زید بن حارثؓ کے ہمراہ عدی بن نجار کی ایک غیر مسلم بڑھیا کو بیت المال سے مال مصر بھیجا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

«ونحن لا ناخذ مما اعطینا ها شیاء ابدا »[۲]

ترجمہ: اور جو چیز ہم دے دیتے ہیں ہم واپس نہیں لیتے۔

اس سے علم ہوتا ہے کہ اجتماعی کفالت میں مسلم اور غیر مسلم برابر ہے اور خلفائے راشدین نے تفریق مذہب کی بنا پر رعایا کی کفالت میں امتیاز نہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے اہل حیرہ کو جو امان لکھ کر دی اس میں بھی اقلیتوں کی کفالت کا ذمہ قبول کیا:

«وجلعت لهم ایماشیخ ضعیف عن العمل او اصابته آفة من جزیته وعیل من بیت مال المسلمین وعیاله»[۳]

---

۱) مصنف، ابو بکر، عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، الحافظ، مطبعۃ المکتب الاسلامی بیروت، رقم: ۱۴۰۳، ۹۹۱۳ سنہ ھ

۲) الطبقات الکبری، ۱۱۱، ۳/ ۹۷

۳) الوثائق السیاسۃ، وسیقہ: ۲۹۱، ج: ۳۱۷

ترجمہ: میں نے ان کے لئے یہ حق بھی لکھا ہے کہ جو کوئی ذمی بڑھاپے کے سبب از کار رفتہ ہو جائے یا اس پر کوئی افت نازل ہو جائے، یا وہ پہلے مال دار تھا پھر فقیر ہو گیا یہاں تک کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس کو صدقہ و خیرات دینے لگیں، تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور اسے اور اس کے بال بچوں کو ریاست کے بیت المال سے خرچ دیا جائے گا"۔

اسلام کس قدر اہل ذمہ کی معاشی کفالت کا ذمہ لیتا ہے کہ اگر کوئی ناگہانی آفت میں مفلس ہو جائے تو اس کو اور اس کے سارے خاندان کو اسلامی بیت المال سے خرچ دیا جائے گا۔ اسی طرح خلیفہء ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اہل جرجان سے جو معاہدہ کیا اس میں بھی اقلیتوں کی معاشی کفالت کا ذمہ لیا گیا۔

«من استعنا به منكم فله جزاوه معونته عوضاً من جزائه»[1]

ترجمہ: اہل جرجان میں سے جزیہ دینے والا اپنی مصیبت میں اگر اعانت طلب کرے گا تو حکومت کی طرف سے اس کی اعانت کی جائے گی۔

یعنی اسلامی ریاست اہل ذمہ کی مصیبت یا قدرتی آفت میں مددگار بنے گی۔

بڑھاپا الاؤنس:

اسلام بزرگوں کی عزت و احترام کی تعلیم دیتا ہے اور اسلامی ریاست کے اندر اگر کوئی بزرگ اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے قابل نہ رہے تو نہ صرف اس سے جزیہ معاف ہو جاتا ہے بلکہ مسلم ریاست اس کی معاشی کفالت کی ذمہ دار ہوتی ہے اور یہی انصاف کا تقاضا ہے ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بوڑھے نابینا یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا:

«فما الجاک الی ماارى؟ قال اسال الجزية والحاجة والسن فاخذ عمر بيده فذهب الى منزله فرضخ له بشئى من المنزل ثم ارسل الى خازن بيت المال فقال: انظر هذاوضر باه، فو الله ماانصفناه ان اكلنا شبيته ثم نخذله الهرم»[2]

ترجمہ: تمہیں اس بات پر کس نے مجبور کیا؟ اس نے کہا بوڑھا ہوں، ضرورت مندوں ہوں اور جزیہ بھی دینا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لے گئے اور اسے اپنے گھر سے کچھ دیا پھر اس کے بعد اسے بیت المال کے خازن کے پاس لے گئے اور حکم دیا کہ اس کا اور اس جیسے لوگوں کا خیال رکھو

---

۱) تاریخ الطبری، ۵۳۸/۳

۲) المغنی، ۵۰۹/۸

اور ان جیسے لوگوں سے جزیہ موقوف کردو۔ کیونکہ یہ انصاف نہیں کہ ہم نے ان کی جوانی میں ان سے جزیہ وصول کیا اور بڑھاپے میں ان کو اس طرح رسوا کریں۔

حضرت عمرؓ کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے اپنے گھر سے اس کی مالی مدد کی پھر رہتی دنیا تک اسلامی ریاست میں بسنے والی اقلیتوں کی معاشی کفالت کا قانون بنا دیا اور اور ایسے لوگوں سے جزیہ بھی معاف فرمادیا۔ یورپ کے اکثر ممالک میں خصوصاً ناروے میں غریب شہریوں کو حکومت کی طرف سے جو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اس کا نام ابھی بھی عمرالاونس ہے۔

نقل و حرکت اور جائیداد کی خرید و فروخت کا حق:

اسلامی ریاست کے ہر شہری کو اپنی پسند کے مطابق کسی بھی جگہ پہ رہائش اختیار کرنے اور حدودِ ملکیت کے اندر اور عام حالات میں مملکت سے باہر دنیا کے کسی بھی حصے میں آنے جانے کی آزادی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ حکومت میں ریاست کے تمام شہریوں کو یہ حق دیا کہ وہ جہاں چاہیں زمین خرید سکتے اور جہاں چاہیں سکونت اختیار کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر طاہر حسین لکھتے ہیں:

حضرت عثمانؓ نے اولاً اہلِ حجاز کے لئے اور بعد ازاں تمام اہلِ عرب کے لئے یہ پیشکش کی کہ وہ اپنی ان زمینوں کی بجاے جو عراق یا دوسرے علاقوں میں ہیں حجاز یا عرب کے دوسرے اقطاع میں جہاں چاہیں زمین خرید سکتے ہیں اس صورت میں وہ اپنے اپنے علاقوں میں رہیں گی اور انھیں وہاں سے ادھر ادھر نہیں جانا پڑھے گا ان کے ساتھ ان کے قبیلے والے اور ان کے متعلقین بھی رہیں گے۔ حضرت عثمان نے اس اجازت کی خوب تشہیر کی اور لوگوں کے لئے وہ عظیم راہ کھول دی کہ جس کا لوگوں کی سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی زندگی پر بہت گہرا اثر پڑا۔

اجرت اور معاوضہ کا حق:

اسلام کے بنیادی انسانی حقوق کے فلسفہ میں یہ بات شامل ہے کہ محنت کرنے والے کو اس کا حق دیا جاے اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کی جاے۔ محنت و مزدوری کرنے والے کے عقیدے سے اس کی اجرت کا کوئی تعلق نہیں نہ اس بنا پر اس کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک برتا جاسکتا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«قَالَ: قَالَ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا، فَاسْتَوْفَى مِنْهُ، وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ»[1]

ا) ابن ماجہ، امام ابی عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، السنن، کتاب الاحکام، باب اجرا الاجراء، رقم حدیث: ۲، ۲۴۴۳/ ۸۱۷

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے روز میں تین لوگوں کا دشمن ہوں گا، ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پہ عہد کیا اور عہد شکنی کی دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کے اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی کو مزدور رکھا اور پورا کام لے کر اس کو مزدوری نہ دی۔

دوسری جگہ پہ فرمایا:

«أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ، قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ»[۱]

ترجمہ: مزدور کو مزدوری دو اس سے پہلے کہ اس کا پسینہ خشک ہو۔

یہاں مزدور عام ہے مسلمان اور غیر مسلم میں فرق نہیں کیا گیا دونوں اس میں برابر ہیں ان کی اجرت کی ادائیگی کو یقینی بنانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

جزیہ کی ادائیگی میں نرمی:

جزیہ کا لفظی مفہوم معاوضہ اور بدلہ ہے یہ ایک ٹیکس ہے جو اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا ہے اور بدلے میں اسلامی ریاست ذمیوں کو جان ومال اور عزت آبرو کی حفاظت کی ضمانت فراہم کرتی ہے جزیہ صرف جنگی خدمت کے قابل مردوں سے لیا جاتا ہے۔ بے روزگار، اپاہج، بوڑھے، عورتیں اور راہب وپنڈت وغیرہ جزیہ سے مستثنیٰ تھے۔ جنگ کے قابل مردوں پر جزیہ ادا کرنا لازم ہوتا تھا اور اس کے بدلے انھیں دارالاسلام میں رہتے ہوئے چند استثنائی صورتوں کے علاوہ تمام حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو ایک مسلم شہری کو ہوتے ہیں۔ اگرچہ معاہدہ کی رو سے ذمی وقت پر جزیہ ادا کرنے کے پابند ہیں کیونکہ جزیہ کی ایک مقدار مقرر نہ تھی بلکہ حثیت کے مطابق جزیہ وصول کیا جاتا تھا اور ادائیگی جزیہ میں انہیں زیادہ سے زیادہ سہولت دی جاتی تھی۔ نبی ﷺ کے اہل نجران کیساتھ معاہدے میں یہ شق بھی تھی۔

«علی الفی حلّة، فی کل رجب الف حلّةوفی کل صفر الف وکل حلة اوقیة»[۲]

ترجمہ: دو ہزار سالانہ دیں گے، ایک ہزار رجب کے مہینے میں اور ایک ہزار صفر کے مہینے میں اور ہر حلہ کی قیمت ایک اوقیہ محسوب ہوگی۔

---

۱) ابن ماجہ، رقم حدیث: ۲۴۴۳، ص: ۳/ ۱۷۲

۲) زاد المعاد، ۳/ ۵۱

یہ لوگ یمن میں رہتے تھے اور کپڑا بننے کا کام کرتے تھے لہذا نبی ﷺ نے نرمی برتتے ہوئے نقد رقم لینے کی بجائے وہی چیز بطور جزیہ وصول کی جو یہ بناتے تھے۔ اور پھر مزید نرمی یہ کی وصولی کے لئے دو قسطیں مقرر کیں پہلی رجب میں اور دوسری صفر میں تاکہ ایک بار ادائیگی سے معاشی بوجھ نہ پڑے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب عراق کی زمینوں کی پیمائش کروائی گئی جو دجلہ اور فرات کے پانی سے سراب ہوتیں تھیں جب پیمائش کی تفصیلی رپورٹ سامنے آئی تو حضرت عمرؓ نے نمائندوں سے پوچھا آپ لوگوں نے کہیں اہل سواد پر اتنا بوجھ تو نہیں ڈال دیا جو وہ اٹھا نہ سکتے ہوں تو حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا" لقد ترکت فضلاً "۔ میں نے ان کے حصے میں زیادہ چھوڑ دیا ہے۔

حضرت عثمان بن حنیفؓ نے فرمایا:

«لقد ترکت الضعف»[1]

ترجمہ: میں نے دوگنا (کاشتکاروں) کے لئے چھوڑ دیا ہے۔

اس کے باوجود حضرت عمرؓ مطمئن نہ ہوئے اور علاقے کے دہقانوں کو بلا کر پوچھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین اقلیتوں کے متعلق کس قدر احتیاط برتتے کہ وصولی جزویہ خراج میں بھی ان پر کہیں ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ حضرت سعد بن عامرؓ شام میں خراج کی وصولی پر مامور تھے۔ ایک دفعہ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ برہم ہوگئے کہ وصولی خراج میں اتنی دیر کیوں لگادی؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپؓ نے حکم دیا ہے کہ کسانوں سے (ایک وقت میں) چار چار دینار سے زیادہ وصول نہ کیا جائے۔ ہم یہ تو کرتے ہی ہیں مزید اتنا کرتے ہیں کہ فصل کی تیاری تک ان کو مہلت دے دیتے ہیں حضرت عمرؓ آپ کا جواب سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا"جب تک میں زندہ ہوں تم کو اس منصب سے معزول نہیں کروں گا۔

حضرت عمرؓ جواب سن کر غصہ ہونے کی بجائے انتہائی خوش ہوئے کہ ان کا عامل ذمیوں کیساتھ وصولیء خراج میں نرمی کا سلوک کرتا ہے اسی طرح حضرت علیؓ اپنے عمال کو اکثر وصولی جزیہ میں نرمی کا سلوک برتنے کی ہدایت کیا کرتے تھے آپ نے عمرو بن سلمہ کو ہدایت دی کہ:

«ولاتنقص لهم عهداً، ولکن تفرع لخراجهم وتقاتل من ورائهم، ولا یوخذمنهم فوق طاقتتهم، فبذلک امرتک»[2]

ترجمہ: ان کیساتھ کیا گیا عہد نہ توڑو، البتہ ان سے خراج لو اور ان کی مدافعت میں جنگ کرو۔ اور ان سے اتنا لو جو ان کی طاقت سے باہر نہ ہو۔ یہ میری تم کو ہدایت ہے۔

---

۱) کتاب الخراج، ص:۲۱

۲) ایضاً، ص:۱۳۹

کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ جزیہ کی وصولی میں اس قدر نرمی برتتے کہ سوئیاں تیار کرنے والوں سے سوئیاں، کنگھیاں بنانے والوں سے کنگھیاں، رسیہ بٹنے والوں سے رسیاں ہی جزیہ میں قبول کر لیتے تھے تاکہ لوگوں کو ادائیگی میں کوئی زحمت نہ ہو ان نظائر سے ثابت ہوتا ہے کہ جو جزیہ یا خراج اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جاتا تھا۔ جزیہ ادا تو صرف جنگ کے قابل مرد کرتے تھے لیکن غربت و تنگدستی کی صورت میں اسلامی ریاست نہ صرف اس فرد واحد کی معاشی کفالت کرتی بلکہ اس کے زیر کفالت اہل خانہ کی مالی مدد بھی اسلامی بیت المال سے کی جاتی۔ جزیہ کی مقدار اور وصولی کا طریقۂ کار بھی نہایت آسان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں کسی مقام کے اہل ذمہ اقلیتوں نے خراج و جزیہ کی وصولی کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ بلکہ مسلمانوں کی ماتحتی کو ہم مذہب حکومت کی ماتحتی پر ترجیح دی۔

حقِ ملکیت:

اگر ذمی ایسی زمین کو آباد کرے جو بنجر اور بے آباد ہو تو وہ اس زمین کا مالک بن جائے گا کیونکہ نبی ﷺ کا فرمانِ گرامی حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔

« قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ »[1]

ترجمہ: جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اس کی (ملکیت) ہے۔

یہ حدیث مطلق ہے کہ ریاست کا جو شہری بھی غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے تو وہ اس کی ملکیت ہے۔ احناف اور حنابلہ کا فتوٰی بھی اسی پر ہے:

«ولان احیاء الارض الموات من اسباب التملک والمواطنون جمیعا من المسلمین وغیر هم یستاوون فیه»[2]

ترجمہ: بے شک مردہ زمین کو زندہ کرنا ملکیت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور اس میں ریاست کے تمام شہری مسلم اور غیر مسلم برابر ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت عمر فاروقؓ نے اہل ذمہ کی زمین انھیں کی ملکیت میں رہنے دی اور ان سے خراج وصول کیا۔ عشری زمین اگر ذمی کے پاس جائے گی تو وہ خراجی زمین بن جائے گی کیونکہ عشر ایک عبادت ہے جو صرف مسلمان پر ہے غیر مسلم پر نہیں۔

---

۱) سنن النسائی، کتاب احیا الموات، رقم حدیث: ۵۷۵۷ ص: ۳/ ۴۰۴

۲) الکاسانی، بدائع الصنائع، ص: ۶/ ۱۹۲

فصلِ دوم:

اسلام میں اقلیتوں کے معاشرتی و سماجی حقوق اور تحفظ

معاشرتی و سماجی حقوق اور تحفظ :

اسلامی معاشرہ میں مقیم اقلیتوں کے ساتھ معاملات کا سیاسی اصول یہ ہے کہ چند متعین امور کے علاوہ انہیں مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہیں اور چند مستثنیات کے علاوہ ان پر مسلمانوں کی سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اقلیتوں کے معاشرتی حقوق میں سب سے اولین حق جان کے تحفظ کا حق ہے۔

جان کے تحفظ کا حق:

اللہ تعالیٰ نے لاتعداد مخلوقات پیدا کیں اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔

قران میں ہے۔

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ ﴾[1]

"اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی" ۔

اللہ نے انسان کو تمام مخلوقات سے افضل بنایا ہے تو اس کی جان کی حرمت بھی اتنی ہی زیادہ ہے۔ ہر انسان خواہ وہ مومن ہو یا کافر، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت قران کی نظر میں بحیثیت انسان ہر انسان برابر کی اہمیت کا حامل ہے۔ ہر انسان کا یہ

---

۱) سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷/۷۰

بنیادی حق حاصل ہے کہ اس کی جان کی حفاظت کی جاے۔ انسانی جان کی اہمیت پر اس قدر زور دیا ہے کہ اس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ قران حکیم نے بہت سے مقامات پر انسانی زندگی کی اہمیت اور تقدس کو بیان کیا ہے۔

ارشاد ہے۔

﴿مَن قَتَلَ نَفۡسَۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا﴾[1]

ترجمہ: اور جو شخص کسی کو قتل کرے خون کا بدلہ لینے یا زمین پر فساد پھیلانے کے علاوہ تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایک شخص کو ناحق قتل کیا تو گویا اس نے روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسانوں کے قتل کا ارتکاب کیا۔ اس آیت میں مطلق ایک انسان کے ناحق قتل کو ساری کائنات کے قتل کے برابر گناہ قرار دیا گیا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقۡتُلُوٓاْ أَوۡلَٰدَكُم مِّنۡ إِمۡلَٰقٖ﴾[2]

ترجمہ: اور مفلسی کی وجہ سے اپنی اولاد کو مت قتل کرو۔

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴾[3]

ترجمہ: اور جس جان کو اللہ نے (قتل سے) منع فرما دیا ہے اسے مت مارو مگر جائز طور پر (کہ شرعا تم مجبور ہو جاو کہ وہ قاتل ہو یا مرتد) اور جو کوئی ناحق مارا جائے تو ہم نے اس کے وارثوں کو یہ حق دیا ہے (کہ قتل کا بدلہ طلب کریں) لیکن (قصاص لینے) میں حد سے نابڑھیں۔ بے شک اس کو (اللہ اور اس کے بندوں کی) مدد حاصل ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾[4]

---

۱) سورۃ المائدہ:۵/۳۲

۲) سورۃ الانعام:۶/۱۵۱

۳) سورۃ الاسراء:۱۷/۳۳

۴) سورۃ النساء:۴/۲۹

ترجمہ: اے ایمان والو تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ ہاں اگر تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپس میں خون ریزی نہ کرو۔بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

اسلام نہ صرف قتل کو برا سمجھتا ہے بلکہ خود کشی کو انتہائی بڑا گناہ تصور کرتا ہے۔زندگی کو بچانے کے لئے آپنے آپ کو بچانے کا حق بھی دیتا ہے۔اسلام ناصرف خطرات سے بچنے کا حق دیتا ہے بلکہ خطرے کے خلاف اقدام کا حق بھی دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ﴾[1]

ترجمہ: پس اگر تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو مگر اسقدر جتنی اس نے تم پر کی۔

مندرجہ بالا تمام آیات میں اللہ تعالی نے مطلق انسان کی جان کی اہمیت کا ذکر کیا ہے اور انسان کی جان کے احترام پر زور دیا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر بحیثیتِ انسان سب برابر کے محترم ہیں۔

ذمیوں کو اسی طرح جان کے تحفظ کا حق حاصل ہے جس طرح مسلمانوں کو۔ جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل ذمہ کی جانیں معصوم ہیں اور ان کا قتل حرام ہے۔ حضور ﷺ نے اقلیتی گروہ کے کسی فرد کو ناحق قتل کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»[2]

ترجمہ جس نے معاہد کو بلا وجہ قتل کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔

اسی حدیث کی بنا پر تمام فقہاء ذمی کے قتل کو گناہ کبیرہ خیال کرتے ہیں۔اسی طرح ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے ذمی کے ناحق قتل کے بارے فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہونا تو درکنار اس کو اس کی خوشبو بھی نصیب نہ ہو گی۔

فرمان نبوی ﷺ ہے۔

---

۱) سورۃ البقرہ:۲/۱۹۴

۲) مسند أبي داود الطيالسي، أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصري (المتوفى: ۲۰۴ھ) التحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي، الناشر: دار هجر – مصر، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۹م، ۲/۲۰۵

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ »[۱]

ترجمہ: جس نے کسی معاہد کو قتل کر دیا وہ جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا۔

نسائی شریف میں یہ حدیث ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے۔

« مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ »

" جو شخص کسی ذمی کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا"[۲]

یعنی اسلام میں اقلیتوں کی جان اس قدر محترم ہے کہ اس جان کو ناحق ضرر پہنچانے والا مسلمان جنت سے بہت دور رکھا جائے گا غیر مسلم اقلیتی طبقہ کی جانیں اسلام کی نظر میں اتنی ہی محترم ہیں جتنی مسلمانوں کی ہیں۔ حضور ﷺ نے ذمی کے قتل کے بدلے مسلمان کو (قصاص میں) قتل کیے جانے کا حکم دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے بذات خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔

ان رجلا من المسلمين قتل رجلا من أهل الذمة فرفع ذلك إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أنا أحق من أوفى بذمته ، ثم أمر به فقتل[۳]

ترجمہ: ایک مسلمان نے ایک اہل کتاب کو قتل کر دیا اور مقدمہ نبی ﷺ کے پاس فیصلہ کے لئے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اہل ذمہ کا حق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں.

آپ ﷺ نے قاتل کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ قانون اسلام کی پہلی ریاست کے اسلامی دستور کا حصہ تھا۔ اس پر نبی ﷺ کے دور میں عمل درآمد ہوتا رہا اور محمد ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے ادوار خلافت میں بھی اس پر عمل کیا جاتا رہا۔ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق نے بھی اقلیتوں کے قتلِ ناحق سے منع فرمایا اور قاتل کو سخت عذاب کی وعید سنائی۔

ابنِ سعدؒ نے آپ کا قول نقل کیا ہے:

«فلا تقتلن احدا من اهل ذمة الله فيطلبک الله بذمة فَيَكُبُّكَ اللهُ وَجْهِكَ فِي النَّارِ »[۴]

---

۱) کتاب الخراج، ص:۱۶۷-۱۶۸

۲) سنن نسائی، کتاب القسام، باب تعظیم قتل المعاھد، حدیث: رقم:۴۱۱۶، ۷/ ۸۶

۳) کتاب الخراج، ص:۸۲

۴) الطبقات الکبری، ابن سعد، محمد منیع الزھری، (م ۲۳۰ھ)، دار احیاء التراث لعربی،

ترجمہ: تم ہر گز کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرنا جو اللہ کے ذمہ والوں میں سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنے ذمہ کا مطالبہ کرے گا اور تم کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔

اسلام انسانی جان کی اس قدر قدر کرتا ہے کہ دورانِ جنگ بھی ممکن حد تک کوشش کی جاتی ہے کہ جتنا کم جانی نقصان ہو۔ جنگ کی حالت میں انسانی جان کو تلف کرنے سے ممکن حد تک گریز کیا جاتا ہے صرف جنگ کے قابل وہ مرد جو میدانِ جنگ میں آئیں صرف انھیں سے قتال کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب بھی کوئی لشکر روانہ کرتے تو کمانڈر کو خاص نصیحت کرتے کہ:

«انّی موفیک بعشر خلال لا تقتلوا امرئة ولا صبیاءً ولا کبیرا ولا هرما والا تقطع الشجر مثمرة ولا تخربن امرا ولا تعقر شاة ولا بصیرا الا لمالکه والا تغرکن نخل ولا تخر منه»[1]۔

ترجمہ: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کسی عورت، بچے، بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ باغوں کو آگ نا لگانا، فضول خرچی اور کنجوسی سے ہمیشہ علیحدہ رہنا۔

اسلامی قانون میں مسلم اور غیر مسلم کا خون برابر ہے۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں اگر کوئی مسلمان اقلیتی فرد کو ناحق قتل کرتا تو مسلمان کے خون کی طرح یا تو اسے قصاص دینا پڑتا یا دیت ادا کی جاتی۔ اگر مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جاتے تو مسلمان ذمی کے قتل میں خون بہا ادا کرتا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں شام میں ایک مسلمان نے ذمی کو قتل کر دیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو خط لکھا:

« کان ذاک فیه خلفافقدمه فاضرب عنقه، وان کان هی طیرة طارها فاعزمه دیة اربعة آلاف»[2]۔

ترجمہ: یوں اگر ذمیوں کو قتل کرنا اگر اس مسلمان کی عادت بن گئی ہے پھر تو اسے آگے کر کے اس کی گردن اڑادو۔ اگر وہ طیش میں ایسا کر بیٹھا ہے تو اس پر چار ہزار دینار کا جرمانہ لگادو۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے دور خلافت میں بھی اقلیتوں کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔ آپؓ کے اقلیتوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کے عہد خلافت کے آغاز میں ہی ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس میں تین ذمی افراد کو حضرت عبید اللہ بن عمرؓ نے اپنے باپ کے قتل کے شبہ میں قتل کر دیا۔ اب یہ نہایت نازک موقع تھا کہ حالات وواقعات کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ یہ تین افراد بھی خلیفہ کے قتل کی سازش میں ملوث

---

۱) اسلام کا نظامِ حکومت، حامد الانصاری، غازی، مطبوعہ ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۶ء، ص:۳۹۸

۲) حیاۃ الصحابۃ، یوسف کاندھلوی، محمد، الشیخ، دار القلم للطباعۃ والنشر و التوزیع، دمشق، ۱۹۸۳ء، ۲/ ۱۰۳

تھے۔ لیکن چونکہ ظاہراً انھوں نے خلیفہ ثانی کو شہید نہیں کیا تھا۔ لہذا ان کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لہذا صحابہ اکرام سے اس ضمن میں خلیفہ ثالث نے مشاورت کی تو صحابہ کی کثیر تعداد نے عبید اللہؓ کو ذمیوں کے قتل کے بدلے قتل کرنے کا حکم دیا۔ لیکن بعد میں خون بہا پر مصالحت ہو گئی۔ اقلیتوں کو حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اس قدر جانی تحفظ حاصل تھا کہ مقتول خلیفتہ المسلمین کے بیٹے کو اقلیتی گروہ کے افراد کے بدلے میں قتل کا حکم جاری کر دیا گیا۔ سیدنا علیؓ کے دورِ خلافت میں ایک مسلمان کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ عدالتی کاروائی سے ثابت ہو گیا کہ اس نے ذمی کو قتل کیا ہے تو حضرت علیؓ نے قصاص میں اس مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مقتول کے بھائی نے خون بہا لے کر قاتل کو معاف کر دیا۔

جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا:

« لعلهم فزعوک اوهددوک »

ترجمہ: شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرایا و دھمکایا ہے ۔

اس نے کہا امیر المومنین میرا بھائی تو مر چکا ہے وہ کسی صورت واپس نہیں آئے گا لہذا میں نے دیت قبول کر لی ہے۔

اس پر حضرت علیؓ نے قاتل کی رہائی کا حکم جاری کرتے ہوئے فرمایا:

«مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا وَدِيَتُهُ كَدِيَتِنَا»

ترجمہ: جو کوئی ہمارا ذمی ہو تو اس کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اور اس کی دیت ہماری دیت ہے "[1]

ایک اور روایت کے مطابق آپ کا قول ہے:

« انما قبلوا عقدة الذمة لتكون اموالهم كاموالنا ودمائهم كد مئنا»[2]

ترجمہ: انہوں نے عقد ذمہ قبول ہی اس لیے کیا ہے کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں۔

آپؓ کے اس فرمان سے یہ بات بالکل عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی قانون کے مطابق تمام انسانوں کا خون برابر ہے قطع نظر وہ کس مذہب و عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں۔ ایک اور روایت بھی آپؓ سے بیان کی جاتی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

---

۱) البیھقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، الحافظ، (م ۴۵۸ھ) السنن الکبریٰ، دار الفکر بیروت، لبنان، ۱۹۹۶ء، ۸/ ۳۰

۲) برھان، شرح واھب الرحمن، ۳/ ۲۰۲

«اذا قتل المسلم النصرانی قتل به»[1]

ترجمہ: اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو قصاص میں سے قتل کیا جائے گا۔

اس نص کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہاء کہتے ہیں کہ دارالاسلام میں ذمیوں سے زیادتی کو روکنا واجب ہے اور ذمی کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

«وقالوا ان خصومة الذمی یوم القیامة اشد من خصومة المسلم»[2]

ترجمہ: بے شک ذمی کا جھگڑا قیامت والے دن مسلمان کے جھگڑے سے زیادہ سخت ہو گا۔

امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں۔

«قال الحنیفةیقتل به قصاصا فی العمد و تجب علیه الدیة فی قتله خطائً»

ترجمہ:" امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا قتل عمد میں اس پر قصاص اور قتل خطا میں اس پر دیت واجب ہے ۔

جمہور علماء اکرام کے نزدیک مسلمان کو غیر مسلم کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا"[3]

«لا یقتل به قصاصا فی العمد وتجب علیه دیة فی العمد کدیةالمسلم مع التعزیرو الحبس»[4]

" قتل عمد میں بھی مسلمان پر قصاص نہیں بلکہ دیت واجب ہے (دیت کی مقدار) مسلمان کی دیت کی طرح اس کے ساتھ تعزیر اور قید ہے"۔

جمہور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ:

« وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ »[5]

ترجمہ: مسلم کو کافر کے بدلے میں قتل کرنا جائز نہیں۔

---

۱) القرطبی، ابوالولید محمد بن احمد، الامام، القاضی، المعروف بابن رشد الحفید، (۵۹۵ھ)، بدایۃ المجتھد و نھایۃ المقتصد، طبع المکتبۃ العلمیۃ، لاہور، س.ن، ۲/۳۱۰

۲) الدر المختار، ۳/۴۵

۳) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، (۵۸۷ھ)، المطبعۃ ایچ.ایم.سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ، ۱۰/۱۴۱

۴) کتاب الام، شافعی، امام، (۲۰۴ھ)، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۳ء، ۶/۳۸

۵) الصحیح البخاری، ۴/۱۳۷

فقہاء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد کہ قاتل چاہے مسلم ہو اس کو ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ میرے خیال میں جمہور کے مقابلے میں ابو حنیفہ کا قول زیادہ راجح ہے کہ مسلمان کو بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار میں مسلمان کو ذمی کے قتل ناحق میں قتل کیا گیا۔

ذمی کی دیت:

جمہور علماء کے نزدیک قتل عمد ہو یا خطا مسلمان پر ذمی کو قتل کیے جانے کے بدلے دیت واجب ہے۔ اگرچہ دیت کی مقدار کے بارے فقہاء کا اختلاف ہے۔

«قال الحنفیةھی کدیة المسلم ولا فرق»[1]

ترجمہ: مسلمان اور ذمی کی دیت میں کوئی فرق نہیں۔

ان کی دلیل قرانِ پاک کی یہ آیت ہے۔

﴿ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ﴾[2]

ترجمہ: اگر (مقتول) ایسی قوم سے ہو جن کے درمیان اور آپ کے درمیان پختہ عہد ہو تو اس (ذمی) کی مکمل دیت اس کے اہل کو دینا ہو گی اور ایک مومنہ باندی آزاد کرنا ہو گی۔

ایک حدیث میں بھی ارشاد ہے کہ:

«دِيَةُ الْيَهُودِيِّ، وَالنَّصْرَانِيِّ، وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ»

ترجمہ: " یہودی عیسائی اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے "[3]

«قال المالکیة والحنابلة ھی علی النصف من دیةالمسلم»[4]

ترجمہ: مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذمی کی دیت مسلمان سے آدھی ہے۔

«وقال الشافعیة: ھی ثلث دیة المسلم»[5]

ترجمہ: ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے ثلث ہے۔

امام بیہقی نے زہری سے ایک روایت بیان کی ہے۔

---

۱) بدائع الصنائع، ۱۰/۴۶۵۹

۲) سورۃ النساء: ۴/۹۲

۳) المصنف، عبد الرزاق، ۱۰/۹۷-۹۸

۴) المغنی، ۹/۵۲۷

۵) الام، ۶/۱۰۵

«كَانَتْ دِيَةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَ دِيَةِ الْمُسْلِمِ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَلَمَّا كَانَ مُعَاوِيَةُ أَعْطَى أَهْلَ الْمَقْتُولِ النِّصْفَ وَأَلْقَى النِّصْفَ فِي بَيْتِ الْمَالِ، قَالَ: ثُمَّ قَضَى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي النِّصْفِ، وَأَلْقَى مَا كَانَ جَعَلَ مُعَاوِيَةُ »[1]

ترجمہ: نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں یہودی و نصرانی کی دیت مسلمانوں کی دیت کے برابر تھی۔اور یہی صورتحال ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے زمانوں میں تھی۔جب معاویہؓ کا وقت آیا تو انھوں نے مقتول کے ورثاء کو آدھی دیت دی اور آدھی بیت المال میں ڈال دی جب عمر بن عبد العزیزؒ کا زمانہ آیاتو انھوں نے نصف دیت کو برقرار رکھااور امیر معاویہؓ کے بیت المال میں ڈالے جانے والے حصے کو ختم کر دیا

۔

حضرت ابن عمرؓ سے ہے۔

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَدَى ذِمِّيًّا دِيَةَ الْمُسْلِمِ»[2]

ترجمہ: بے شک انحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ادا کی ۔

خلفائے راشدین کے زمانے میں بہت سارے علاقے فتح ہوے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم نے اس سلسلے میں اپنے کمانڈروں کو خصوصی ہدایات دے رکھی تھیں کہ غیر مسلم رعایاکے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی نہ کی جائے۔حضرت ابو بکرؓ نے ایک کان کاٹنے کے جرم میں ظالم سے پندرہ اونٹ دیت میں لے کر دیے۔

مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوتاہے کہ اگرچہ فقہاء کے درمیان ذمی کی دیت کی مقدار میں فرق ہے لیکن سب نے دیت کی ادائیگی واجب قرار دی ہے۔فقہاکے اختلاف کے قطع نظر مندرجہ بالااحادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ادا کی جاتی رہی۔لہذا فقہاء کے اقوال کے مقابلے میں حدیث کو ترجیح حاصل ہے۔ذمی اور مسلمان کی دیت برابر ہے کیونکہ انسان کی حرمت بھی اسی بات کا تقاضا کرتی ہے۔

عزت کا تحفظ:

---

۱) نیل الاوطار شرح منتقی الاحبار من احادیث سید الخیار، الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، المطبعۃ العثمانیۃ، مصر، ۱۳۵۷ھ، ۵۵/۷

۲) نیل الاوطار شرح منتقی الاحبار من احادیث سید الخیار، ۵۵/۷

اسلام ہر شہری کو یہ حق دیتا ہے کہ اس کی عزت حفاظت کی جاے۔اسلام تحفظِ آبرو کے اس حق کو کسی فرد یا معاشرہ کو پامال نہیں کرنے دیتا۔اس لئے یہ ریاست کا فرض ہے کہ شہریوں کی عزت کی حفاظت کرے اور ایسا کوئی قانون نا لائے جس سے ان کی عزت و آبرو پر کوئی حرف ائے۔اسلام نا صرف حکومت کو بلکہ معاشرے کے ہر فرد کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نا کرے جس سے معاشرے کو کسی فرد کی عزت واحترام پہ کوئی حرف آے۔قطع نظر کہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو(مردوں کی)ایک جماعت دوسری جماعت کا مذاق نا اُڑائے ۔

مہمان کی مہمان نوازی کرنا بھی گویا اس کو عزت دینے کے مترادف ہے۔اسلام کے معاشرتی اصولوں میں جس طرح مسلمان مہمان کی مہمان نوازی اس کا اخلاقی حق قرار دیا گیا ہے اسی طرح غیر مسلموں کی مہمان نوازی کی بھی تلقین کی گئی ہے۔مدینہ میں حضور ﷺ کے پاس دور دراز سے غیر مسلموں کے وفود آتے تھے حضور ﷺ خود ان کی میزبانی کیا کرتے تھے۔جیسا کہ ایک دفعہ حبشہ سے عیسائیوں کا ایک وفد مسجدِ نبوی ﷺ میں حضور کے پاس حاضر ہوا آپ نے ان کی مہمان نوازی کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لیتے ہوے فرمایا:

«إنهم كانوا لأصحابنا مكرمين وإني أحب أن أكافئهم»

ترجمہ: "یہ لوگ اپنے ساتھیوں کے لئے ممتاز و منفرد حیثیت رکھتے ہیں اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذاتِ خود ان کی تعظیم و تکریم اور مہمان نوازی کروں۔"[2]

حضرت علیؓ کی اپنے عاملین کو نصیحت :

ان سے منصفانہ اور مساویانہ رویہ رکھو کسی کو اپنی حاجت پیش کرنے سے نہ روکو،اور اس کی ضرورت پوری کرنے میں اس کو زیادہ دیر تک انتظار کی تکلیف مت دو۔خراج کی وصولی میں کسی کے جاڑے کا کپڑا صرف نا کرواور کسی کو ایک درہم کے بارے میں ایک کوڑا بھی نا لگاو۔وصولی اموال پر اگر وہ نہیں کہتے ہیں تو دوبارہ ان کو کچھ نا کہو اگر وہ دیں تو ان سے لے لو بغیر اس کے ان کو ڈراو دھمکاو سختی یا مصیبت میں ڈالو۔[3]

---

۱) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۱

۲) بیہقی، شعب الایمان،۶/۵۱۸

۳) ندوی، ابوالحسن علی، المرتضی، ص:۳۰۶

اسلام اہل ذمہ کی عزت کی حفاظت بھی بالکل اسی طرح کرتا ہے جس طرح مسلمان کی عزت وناموس کی حفاظت کرتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

« أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلاَّ بِإِذْنٍ وَلاَ ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَلاَ أَكْلَ ثِمَارِهِمْ »[1]

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ بات تم پر حلال نہیں کی ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہو جاؤ یا ان کی عورتوں سے بد سلوکی کرو یا ان کے پھل کھاؤ۔

اس حدیث میں ذمیوں کی عزت کی حفاظت کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ اجازت نہیں کہ اقلیتی گروہ کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہوں۔ کیونکہ گھر ہر شخص کی پرائیوٹ سرگرمیوں کا مرکز ہوتا ہے اس لئے غیر کا بلا اجازت اندر آنا اہل خانہ کے معاملات میں دخل اندازی ہے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اسلام اہل کتاب کی عورتوں سے بد سلوکی کو جائز قرار نہیں دیتا، عورت ہر قوم، قبیلے، خاندان اور گروہ کی عزت وعصمت کی علامت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ بدسلوکی اور بد تمیزی متعلقہ خاندان کی عزت کو تار تار کرنے کے مترادف ہے۔

لہذا اسلام مسلمانوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسرے مذاہب کی عورتوں سے بد سلوکی سے پیش آئیں۔ اسلام کسی ذمی کے ساتھ لفظی تحقیر کو بھی برا سمجھتا ہے۔

مسلمان فاتح ہونے کے باوجود ذمیوں کی عزت کا اس قدر خیال رکھتے کہ اگر ان کا حاکم بھی اقلیتوں سے لفظی تحقیر سے پیش نہیں آتا تھا۔ فقہا نے وضاحت کی ہے کہ:

«الهجاءُ لمسلم او ذمی حرام»[2]

ترجمہ: مسلمان یا غیر مسلم باشندے کی ہجو گوئی حرام ہے۔

اسلام غیر مسلم اقلیتوں کی عزت وحرمت کا تحفظ صرف ان کی حیات تک محدود نہیں کرتا بلکہ بعد از موت بھی ان کی عزت واحترام کی تاکید کرتا ہے۔

---

۱) ابوداود، السنن، ۵/۷۷

۲) البنایۃ فی شرح الھدایۃ، العینی، بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد، العلامہ، (م ۸۵۵ھ)، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ء، ۳۶/۷

«عظاميم لياحرمة اذا وجدت فى كبوريم كحرمة عظام المسلمين، حتى لاتكسر لاءن الذى لماحرم ايذاويه فى حياة فتجب صيانة عظمه عن الكسر بعد موته»[1]

ترجمہ: اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کی ہڈیوں کا بھی احترام بالکل اسی طرح کرنا چاہے جیسے مسلمان باشندوں کی ہڈیوں کا احترام کیا جاتا ہے غیر مسلم باشندوں کی ہڈیوں کا توڑنا بھی جائز نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست نے ان کے وجود کی ذمہ داری لی ہے۔اور یہ ذمہ داری جس طرح ان کی زندگی میں ریاست پر عائد ہوتی ہے۔اسی طرح مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔چنانچہ اسلام نے دوران جنگ بھی غیر مسلموں کی میتوں کا مصلی کرنے سے منع کیا ہے۔کیونکہ انسان کی حرمت اس کی اجازت نہیں دیتی۔لہذا کسی ذمی کی غیبت کرنا، گالی دینا، تہمت لگانا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

جسمانی تشدد سے تحفظ کا حق:

اسلام ذمیوں کو ہر طرح کے جسمانی تشدد سے بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔اس لئے ذمی کو مارنا پیٹنا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مسلمان کے حق میں ناجائز ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی امام ابو یوسف نے اپنی کتاب" الخراج " میں نقل کیا ہے کہ جو شخص معاہد پر زیادتی کرے گا اللہ کے نبی قیامت والے دن اس انسان سے جھگڑیں گے۔»[2]

نبی ﷺ نے اہل ذمہ (اقلیتوں) کو ظلم و تشدد سے بچانے کے لیے فرمایا کہ میں خود قیامت والے دن مظلوم ذمی کا اللہ کے سامنے وکیل بنوں گا، یہی وجہ تھی کہ آنحضور ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی اقلیتوں کو جسمانی تشدد اور ظلم و زیادتی کے سخت خلاف تھے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے شام سے واپسی پر دیکھا کہ کچھ ذمیوں کو دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔کیونکہ انھوں نے جزیہ ادا نہیں کیا تھا۔آپ نے ظالمانہ سلوک کو دیکھ کر فرمایا:

« دعوهم لا تكلفواهم ممالا يطيقون »[3]

ترجمہ: ان کو چھوڑ دو اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان سے کام نہ لو۔

پھر حکم دے کر ان کو ظلم سے نجات دلائی۔خلفائے راشدین کے زمانے میں تمام رعایا کو برابر کے حقوق حاصل تھے اور اقلیتوں سے کسی قسم کی زیادتی کو برداشت نہیں کیا جاتا تھا۔چاہے زیادتی کرنے والا کوئی بڑے سے بڑا ہی کیوں نہ ہوتا۔حضرت عمر کے زمانے میں مصر کے والی حضرت عمرو بن عاصؓ کے بیٹے نے ایک ذمی کو ناحق تھپڑ مارا اس نے حضرت

---

۱) البحر الرائق، ابن نجیم، زین العابدین، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، س.ن، ۲/۲۱۰

۲) کتاب الخراج، ص: ۱۶۷-۱۶۸

۳) ایضاً، ص: ۱۲۴

عمرؓ سے اس ظلم کی شکایت کی تو آپ نے عمرو بن عاصؓ اور ان کے بیٹے کو دربار میں حاضر کرواکر مصری سے اسی قدر سزا دلوائی جس قدر اس کو دی گئی تھی۔ پھر حضرت عمرو بن عاصؓ کو فرمایا:

«یا عمرُو! متٰی استعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرارا»

ترجمہ: "تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد پیدا کیا ہے۔" [1]

اسلام کا نقطۂ نظر ہے کہ ہر شخص بنیادی طور پ آزاد ہے اور کسی طرح بھی فاتح قوم کے افراد کو یہ لائق نہیں کہ وہ اہل ذمہ کی آزادی کو صلب کریں۔ شرح سیر الکبیر میں ہے کہ:

«ان المسلین حین اعطوھم الذمة فقد التزموا دفع الظلم عنھم و صاروا من اھل دارالاسلام» [2]

ترجمہ: یعنی جب کسی غیر مسلم کو اسلامی ریاست کی شہریت حاصل ہو جائے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کو ظلم سے بچائیں اس لئے کہ وہ شخصی آزادی کے معاملہ میں مسلمانوں کے برابر ہے۔

یعنی اسلامی ریاست کی شہریت سے اس کو بھی وہ ہی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو ایک مسلم شہری کو ہوتے ہیں۔ اور اسلامی ریاست کے تمام شہریوں پر ذمی کو ظلم سے بچانا واجب ہو جاتا ہے۔

ان نظائر سے پتا چلتا ہے کہ شخصی آزادی میں وہ کسی طرح مسلمانوں سے کم حقوق کے حق دار نہیں بلکہ مسلمانوں کے برابر کے حقوق کے حق دار ہیں۔

نجی زندگی کا حق:

اللہ نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اور ہر انسان آزادی کو پسند کرتا ہے۔ گھر ہر انسان کی ذاتی زندگی اور سرگرمیوں کا محور ہوتا ہے۔ اسلام ذاتی زندگی چاہے مسلمان کی ہو یا کافر کی اس میں کسی کی بے جا مداخلت پسند نہیں کرتا۔ قرانِ پاک میں ارشاد ہے:

﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیُوتًا غَیْرَ بُیُوتِکُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا ﴾ [3]

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

وہ عوامل جو نجی زندگی کو نقصان پہنچاتے ہیں اسلام انھیں سخت ناپسند کرتا ہے

۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

---

۱) سیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۹۵۵ء، ۷۳/۵

۲) شرح السیر الکبیر، ۴۰/۱

۳) سورۃ النور: ۲۴/ ۲۷-۲۸

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو بیشتر بدگمانیوں سے بچتے رہو۔بے شک بدگمانیاں گناہوں کا موجب ہوتی ہیں۔اور کھوج میں نہ لگے رہا کرو اور نا ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا کہا کرو۔

حضرت امیر معاویہؓ سے ایک روایت بھی اسی ضمن میں ہے۔

«سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ»[2]

ترجمہ: کہتے ہیں سنا میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوے اگر تم لوگوں کی عیب جوئی میں لگوگے تو تم انھیں مزید بگاڑ دوگے یا بگاڑ کے قریب کر دوگے۔

مندرجہ بالا آیات اور حدیث سے علم ہوتا ہے کہ دوسروں کے عیب تلاش کرنا، دوسروں کے حالات و معاملات کی ٹوہ لگانا ،دوسروں کے نجی خطوط پڑھنا، دو آدمیوں کی نجی گفتگو سننا، ہمسائیوں کے گھر میں جھانکنا اور مختلف طریقوں سے دوسروں کی خانگی زندگی یا ان کے معاملات کی ٹوہ لگانا ایک بہت برا عمل ہے۔ جس سے معاشرے کا امن برباد ہو جاتا ہے۔اس لیے اسلام نے ہر ایک کو اپنی نجی زندگی کا حق دیا ہے قطع نظر اس کے رنگ، نسل، مذہب اور عقیدے کے یہ حقوق بلا تفریق سب کو حاصل ہیں۔

شخصی آزادی کے تحفظ کا حق:

اسلام میں کسی شخص کو کھلی عدالت میں جرم ثابت کیے بغیر محض شک وشبہ کی بنا پر حراست میں لینا یا نظر بند کرنا یا بغیر عدالتی کاروائی کے جیل میں بند کرنا بالکل ناجائز ہے۔ امتناعی نظر بندی کا اسلامی قانون میں کوئی تصور نہیں۔ قرانِ حکیم کا واضح حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو آزادی عطا کی ہے اس کو دنیا کا کوئی قانون یا حکمران چھین نہیں سکتا۔ قرانِ مجید میں ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴾[3]

---

۱) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۲

۲) ابوداود، السنن، کتاب الادب، باب فی النھی عن التجسس، رقم حدیث:۴۸۸۸، ۴/۲۷۲

۳) سورۃ آل عمران:۳/۷۹

ترجمہ: کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کی بجاے میرے غلام بن جاو۔ وہ تو یہی کہے گا کہ ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔

اسلام نے انسانیت کو حقیقی آزادی عطا کی ہے۔ اسلام سے قبل انسانیت غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون لاگو تھا، طاقت کا نام ہی حق تھا۔

خلافتِ راشدہ کے زمانہ کو اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے بہترین زمانہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس دور میں اقلیتوں کو مکمل آزادی تھی اور ان کو تمام انسانی حقوق حاصل تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے نے ایک ذمی کو ناحق سزا دی، خلیفہ کے پاس جب اس کی شکایت پہنچی تو انھوں نے سب کے سامنے والیٔ مصر کے بیٹے کو اس ذمی کے ہاتھوں سزا دلوائی اور فرمایا:

« يا عمرو، متى استعبدتم الناس و قد ولدتهم امهاتهم احرارا»

ترجمہ: "اے عمر تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا ہے"[1]

اسلامی ریاست میں اقلیتیں شخصی معاملات میں مکمل طور پر آزاد ہیں وہ شخصی معاملات میں اسلامی قانون کے پابند نہیں ہیں۔ لیکن اگر اپنی مرضی سے اسلامی عدالت سے فیصلہ کروانا چاہیں تو ان تو پھر اسلامی قانون کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جاے گا۔

امام مالکؒ کہتے ہیں:

«رضا الطرفين فى الفصل بينهما من قبل القاضى المسلم و القاضى بعد ذلک له الخيار فى الفصل بينهما او تركهما»[2]

ترجمہ: دونوں فریق اگر مسلمان قاضی سے فیصلہ کروانے کے لئے راضی ہوں تو تو قاضی کے پاس اختیار ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے یا نا کرے۔

دلیل ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ﴾[3]

---

۱) سیرۃ النبویۃ، ابن هشام، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۵ء، ۷۳/۵

۲) القرطبی، الجامع لاحکام القران، ۴۳۵/۴

۳) سورۃ المائدہ: ۴۲/۵

ترجمہ: پس اگر وہ آپ کے پاس ائیں تو نبی ﷺ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں یا اعراض کریں (یہ حضور ﷺ کو اختیار ہے)۔

شوافع اور اہلِ ظواہر کے نزدیک اسلام کے مطابق فیصلہ لازم ہے اور وہ دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ﴾[1]

ترجمہ: بے شک ہم نے محمد ﷺ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے۔

راجح قول یہ ہے کہ شخصی معاملات میں وہ آزاد ہیں اگر وہ خود راضی ہوں تو اسلامی قانون کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جاے گا وگرنہ ان کو ان کے قانون کے مطابق فیصلہ کروانے کی آزادی ہو گی۔ اگر ایک فریق مسلمان ہو اور ایک غیر مسلم تو عدالت پابند ہے کہ فیصلہ اسلامی قانون کے مطابق کرے۔ احوالِ شخصی کے علاوہ ذمی اسلامی قانون کے پابند ہیں۔

قانونی مساوات کا حق:

اسلام نے نسب، ذات، رنگ، قومیت، جنس، زبان، عقیدے، علاقے اور وطن کا امتیاز کیے بنا تمام انسانوں کو سماجی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مساوات کا حق دیا ہے۔ قرانِ حکیم میں ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ ﴾[2]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔

اسلام نے خونی رشتہ کی بنیاد پر پوری انسانیت کو جوڑ دیا ہے۔ اسلامی قوانین میں مسلم اور ذمی کے درمیان فرق نہیں کیا گیا۔ دیوانی قوانین میں بھی غیر مسلموں کو اسی طرح حقوق حاصل ہیں جس طرح مسلمانوں کو۔ حضور ﷺ دورِ رسالت میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو ناحق قتل کر دیا تو حضور ﷺ نے اس مسلمان کو اس ذمی کے قصاص میں قتل کروایا اور فرمایا:

« أَنَا أَحَقُّ مَنْ أَوْفَى بِذِمَّتِهِ »

ترجمہ: "غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت کرنا میرا اہم فریضہ ہے"[3]

---

۱) سورۃ النساء:۴/۱۰۵

۲) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۳

۳) بیہقی، السنن القبری، ۸/۳۰

المختصر اسلامی قانون میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں اس سلسلے میں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دورِ نبوت میں اور خلافتِ راشدہ کے دور میں تعزیرات اور دیوانی قانون میں مسلمان اور غیر مسلم اقلیتوں کا درجہ مساوی تھا۔[1]

عدل وانصاف کے حصول کا حق:

اسلام نے ہر شخص کو انصاف کے حصول کا حق دیا ہے۔ قرانِ حکیم میں بہت سی ایسی آیات ائی ہیں جن میں معاشرتی اور ریاستی معاملات کو عدل وانصاف پر استوار کرنے کی ہدایات کی گئی ہیں تاکہ اسلامی ریاست میں رہنے والا کوئی شخص بھی ظلم وستم اور استحصال کا شکار نا ہو۔ کیونکہ شخصی معاملات کے علاوہ ذمی بھی اپنے تمام مخاصمات کے فیصلے اسلامی عدالت سے کروانے کے پابند ہیں۔

ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ﴾[2]

ترجمہ: اور جب وقت تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل کیساتھ کیا کرو۔

حصولِ علم کا حق:

حقِ تعلیم کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات دنیا کے تمام مذاہب سے الگ اور منفرد ہیں۔ وحی کا آغاز ہی اقراء سے ہوا جس سے اسلام میں تعلیم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ تعلیم کی اہمیت کے حوالے سے بہت سی ایات و احادیث وارد ہوئی ہیں۔

پہلی وحی ہے: ﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۚ ﴾[3]

ترجمہ: پڑھ اس رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا ہے ۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

« طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ »[4]

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

---

۱) کتاب الخراج، ص:۱۸۷

۲) سورۃ النساء:۵۸/۴

۳) سورۃ العلق:۹۶/۱۔۵

۴) سنن ابن ماجہ، کتاب العلم، رقم حدیث:۲۶۴۷، ۲۲۴/۱

اسلامی ریاست میں تمام اھلِ ذمہ کو حصولِ علم کی مکمل آزادی ہوتی ہے وہ اپنی مذہبی تعلیمات اپنے بچوں کو دلوا سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کے دور میں مدینہ کے یہود اپنی مذہبی کتب کی تلاوت کیا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو اپنی مذہبی تعلیمات دلواتے تھے۔ اسلامی ریاست کیطرف سے ان کو کبھی پابندی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

اسلامی تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ غیر مسلم اسلامی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے تھے ان پر کوئی پابندی نہ تھی اور بہت سے نامور غیر مسلم گزرے ہیں جنہوں نے تعلیم کے میادین میں بہت نام پیدا کیا اور ان کی اسلامی ریاست میں بہت عزت واحترام کیا جاتا تھا. جن میں حنین بن اسحاق طب میں جو سیبویہ کا شاگرد تھا عربی ادب ولغت میں حجت مانا جاتا تھا، یحی بن عدی بن حمید الفارابی کا شاگرد تھا۔ اس نے اپنے زمانے میں منطق میں نام پیدا کیا۔ ثابت بن قرہ جو کہ علی بن محمد موسی کا شاگرد تھا خط اور ادب میں بہت نام پیدا کیا۔

ظلم وتشدد سے بچاؤ کا حق:

اسلامی ریاست میں ذمیوں کو ہر طرح کے ظلم وستم سے بچاو کا حق دیا گیا ہے۔ اس کی ایک دلیل حضرت عمر کے اس فرمان سے ملتی ہے جو انھوں نے شام کے گورنر حضرت ابوعبیدہ کو جاری کیا۔

« وامنع المسلمين من ظلمهم و الاضرارهم واكلِ اموالهم »[1]

ترجمہ: مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے، ان کو ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقے سے ان کا مال کھانے سے منع کر۔

ایک دفعہ شام کے سفر کے دوران آپ نے دیکھا کہ اپ کے عامل ذمیوں سے جزیہ وصولی کے لئے ان کو دھوپ میں کھڑا کرتے ہیں اور ان کے سروں پر تیل ڈالتے ہیں بطورِ سزا تو اپ نے فرمایا:

«دعوهم ولا تكلفهم ممالايطيقون، فانى سمعت رسول الله يقول: لاتعذبوا الناس فان الذين يعذبون الناس فى الدنيا يعذ بهم الله يوم القيامة وامرهم فخلى سبيلهم »

ترجمہ: "ان کو چھوڑ دو اور ان کو اُن کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب میں نہ ڈالو اس لئے کہ جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا" پھر حکم دے کر ان کو عذاب سے نجات دلائی "[2]

سماجی حقوق :

---

۱) السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، ص:۴۷

۲) کتاب الخراج، ص:۱۲۴

اسلام معاشرتی زندگی میں تمام طبقات معاشرہ کے درمیان ہم آہنگی کی تعلیم دیتاہے اسلام اقلیتوں کے بارے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اسلامی معاشرے میں خود کو دوسرے درجہ کا شہری خیال کریں بلکہ معاشرتی زندگی میں اسلام تمام طبقات کو ایک نگاہ سے دیکھتاہے اس لئے ضروری ہے کہ سماجی طبقات کے ساتھ فراخ دلانہ میل جول رکھا جائے اور کسی قسم کی کراہت وتعصب کو دل میں نہ رکھا جائے اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ﴾[1]

ترجمہ: اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے ۔

نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں اس چیز پر عمل کرکے دکھایا۔ اہل کتاب میں سے اگر کوئی انحضور ﷺ کو کھانے پر دعوت دیتا تو قبول فرماتے۔ علامہ جصاص اس کی مثال پیش کرتے ہیں۔

ان النبی اکل من الشاۃ المسمومة المشویة التی اھدت الیه الیھودیة ولم یسالھا عن ذبیحتھا اھی من ذبیحة المسلم ام الیھودیِ»[2]

ترجمہ: نبی نے ایک یہودیہ کا ہدیہ کیا ہوا بکری کا گوشت جس میں زہر ملا دیا گیا تھا کھالیا اور اس سے یہ نہیں دریافت کیا کہ اسے مسلمان نے ذبح کیا تھا یا یہودی نے ؟۔

لہذا جس طرح مسلمان اھل کتاب کی دعوت میں شریک ہوسکتے ہیں بشرطیکہ وہ مشرک نہ ہوں۔ اسی طرح مسلمان اقلیتوں کو اپنے کھانے میں بھی شریک کرسکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی نبی ﷺ کی سیرت پر عمل کیا۔ جب کبھی اقلیتی گروہ کی طرف سے کھانے کی دعوت ملی اس میں شریک ہوئے اور کبھی کراہت اور نفرت کا اظہار نہ کیا۔ حضرت عمرؓ کے لئے شام کے عیسائیوں نے دعوت کا انتظام کیا اور اس کے لئے گرجہ گھر میں کھانے پر مدعو کیا آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے نمائندے کے طور پر عیسائیوں کی دعوت میں بھیجا۔

سماجی تعلقات میں ایک اہم چیز مریضوں کی عیادت ہے بیمار پڑ جانے والے شخص کی عیادت وتیمار داری کرنا اور اس آزمائش میں اس کو تسلی وتشفی دینا بہت بڑی بھلائی ہے۔ جس کی اسلام نے بڑی تاکید کی ہے اور اس کا بڑا اجر وثواب رکھاہے اس بارے میں اسلام ی تعلیمات میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب کبھی اپنے محلے میں کسی شخص کی بیماری کی خبر سنتے تو خود بھی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور صحابہ کو بھی تلقین فرماتے۔

---

۱) سورۃ المائدہ:۵/۵

۲) احکام القرآن، جصاص، ۲/ ۳۹۴

فصل سوم:

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کی ذمہ داریاں،

واجبات اور متعلقہ اعتراضات کا جائزہ

اس سے قبل ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو کیا حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ اب یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ حقوق کے مقابلے میں اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں کیونکہ ہر حق کے مقابل بلاشبہ ایک فرض بھی ہوتا ہے۔

اہل الذمہ پر اسلامی ریاست میں مندرجہ ذیل فرائض عائد ہوتے ہیں:

۱۔مالی فرائض، جزیہ، خراج اور تجارتی ٹیکس وغیرہ۔

۲۔ دیوانی معاملات میں وہ اسلامی قانون کے احکام کی پیروی کریں گے۔

۳۔ مسلمانوں کے دینی شعائر اور احساسات و جذبات کا خیال رکھیں گے۔

جزیہ:

تعریف: یہ جزا سے مشتق ہے۔ الماوردی نے اس کی تعریف اپنی کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں ان الفاظ میں کی ہے:

الجزية مشتقة من الجزاء، اما جزاء على كفرهم لاخذها منهم صغارا، و اما جزاء على اماننا لهم لاخذها منهم رفقا[1]۔

اور ابراہیم مصطفیٰ نے جزیہ کی تعریف یہ کی ہے:

ان الجزية، خراج الارض، وما يؤخذ من اهل الذمة[2]۔

ابن قیم نے اپنی کتاب "احکام اہل الذمۃ" میں ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

فالجزية هى الخراج المضروب على رؤوس الكفار صغارا [3]۔

جزیہ جزا سے مشتق ہے۔ یہ ایک ٹیکس ہے جو بالغ اور استطاعت رکھنے والے مردوں پر ان کی وسعت کے مطابق لگایا جاتا ہے۔ چونکہ اسلامی ریاست اقلیتوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ فراہم کرتی ہے اور ان پر کسی قسم کی دفاعی ذمہ داری عائد نہیں کرتی لہٰذا اس کے عوض غیر مسلم رعایا اسلامی ریاست کو مالی طور پر (Contribute) کرتی ہے جسے اسلامی قانون میں جزیہ کہا جاتا ہے۔

ماوردی اہل الذمہ کے مالی فرائض کے متعلق رقمطراز ہیں کہ شروع میں جزیہ و خراج ایک ہی مفہوم میں لیے جاتے تھے، بعد میں زمین کی پیداوار پر عائد ٹیکس کا نام خراج رکھ دیا گیا اور باقی کے لیے لفظ جزیہ مختص ہو گیا:

وكانت الجزية يطلق على المال الذى يوضع على من دخل فى ذمة المسلمين وعهدهم من اهل الكتاب كى يؤدى الى الحكومة الاسلامية، سواء اكانت ضريبة على الاشخاص ام ضريبة على الارض الزراعية التى يملكونها، ثم اختصت بما يؤخذ عن الرؤوس دون الارض التى اطلق على ضريبتها الخراج فهما حقان منحة من الله تعالىٰ للمسلمين [4]۔

---

۱) الاحکام السلطانیۃ، الماوری، ص:۱۸۱

۲) المعجم الوسیط، ابراہیم مصطفیٰ، المکتبۃ الاسلامیۃ، ترکیا، ۱/۱۲۲

۳) احکام اهل الذمۃ، شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیۃ، ص:۳۱

۱) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:۱۸۱

ترجمہ: اہل کتاب میں سے جو بھی مسلمانوں کے ذمہ اور عہد میں داخل ہوتا تھا اس سے جزیہ لیا جاتا تھا اسلامی حکومت کیطرف سے اس میں کوئی فرق نہیں تھا چاہے وہ افراد کے ذمہ ٹیکس ہوتا یا زرعی زمین پر جس کے وہ مالک تھے بعد میں زمین کی پیداوار پر عائد ٹیکس کا نام خراج رکھ دیا گیا یہ دونوں خدا کیطرف سے مسلمانوں کے حق ہیں۔

جزیہ کی مشروعیت، قرآن وسنت اور اجماع سے قرآن سے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴾[1]

ترجمہ: جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔(ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں چھوٹے بن کر رہیں۔

سنت نبوی سے:

«عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ: فَنَدَبَنَا عُمَرُ, وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَرْضِ الْعَدُوِّ خَرَجَ عَامِلُ كِسْرَى فِي أَرْبَعِينَ أَلْفًا، فَقَامَ تَرْجُمَانٌ لهُ فَقَالَ: لِيُكَلِّمْنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ: نَبِيُّنَا ورَسُولُ رَبِّنَا أَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتَّى تَعْبُدُوا الله وَحْدَهُ، أَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ، وَأَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا أَنَّهُ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي نَعِيمٍ لَمْ يَرَ مِثْلَهُ قَطُّ، وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ». [۲]

ترجمہ: جبیر بن حیہؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ہمارے اور نعمان بن مقرنؓ کو عامل بنایا۔ جب ہم دشمن کی سرزمین پر پہنچے تو عامل کسریٰ ہمارے مقابلے میں ۴۰ ہزار لشکر کے ساتھ آیا تو ایک ترجمان کھڑا ہوا اور کہنے لگا تم میں سے ایک آدمی ہمارے ساتھ بات چیت کرے۔ تو مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا۔ پس ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں تمہارے ساتھ لڑنے کا حکم دیا یہاں تک کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کر و یا جزیہ دو۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ہمارے رب کا پیغام پہنچایا اور فرمایا کہ جو ہم سے قتل کیا جائے گا وہ جنتی ہے جس کا قتل نہیں اور جو باقی رہے وہ تمہارے مالک بن جائیں گے۔

---

۲) سورۃ التوبۃ:۹/ ۲۹

۱) الصحیح البخاری، باب الجزیۃ والموادعۃ، ۴/ ۱۱۸

اسی طرح ایک اور طویل حدیث مسلم شریف میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو امیر لشکر کو مندرجہ ذیل وصیت فرماتے تھے جس میں تین باتوں کا خاص ذکر ہوتا:

«قَالَ۔۔۔ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ... فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ»[۱]۔

۱۔ اسلام کی طرف دعوت اور قبولیت کی صورت میں ہجرت کریں۔

۲۔ عدم ہجرت کی صورت میں وہ تمام مسلمانوں کی طرح پابند احکام ہوں گے،

۳۔ اگر وہ انکار اسلام کریں تو جزیہ ادا کریں گے۔نہ دینے کی صورت میں ان سے جہاد کیا جائے گا۔

اجماع:

ابن قدامہ مقدسی نے اپنی کتاب "المغنی" میں طویل بحث کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

و قد اجمع المسلمون على اخذ الجزية من اهل الكتاب والمجوس ولم يخالف فيه احد[۲]۔

ترجمہ: اور اہل کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ لینے میں مسلمانوں کا اجماع ہے اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

جزیہ کن سے لیا جائے گا؟

اہل کتاب کے بارے میں تو سبھی کا اتفاق ہے کہ ان سے جزیہ لیا جائے گا مگر اہل کتاب کے علاوہ دیگر معبودان باطلہ کی پوجا کرنے والوں سے جزیہ لیا جائے گا یا نہیں، اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ شافعی، حنبلی اور ظاہری کہتے ہیں:

ان الجزية لا تقبل من اهل الكتاب۔۔۔اليهود والنصارىٰ والمجوس۔۔۔سواء كانوا عربا او عجما، ولا تقبل من غيرهم كالوثنين وعبدة الشمس[۳]۔

ترجمہ: اہل کتاب، یہود، نصاریٰ اور مجوس کے علاوہ کسی سے بھی جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا، چاہے وہ عربی ہوں یا عجمی، بت پرستوں اور سورج کی عبادت کرنے والوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ احناف، حنابلہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک:

---

۲) صحیح مسلم، کتاب الجهاد، رقم:۳،۱۷۳۱/ ۱۳۵۷

۱) المغنی، ابن قدامۃ المقدسی، تحقیق: عبد اللہ الترکی، عبد الفتاح الحلو، دار عالم الکتب، ۱۹۹۷ء، ۸/ ۲۰۵

۲) کتاب الام، شافعی، ۴/ ۹۷-۱۰۴

ان الجزية تقبل من جميع الكفار الا عبدة الاوثان من العرب، لكونهم من رهط الرسول، فلا يقرون على غير دينه اما يسلمون او يقتلون[1]۔

ترجمہ: یعنی سب کفار سے جزیہ لیا جائے گا سوائے عرب کے بت پرستوں کے۔

۳۔ امام اوزاعیؒ، ثوریؒ، اور جمہور مالکیہ کے نزدیک:

ذھب۔۔۔الی قبول الجزية من كل كافر سواء كان كتابيا او وثنيا، عربيا او اعجميا، واستدلوا بحديث بريدة " اذا لقيت عدوک من المشركين فادعهم الى ثلاث خصال" فلفظ العدو عام لكل كافر، و نقل عن الامام الشوكانى ان هذا الحديث حجة فى ان اخذ الجزية ليس خاصا باهل الكتاب[2]۔

ترجمہ: جزیہ ہر کافر سے قبول کیا جائے گا چاہے وہ کتابی ہو یا وثنی ہو، عربی ہو یا عجمی اور انہوں نے بریدہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "جب تو اپنے دشمنوں مشرکوں کو ملے تو ان کو تین باتوں کی دعوت دے" اور لفظ "عدو" ہر کافر پر بولا جاتا ہے اور امام شوکانی نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث سب (کفار) سے جزیہ قبول کرنے کے متعلق حجت ہے۔ یہ صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

راجح قول:

تمام فقہاء کے دلائل کے بعد میرے نزدیک امام اوزاعیؒ، ثوریؒ اور مالکیہ کے دلائل زیادہ قرین قیاس ہیں کہ جزیہ تمام غیر مسلموں سے قبول کیا جائے گا۔ یہی قرآن حکیم کی تعلیمات کے زیادہ موافق ہے (لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ) اور حدیث نبوی سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے اہل مجوس سے جزیہ قبول کیا حالانکہ وہ آگ کی پوجا کرتے ہیں اور آگ کی پوجا بتوں کی پوجا کی طرح ہی ہے اور سب کافر اپنے کفر میں ایک جیسے ہی ہیں اور ان کی یہ دلیل کہ حضور ﷺ نے عرب کے مشرکین سے جزیہ کیوں نہیں لیا؟ تو اس کی دلیل یہ ہے کہ جزیہ ہجرت کے آٹھویں سال فرض ہوا ہے اور اس وقت غزوہ تبوک کے بعد حضور ﷺ نے مکہ فتح کیا اور عرب کے لوگ مسلمان ہوگئے اور مشرک باقی نہ بچے جن سے جزیہ لیا جاتا۔

جزیہ کے فرض ہونے کی شرائط:

جزیہ کی فرضیت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا لازم ہے:

---

۳) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، علاؤالدین ابوبکر مسعود، کراچی، پاکستان، ۸/ ۱۱۰

۱) نیل الاوطار، الشوکانی، باب اخذ الجزیۃ وعقد الذمۃ، ۷/ ۲۳۱

۱۔عاقل وبالغ ۲۔مذکر ۳۔استطاعت ادائیگی جزیہ ۴۔آزاد ہو۔

۱۔ عقل اور بلوغت:

اللہ تعالیٰ نے چونکہ جزیہ اہل قتال پر فرض کیا ہے اس لیے بچے اور مجنون پر جزیہ فرض نہیں کیونکہ یہ اس شرط میں داخل نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾[1]

ترجمہ: قتال کرو ان لوگو سے جو اللہ اور یومِ حساب پر یقین نہیں رکھتے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت معاذ بن جبلؓ کو کہ " خذ من كل حالم دينارا "[2]۔

اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ جزیہ عاقل، بالغ اور جنگ کے قابل ذمی پر عائد ہوتا ہے۔

۲۔ مذکر ہونا:

عورتوں پر جزیہ فرض نہیں کیونکہ وہ اہل قتال میں سے نہیں ہیں اور اوپر بیان کردہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔ حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ:

انه امر امراء الجيوش ان اضربوا الجزية ولا تضربوها على النساء والصبيان[3]۔

ترجمہ: بے شک آپ نے لشکر کے امراء کو حکم دیا کہ وہ جزیہ نافذ کریں مگر بچوں اور عورتوں کو چھوڑ کر۔

۳۔ جزیہ ادا کرنے کی استطاعت:

وہ لوگ جو جزیہ ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں ان پر جزیہ عائد نہیں ہوتا، جس طرح بوڑھا، تنگ دست اور اندھا ہیں کیونکہ یہ اہل قتال میں سے نہیں ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے:

ولان عمر راى ذميا يسال الناس فوضع عنه الجزية و فرض له من بيت المال[4]۔

ترجمہ: بے شک حضرت عمرؓ نے ایک ذمی کو لوگوں سے بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو اس سے جزیہ معاف کر دیا اور بیت المال سے اس کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔

---

۲) سورۃ التوبۃ:۹/ ۲۹

۱) کتاب الاموال، ص:۳۲

۲) ایضاً، ص:۴۱

۳) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:۱۸۳

۴۔ آزاد ہونا:

غلام سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا:

لانه مملوک، و لا یملک ما یعطی[۱]۔

ترجمہ: کیونکہ وہ غلام ہے وہ کسی چیز کو ملکیت میں نہیں رکھتا کہ وہ "جزیہ" دے۔

اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ:

قال: لا جزیة علی العبد[۲]۔

ترجمہ: غلام پر کوئی جزیہ نہیں۔

جزیہ کی مقدار:

تمام فقہاء نے جزیہ کی مشروعیت پر اتفاق کیا ہے لیکن انہوں نے جزیہ کی مقدار پر اختلاف کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ جزیہ کی مقدار معین ہے اس میں کمی و بیشی نہیں ہے اور ہر ایک نے اس کی معین مقدار کا ذکر کیا ہے لیکن ہر ایک کے نزدیک معین مقدار مختلف ہے۔

ا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک:

« انها ثمانیة واربعین درهما علی الاغنیاء، واربعة و عشرون درهما علی المتوسطین، و اثنا عشر علی الفقراء»

ترجمہ: کہتے ہیں غنی پر ۴۸ درہم، متوسط پر ۲۴ درہم اور غریب پر ۱۲ درہم۔

۲۔قیل اربعه دنانیر علی اهل الذهب، واربعون درهما علی اهل الورق اذا کانوا اغنیاء، و علی الفقراء دینار واحد او عشرة دراهم[۳]۔

ترجمہ: دوسرا قول سونے والوں پر چار دینار، چاندی والوں پر ۲۴ درہم جب وہ غنی ہوں تو اور فقراء پر ایک دینار یا دس درہم۔

۳۔قیل الواجب دینار واحد علی کل واحد یستوی فیه الغنی والفقیر۔۔۔لقوله ﷺ الیٰ معاذ فی الیمن'' خذ من کل حالم دینارا او عدله معافر "[۴]۔

---

۴) بدائع الصنائع، الکاسانی، ص:۷/ ۱۱۲

۵) بدائع الصنائع، الکاسانی، ص:۱۱۳

۱) مصنف، عبد الرزاق، ۴/ ۸۷

۲) کتاب الاموال، ص:۵۰

اوپر بیان کردہ اقوال ان فقہاء کے ہیں جن کے نزدیک جزیہ کی مقدار معین ہے اب ان فقہاء کی آراء بیان کی جاتی ہیں جو کہتے ہیں کہ جزیہ کی مقدار معین نہیں ہے۔

امام ثوریؒ کہتے ہیں کہ جزیہ کی مقدار مقرر نہیں ہے ان کی دلیل حضرت معاذ بن جبل والی حدیث ہے جو یمن جاتے وقت حضور ﷺ نے ان سے کہا:

« خذ من کل حالم دینارا»

اس کے علاوہ ابن عباسؓ کی روایت اہل نجران سے معاہدہ صلح کے بارے میں:

« ان رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَالَحَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفَيْ حُلَّةٍ النِّصْفُ فِي صَفَرٍ وَالْبَقِيَّةُ فِي رَجَبٍ يُؤَدُّونَهَا إِلَى الْمُسْلِمِينَ»[1]

ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے بے شک رسول ﷺ نے اہل نجران کے ساتھ ایک ہزار حلوں کے بدلے صلح کی نصف صفر کے مہینے میں دینگے اور باقی رجب میں مسلمانوں کو دینگے۔

اور ایک اور روایت ہے ابن نجیح سے ہے کہ میں نے مجاہد سے سوال کیا:

« مَا شَأْنُ أَهْلِ الشَّأْمِ عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيرَ وَأَهْلُ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِينَارٌ قَالَ جُعِلَ ذَلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ »[2]

ترجمہ: اہل شام کا کیا معاملہ ہے، ان پر چار دینار اور اہل یمن پر ایک دینار (جزیہ) تھا؟ فرمایا: (حضور ﷺ) نے یہ ان پر اس وقت لاگو کیا جب وہ ابھی خوشحال نہیں ہوئے تھے۔

اور حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیفؓ کو اہل سواد کی طرف بھیجا:

فوضع علیهم ثمانیة واربعین، واربعة و عشرین، واثنی عشر درهما[3]

ترجمہ: اور ان پر ۴۸، ۲۴ اور ۱۲ درہم عائد کیے۔

بیان کردہ نظائر سے علم ہوتا ہے کہ شام، یمن، نجران اور ہر شہر کے ذمیوں پر جزیہ کی مقدار مختلف تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ کی مقدار شریعت میں معین نہیں ہے بلکہ ولی الامر لوگوں کی استطاعت کے مطابق ان پر جزیہ کی مقدار مقرر کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

---

۱) سنن ابی داؤد، رقم: ۳۰۴۱، ۳/ ۴۳۰

۲) الصحیح البخاری، ۴/ ۱۱۷

۳) ابن ابی شیبۃ، مصنف، ۱۲/ ۲۴۱

راجح قول:

راجح قول یہی ہے کہ جزیہ کی مقدار شریعت کے اندر معین نہیں بلکہ ولی الامر کو اس کا اختیار ہے وہ اہل الذمہ کی مالی حیثیت کے مطابق ان پر اس کی مقدار مقرر کرے گا۔

چار اسباب کی بنیاد پر جزیہ ساقط ہو جاتا ہے:

۱۔ ذمی کا اسلام قبول کر لینا۔

۲۔ ذمی کی موت پر اس کے وارثوں سے اس کے ذمہ واجب الادا جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ اگر اسلامی ریاست اہل ذمہ کا دفاع کرنے سے قاصر ہو تو جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

۴۔ اگر اہل الذمہ دفاع میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جائیں تو ان سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا کی تفصیل اگلی فصل میں ذکر کی جائے گی۔

جزیہ پر اعتراضات

جزیہ ایک مذہبی ٹیکس:

مستشرقین نے اعتراض کیا ہے کہ جزیہ ایک مذہبی ٹیکس تھا۔ یہ ٹیکس تذلیل و تحقیر پر مبنی تھا اور غیر مسلموں پر اسلام قبول نہ کرنے کی سزا کے طور پر نافذ تھا۔ انھوں نے قرآن کریم کی جزیہ کے متعلق آیت کو بنیاد بنا کر من گھڑت اعتراض کیا ہے کہ:

﴿حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾[۱]

ترجمہ: یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔

چھوٹے بن کر رہنے کو انھوں نے غلط استعمال کیا بلکہ اسلام کے نزدیک ذمی دوسرے درجے کے شہری ہوتے ہیں اور یہ جزیہ ان کو رسوا کرنے کے لیے عائد تھا۔ جبکہ یہاں چھوٹے بن کر رہنے سے مراد ہے وہ اسلامی ریاست کے ماتحت امن و سکون سے رہیں اور اسلامی ریاست کے سربراہ کی سیادت کو تسلیم کریں۔ ان کا یہ اعتراض اس لیے بھی بے بنیاد ہے کہ جرجی زیدان کی کتاب "تاریخ تمدن اسلام" کا مطالعہ کرنے سے علم ہوتا ہے کہ جزیہ مسلمانوں کی ایجاد نہیں تھا۔ بلکہ سب سے پہلے فی کس ٹیکس یونان میں شروع ہوا جب انھوں نے فنیقیہ والوں کے خلاف ایشیائے کوچک کے باشندوں کی

---

۱) سورۃ التوبۃ: ۹/۲۹

حمایت میں جنگ لڑی اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ اس کے بعد یہ ٹیکس فرانس میں رومانوی حکومت وصول کرتی رہی۔اس کے بعد یونانیوں سے یہ ٹیکس ایران میں آیا اور اسکو "گزیت" کہا جاتا تھا۔گزیت سے یہ لفظ جزیہ میں بدل گیا۔ اس کے علاوہ جزیہ کی مقدار مقرر نہ تھی امام حالات کے مطابق جزیہ کی مقدار طے کر سکتا تھا۔لیکن اس میں یہ اصول پیش نظر رہتا کہ مقدار اتنی زیادہ نہ ہو کہ غیر مسلم رعایا کے لیے یہ ایک بوجھ بن جائے لہذا مختلف مالی حثیت رکھنے والوں پر جزیہ کی مقدار بھی مختلف تھی۔ حضرت عمر نے مالداروں پر سال میں اڑتالیس درہم، متوسط طبقہ پر چوبیس درہم اور محنت کش طبقہ پر بارہ درہم سالانہ مقرر کیا تھا۔دوسری طرف مسلمانوں پر بوقت ضرورت فوجی خدمت لازم تھی، عام صدقات اور مختلف ہنگامی چندوں اور صدقات کے علاوہ ہر سال زکواۃ ادا کرنا فرض تھی گویا جانی قربانی کے باوجود مسلمانوں پر مالی قربانی کا بوجھ عام ذمی سے زیادہ تھا۔ جن لوگوں نے اعتراض کیا کہ جزیہ اسلام قبول نہ کرنے کی سزا کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔ یہ اعتراض کس قدر بے بنیاد ہے کیونکہ ایک ذمی سے جو جزیہ لیا جاتا وہ مال کی مقدار پر نہیں بلکہ فی کس جزیہ تھا یعنی زیادہ سے زیادہ اڑتالیس درہم سال میں جمع کروا کے وہ کروڑوں کی جائیداد بھی جمع کر سکتا تھا اور مزید اس کے علاوہ اس پر کوئی ٹیکس یا فوجی خدمت لازم نہ تھی۔ جبکہ مسلمان فوجی خدمت کے علاوہ اپنی فصلوں اور پھلوں سے عشر دیتے اور جانوروں اور مال پر زکوۃ ادا کرنے کے پابند تھے یعنی جتنی آمدنی میں اضافہ ہوتا مقدار زکواۃ اور عشر میں تھی اسی قدر اضافہ ہو جاتا ہے۔

خراج:

اہل لغت نے خراج کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

وهو ما يخرج من غلة الارض او المال المضروب على الارض[1]۔

ترجمہ: خراج وہ ہے جو زمین سے پیدا ہونے والے غلہ یا زمین کی پیداوار سے نکالا جائے۔

اور فقہاء کے نزدیک

الخراج هو ما وضع على الارض من حقوق تؤدى عنه[2]۔

ترجمہ: خراج وہ ہے جو زمین پر لگایا جائے (یہ) ان حقوق میں سے ہے جو اس (زمین) سے ادا کیے جاتے ہیں۔

زمین کی اقسام:

وہ زمین جس کی پیداوار پر مخصوص حصہ خراج کی صورت میں وصول کیا جاتا ہے۔ماوردی نے زمین کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے:

---

۱) مختار الصحاح، ص:۱/ ۷۲

۲) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:۱۸۶

ا۔ ایسی زمین جس کو مسلمان آباد کریں، وہ عشری زمین کہلاتی ہے ایسی زمین کی پیداوار پر خراج لینا جائز نہیں ہے۔

۲۔ وہ زمین جس پر زراعت کرنے والے اسلام قبول کرلیں، اور وہ عشری زمین ہو، تو اس پر خراج لاگو نہیں کیا جائے گا، اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ بانه بتخيير الامام، بين ان يجعلها خراجية او عشرية، فان جعلها خراجية لا يجوز ان ينقلها الىٰ عشرية[1]

ترجمہ: یہ امام کے اختیار پر ہے کہ اسے خراجی بنائے یا عشری، اگر وہ اس کو خراجی بنالے تو جائز نہیں اس کو عشری بنانا۔

۳۔ ایسی زمین جس کو مسلمانوں نے عنوۃً فتح کیا ہو، یہ امام شافعیؒ کے نزدیک مال غنیمت ہے، فاتحین کے مابین تقسیم کی جائے گی اور اس کے غلہ سے عشر وصول کیا جائے گا اور اس پر خراج عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ مسلمانوں کے لیے وقف ہے اور اس زمین پر خراج ہو گا اور احناف کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے چاہے اس کو خراجی بنائے یا عشری۔

۴۔ وہ زمین جس پر مشرکین سے معاہدہ صلح ہوا ہو اس پر بالاتفاق خراج ہو گا اور اس کی دو قسمیں ہیں:

أ) وہ زمین جو مشرکین سے لے لی جائے تو وہ مسلمانوں پر وقف ہو جائے گی اور اس پر خراج ہو گا اور اس کی بیع جائز نہیں ہو گی۔

ب) جس پر اس کے مالکین کا قبضہ رہے اور خراج کی ادائیگی پر صلح ہو جائے[2]۔

خراجی زمین کی اقسام:

احناف کے نزدیک خراجی زمین کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

ا۔ وہ زمین جس کو مسلمان فتح کریں مگر اس کے مالکوں کے قبضے میں ہی رہنے دیں اور اس پر خراج عائد کریں جس طرح مصر اور عراق کی زمین کے ساتھ کیا گیا۔

۲۔ ایسی زمین جس کو امام نے مقررہ مقدار جزیہ پر اس کے مالکوں کے پاس چھوڑ دیا جس طرح نجران کے عیسائیوں کے ساتھ حضور ﷺ نے صلح کی کہ وہ اپنی زمینی پیداوار پر خراج دیں گے اور ہر سال ایک ہزار حلے بطور جزیہ بھی ادا کریں گے۔

۳۔ اور جب ذمی عشری زمین کا مالک بنے گا تو وہ زمین ابو حنیفہؒ کے نزدیک خراجی بن جائے گی کیونکہ عشر ایک عبادت ہے اور غیر مسلم پر عباددت واجب نہیں ہے۔

---

۳) کتاب الاموال، ابو عبید القاسم، ص:۷۲

۱) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:۱۸۶

خراج کی اقسام

خراج کی دو اقسام ہیں:

۱۔ خراج المقاسمہ ۲۔ خراج الوظیفہ

۱۔ خراج المقاسمہ

خراج مقاسمہ سے مراد زمین کی پیداوار کا ایک حصہ یعنی نصف، ربع یا اس طرح، جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو اہل خیبر کے ساتھ زمین کی پیداوار کے نصف پر صلح کی۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:

«عامل الرسول ﷺ اهل الخيبر على شطر ما يخرج منها من ثمر او زرع»[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر کی نصف پیداوار پھلوں اور زراعت کی پیداوار پر صلح کی۔

۲۔ خراج الوظیفہ:

زمین پر مال یا غلہ کی ایک خاص حد مقرر کر دی جائے جس طرح حضرت عمرؓ نے شام اور عراق کی زمین کے ساتھ کیا۔ انہوں نے زمین کے ایک خاص خطے پر پیسوں کی مقدار مقرر کی تھی۔۔۔ کرنسی میں درہم یا دینار ادا کرنے ہوں گے سال کے بعد۔

خراجی زمین جس کے پاس بھی ہو گی چاہے وہ مرد ہو یا عورت یا بچہ اس سے خراج لیا جائے گا اگرچہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر خراجی زمین پر قابض شخص مسلمان ہو جائے تو اس کا خراج ساقط ہو گا یا نہیں۔

امام سرخسیؒ کے نزدیک خراج اسلام قبول کرنے سے ساقط نہیں ہو گا جبکہ صحابہ کرام جن کے پاس عراق والی خراجی زمین تھی وہ خراج دیا کرتے تھے۔

اذا اسلم صاحب الارض لا يسقط عنه الخراج لانه يتعلق بالارض ولانه للصحابةارض العراق يدفعون خراجها[2]

ترجمہ: جب خراجی زمین رکھنے والا مسلمان ہو جائے تو اس سے خراج ساقط نہیں ہو گا کیونکہ اس کا تعلق (مذہب سے نہیں) زمین سے ہے اور بے شک وہ صحابہ جن کے پاس سوادالعراق کی خراجی زمین تھی وہ خراج ادا کرتے تھے۔

---

۱) کتاب الاموال، ص:۸۲-۸۳

۲) المبسوط، السرخسی، ۱۰/ ۸۳

اور امام مالکؒ کے نزدیک ساقط ہو جائے گا۔

یسقط الخراج باسلام مالک الارض لانه کالجزیة فهی تسقط باسلام الذمی، فکذلک الخراج یسقط[۱]

ترجمہ: خراجی زمین کے مالک کے اسلام قبول کرنے پر اس سے خراج ساقط ہو جائے گا کیونکہ یہ بھی جزیہ کی مانند ہے جب جزیہ قبول اسلام کے ساتھ ساقط ہو جاتا ہے تو خراج بھی ساقط ہو گا۔

راجح قول:

میرے نزدیک راجح قول احناف کا ہے کہ قبول اسلام سے خراج ساقط نہیں ہو گا کیونکہ اس کا تعلق زمین سے ہے مالک زمین کی ذات سے نہیں اور یہ ہی عمل حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا ہے۔

اعتراض:

مستشرقین نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ ذمی اور مسلم دونوں اہل دارالاسلام ہونے کی وجہ سے اگر برابر درجے کے شہری ہیں تو ذمیوں پر دوگنا محصول تجارت کیوں عائد کیا گیا۔ دوگنا محصول اس وجہ سے تھا کیونکہ ایک ذمی تاجر کو مسلم تاجر سے زیادہ مال تجارت کی حفاظت کی ضرورت ہوا کرتی ہے کیونکہ چوروں کو ذمیوں کے مال سے زیادہ طمع ہوتا ہے۔

ذمی سے دوگنا محصول صرف اس مال تجارت سے لیا جاتا تھا جس مال کو وہ ایک علاقے سے دوسرے کی طرف منتقل کرتا جب کہ مسلمان چاہے مال تجارت کو دوسرے علاقے میں منتقل نہ بھی کریں تب بھی ان کے مویشیوں، کھیتوں، پھلوں، رقوم اور دیگر اشیاء سے زکوۃ وصول کی جاتی ہے اور اس طرح ایک مسلمان پر عائد واجبات ذمی کے واجبات سے بڑھ جاتے ہیں لہذا ان سے دوگنا محصول وصول کیا جاتا تھا۔

تجارتی ٹیکس:

عشور کے بارے میں بھی مستشرقین نے اعتراض کیا ہے کہ مسلمان اور ذمی اگر برابر درجے کے شہری ہیں تو مسلمان اور ذمی پر ایک جیسا تجارتی ٹیکس کیوں نہیں ہے ؟۔

ذمی سے دوگنا محصول تجارت کیوں وصول کیا جاتا ہے ؟

امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب "کتاب الخراج" میں نقل کیا ہے:

---

۳) الاحکام السلطانیة، الماوردی، ص:۱۸۸

و تکون لاهل المدينة الحرية التامة فی القيام بالاعمال التجارية حسب نظام الدولة الاسلامية کالمسلمين والتنقل لاجل ذلک داخل الدولة وخارجها، ويخضعون لضريبة تجارية مقدارها نصف العشر، ومن المستامن يؤخذ العشر، واما من المسلمين ربع العشر[1]۔

ترجمہ: یعنی اہل ذمہ تجارت کے معاملے میں اسی طرح آزاد ہیں جس طرح مسلمانوں کو آزادی حاصل ہوتی ہے اور مال تجارت کو وہ ریاست کے اندر اور باہر بھی لے جاسکتے ہیں۔ اس بنا پر تجارتی محصول کی یہ شرح ہوگی:

ذمی سے ۲۰/۱، مستامن سے ۱۰/۱، اور مسلمانوں سے ۴۰/۱، بطور تجارتی محصول ادا کرنا ہوں گے۔

مشروعیت عشور:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے تجارتی محصول کی وصولی کا ذمہ سونپتے ہوئے فرمایا:

امرنی ان اخذ من المسلم ربع العشر ومن الذمی نصف العشر ومن الحربی العشر[2]۔

"حضرت عمرؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں مسلمان سے ربع عشر ۴۰/۱، اور ذمی سے نصف عشر ۲۰/۱، اور حربی سے عشر ۱۰/۱، وصول کروں"۔

احناف نے اس حدیث مبارکہ سے عشور تجارت کی مشروعیت کا استدلال کیا ہے۔

اجماع:

اور اس بات پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع بھی ہے۔

ان عمر فرض علی المسلم ربع العشر وعلی الارض نصف العشر فی عروض التجارة التی ينتقل بها من بين اقاليم البلاد ولم يذکر لاحد من الصحابة عنهم مخالفة فی ذلک فکان اجماعا[3]۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے اصحاب الرسول کی موجودگی میں عشور کا نفاذ کیا اور مقدار معین کی اس پر کسی بھی صحابی رسول کا اختلاف سامنے نہیں آیا گویا اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

اعتراض:

---

۱) کتاب الخراج، امام ابویوسف، ص:۱۳۳

۲) المبسوط، ۲/ ۱۹۹

۳) کتاب الاموال، ابوعبید القاسم، ص:۵۳۱

کہ ذمی پر تجارتی محصول مسلمان کے مقابلے میں کیوں دوگنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذمی پر الگ سے صرف ایک ٹیکس ہے (جزیہ) وہ بھی صرف صاحب حیثیت مردوں پر جو جنگ کے قابل ہوں۔ خراج جس طرح کافر پر ہے اسی طرح خراجی زمین کے مالک مسلمان پر بھی نافذ ہوتا ہے، جبکہ اگر ذمی زراعت کرتا ہے، تو اس پر کسی قسم کا کوئی مالی ٹیکس نہیں ہے جبکہ مسلمان شہری کے مال زراعت میں عشر لازم ہے۔ اس کے علاوہ صاحب استطاعت پر سالانہ 2.5٪ زکوٰۃ بھی لازم ہے۔ ملکی دفاع میں شمولیت اور جہاد کے مصارف کے لیے ریاست ٹیکس وصول کر سکتی ہے نفلی صدقات بھی ہیں۔ جبکہ ذمی ان تمام ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہوتے ہیں وہ نہ ملکی دفاع میں حصہ لیتے ہیں اور نہ ہی زکوٰۃ وصدقات ان پر لاگو ہوتے ہیں۔ وہ پر سکون طریقے سے ہمہ وقت کاروبار و تجارت کر سکتے ہیں جبکہ مسلمان شہری کو اتنا وقت اور سکون میسر نہیں ہوتا۔ اس بنا پر غیر مسلم شہری کو ضرائب کی مد میں مسلمان شہری سے بہت کم ریاست کو Pay کرنا پڑتا ہے، لہٰذا یہ کوئی ظالمانہ ٹیکس نہیں ہے۔

دفاع وطن اور رازداری:

وطن کا دفاع کرنا اور ملکی راز کی حفاظت کرنا ہر شہری کا فرض بنتا ہے۔ اہل ذمہ جو اسلامی ریاست میں قیام پذیر ہوں ان کے حقوق کے ساتھ ساتھ ان پر کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ وطن کا دفاع کریں اور اس کے راز وطن دشمنوں کو افشا نہ کریں، دشمنوں کے لیے جاسوسی کا کام نہ کریں، ملکی دفاع اور رازداری میں تمام شہری بلا امتیاز ایک جیسے ہیں، ان پر یہ فرض ہے۔

قرآن حکیم نے بھی جاسوسی کرنے اور رازوں کی ٹوہ لگانے سے منع فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اجتناب کرو حد سے زیادہ شک کرنے سے بے شک بعض گمان (شک) گناہ ہیں اور جاسوسی نہ کرو۔

یہ بہت بڑا گناہ ہے جس کے بارے میں فقہاء کہتے ہیں:

اذا ارتکبها المسلم فانه يقتل عند المالكية۔ و يسجن عندالاحناف حتى يتوب[2]

---

۱) الحجرات:۴۹/ ۱۲

۲) تبصرة الاحکام فی اصول الاقضیۃ ومناھج الاحکام، قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی بن قرحون المالکی، مکتبۃ الکلیات الازھریۃ، مصر، ۱۹۸۶ء، ۲/ ۱۹۴

ترجمہ: جب مسلمان (جاسوسی) کا ارتکاب کرے تو مالکیہ کے نزدیک قتل کیا جائے گا اور احناف کے نزدیک اسے جیل میں بند کر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کرے۔

اگر یہی جرم ذمی کرے تو اس کی سزا کیا ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ اور جمہور حنابلہ کی نزدیک:

یعتبر ناقضا لعهده فیکون کالحربی[١]

ترجمہ: اس (جرم) سے اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی بن جائے گا۔

احناف، شوافع اور بعض حنابلہ کے نزدیک:

لا ینتقض عقدالذمة بالتجسس، لان ایمان المسلم لا یزول بالتجسس فکذلک لا ینتقض به عهدالذمی[٢]

ترجمہ: عقد الذمہ جاسوسی سے نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ مسلمان کا ایمان جب جاسوسی کرنے سے زائل نہیں ہوتا تو ذمی کا عہد بھی نہیں ٹوٹتا۔

زیادہ درست بات یہ ہے کہ اس جرم کی سزا اولی الامر کے اختیار پر چھوڑ دی جائے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ:

"أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ وَهُوَ فِي سَفَرٍ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ خرج، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اطْلُبُوهُ، فَاقْتُلُوهُ»، فَسَبَقْتُهُمْ إِلَيْهِ، فَقَتَلْتُهُ "[٣]

ترجمہ: حضور ﷺ کے پاس ایک جاسوس آیا، آپ ﷺ سفر میں تھے وہ نبی ﷺ کے بعض اصحاب کے پاس بیٹھا پھر چلا گیا، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو تلاش کرو اور قتل کر دو، میں سب سے اس کی طرف سبقت لے گیا اور اسے قتل کر دیا۔

فتح مکہ سے پہلے کا ایک واقعہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرو لیکن یہ خبر کسی کو معلوم نہیں ہونی چاہیے تاکہ مشرکین مکہ کو تیاری کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ لیکن ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اپنے مکی رشتہ داروں کو خبر پہنچانے کے لیے کہ حضور ﷺ مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں ایک خاتون کو ایک خفیہ خط دے کر بھیجا جس کا مقصد مشرکین کو مسلمانوں کے راز سے باخبر کرنا ہرگز نہ تھا بلکہ وہ صرف اپنے رشتہ

---

٢) کتاب الخراج، امام ابویوسف، ص:١٨٩

٣) احکام القرآن، ابن العربی، ٢ / ٢٤٩، / / کتاب الام، وشافعی، ٤ / ١٠٩

٤) الصحیح البخاری، باب الحربی اذا دخل دارالاسلام بغیر امان، رقم:٢٨٨٦، ٣ / ١١١٠

داروں کو چوکنا کرنا چاہتے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ کو بھیجا کہ فلاں مقام پر تمہیں ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خفیہ خط ہو گا وہ لے کر آؤ۔ جب عورت کو پکڑا گیا اور خط لایا گیا تو اس نے بتایا کہ مجھے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے یہ دیا تھا۔ تو حضور ﷺ نے پوچھا:

ماھذا یا حاطب؟ تو انہوں نے اپنا سارا معاملہ بیان کیا۔

اس موقع پر عمر فاروقؓ کہنے لگے: یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ھذا المنافق۔

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ مجھے اس منافق کا سر حکم کرنے کی اجازت دیں۔

تو جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا:

"شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ"[1]۔

ترجمہ: اور بدر میں حاضر ہوئے اور تو نہیں جانتا کہ اللہ نے بدر والوں کے لئے یہ فضلیت رکھی ہے: فرمایا جو عمل کرو اللہ نے تمہارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔

یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو قتل صرف اس لیے نہیں کیا کہ وہ بدری صحابی تھے جن کے لیے خاص احکامات ہیں کہ اللہ نے ان کے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

راجح قول

تمام حقائق سے علم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان کی سزا جاسوسی کرنے پر قتل ہے تو ذمی کی بالاولیٰ قتل ہی ہے، وہ اس جرم کے ساتھ اپنا عقد ذمہ خود توڑ دیتا ہے۔

راہزنی کا ارتکاب اور سزا

شخصی امور کے علاوہ جان، مال اور عزت کے، یعنی دیوانی معاملات اور فوجداری میں اہل الذمہ بھی مسلمانوں کی ہی طرح شریعت اسلامی کے پابند ہیں۔ اس بارے میں فقہاء کہتے ہیں اہل الذمہ کو اجمالاً وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو ہوتے ہیں اور ان پر وہی فرائض عائد ہوتے ہیں جو مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں لہٰذا اگر کوئی ذمی چوری کرے تو اس پر اسی طرح حد جاری کی جاتی ہے جس طرح مسلمان پر حد لگتی ہے۔ جس نے قتل کیا، راہزنی کا ارتکاب کیا یا مال چھینا یا کسی عورت سے زنا کیا یا کسی نیک اور پاکدامن عورت پر تہمت لگائی یا کوئی اور اس طرح کا جرم کیا تو اس کے لیے وہی سزا ہو گی جو مسلمانوں کے لیے ہے کیونکہ یہ چیزیں ہمارے دین میں حرام ہیں اور وہ ان تمام چیزوں میں اسلامی قانون کے پابند ہیں جس میں ان کے دین کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔

---

۱) الصحیح البخاری، باب الجاسوس، وقولہ تعالیٰ (لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء)، رقم: ۲۸۴۵، ۳/ ۱۰۵۹

لہٰذا اگر کوئی ذمی راہزنی کی واردات کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے لیے شریعت کی مقرر کردہ سزا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا۔۔۔﴾[1]

ترجمہ: بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔

کیونکہ اس آیت کریمہ میں مسلم یا غیر مسلم کی تفریق نہیں کی گئی لہٰذا جو بھی اسلامی ریاست کا شہری ہونے کے ناطے یہ جرم کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی۔ کاسانی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ:

ولان الذمی قد التزم احکام الاسلام و انه من اهل دارنا فتقام علیه الحدود کلها الا حد الخمر وبه قال الجمهور[2]

ترجمہ: کیونکہ ذمی اسلامی احکام کا پابند ہوتا ہے اور وہ دارالسلام کا باشندہ ہے۔ جمہور کے نزدیک اس پر تمام حدود لاگو ہوں گی شراب کے سوا۔

ان جرائم کی سزا میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں۔ فقہاء کا کہنا ہے:

واذا قامت جماعة من المسلمین او من الذمیین یقطع الطریق علی المقیمین فی دارالاسلام سواء کانوا مسلمین او ذمیین فقتلوا واخذوا المال فان الامام یقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ان شاء صلبهم[3]

ترجمہ: یعنی اگر کوئی گروہ چاہے وہ مسلمان ہوں یا ذمی اگر دارالاسلام میں رہتے ہوئے راہزنی کا ارتکاب کریں، لوگوں کو قتل کریں یا ان سے مال چھینیں تو حاکم ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوائے گا اور اگر چاہے تو ان کو موت کی سزا دے گا۔

فقہاء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ ذمی کے راہزنی کرنے پر اس کا عقد ذمہ ختم ہو جاتا ہے یا نہیں۔ جمہور کہتے ہیں عقد ذمہ نہیں ناقص ہو گا:

ان عقد الذمة لاینتقض بارتکاب جریمة قطع الطریق[4]

ترجمہ: راہزنی کے ارتکاب سے عقد ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔

---

۱) المائدہ:۵/ ۸۵

۲) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۲ء، ۷/ ۹۱

۳) المبسوط، السرخسی، ۹/ ۱۹۵

۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، ۸/ ۱۱۳

جبکہ ظاہریہ کے نزدیک عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا:

ينتقض عقدالذمة بهٰذه الجريمة و يقتل بها قاطع[1]

ترجمہ: عقد ذمہ اس جرم کی وجہ سے ٹوٹ جائے گا اور مجرم کو قتل کیا جائے گا۔

حنابلہ کہتے ہیں:

ينتقض عقد الذمى لان الذمة لم تعقد له لاجل الاضرار بالمسلمين[2]

ترجمہ: ذمی کا عہد ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس نے مسلمانوں کو ضرر پہنچایا لہٰذا عقد باقی نہیں رہا۔

راجح قول:

یہ بات حقائق کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور حاکم اسے سزا دے گا۔

قتل کا ارتکاب:

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى --﴾[3]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے مقتول کے بارے میں۔۔۔

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾[4]

ترجمہ: پس جو تم پر زیادتی کرے تو (بدلے) میں تم بھی اتنی زیادتی کرو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر بھی ظلم کرنے سے منع کیا ہے۔ہاں جتنا وہ ظلم کریں بدلے میں ان کو اسی قدر سزا دینا بھی عدل کا تقاضا ہے۔جب ذمی کسی مسلمان، ذمی یا مستامن کو قتل کر دے تو اس کی سزا کیا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے اقوال کے درمیان تھوڑا اختلاف ہے۔

ا۔جب ذمی کسی دوسرے غیر مسلم کو قتل کرے تو:

---

۲) المحلی بالاثار، ابن حزم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۸ء، ۱۲/ ۲۹۳

۳) ابن قدامہ، المغنی، ۸/ ۲۹

۴)البقرۃ:۲/ ۱۷۸

۵)البقرۃ:۲/ ۱۹۴

فانه يقتل به عند جمهور الفقهاء من المذاهب الفقهية كلها لان غير المسلم المقيم فى دارالسلام يصير معصوم الدم[1]۔

ترجمہ: جمہور فقہاء کے تمام فقہی مذاہب کے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ دارالاسلام میں رہنے والا غیر مسلم کا خون (کرنا) حرام ہوتا ہے۔

جمہور کے قول کی موافقت میں حدیث:

« "أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا، فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ، قَالَ: فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِهَا رَمَقٌ، فَقَالَ لَهَا: أَقَتَلَكِ فُلاَنٌ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لاَ، ثُمَّ قَالَ لَهَا الثَّانِيَةَ، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لاَ، ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ، فَقَالَتْ: نَعَمْ، وَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا، فَقَتَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَجَرَيْنِ"[2]۔

ترجمہ: ایک یہودی نے ایک لڑکی کو زیوارت کے لئے پتھر مار کر قتل کیا تو انحضور ﷺ کے پاس اس حالت میں لائی گئی کہ اس میں زندگی کی افق باقی تھا نبی ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تجھے فلاں نے قتل کیا ہے تو اس نے سر کے اشارے سے بتایا کہ نہیں اور یوں دوسری بار اشارہ کیا اور تیسری بار بھی سر سے اشارہ کر کے کہا کہ ہاں تو پھر نبی ﷺ نے اسے (یہودی کو) دو پتھروں سے قتل کیا۔

۲۔ اگر قاتل ذمی ہو اور مقتول مسلمان ہو تو؟

ابن حزم کہتے ہیں:

غيرالمسلم يقتل بالمسلم لنقضه العهد لانه خالف مقتضى عقدالذمة [3]۔

ترجمہ: مسلمان کے قتل کے بدلے میں غیر مسلم کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنا عہد توڑ دیا ہے اور عقد ذمہ کے تقاضا کی مخالفت کی ہے۔

۳۔ جب حربی کو قتل کیا جائے تو؟

واذا كان المقتول حربيا فلا قصاص عليه---غير معصوم الدم لا خلاف فيه بين العلماء[4]۔

---

۱) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:۲۴-۲۵

۲) صحیح البخاری، باب من اقاد بالحجر، رقم:۵۴۸۵، ۲/ ۲۲،۲۵

۳) المحلی بالاثار، ابن حزم، ۱۲/ ۲۹۳

۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، ۷/ ۲۲۶

ترجمہ: جب مقتول حربی ہو تو قاتل پر قصاص نہیں۔۔۔کیونکہ اس کا خون حرام نہیں ہے، اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف نہیں ہے۔

ذمی کا بغاوت کرنا:

اسلامی ریاست میں بسنے والی کوئی غیر مسلم قوم جب بغاوت کرے تو جمہور فقہاء احناف، شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں:

انتقاض عقدالذمه، و يصيرون كالحربيين لان الخروج عن طاعة ونصب الحرب له يتناقض مع مقتضى عقد الذمة[1]۔

ترجمہ: عقد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، اور ان کی حیثیت حربیوں کی سی ہو جائے گی کیونکہ امام کی اطاعت سے خروج کرنا اور اس کے خلاف جنگ کے لیے کھڑا ہونا توڑ دیتا ہے اس عہد کو جس کا عقد ذمہ تقاضا کرتا ہے۔

اور جب اہل ذمہ بغاوت میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں تو ان کی سزا کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

احناف کہتے ہیں:

يعاقب اهل الذمة البغاة المشاركين بالعقوبة المقررة لهذه الجريمة ولا ينتقض بها عقد الذمة لانهم صاروا تابعين للمسلمين[2]۔

ترجمہ: احناف کے نزدیک عقد ذمہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ اس جرم کے لیے معین سزا دی جائے گی کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے ماتحت بغاوت میں شرکت کی ہے۔

جبکہ حنابلہ اور شوافع کے نزدیک:

ينتقض عقدالذمة بالاشتراک فی البغاة[3]۔

ترجمہ: حنابلہ اور شوافع کہتے ہیں چاہے وہ مسلمانوں کے ساتھ بغاوت میں شریک ہوں ان کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

راجح قول:

---

۲) المغنی، ابن قدامہ، ۸/ ۱۲۳

۳) شرح فتح القدیر، ابن ہمام، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۵/ ۳۴۱

۱) المغنی، ابن قدامہ، ۸/ ۱۲۳

میرے نزدیک یہ بات زیادہ حقیقت کے قریب ہے کہ بغاوت میں شرکت پر عقد ذمہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان کا معاملہ مسلمانوں جیسا ہی ہے جب اس جرم سے ان کا ایمان زائل نہیں ہوتا تو ان کا عہد بھی نہیں ٹوٹتا بلکہ ان کو اس جرم کی معین کردہ سزا دی جائے گی۔

زنا کا ارتکاب کرنا:

زنا ان جرائم میں شامل ہے جن کی سزائیں اسلامی قانون میں متعین و مقرر ہیں۔ زنا کی حد کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عقل ۲۔ بلوغ ۳۔ اختیار ۴۔ حرمت کا علم

اگر ذمی دارالاسلام میں ذمی کے زنا کے بارے میں:۔

جمہور:

ذہب جمہور الفقہاء الی اقامة حدالزنا علی الذمی الزانی[1]۔

جمہور کے نزدیک حد قائم کی جائے گی کیونکہ حضور ﷺ نے یہودی جوڑے پر زنا کی حد قائم کی۔

امر برجم یہودی ویہودیة زنیا فرجما[2]۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ نے ایک یہودی مرد اور یہودی عورت کے زنا کرنے پر رجم کا حکم دیا اور انہیں رجم کیا گیا۔

جبکہ مالکیہ کہتے ہیں:

لا یقام حد الزنا علی اھل الذمة، و انما یدفعون الی اھل دیانتھم لیقیموا علیھم ما یعتقدونہ من العقوبة[3]۔

ترجمہ: حد زنا نہیں لگے گی بلکہ ان کو ان کے ہم مذہب لوگوں کی طرف لوٹایا جائے گا وہ خود اپنے عقیدے کے مطابق سزا دیں گے۔

---

۲) ایضاً: ۸/ ۱۶۴

۳) مسند احمد، رقم: ۴۵۲۹، ۲/ ۷

۱) المدونة الکبری، امام مالک بن انس اصبحی، ۴/ ۴۰۰-۴۰۱

راجح قول:

راجح قول جمہور علماء کرام کا ہے کیونکہ ان کے قول کی تائید حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ سے ہو رہی ہے۔

قذف کا ارتکاب:

قذف سے مراد ہے کسی پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانا اور قذف کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عقل ۲۔ بلوغت ۳۔ اسلام ۴۔ آزادی ۵۔ پاکبازی

جمہور فقہائے، مالکیہ، حنابلہ، احناف اور شوافع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ:

ویقام الحد علی الذمی اذا قذف مسلما او مسلمة بالزنا[1]

ترجمہ: اس پر حد قائم کی جائے گی جب وہ کسی مسلمان مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے۔

جبکہ ظاہریہ کے نزدیک:

یجب قتل الذمی القاذف للمسلم لانه ینتقض عهده بذلک[2]

ترجمہ: ذمی کا قتل واجب ہے کیونکہ اس نے مسلمان پر تہمت لگا کر اپنا عہد توڑ دیا ہے۔

راجح قول:

راجح قول جمہور کا ہے کہ ذمی پر حد قائم کی جائے گی لیکن اس جرم میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

چوری کا ارتکاب:

چوری بھی ان جرائم میں سے ہے جن کی سزائیں اسلامی قانون میں متعین و مقرر ہیں اگر چوری شدہ مال کی مقدار یا مالیت کا نصاب حد کو پہنچ جائے تو حد نافذ ہو گی۔ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا چاہے وہ مسلم ہو یا کافر۔

یقام علی الذمی السارق اذا توفرت فیه شروط الجریمة حد السرقة سواء کان المسروق منه مسلما او ذمیا لانه ملتزم باحکام الاسلام[3]

ترجمہ: ذمی پر حد قائم کی جائے گی جب چوری شدہ مال حد سرقہ کو پہنچ جائے، مال مسلمان کا چوری کیا گیا ہو یا ذمی کا۔

---

۲) بدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد، محمد بن احمد بن رشد القرطبی، ؟؟؟؟

۳) المحلیٰ بالاثار، ابن حزم، ۱۲/ ۲۳۵

۱) المغنی، ابن قدامہ، ۸/ ۲۶۸

جمہور فقہاء کے نزدیک شراب اور خنزیر کی چوری پر حد قائم نہیں ہو گی باقی مال کی چوری اگر حد سرقہ کو پہنچ جائے تو حد قائم کر دی جائے گی۔

فصل چہارم:

اقلیتوں سے واجبات کی وصولی میں اسلام کا عدل

اسلام میں حقوق اور فرائض بین بین چلتے ہیں جہاں اقلیتوں کو اسلامی ریاست کے اندر حقوق عطا کیے گئے ہیں اس کے ساتھ ان پر کچھ فرائض بھی عائد کیے گئے ہیں جن میں مالی و دیوانی فرائض بھی شامل ہیں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ لیکن اسلام نے واجبات کی وصول میں کمال عدل کا مظاہرہ کیا ہے۔ بوقت ضرورت مجبوری کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل ذمہ کے مالی واجبات کو حاکم نہ صرف معاف کر سکتا ہے بلکہ انتہائی تنگدستی کی حالت میں حاکم پر فرض ہے کہ وہ غیر مسلم رعایا کی بیت المال سے کفالت کی ذمہ داری لے۔ جبکہ مالی واجبات ادا نہ کر پانے کی صورت میں بھی اسلامی ریاست اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ اہل ذمہ کے حقوق میں کسی طرح کی کمی نہ آئے۔

مالی واجبات میں سے سب سے اہم فریضہ "جزیہ" ہے۔

وصولی جزیہ میں عدل اور نرمی:

اگرچہ معاہدہ ذمہ کے تحت جنگ کے قابل مردوں پر فرض ہوتا ہے کہ وہ سالانہ مخصوص و معین جزیہ اسلامی ریاست کو ادا کریں اس کے باوجود اگر حالات کے پیش نظر ذمی وقت معین پر جزیہ ادا نہ کر سکے تو وصولیٔ جزیہ میں اس کی جائیداد، املاک اور گھریلو اشیاء کو فروخت نہیں کیا جائے گا۔

ا۔ جزیہ کے بدلے میں املاک کو نیلام نہیں کیا جائے گا۔

حضرت علیؓ نے اپنے عامل کو فرمایا:

" لا تبيعن لهم كسوة شتاء ولا صيفا، ولا رزقا ياكلونه، ولا دابة يعملون عليها، ولا تضربن احدا منهم سوطا واحدا فى دراهم "[1]

ترجمہ: ان کے جاڑے گرمی کے کپڑے اور ان کے کھانے کا سامان اور ان کے جانور جن سے وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں خراج وصول کرنے کی خاطر نہ بیچنا، نہ کسی کو درہم وصول کرنے کے لیے کوڑے مارنا۔۔۔

یعنی وہ چیز جس کی وصولی کا اسلامی ریاست حق رکھتی ہے۔ اہل ذمہ کو علم ہوتا ہے کہ ہمارا فرض ہم نے سالانہ ٹیکس ادا کرنا ہے اس کے باوجود ان کی بنیادی ضروریات زندگی کی چیزوں کو نیلام کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ا) کتاب الاموال، ابو عبید، ص:۵۵

جزیہ کی معافی اور معاشی کفالت کا ذمہ:

ناگہانی آفت، بڑھاپے، تنگدستی یا معذوری کی بنا پر ذمی سے نہ صرف جزیہ کی ادائیگی ساقط ہوتی ہے بلکہ اسلامی ریاست اس کی معاشی کفالت کی پابند ہو جاتی ہے۔ اس کی خوبصورت مثال خلیفہ ء عمر فاروقؓ کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔

جنابِ عمر فاروقؓ نے دوران گشت ایک بوڑھے بھکاری کو ایک دروازے پر بھیک مانگتے دیکھا:

"فاخذ عمر بیده وذهب الیٰ منزله فرضخ له بشیئ من المنزل ثم ارسل الیٰ خازن البیت المال فقال انظر هٰذا وغرباء فوالله ماانصفناه ان اکلنا شبیبة ثم نخذله عند الهرم "[1]

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لے گئے اور اس اپنے گھر سے کچھ دیا اور اس کے بعد اسے بیت المال کے خازن کے پاس لے گئے اور حکم دیا کہ اس کا اور اس جیسے لوگوں کا خیال رکھو اور یہ انصاف نہیں ہے کہ ان کی جوانی میں ان سے جزیہ وصول کیا اور بڑھاپے میں ان کو اسطرح رسوا کریں۔

خواتین اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ:

عورتوں اور بچوں سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا کیونکہ جزیہ صرف ان مردوں پر ہے جو قتال کے قابل ہوں۔ بچے اور خواتین اس شرط پر پورا نہیں اترتے اس لیے حضرت عمرؓ نے اپنے عمّال کو حکم جاری کیا:

" لا تضربوا الجزیة علی النساء ولا علی الصبیان و ان یضربوا الجزیة علیٰ من جرت علیه الموسیٰ من الرجال"[2]

"عورتوں اور بچوں پر جزیہ عائد نہ کریں اور صرف ان مردوں پر جزیہ عائد کریں جن کے بال اگ آئے ہوں (بالغ ہوگئے ہوں)۔

جزیہ کے قوانین میں نرمی:

اسلام میں جزیہ کی مقدار مقرر کرنے کا اساسی اصول بھی یہ ہے کہ ان پر نرمی کی جائے کسی قسم کی سختی اور تشدد نہ برتا جائے۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے:

لا یکلفوا فوق طاقتهم[3]

ترجمہ: ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ مت ڈالو۔

---

۱) کتاب الاموال، ابو عبید، ص:۴٦

۲) الجامع الاحکام القرآن، محمد بن احمد القرطبی، داراحیا التراث العربی، بیروت لبنان، ۸/ ۱۷۴

۱) کتاب الاموال، ابو عبید، ص:۱۲٦

بیت المال سے ذمیوں کی کفالت کا اصول:

جو ذمی تنگدست ہو جائیں ان کا جزیہ نہ صرف معاف کیا جائے گا بلکہ بیت المال المسلمین سے ان کے لیے وظائف مقرر کیے جائیں گے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ کے ساتھ معاہدہ صلح کیا تو اس میں باقاعدہ تحریر تھا:

"وجعلت لهم ايما شيخ ضعف عن العمل او اصابته أفة من الافات او كان غنيا فافتقر و صار اهل دينه يتصدقونه عليه طرحت جزيته و عيل من بين مال المسلمين و عياله"[1]

ترجمہ: میں نے ان کے لیے یہ حق بھی رکھا کہ کوئی شخص بڑھاپے کے سبب ضعف کا شکار ہو جائے یا اس پر کوئی آفت نازل ہو جائے، یا وہ پہلے مال دار تھا، غریب ہو جائے۔ یہاں تک کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس کو صدقہ و خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور اسے اور اس کے بچوں کو ریاست کے بیت المال سے خرچ دیا جائے گا۔

مرحوم کو واجب الادا جزیہ کا اسقاط:

اگر کوئی ذمی اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے ذمہ جزیہ کی رقم واجب الادا ہو تو وہ اس کے ترکہ سے وصول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی وہ رقم اس کے ورثاء کے مال سے وصول کی جائے گی کیونکہ جزیہ قرض کی مانند نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

"وان وجبت عليه الجزية فمات قبل ان تؤخذ منه او اخذ بعضها و بقى البعض لم يؤخذ بذلک ورثته و لم تؤخذ من تركته لان ذلک ليس بدين عليه"[2]

ترجمہ: اگر اس پر جزیہ واجب الادا ہو تو اس کی کل یا کچھ ادائیگی سے قبل موت آ جائے تو اس پر بقیہ واجب الاداء جزیہ وارثوں سے وصول نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ اس پر قرض نہیں ہے۔

سقوط جزیہ کے اسباب:

۱۔ اسلام　　۲۔ موت　　۳۔ ذمیوں کے دفاع سے عاجز آنا

۴۔ ذمیوں کی دفاع میں شمولیت

۱۔ اسلام:

---

۲) کتاب الخراج، ابو یوسف، ص:۱۴۴

۳) ایضاً: ص:۱۳۵

جب ذمی اسلام قبول کرلے تو اس پر سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور زکوٰۃ جزیہ کا بدل ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے:

«لَيْسَ عَلَى مُسْلِمٍ جِزْيَةٌ»[1]

ترجمہ: مسلمان پر جزیہ نہیں ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بھی اپنے عمال کو حکم دیا:

من شهد شهادتنا و استقبل قبلتنا واختتن فلا تاخذوا منه الجزية[2]

ترجمہ: جس نے اس (کلمہ) کی شہادت دی جس کی ہم دیتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرکے (عبادت) کی اور ختنہ کیا تو اس سے جزیہ مت وصول کرو۔

۲۔ الموت:

جب ذمی فوت ہو جائے تو اس سے جزیہ ساقط ہو جائے گا کیونکہ یہ مثل سزا ہے جو موت کے بعد ساقط ہو جاتی ہے مثل قرض نہیں ہے۔

معقل بن عبید اللہ، عمر بن عبد العزیز سے بیان کرتے ہیں:

انه قال ليس علىٰ من مات، ولا تؤخذ من ورثته بعد موت[3]

ترجمہ: جزیہ اس پر نہیں جو فوت ہو گیا، اور نہ (فوت شدہ ذمی) کے وارثوں سے طلب کیا جائے گا۔

۳۔ اگر اسلامی ریاست ان کے دفاع سے عاجز آجائے تو:

جزیہ چونکہ ایک دفاعی ٹیکس ہے اگر اسلامی ریاست اہل ذمہ کی حفاظت اور دفاع سے عاجز آجائے تو اہل الذمہ سے جزیہ ساقط ہو جائے گا کیونکہ یہ معاہدہ ذمہ کا حصہ ہوتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ سے جب معاہدہ صلح لکھا تو اس میں واضح طور پر یہ تحریر کیا تھا:

انى عاهدت على الجزية والمنحة۔۔۔فان منعناكم فلنا الجزية والا فلاحتى نمنعكم[4]

---

۱) سنن ابی داؤد، رقم: ۳۰۵۳، ۳/ ۴۳

۲) کتاب الاموال، ابو عبید القاسم، ص: ۵۳

۳) ایضاً، ص: ۵۴

۱) تاریخ الطبری، ص: ۴/ ۱۶

ترجمہ: یعنی معاہدہ اس بات پر ہے کہ تم جزیہ دو گے اور ہم تمہارا دفاع کریں گے اگر ہم نے دفاع کیا تو ہمارے لیے جزیہ ہے اگر دفاع نہ کر سکے تو جزیہ نہیں وصول کریں گے حتیٰ کہ دفاع کریں۔

۴۔ اگر ذمی دفاع میں شمولیت کریں تو:

جزیہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو ذمیوں سے دفاعی خدمت کے بدلے میں وصول کیا جاتا ہے۔ اگر اہل ذمہ اسلامی ریاست کے دفاع میں معاونت کریں تو جزیہ ان سے ساقط ہو جاتا ہے۔ بلاذری نے اپنی کتاب "فتوح البلدان" میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

ترجمہ: لشکر اسلام میں خدمات سرانجام دینے والا ہر عیسائی جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ تھا۔ انطاکیہ کے قریب کی ایک مسیحی آبادی کے ساتھ یہی معاملہ کیا گیا۔ وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کے ساتھ صلح کی اور وعدہ کیا کہ اگر ان سے جزیہ نہ لیا جائے اور مال غنیمت میں حصہ دیا جائے تو وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور جنگوں میں ان کے شانہ بشانہ لڑیں گے[۱]۔

خراج کی وصولی میں نرمی:

وہ زمین جس کو مسلمان فتح کریں اور اس پر اس کے اصل مالکوں کو قائم رکھیں اس کی پیداوار پر معین ٹیکس ریاست کو ادا کرنا پڑتا ہے اس کو خراج کہتے ہیں۔ خراجی زمین اگر مسلمان کے پاس بھی ہو گی تو اس کو یہ ٹیکس ادا کرنا پڑے گا کیونکہ فقہاء کہتے ہیں خراجی زمین والا ذمی اگر مسلمان بھی ہو جائے تو اس کو خراج دینا پڑے گا کیونکہ اس کا تعلق ذات سے نہیں زمین کے ساتھ ہے:

اذا اسلم صاحب الارض لا یسقط عنه الخراج لانه یتعلق بالارض، ولانه کان للصحابة ارض فی سوادالعراق یدفعون خراجها[۲]

صحابہ کرامؓ جن کے پاس عراق کی خراجی زمین تھی وہ خراج دیا کرتے تھے لہٰذا خراج کے معاملے میں مسلمان اور ذمی کی حالت ایک جیسی ہی ہے۔

خراج کا ساقط ہونا:

سرخسیؒ نے اپنی کتاب "المبسوط" میں نقل کیا ہے کہ پیداوار کم ہونے پر خراج نصف ہو جائے گا اور فصل تباہ ہونے پر خراج مکمل طور پر ساقط ہو جائے گا:

---

۲) فتوح البلدان، بلاذری، ص:۱۸۷

۳) المبسوط، السرخسی، ص:۱۰/ ۸۳

واذا لم تنتج الارض الا بقدر الخراج فانه لا يؤخذ منه كل الخراج بل يؤخذ نصف الخراج و اما اذا هلک الزرع فان الخراج یسقط[1]

ترجمہ: جب زمین کی پیداوار خراج کی ادائیگی سے کم ہو تو خراج نصف رہ جائے گا اور جب فصل تباہ ہو جائے تو خراج ساقط ہو جائے گا۔

وہ اسباب جن کی وجہ سے ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا ہے:

چھ اسباب ایسے ہیں جن میں سے ایک بھی وقوع پذیر ہو تو عقد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مسلمان عورت سے ذمی کا زنا کرنا

۲۔ مسلمانوں کے دشمنوں کے لیے جاسوسی کرنا

۳۔ مسلمانوں اور اسلامی ریاست کے ولی الامر کے خلاف جنگ

۴۔ جب ذمی دارالاسلام کو چھوڑ کر دارالحرب میں چلا جائے

۵۔ جزیہ دینے سے انکار کر دے

۶۔ اللہ، رسول ﷺ اور قرآن کے بارے میں غلط گوئی کرنے سے

۱۔ مسلمان عورت سے زنا:

جب کوئی ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے تو اس کا عقد ذمہ ختم ہو جائے گا اور اسے قتل کیا جائے گا۔ ابن قیمؒ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ اہل الذمہ کے ایک مرد نے شام میں مسلمانوں کی ایک عورت سے زنا کیا۔ عوف بن مالک نے اس کو فحش فعل کرتے دیکھ کر حضرت عمرؓ سے اس کی شکایت کی۔ جب عورت سے سوال کیا گیا تو اس عورت نے اس بات کی تصدیق کر دی تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ «اتَّقُوا اللَّهَ فِي ذِمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَظْلِمُوهُمْ فَمَنْ فَعَلَ هَذَا فَلَا ذِمَّةَ لَهُ»

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، محمد ﷺ کے ذمہ کے بارے میں اور ان (ذمیوں) پر ظلم مت کرو پس جس نے ایسا (فعل) کیا تو اس کے لیے کوئی ذمہ نہیں ہے"[2]

۲۔ جاسوسی:

---

۱) المبسوط، السرخسی، ۱۰/ ۸۳

۱) احکام الذمۃ، ابن قیم، ص: ۷۰۱

اسلامی ریاست کا شہری ہونے کی بنا پر ذمی کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ملک کے دفاع میں مخلص ہو اور مسلمانوں کے دشمنوں کو اسلامی ریاست کے راز نہ دے۔ اگر ایسا کرے گا تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور اسے قتل کیا جائے گا۔

اذا تجسس لاعداء المسلمين و كان قد شرط عليه عند الامان الا يخبر اهل الحرب بعورة المسلمين، فاذا ظهر انه كان حربيا لا امان له وللامام قتله وصلبه ---فان كان مكان الرجل امراة فلا باس بقتلها ايضًالانها قصدت الحاق الضرر بالمسلمين

ترجمہ: اور جب وہ مسلمانوں کی جاسوسی کرے ان ہی کے دشمنوں کے لیے حالانکہ اس کو امان دیتے وقت یہ شرط عائد کی گئی تھی کہ وہ مسلمانوں کے راز اہل الحرب کو نہیں بتائے گا، پس جب علم ہو جائے کہ وہ جاسوس ہے تو اس کا امان ختم ہو جائے گا اور وہ حربی بن جائے گا اور تب حاکم وقت کو جائز ہے کہ اسے قتل کرے یا سولی چڑھائے۔۔۔ پس اگر مرد کی جگہ پر عورت ہو تو اس کو قتل کرنے میں بھی حرج نہیں، کیونکہ اس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔

۳۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ:

جب ذمی حربیوں یا مشرکوں کے ساتھ مل کر یا الگ ہی مسلمانوں کے خلاف جنگ کا علَم بلند کرے تو اس کو قتل کرنا لازم ہے اور اس وقت اس کی امان بھی ختم ہو جائے گی۔ جس طرح مدینہ کے یہودیوں نے جب مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کی تو ان کو وطن بدر کر دیا گیا اور بعض کو قتل کیا گیا۔

۴۔ دارالحرب میں رہائش پذیر ہو جائے:

اذالحق الذمى بدار الحرب بحيث ترک الاقامة فى دارالاسلام وانتقل الىٰ دارالحرب عند ذلک لا يعتبر ذميا و قد انتقض عهده[۲]

ترجمہ: جب ذمی دارالاسلام سے دارالحرب میں منتقل ہو جائے تو پھر وہ ذمی نہیں رہے گا اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

جب ایک ذمی خود اپنی مرضی سے دارالاسلام چھوڑ کر دارالحرب میں رہائش پذیر ہو جائے تو اس کی امان باقی نہیں رہے گی اور وہ بھی دارالحرب میں سے ہو جائے گا۔

۵۔ اسلامی قوانین کا انکار کر دے اور جزیہ نہ دے:

اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کر دے تو اس کا عہد ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جزیہ ہی وہ بنیادی شرط ہے جس پر ان کے ساتھ معاہدہ صلح طے پاتا ہے۔

---

۲) ایضاً، ۵/ ۱۹۴۴

اس کے علاوہ وہ احکام اسلام، مالی و دیوانی معاملات میں شریعت اسلامی کے قوانین کا احترام کرنے اور ان کو قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کا عقد ذمہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

٦۔ خدا، قرآن اور رسول ﷺ کے بارے میں غلط بات کرے:

اگر کوئی ذمی اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے خدا کی ذات، کتاب اللہ اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں دروغ گوئی کرے تو اس کا عہد باقی نہیں رہے گا۔

ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما مر به راهب فقیل له، هٰذا یسب النبی ﷺ فقال عبداللہ لو سمعته لقتلته انا لم نعطهم الذمة علیٰ ان یسبوا نبینا

ترجمہ: "عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس سے ایک راہب گزرا، پس آپ سے کہا گیا یہ (راہب) حضور ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، تو حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کہ اگر میں (گالیاں دیتے ہوئے) سنتا تو اس کو قتل کر دیتا کیونکہ ہم نے ان کو اس بات کا ذمہ نہیں دیا کہ یہ ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیں"[1]۔

---

۱) المغنی، ابن قدامہ، ۸/ ۲۶۸

باب چہارم

مغربی قوانین میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

فصل اول: اقوام متحدہ اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

فصل دوم: یورپی یونین اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

فصل سوم: فرانس کے ملکی قوانین اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

فصل چہارم: برطانیہ اور جرمنی کے قانون اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

فصل اول:

اقوام متحدہ اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

مغرب میں بنیادی انسانی حقوق کی تاریخ اور اس کا اغاز و ارتقاء:

مغرب میں اقلیتوں کے حقوق کا جائزہ لینے سے قبل ضروری محسوس ہوتا ہے کہ مغرب میں انسانی حقوق کی تاریخ کے ارتقائی مراحل کا مختصر جائزہ لیا جائے تاکہ معلوم ہوسکے کہ اہل مغرب کی تاریخ میں حقوق انسانی کا سفر کب شروع ہوا؟ اس ضمن میں محمد صلاح الدین لکھتے ہیں۔

"اہل مغرب بنیادی انسانی حقوق کے تصور کی ارتقائی تاریخ کا اغاز پانچویں صدی قبل مسیح کے یونان سے کرتے ہیں۔ اور پھر پانچویں صدی عیسوی کے زوال پذیر روم سے اپنی سیاسی فکر کا ناطہ جوڑتے ہوئے وہ ایک ہی جست میں گیارہویں صدی میں داخل ہو جاتے ہیں چھٹی سے دسویں صدی عیسوی تک کا پانچ سو سالہ طویل ع ہد ان کی مرتب کردہ تاریخ کے صفحات سے غائب ہے۔ اخر کیوں؟ شاید اس لئے کہ یہ اسلام کا عہد ہے"[1]

یونان اور تصورِ انسانی حقوق:

حکمائے یونان وہ قدیم لوگ ہیں جنہوں نے قانون کی حکمرانی اور عدل وانصاف پر بہت زور دیا۔ لیکن ان کے تصور انسانی حقوق میں مساوات کا کوئی تصور نہیں تھا۔ وہ اہل ہندوستان کی طرح انسانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کرتے ہیں جس کی مثال عظیم فلسفی کے اس قول سے واضح ہوتی ہیں۔

افلاطون کے نزدیک حکمرانی کا حق صرف فلسفیوں کو ہے۔

"شہریوں تم آپس میں بھائی بھائی ضرور ہو، مگر خدا نے تمہیں مختلف جہتوں میں پیدا کیا ہے تم میں سے کچھ میں حکمرانی کی صلاحیت ہے اور انہیں خدا نے سونے سے بنایا ہے، کچھ چاندی سے بنائے گئے ہیں جو ان کے معاونین ہیں پھر کاشتکار اور دستکار ہیں جنہیں اس نے پیتل سے اور لوہے سے بنایا ہے"[2]

افلاطون کا یہ نظریہ بنیادی انسانی حقوق کے بالکل برعکس ہے۔

افلاطون کے شاگرد ارسطو سے بھی اسی طرح کے اصول منقول ہیں۔ وہ غریبوں کو امیروں کا غلام تصور کرتا تھا۔

"غریب لوگ امیروں کے پیدائشی غلام ہیں وہ بھی ان کی بیویاں بھی اور ان کے بچے بھی" [3]

---

۱) بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ط/ ۲، جنوری، ۱۹۷۸ء، ص: ۳۷

2) Morris Stockhammer, Plato Dictomary, Philosphical Library,

3) Thomas P. Kierman,Aristotale Dictionary, Philosophical Library, Newyork,1962, p:288.

مندرجہ بالا عظیم یونانی فلاسفر کے تصورات انسانی حقوق سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یورپ کے سرچشمۂ ہدایت یونان میں انسانی حقوق کی کیا صورتحال تھی۔

جدید یورپ میں بنیادی انسانی حقوق کے حصول کی تاریخ:

یورپ میں سب سے پہلے انسانی حقوق کی تحریک کا آغاز برطانیہ سے ہوا، انگلینڈ کے بادشاہ کانریڈ ثانی نے پارلیمنٹ کے اختیارات کے تعین کے لیے ایک اہک منشور ۱۰۳۷ء میں جاری کیا۔ اس کے بعد دوسرا منشور شاہ الفانسو نہم نے ۱۱۸۸ء میں پاس کروایا۔

میگنا کارٹا وہ تاریخی منشور ہے جس کی بنا پر اہل یورپ خود کو انسانی حقوق کا علمبردار سمجھتے ہیں۔ یہ انگلینڈ کے بادشاہ نے ۱۵ جون ۱۲۱۵ء میں منظور کیا اور ۱۳۵۵ء میں پارلیمنٹ نے اس کی توثیق کی۔ حالانکہ اس منشور میں صرف امراء کے مطالبات کو تحفظ دیا گیا اس میں عوام کے حقوق کی ضمن میں کچھ بھی نہیں کیا گیا۔

اس کی بعد قانونی چارہ جوئی کا قانون پاس ہوا۔ اس قانون کے تحت ماورائے عدالت نہ تو کسی شہری کو سزائے موت دی جاسکتی تھی اور نہ ہی اس کو اس کی جائیداد سے بے دخل کیا جاسکتا تھا

اس کے بعد دو سو سال تک یورپ میں میکیاولی کے نظریات کا غلبہ رہا اور اس نے امریت کی بنیادیں مضبوط کیں اور حصول اقتدار ہی کو مقصد زندگی بنالیا۔

سترہویں صدی میں یورپ میں فطری حقوق (Natural rights) کا نظریہ مقبول ہوا۔ تدریجی مراحل طے کرتے ہوئے، ۱۶۷۹ء میں پارلیمنٹ سے حبسِ بے جا کا قانون پاس کروایا گیا اس کے بعد ۱۶۸۴ء میں بادشاہ کے اختیارات کا تعین کیا جس کا نام (Bill of Rights) کا نام دیا گیا، جسے انگلینڈ میں انسانی حقوق کے حصول میں سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہوئی۔

۱۷۸۹ء میں فرانس کی قومی اسمبلی نے انسانی حقوق کا منشور (Declaration of the Rights of Man) پاس کیا۔

۱۸۶۸ء میں امریکی ائین میں چودہویں ترمیم منظور کی گئی جس میں جان و مال کے تحفظ کا مساوی حق دیا گیا۔

اگست ۱۹۴۱ء میں انسانی حقوق کی علمبرداری اور جنگ کے خاتمے کے لئے منشور اوقیانوس (Atlantic Charter) پر دستخط ہوئے۔

فرانس نے ۱۹۴۶ء کے دستور میں ۱۷۸۹ء کے منشور کے انسانی حقوق کو شامل کیا۔ اسی سال جاپان نے بنیادی انسانی حقوق کو اپنے دستور کا حصہ بنایا۔ ۱۹۴۷ء میں اٹلی نے انسانی حقوق کی ضمانت دی۔

"بالا آخر ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کا منشور انسانی حقوق جاری ہوا۔ جنرل اسمبلی میں رائے شماری کے وقت اس بل کے حق میں ۴۸ ووٹ آئے جب کہ ۸ ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا اور اس منشور پر عمل درآمد کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے اور ان کے تحفظ یا نئے قانون کے تعین کے لئے اپنی تجاویز پیش کرنے کے لئے ایک مستقل کمیشن برائے انسانی حقوق قائم کر دیا گیا"۔[1]

مغربی قوانین میں بنیادی انسانی حقوق کی اہم دستاویزات:

تدریجی مراحل سے گزرتے ہوئے مغرب میں بنیادی انسانی حقوق کے متعلق مختلف چارٹرز (Charters) ایکٹس (Acts) پیکٹس (Pacts)، مسودات (bills) اور منشورات بنائے گئے۔

ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کو قانونی شکل نہ تو مل سکی اور بعض ایسے ہیں جن کو ملکی دستور کا حصہ بنالیا گیا اور کچھ دستاویزات و منشورات ایسے بھی ہیں جن کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہوئی اس لئے ان منشورات و دستاویزات کی تین اقسام ہیں۔

۱) جن کو قانونی حیثیت نہ مل سکی: (Non-Binding Agreements)

مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) Cyrus cylinder, Ancient Persia, 559-530 BC.

(2) Declaration of Sentiment , 1948

(3) Caria Declaration on Human Rights in Islam , 1993

(4) Vienna Declaration and Program of Action ,1993

(5) United Nations Millennium Declaration , 2000

۲) جن کو ملکی قوانین کی حیثیت ملی: (National Human Rights Law)

(1) Magana carta, England, June 15, 1215.

(2) English Bill of Rights and Scottish claim of Rights , 1689

(3) Virgina Declaration of Rights June 1776

(4) United states Declaration of Independence , July 1776

(5) United states Bill of rights ,completed in 1789 , approved in 1791

(6) Declaration of the Rights of Man and of the citizen , 1789 ,France

(7) Constitution of the Soviet union , first 1918

---

۱) بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین، ص:۴۵، ۴۲

(8) Canadian Charter of Rights and Freedom , 1982

۳) دستاویزات جن کو بین الاقوامی حقوق کی حیثیت حاصل ہوئی:

(International Charters of Human Rights)

یہ وہ قانونی دستاویزات ہیں جن کو بین الاقوامی سطح پر پیش کیا گیا اور مختلف ممالک اور اقوام نے ان کی توثیق کی مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) Universal Declaration of Human Rights , 1948 ۱۔انسانی حقوق کا بین الاقوامی اقرارنامہ،۱۹۴۸۔

(2) The European Convention on Human Rights , 1950 ۲۔انسانی حقوق کا یورپی اعلان ۱۹۵۰۔

(3) Convention on the Elimination of all form of Racial Discrimination

۳۔ تمام اقسام کے نسلی امتیازات کے خاتمے کا اعلان۔

(4) Convention Relating to the status of Refugees , 1954 ۴۔مہاجرین کے متعلق اعلان ۱۹۵۴۔

(5) Pact of sain Joe , Costra Rice , 1969 ۵۔سائیں جو کا معاہدہ ۱۹۶۹۔

(6) International Convention on civil and political Rights , 1976

۶۔ سول اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی کنونشن۔

(7) International convention on Economic , Social and cultural Rights , 1976

۷۔ بین الاقوامی کنونشن معاشی، سماجی حقوق کا ۱۹۷۶۔

(8) Convention on the Rights of the Child ۸۔بچیوں کے حقوق کے متعلق کونشن۔

(9) Charter of the Fundamental Rights of the European union , 2000 ۹۔یورپی یونین کے بنیادی حقوق کا چارٹر ۲۰۰۰۔

۱۰ Declaration on the Rights of person, belonging to National or Ethnic, Religious and Linguistic Minorities[1] ۱۱۔ قومی، اخلاقی، مذہبی اور زبانی اقلیتوں کے حقوق کا ڈکلیریشن۔

International Human Right Law

اقوام متحدہ کے اقلیتوں کے حقوق کے چارٹر کا اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کیساتھ تقابلی جائزہ

حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کے حقوق اقلیات کا اقوام متحدہ کے اقلیتوں کے حقوق کیساتھ تقابل کرنا ایسے ہی ہے جیسے ائینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی اصلی شکل وصورت کا شیشے میں نظر انے والے عکس سے تقابل کرنا ہے۔

---

1) http: /UN: Wikipedia.org Universal-declaration of Human RigtS

پھر اصلی شکل وصورت کا یا تو انکار کر دیا جائے یا پھر اس میں عیوب ونقائص نکال کر عکس کو اصل پر ترجیح دی جائے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ انسانی حقوق کے حوالے سے اسلامی قوانین اصل اور جڑ ہیں اور مغربی قوانین اسلامی قوانین کی نقل اور عکس ہیں۔ کیونکہ اسلام کے انسانی حقوق کے تمام قوانین اور ان کی تفصیلات اور تمام انسانی حقوق کا جامع چارٹر پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل عطا کر دیا تھا۔

حضور ﷺ نے انسانی حقوق کی تمام جزئیات کی بھی وضاحت کر دی تھی جبکہ مغربی دنیا گیارویں صدی میں جا کر انسانی حقوق کی اصطلاح سے روشناس ہوئی۔ مغربی دنیا کا منشور اعظم میگنا کارٹا ۱۲۱۵ء میں معرض وجود میں آیا حالانکہ اس کی حیثیت محض بادشاہ اور امراء سلطنت کے درمیان ایک معاہدہ کی ہے کیونکہ یہ قانون امراء نے اپنے تحفظ کے لئے بادشاہ سے زبردستی منظور کروایا تھا۔

چودھویں سے لیکر سولہویں صدی تک پورے یورپ میں میکیاولی نظریات کا غلبہ رہا اور انسانی حقوق نام کی کوئی شے موجود نہ تھی۔ امریت نے انسانی حقوق کی دھجیاں بکھیر رکھی تھیں۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے برطانیہ کا حقوق انسانی کا بل (۱۶۸۹ء English Bill of rights) فرانس کا حقوق انسانی کا منشور ۱۷۸۹ء انسانی حقوق کا بین الاقوامی چارٹر ۱۹۴۸ء اور انسانی حقوق پر بین الاقوامی کنونشن ۱۹۵۰ء میں پیش کئے گئے۔ اور ۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ء میں اقلیتوں (قومی، علاقائی اور مذہبی) حقوق کے بارے میں بل پاس کیا گیا۔[1]

اگر مندرجہ بالا تمام قوانین اور منشورات کی دفعات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو علم ہوتا ہے کہ مغرب نے انسانی حقوق کے تمام مسودات اسلامی قوانین کی پیروی کرتے ہوئے انہی اسلامی قوانین کی نقل وعکس پیش کر کے میڈیا کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ کیا ہے کہ انسانی حقوق کے اصل وارث اہل مغرب ہیں۔

مغرب کا دعویٰ ہے کہ انسانی حقوق نسل انسانی کو ہم نے عطا کیے ہیں اس سے قبل ان کا وجود نہ تھا۔ اب ایسے لگتا ہے کہ جدید تہذیبیں اور مغرب زدہ ذہن مغربی میڈیا کے پروپیگنڈہ میں اکر انسانی حقوق کے اصل حقائق کو بھول چکا ہے۔

لہٰذا اسلامی حقوق اقلیات اور مغربی میں تقابل کے ذریعے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ انسانی حقوق کے وارث اہل مغرب نہیں بلکہ ان کے بیان کردہ حقوق کی فہرست اور منظور کردہ منشورات تو میثاق مدینہ اور خطبہ حجۃ الوداع میں عطا کیے گئے انسانی حقوق کا عکس اور نقل ہیں۔

(اس فصل میں اقوام متحدہ کے چارٹر)

---

1) Institute of Human Rights, Turko/abo and London, 1995,P:55

(Declaration of the rights of Persons belonging to National or Ethnic, Religious and Linguistic Minorities)[1]

یہ ۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ء میں پاس کیا گیا۔ اس کا تقابل اسلام میں اقلیتوں کے حقوق سے کیا جائے گا۔

اقوام متحدہ اور اقلیتیں:

اقلیتوں کے متعلق قانون سازی کے سلسلے میں اقوام متحدہ نے ۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ء میں ایک ڈیکلریشن پاس کیا۔ جسے قومی، علاقائی اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا ڈیکلریشن کا نام دیا گیا۔

یہ ڈیکلریشن نو ارٹیکلز پر مشتمل ہے۔

۱۹۹۲ء کے اس ڈیکلریشن کے ارٹیکل ایک کے مطابق

(1) "States shall protect the existence and the national or Ethnic cultural religious and linguistics identity of minorities within their respective territories and shall encourage conditions for the promotion of the identity"[2]

تمام ریاستیں اقلیتوں کے وجود کے تحفظ کو یقینی بنائیں گی اور ان کی اخلاقی، قومی، ثقافتی، مذہبی اور زبانی شناختوں کو ان کے متعلقہ علاقائی رسم ورواج کے مطابق تحفظ دیں گی اور اس کی شناخت کے لئے حالات کو سازگار بنائیں گی۔

(2) "States shall adopt appropriate legislative and others measures to archive those ends".[3]

ریاستیں اس انداز میں قانون سازی اور دیگر اقدامات کریں گی کہ یہ مقاصد حاصل ہو سکیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور انسانوں کو عددی اقلیت یا اکثریت کے پیمانوں سے نہیں ناپتا بلکہ اصولوں اور وابستگیوں کے حوالے سے شناخت کرتا ہے زبان اور رنگ ونسل کا اختلاف تو قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

" وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ "[۴]

---

1) https://www.un.org/documents/ga/res/47/a47r135.htm, /United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, Agenda Item No.97b, Press release No.A/47/PV, 18 December, 1992, P.4

2) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135,P.5

3) Ibid,p.5

۴) سورۃ الروم:۳۰/۲۲

ترجمہ: اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا اہل دانش کے لئے ان (باتوں) میں (بہت سی) نشانیاں ہی ہیں۔

یہاں مالکِ کائنات نے اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ رنگوں اور زبانوں کا تنوع اور نسل انسانی کے ظاہری اختلافات ان میں مستقل تفریق وامتیاز کا باعث نہیں ہیں اس بنا پر نسل انسانی کے مختلف گروہوں کے لئے عزوشرف اور تحقیر و تذلیل کے معیارات مقرر کرنا درست نہیں ہے۔ اسلام میں جائز نہیں اکثریتی گروہ کی نسلی شناخت کو قومی شناخت قرار دے کر باقی تمام گروہوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اس شناخت کو اپنا کر اپنی شناخت ختم کر دیں ویسے بھی اسلام نے رنگ، نسل، قبیلے، خاندان یا کسی بھی مادی سبب کی وجہ سے کسی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضلیت نہیں دی پر چیزیں محض پہچان کا سبب ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى [1]

ترجمہ: تمھیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔

اس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ تمام انسانوں کی اصل ایک ہی ہے۔ یہ رنگ، نسل زبانیں محض پہچان کا ذریعہ ہیں نہ کہ عزت وافتخار کا۔

اسی بات کو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فتح مکہ کے موقع پر یوں بیان فرمایا:

«لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ»

ترجمہ: "کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور نہ کسی سفید رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور نہ کسی سیاہ رنگ والے کو کسی سفید رنگ والے پر کوئی فضلیت حاصل نہیں"۔[2]

یعنی بحیثیت انسان سب برابر و محترم ہیں اہل یونان اور ہنود کے فلاسفہ کے اقوال کے طرح انسانیت کو طبقات میں تقسیم نہیں کیا کہ فلاں طبقہ سونے سے فلاں چاندی اور لوہے، پیتل سے پیدا کیا گیا بلکہ تمام انسان محترم و مکرم ہیں۔ یہ شناختیں فطری ہیں اور انہیں الگ پہچان کا زریعہ رہنے دینا چاہے۔ اقوام متحدہ نے اقلیتوں کی الگ شناخت کا اور شناخت کے تحفظ کو جو قانون ۱۹۹۲ء میں پاس کیا اسلام نے یہ حق آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی دے دیا تھا۔

---

۱) سورۃ الحجرات:۱۳/۴۹

۲) مثير الغرام الساكن إلى أشرف الأماكن لابن الجوزي، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: ۵۹۷ھ)، قدم له وحققه وفهرسه: د/ مصطفى محمد حسين الذهبي، الناشر: دار الحديث، القاهرة، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۵م، ۱/ ۳۴۰

ارٹیکل نمبر دو

"Persons belonging to national or ethnic religious and linguistic minorities have the right to enjoy their own culture to profess and practice their own religion and to use their own language in private and public freely and without or any form of discrimination"[1]

ترجمہ: ایسے افراد جو قومی وعلاقائی، مذہبی اور زبانی اقلیتوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عملی زندگی گزار سکتے ہیں اور آزادانہ طور پر ذاتی زندگی میں اور پبلک مقامات پر اپنی زبان کا استعمال کر سکتے ہیں بغیر کسی مداخلت اور امتیازی سلوک کے۔

مندرجہ بالا ارٹیکل کی شق نمبر ۱تا۵ میں دو اہم باتوں کا ذکر کیا گیا ہے: زبان اور مذہب کی آزادی کا جبکہ اسلام کا اس بارے نظریہ یہ ہے:

۱) ہر شخص کو ضمیر کی آزادی اور اپنے مذہب کے مطابق عبادت و پرستش کا حق دیتا ہے۔
۲) ہر شخص کو مقررہ حدود کے اندر رہ کر اپنے عقائد کی مکمل آزادی کا حق حاصل ہے۔
۳) اسلامی قانون کے تحت غیر مسلموں کے اپنے مذہبی حقوق سے محروم ہونے کا کوئی امکان نہیں کیونکہ ان کے مذہبی اور ذاتی معاملات کو واضح قانونی شقوں میں تحفظ دیا گیا ہے۔
۴) اسلام کسی حالت میں بھی اجازت نہیں دیتا کہ اقلیتوں کو مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔

اسلام نے اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی دی ہے۔ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے ہر شہری اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کر سکتا ہے اسے اور اسلام قبول کرنے پر ہر گز بھی مجبور نہیں کیا جائے گا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾[۲]

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔

حضور ﷺ نے جب ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تو وہاں یہود بطور اقلیت آباد تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

---

1) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135,p.5

۲) سورۃ البقرۃ:۲/۲۵۶

«لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُمْ»[1]

ترجمہ: یہودی اپنے دین کے مطابق زندگی گزاریں گے اور مسلمان اپنے دین کے مطابق۔

غیر مسلم خالصتا اسلامی شہروں کے علاوہ اپنے شہروں میں جو اسلامی ریاست کے ماتحت ہوں اپنے مذہبی شعائر کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ علامہ کاسانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

(لایمنعون من الظھار شئ مما ذکرنا من بیع الخمر والخنزیر والصلیب وضرب الناقوس فی قریة او موضع لیس من امصار المسلیمن ولو کان فیه عددکثیر من المسلیمن ---)[2]

ترجمہ: جو بستیاں امصار مسلمین میں سے نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو خراج اور شراب بیچنے، صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا۔ خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی کثیر تعداد موجود ہو۔

اس ڈیکلریشن کے ارٹیکل نمبر تین میں

(1) "Persons belonging to minorities may exercise their rights including those set forth in the present declaration individually as well as in community without other members of their group without any Discrimination".[3]

(2) "No disadvantage shall result for any person belonging to minority as the consequence of the exercise or non exercise of the rights set for th in the present declaration".[4]

۱) اقلیتی گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے حقوق استعمال کر سکتے ہیں ان حقوق سمیت جو ڈیکلریشن میں ان کو دیئے گئے ہیں ذاتی طور پر بھی اور کمیونٹی میں اپنے گروہ کے دوسرے افراد کیساتھ بھی بغیر کسی امتیازی سلوک کے۔

۲) اقلیتی گروہوں کیساتھ تعلق رکھنے والے افراد کو اس ڈیکلریشن میں دیئے جانے والے حقوق کے استعمال کرنے یا نہ کرنے پر کسی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑھے گا۔

اس ارٹیکل کی دونوں شقوں میں کسی خاص نئی بات کا تو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس بات کی تاکید واعادہ کیا گیا ہے کہ اقلیتوں کو جو حقوق عطا کئے گئے ہیں وہ ان کا آزادانہ استعمال کر سکتے ہیں۔

---

۱) الصحیح البخاری، ۲/۱۱۷

۲) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، علاالدین ابو بکر بن مسعود، ۷/۱۳

3) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

4) Ibid, P .6

اسلام نے اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی عطا کی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اپنی مرضی سے اسلام کی بجائے کوئی اور مذہب بھی قبول کر سکتے ہیں۔ احناف اور مالکیہ کا فتویٰ ہے۔

يقولون باقرارهم مطلقا سواء انتقلوا الى دين كتابى اوغيره وسواء انتقلوا الى دين كتابى او غيره وسواء انتقلوا الى دين مساوا لدينهم او ادنىٰ منه او اعلى لان الكفر ملة واحدة[1]

ترجمہ: (مالکیہ کے نزدیک) ذمی چاہے اہل کتاب یا ان کے (دین) کے علاوہ کوئی مذہب اپنالیں چاہے وہ دین ان کے سابقہ دین کے مساوی ہو یا ادنیٰ ہو یا اعلیٰ، اسے اجازت ہے کیونکہ سارا کفر ایک ہی جماعت ہے۔

۱۹۹۲ء کے ڈیکلریشن کے ارٹیکل چار میں ہے۔

(1)"States shall take measures where required to insure that person belonging to the minorities may exercise fully and effectively all their human rights and fundamental freedoms without any discrimination and in full equality before law". [2]

(2) "States should where appropriate take measures in the field of education in order to encourage Knowledge of the history tradition language and culture of minorities existing within their territory". [3]

(3) "States should consider appropriate measures so that persons belonging to minorities may participate fully in the economic progress and development in their country". [4]

۱) ریاستیں جہاں ضروری ہو گا ہو ایسے اقدامات کریں گی تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے لطف اندوز ہو سکیں بغیر کسی امتیازی سلوک کے اور قانون کی نظر میں برابری کی سطح پر۔

۲) ریاستیں تعلیم کے میدان میں بھی اہم اقدامات کریں گی تا کہ ان کے علاقے میں موجود اقلیتوں کی تاریخی روایات، زبان اور کلچر کے علم کو فروغ ملے۔

۳) ریاستوں کو چاہیے کہ مناسب اقدامات کریں تا کہ اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے ملک کی معاشی ترقی اور خوشحالی میں بھرپور حصہ لے سکیں۔

---

۱) القوانين الفقهية، ابن جزی الغرناطی، (م۷۴۶ھ) مطبعة الامنية بالرباط، ۱۹۵۸ء، ص:۳۹

2) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

3) Ibid,p.6

4) Ibid,p.6

ارٹیکل نمبر (۴) میں دو اہم حقوق کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک تعلیم کا حصول اور دوسرا معاشی حق یعنی پیشے کے انتخاب میں آزادی تاکہ وہ اپنی دلچسپی اور صلاحیت کے مطابق ملکی ترقی وخوشحالی میں حصہ لے سکیں۔

معاشی میدان میں اسلام نے ریاست کے اندر رہنے والے غیر مسلموں کو مکمل آزادی دی ہے وہ ہر کاروبار کرسکتے جو مسلمانوں کو کرنا جائز ہیں۔ صنعت، تجارت، زراعت اور دوسرے تمام پیشے جو مسلمان اختیار کرسکتے ہیں ان پر ایسی کوئی پابندی نہیں جو مسلمانوں پر ہو بلکہ ان کو مسلمانوں سے بھی زیادہ آزادی ہے کہ وہ کاروبار اور پیشے جو اسلام میں تو جائز نہیں مگر ان کے اپنے مذاہب میں ان کو اختیار کرنے سے نہیں روکے گی۔ چنانچہ اس میں وہ شراب کی خرید وفروخت کرسکتے ہیں ریاست اس میں مداخلت نہیں کرے گی۔

لہذا اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی شراب یا خنزیر کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

(ویضمن المسلم قیمة خمره وخنزیره اذا تلفه)[1]

ترجمہ: مسلمان اس شراب اور سور کی قیمت ادا کرے گا اگر وہ اس کو تلف کردے۔

اسلام حصولِ علم پر اس قدر زور دیتا ہے کہ پہلی وحی کا اغاز ہی تعلیم سے ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴾[2]

ترجمہ: پڑھ (اے نبیؐ) اس رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

اور قرآن حکیم نے اہل علم کی فضیلت یوں بیان کی ہے۔

﴿ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴾[3]

ترجمہ: اور صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحب عقل ودانش ہیں۔

حضور ﷺ نے جب ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تو وہاں پر یہود بھی آباد تھے اور وہ اپنی مذہبی کتب کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔ اور اپنی اولاد کو تعلیم بھی دیتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے نہیں روکا۔

لہذا اسلامی ریاست اس بات کی پابند ہے کہ وہ تمام شہریوں کو بلا امتیاز تعلیم وتربیت کے مساوی مواقع فراہم کرے۔ آج اہل مغرب نے اپنے شہریوں کو جو بنیادی انسانی حقوق عطا کیے ہیں اسلام نے یہ حقوق آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی عطا کر دیے تھے۔

---

۱) جصاص، احکام القرآن، ۲/۴۳

۲) سورۃ العلق: ۹۶/۱

۳) سورۃ البقرۃ: ۲/۲۶۹

۱۹۹۲ء کے ڈیکلریشن کے ارٹیکل پانچ میں ذکر ہے۔

(1)" National policies and programmers shall be planned and implemented with due regard for the legitimate interests of persons belonging to minorities". [1]

(2) "Programe of cooperation and assistance among states should be with due regard for planned and implemented with the legtimate persons belonging to minorities interests". [2]

۱) قومی سطح پر پالیسیاں اور پروگرام بناتے ہوئے اور ان کے نفاذ کے دوران اقلیتوں کے مفاد کو پیش نظر رکھا جائے، قانون کی حدود قیود میں رہتے ہوئے۔

۲) ایسے پروگرامز کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے جن کا مقصد ریاستوں کے درمیان تعاون کو بڑھانا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا ہو اور ان کے نفاذ کے دوران قانونی حدود و قیود میں رہتے ہوئے اقلیتوں کے مفادات کو پیش نظر رکھا جائے۔

اس ارٹیکل میں دوبارہ اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ریاستیں ملکی سطح پر پروگرامز بناتے وقت اقلیتوں کے مفادات کو بھی مدنظر رکھیں۔ ایسا منصوبہ یا پالیسی نہ بنائی جائے جس سے اقلیتوں کے مفادات کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔

یہ بات اسلام کی روح کے برعکس ہے کہ ریاست میں کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس کا مقصد ایک طبقے کو نوازنا اور دوسرے کو محروم رکھنا ہو اقانون کی نظر میں اقلیت و اکثریت برابر کے حقوق رکھتے ہیں جب کوئی غیر مسلم اسلامی ریاست کے قوانین کو قبول کرتے ہوئے اس میں قیام کرتا ہے کہ اس کے لئے بھی وہی فرائض ہیں جو وہاں رہنے والے مسلمانوں پر لاگو ہیں اور اس کو مسلمانوں جیسے ہی حقوق بھی حاصل ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں حضرت علیؓ کا قول ہے۔

(من كان له ذمتنا فدمه، كدمنا، وديته كديتنا) [۳]

ترجمہ: جو کوئی ہمارا ذمی ہو تو اس کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

(انما اقبلوا عقدة الذمة لتكون امورلهم كاموالنا دمائهم كدمئنا) [۴]

---

1) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

2) Ibid,p.6

۳) البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، الحافظ، السنن الکبری، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶ء، ۳۰/۸

۴) برہان، شرح واہب الرحمان، ۲۰۲/۳

" انہوں نے عقد ذمہ اس لئے قبول کیا ہے کہ ان کے اموال ہماری طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں"۔

اس ڈیکلریشن کے ارٹیکل چھے میں ذکر ہے۔

"States should cooperate on the question relating minorities, inter alia, exchanging information and experience, in order to promote mutual understanding and confidence" [1]

" ریاستوں کو چاہیے کہ اقلیتوں کے متعلق سوالات پر تعاون کریں جن کا مقصد معلومات اور تجربات کا تبادلہ ہو تاکہ ہم اہنگی اور اعتماد کو فروغ ملے"۔

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام انسانیت کے لئے، اسلام نے انسانوں کو جو حقوق عطا کیے ہیں وہ مذہب، رنگ، نسل یا عقیدے کی بنیاد پر نہیں ہیں بلکہ بحیثیت انسان ہیں۔ اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی کو حق سے محروم رکھنا اسلام کی تعلیمات کے منافی ہے کیونکہ اسلام کا تو مقصد ہی بھلائی اور خیر خواہی ہے۔

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے۔

(لا ضرر ولا ضار) [۲]

ترجمہ: نہ ضرر پہنچے اور نہ ضرر پہنچایا جائے۔

اسلام معاشرتی زندگی میں تمام طبقات معاشرہ کے درمیان ہم اہنگی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ اقلیتیں خود کو دوسرے درجے کا شہری خیال کریں۔ اسلام معاشرتی زندگی میں تمام افراد معاشرہ کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہے اسی لئے معاشرتی تعلقات کو فروغ دینے کے لئے فراخ دلانہ میل جول پر زور دیتا ہے۔

قرآن حکیم میں ہے۔

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ [۳]

ترجمہ: اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔

معاشرتی ہم اہنگی کے فروغ کے لئے اور افراد معاشرہ میں الفت و محبت کا رشتہ قائم کرنے کے لئے اگر کوئی ذمی آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دیتا تو آپ ﷺ اس کی دعوت قبول فرماتے۔

---

1) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

۲) برہان، شرح واہب الرحمان، ۳/ ۲۰۲

۳) سورۃ المائدہ: ۵/ ۵

احکام القرآن میں رازی نے نقل کیا ہے۔

(ان النبی ﷺ اکل من الشاۃ المسمومة التی هدیت الیه الیهودیة)[۱]

ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک یہودیہ کا ہدیہ کیا ہوا گوشت کھایا جس میں زہر ملایا گیا تھا۔۔۔

اس ڈیکلریشن کے ارٹیکل نمبر سات کے مطابق

"States should cooperate in order to promote respect for the rights set forth in the present declaration"[2]

ترجمہ: اس ڈیکلریشن میں اقلیتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں تاکہ انہیں مناسب مقام دیا جاسکے۔ اس کے لئے ریاستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعاون کریں۔

اقلیتوں کو معاشرے میں باعزت مقام دینے کے لئے ریاستی انتظامیہ کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ ایسے اقدامات کریں۔

جبکہ اسلام اقلیتوں کو کس طرح ایک باعزت مقام دیتا ہے اس دلیل سے واضح ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ حبشہ سے عیسائیوں کا ایک وفد حضور ﷺ کے پاس مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی مہمان نوازی کی ذمہ داری خود لیتے ہوئے فرمایا:

«إنهم كانوا لأصحابنا مكرمين وإني أحب أن أكافئهم»[۳]

ترجمہ: یہ لوگ اپنے ساتھیوں کے لئے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں لہذا میں نے پسند کیا کہ میں خود ان کی مہمان نوازی کروں۔

چونکہ اسلام شرف انسانیت کا علمبردار ہے اسلام نے کوئی ایسا ضابطہ یا اصول روا نہیں رکھا جو شرف انسانیت کے منافی ہو۔ اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی اقلیتوں کو وہ تمام حقوق دے دیئے جن کا آج کے مثالی معاشرے میں تصور کیا جاسکتا ہے۔ اسلام نے یہ حقوق صرف کاغذی حد تک نہیں دیئے بلکہ ان کا عملی نفاذ رہا۔

---

۱) احکام القرآن، حصاص، ۲/۳۹۴

2) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

۳) بیہقی، شعب الایمان، ۶/۵۱۸

اقلیتوں کو جو حقوق اسلامی ریاست میں حاصل ہوتے ہیں یہ کسی فرد یا ادارے کے طرف سے نہیں ہوتے بلکہ یہ آسمانی قانون کا حصہ ہیں لہذا کوئی دنیاوی قوت ان میں کمی یا تعطل کا فیصلہ نہیں کر سکتی اور جو ریاست اللہ کے قانون سے انحراف کرے اور لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر دے قرآن میں اس کے لئے سخت وعید ہے۔

﴿ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾[1]

ترجمہ: اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ و حکومت نہیں کرتے وہ ہی ظالم ہیں۔

اس ڈیکلریشن کے ارٹیکل نمبر اٹھ میں ہے۔

(1) "Nothing in the present declaration shall prevent the fulfillment of international obligations of states in relation to person belonging to minorities in particular, states shall fulfill in good faith the obligations and commitments they have assumed under international treaties and agreements to which they are parties"[2]

(2) "Measures taken by states to ensure to effective enjoyment of the rights set forth in the present declaration shall not prima facie be considered contrary to the principal of equality contained in the universal declaration of human Rights".[3]

(3) "Nothing in the present declaration may be construed as permitting any activity contrary to the purposes and principal of the United Nations including sovereign equality territorial integrity and political independence of states"[4]

۱) موجودہ ڈیکلریشن میں کوئی بھی چیز ریاستوں کی بین الاقوامی ذمہ داریاں اقلیتوں کے جو متعلق ہیں ان کی بجا آواری سے باز نہیں رکھے گی۔

۲) ریاستیں خاص طور پر ان پابندیوں اور وعدوں کی تکمیل کریں گی جن کو انہوں نے بین الاقوامی اعلانات اور معاہدات میں قبول کیا ہے جس کی وہ شراکت دار ہیں۔

۳) اس معاہدے میں طے شدہ حقوق کے ضمن میں ریاستوں کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات تاکہ ان حقوق سے بہتر طور پر مستفید ہوا جائے۔ ان کو پہلے سے پاس کردہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی ڈیکلریشن کے اصول مساوات کے برعکس خیال نہیں کیا جائے گا۔

---

۱) سورۃ المائدہ:۵/۴۵

2) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

3) Ibid,p.6

4) Ibid, p.6

۴) موجودہ ڈیکلریشن سے کوئی بھی ایسا مفہوم نہیں نکالا جائے گا جو اسکی ایسی سرگرمی کی اجازت کا ہو جو یونائیٹڈ نیشنز کے مقاصد اور اصولوں کے برعکس ہو بشمول حکومتی مساوات، ملکی سالمیت، اور ریاستوں کی سیاسی آزادی۔

اسلام نے نسب، ذات، رنگ، قومیت، جنس، زبان، عقیدے، علاقے اور وطن کا امتیاز کیے بنا تمام انسانوں سماجی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مساوات کا حق دیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ ﴾[۱]

ترجمہ: اے لوگو ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو بیشک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

اسلام نے خونی رشتہ کو بنیاد بنا کر پوری کائنات کے انسانوں کو اس میں جوڑ دیا اور بتادیا ہے کہ تم ایک ماں باپ کی اولاد ہو لہذا تم سب کو ایک جیسے ہی حقوق بھی حاصل ہیں۔

اصول مساوات کی اس قدر پابندی کی حضور ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان نے کسی غیر مسلم کو ناحق قتل کر دیا تو حضور ﷺ نے قصاص میں مسلمان کو قتل کروادیا اور فرمایا:

«أَنَا أَحَقُّ مَنْ وَفَّى بِذِمَّتِهِ»[۲]

فقہ اسلامی میں مسلم اور غیر مسلم کو برابر کے حقوق حاصل ہیں اس سلسلے میں امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دور نبوت میں اور خلافت راشدہ کے دور میں تعزیرات اور دیوانی قانون میں مسلم اور غیر مسلم برابر تھے۔[۳]

ارٹیکل نمبر نو میں ہے۔

"Nothing in the present declaration shall prevent the fulfillment of international obligations of states in relation to person belonging to minorities in particular states shall fulfill in good faith

---

۱) سورۃ الحجرات:۴۹/ ۱۳

۲) بیہقی، السنن القبری، ۸/ ۳۰

۳) کتاب الخراج، امام ابو یوسف، ص:۱۸۷

the obligations and commitments they have assumed under international treaties and agreement to which they are parties.[1]

ترجمہ: موجودہ ڈیکلریشن میں اقلیتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں ان کی تکمیل کے سلسلے میں ریاستوں پر جو بین الاقوامی ذمہ داری ہے اسکے راستے میں کوئی چیز روکاوٹ نہ بنے گی۔ خاص طور پر ریاستیں اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہوئے تعمیل کریں گی اس ذمہ داری کو جو انہوں نے بین الاقوامی اعلانات اور معاہدوں میں قبول کی ہے اس کو وہ نبھائیں گی۔ جس کی وہ حصہ دار ہیں۔

اس ارٹیکل میں اس بات کی دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ ریاستوں پر اقوام متحدہ کے طرف سے بین الاقوامی سطح پر جو پابندی عائد ہوتی ہے اس کو نبھائیں گی اور اس سلسلے میں مقامی سطح پر کوئی چیز روکاوٹ نہیں بننے دیں گی۔

اسلام نے جو بنیادی انسانی حقوق دیئے ان کوئی فرد یا ریاست کسی بھی ہنگامی یا بحرانی حالت میں معطل نہیں کرسکتی۔ اگر کوئی حکومت ایسا کرے گی تو اس کو اسلامی حکومت کا سرٹیفیکٹ نہیں دیا جائے گا بلکہ قرآن کی نظر میں وہ حکومت فاسقوں کی حکومت کہلائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[2]

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ اور حکومت نہیں کرتے ہیں وہ لوگ فاسق ہیں۔

اسلام اور اقوام متحدہ کے قانون میں اقلیتوں کے حقوق کے مابین تقابل کرتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مغرب میں بین الاقوامی اور علاقائی قوانین بالخصوص اقوام متحدہ کا ۱۹۹۲ء کا اقلیتوں کے متعلق ڈیکلریشن ایک مسلسل اور طویل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔

جبکہ اسلام نے اپنی ابتداء میں ہی اقلیتوں کو یہ تمام حقوق بغیر کسی مہم جوئی اور کوشش کے عطا کردیے۔ اس سلسلے میں اسلام کی پہلی مثالی ریاست، ریاست مدینہ تھی جس میں مسلم اکثریت کیساتھ غیر مسلم اقلیتوں بھی آباد تھیں اور وہ تمام بنیادی انسانی حقوق سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔ اختلاف مذہب کے وجہ سے ان کے حقوق صلب نہیں کیے گئے۔

حضور ﷺ خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں اسلامی قانون کے تحت اقلیتوں کے حقوق کے بہت سے پہلووں کی کارفرمائی آج کے اس ترقی یافتہ دور سے بہت بہتر صورت میں نظر آتی ہے۔

---

1) United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

۲) سورۃ المائدہ:۵/۴۷

اقلیتوں کے حقوق اور احترام کے معاملے میں اسلام کے عطا کردہ اصول و قوانین زیادہ جامع، مفصل اور مؤثر ہیں۔ اس کے بر عکس اقوام متحدہ نے اس طویل جدوجہد کے بعد اقلیتوں کو جو حقوق دیئے ہیں وہ بھی محض کاغذی حیثیت رکھتے ہیں۔ مغربی دنیا میں ان کا عملی نفاذ نظر نہیں آتا۔

اقوام متحدہ محض امریکہ کی ایک لونڈی کی حیثیت اختیار کر چکی ہے دنیا کے مختلف ممالک میں خصوصاً یورپ میں مسلم اقلیتوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک ہو رہا ہے لیکن اقوام متحدہ بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔

چیچنیا، بوسنیا، صومالیا، انڈیا، کشمیر اور عراق میں بنیادی انسانی حقوق کو بری طرح پامال کیا جا رہا ہے فلسطین میں لاکھوں مسلمانوں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارا جا چکا ہے لیکن اقوام متحدہ بس ایک خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔

فصل دوم:

یورپی یونین اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

یورپی یونین کے قانون میں چونکہ اقلیت واکثریت کی کوئی تفریق نہیں کی گئی اس لیے الگ سے اقوام متحدہ کے اقلیتوں کے متعلق چارٹر کی طرح کوئی بل پاس نہیں کیا گیا۔ لہذا یورپی یونین کے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر ۲۰۰۰ء کا تحقیقی وتقابلی جائزہ لیں گے تا کہ یورپی یونین میں اقلیتوں کو دیئے جانے والے حقوق کا اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کے ساتھ تقابل کیا جاسکے۔

اس کے لئے یورپی یونین کے بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر

(Charter of Fundamental Rights of the European Union (2000/12/18), official Journal of the European Communities, C364/ P. 1)

اس چارٹر کو بنیادی طور پر چھے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) وقار، عظمت، عزت (Dignity)

۲) آزادیاں (Freedoms)

۳) مساوات (Equality)

۴) باہمی تعاون اور استحکام (Solidarity)

۵) شہری حقوق (Citiznes Rights)

۶) انصاف (Justic)

اس چارٹر کے ان چھے پہلوؤں کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے تا کہ اقلیتوں کی فلاح وبہود کے سلسلے میں دونوں کا نقطۂ نظر سامنے آسکے۔

۱) (وقار، عظمت، عزت) (Dignity)

اس میں پانچ ارٹیکلز ہیں

ارٹیکل نمبر ا (عزت کے تحفظ کا حق)

1) "Human Diginty is inviolalele. It must be respected and protected".[1]

ترجمہ: انسانی وقار محترم ومقدس ہے اسکی عزت اور تحفظ کیا جانا چاہیے۔

اس ارٹیکل میں انسانی عزت واحترام کے پیش نظر اس بات پر زور دیا گیاہے کہ کوئی بھی انسان جس بی طبقے سے تعلق رکھتاہو اس کی عظمت وو قار کالحاظ کیاجانا چاہیے۔

انسان کو چونکہ اشرف المخلوق ہے اور بحیثیت انسان تمام افراد معاشرہ برابر ہیں خدا نے انسان کی عظمت کے پیش نظر سورہ تین میں چار بار قسم کھا کر کہاہے کہ انسان کو سب سے بہترین مخلوق بنایاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ○وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ○لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾[2]

ترجمہ: قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔ اور طور سینین کی۔ اور اس امن والے شہر کی۔ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔

مندرجہ بالا آیات میں خدا بزرگ وبرتر چار قسمیں کھانے کے بعد کہاہے کہ اس نے انسان کو سب سے زیادہ خوبصورت پیدا کیاہے اس بات سے علم ہوتاہے کہ انسان بلا تفریق مذہب سب کے سب بہت ہی محترم ومکرم ہیں۔

اسلامی قانون میں کسی کا مزاق اڑانے کی اجازت نہیں دی گئی قرآن پاک میں اس سے سختی سے منع کیا گیاہے۔

بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

(الهجاء لمسلم او ذمی حرام)[3]

ترجمہ: مسلمان یا غیر مسلم باشندے کی ہجو گوئی حرام ہے۔

اسلام نے غیر مسلموں کی عزت وحرمت کے تحفظ کو نہ صرف ان کی زندگی تک محدود کیاہے بلکہ موت کے بعد بھی۔

(عظامهم لها حرمة اذا وجدت فی قبورهم لحرمة عظام المسلمين)[4]

ترجمہ: غیر مسلموں کی ہڈیوں کا قبر میں بھی اسی طرح احترام ہے جس طرح مسلمانوں کی ہڈیوں کا ہے۔

---

1) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,200/C364/01, p.9

۲) سورۃ التین:۹۵/۱۔۴

۳) البنایۃ فی شرح الھدایۃ، بدرالدین، العینی، ابو محمد محمود بن احمد، ۳۶/۷

۴) البحر الرائق، ابن نجیم، ۲۱۰/۲

ارٹیکل ۲ زندگی کے تحفظ کا حق:

2) "Everyone has the right to life.

3) No one shall be condemned to death penalty or executed"[1]

ترجمہ: زندگی ہر انسان کا حق ہے۔

ترجمہ: کسی کو بھی موت کی سزا نہیں دی جائے گی۔

اسلامی قانون کے مطابق انسان کی زندگی محترم ومقدس ہے اس کا ہر حال میں احترام کیا جانا چاہیے اور حفاظت بھی کسی بھی انسان کو ممکن حد تک موت کی سزا نہیں دی جائے گی چاہے وہ اقلیتی گروہ سے تعلق رکھتا ہو الا یہ کہ اس کو عدالت ان خاص جرائم کے بدلے میں جن کی سزا موت ہے۔ اس کو یہ سزا دے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ ایک انسان کو ناحق قتل کرنا اتنا بڑا جرم ہے۔

﴿ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ﴾[2]

ترجمہ: گویا اس نے تمام انسانیت کا قتل کیا۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ انسان کا استعمال کیا گیا ہے" مسلمان" کا نہیں کیونکہ اسلامی ریاست کے اندر رہنے والے غیر مسلموں کی جان بھی اسی طرح محترم ومقدس ہے جس طرح ایک مسلم شہری کی۔

یہاں تک تو بات درست ہے مگر ارٹیکل کے دوسرے حصے میں جو بات کی گئی ہے کہ کسی کو سزائے موت کی سزا نہیں دی جاسکے گی یہ بات انصاف کے تقاضوں کے برعکس ہے اور اسلام کی تعلیمات کے متضاد۔ کیونکہ قرآن نے تو کہا ہے۔

﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾[3]

ترجمہ: قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے۔

اسلامی قوانین میں بعض جرائم کی سزائے موت پر اہل مغرب اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اسلام میں انسانی جان کی قدر وقیمت اس قدر زیادہ ہے تو سزائے موت کیوں رکھی گئی ہے۔ مغربی دانشور اس کو وحشیانہ اور ظالمانہ قرار دیتے ہیں کہ ایک انسان کے جرم میں اس کو جان سے مار دینے کی سزا دی جائے۔

---

(۱) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.9

۲) سورۃ المائدہ:۵/۳۲

۳) سورۃ البقرۃ:۲/۱۷۹

اس اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے کہ اسلام نے یہ سزادراصل رکھی ہی اس لئے ہے تاکہ لوگوں کے جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ رہیں۔جو شخص کسی دوسرے کے جان،مال اور عزت آبرو کو پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لئے نشان عبرت سزا رکھی گئی ہے تاکہ اسے دوسروں کے لئے نشان عبرت بنادیا جائے تاکہ دوسروں کو ایسا قبیح فعل کرنے کی جرأت نہ ہوسکے۔

اسلامی قانون میں مندرجہ ذیل گناہوں کی صورت میں عدالت مجرم کو موت کی سزادے گی جرم ثابت ہونے کے بعد۔

۱) قتل عمد　۲) بدکاری (شادی شدہ)　۳) مسلح راہزنی　۴) ارتداد

ارٹیکل نمبر تین

شخصی سالمیت کا حق

1) "Everyone has the right to respect for his or her physical and mental integrity.

2) In the field of medicine and biology the following must be respected in particular:

A. The free and informed consent of the person concerned, according to the procedure lay down by the law.

B. The prohibition of eugenic practices in particular those aiming at the selection of persons.

C. The prohibition on making the human body and its parts as such a source of financial gain.

D. The prohibition of the reproductive cloning of human beings".[1]

۱) ہر شخص جسمانی اور ذہنی سالمیت کا حق رکھتا ہے اور اس حق کا احترام کیا جانا چاہیے۔

۲) طب اور حیاتیات کے شعبوں میں مندرجہ ذیل کا خاص طور پر احترام کیا جانا چاہیے۔

a) متعلقہ شخص کی آزادانہ اور باخبر رضامندی ہونی چاہیے قانون کی طرف سے مقرر کردہ طریقے کے مطابق ہو۔

b) (Eugeni) تحسین نسل کے طریقوں کی ممانعت ہے۔خاص طور پر ان کی ممانعت جن کا مقصد انسانوں کا انتخاب ہو۔

c) انسانی جسم یا اس کے اعضاء کو مالی فوائد کے حصول کا ذریعہ بنانا ممنوع ہے۔

d) انسان کے تولیدی کلوننگ کی ممانعت۔

[1]) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.10

اسلام نے اقلیتوں کو جسمانی اور اخلاقی حقوق کا مکمل تحفظ فراہم کیا ہے۔ ذمی کو زبان یا ہاتھ پاؤں سے تکلیف دینا۔ اس کو گالی گلوچ دینا، مارنا پیٹنا، تشدد کرنا۔ اس کی غیبت کرنا اور اس کی عزت نفس کو مجروح کرنا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مسلمان کے حق میں ناجائز ہے۔

حضرت علیؓ کی اپنے عامل کو وصیت۔

(لا تبعن لهم كسوة شتاء ولا صيفا ولا رزقا ياكلونه ولا دابة يعلمون عليها ولا تصربن احدا منهم سوطا واحدا)[1]

ترجمہ: ان کے سردی یا گرمی کے کپڑے اور ان کے کھانے پینے کا سامان اور ان کے جانور جن سے وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں (خراج وصول کرنے کے لئے) نہ بیچنا اور کسی کو ایک درہم بھی وصول کرنے کے لئے کوڑے نہ مارنا۔

اسی طرح خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے شام کے گورنر حضرت ابو عبیدہ کو ایک فرمان جاری کیا:

(وامنع المسلمين من ظلمهم والاضرار بهم واكل اموالهم الا بحلها)[2]

ترجمہ: مسلمانوں کو ان (ذمیوں) پر ظلم کرتے اور انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقے سے ان کے مال کھانے سے منع کرنا۔

اسلام اقلیتوں کو مکمل شخصی سالمیت کا حق دیتا ہے، اور کسی ذمی کو اس کی مرضی کے بغیر ایسا فعل کرنے کی اجازت نہیں دیتا جس کو وہ ذمی پسند نہ کرتا ہو۔

ارٹیکل چار تشدد سے بچاؤ کا حق:

"No one shall be subjected to torture or to inhuman or degrading treatment or punishment".[3]

کسی بھی شخص پر نہ تو تشدد کیا جائے گا۔ نہ غیر انسانی سلوک نہ توہین امیز سلوک اور نہ ہی جسمانی سزا دی جائے گی۔

اس قانون کے مطابق کسی بھی شخص کو جسمانی یا ذہنی اذیت کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا یا اسے یا اس کے ساتھی یا رشتہ دار کو تشدد امیز دھمکی دی جائے گی اور نہ ہی زبردستی اعتراف جرم پر مجبور کیا جائے گا۔

---

۱) کتاب الخراج، ابو یوسف، ص:۱۷

۲) ایضاً: ص:۱۷

3) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P. 10

لیکن اسلامی قانون میں جزا اور سزا کا با قاعدہ نظام ہے چند صورتوں میں نہ صرف جسمانی سزا دی جاسکتی ہے بلکہ شرعی عدالت اور اسلامی ریاست کے ذمہ داران کا فرض بنتا ہے کہ وہ جرائم جن سے اسلام نے منع کیا ہے اور حدود توڑنے پر جن کی سزا مقرر ہے ایسے گناہ پر مجرم کو لازمی سزا دی جائے۔ مندرجہ ذیل جرائم میں مجرم کو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

بدکاری:

آزاد مرد یا عورت جو غیر شادی شدہ ہوں اور زنا کریں تو ان کی سزا قرآن حکیم نے سو کوڑے بتائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾[1]

ترجمہ: بدکار مرد اور بدکار عورت (غیر شادی شدہ) تو ان دونوں کو سو سو کوڑے مارو۔

بہتان:

اگر کوئی شخص (مرد وزن) کسی بے گناہ پر بدکاری کا الزام لگائے تو ملزم کو اسی کوڑے مارے جائیں گے اور مستقبل میں اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کیا جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾[2]

ترجمہ: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (بدکاری) کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔

منشیات کا استعمال:

اسلامی قانون میں نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع ہے اگر کوئی شخص نشہ کا استعمال کرتا ہے تو اس کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہے۔

چوری کی سزا:

---

۱) سورۃ النور: ۲/۲۴

۲) سورۃ النور: ۴/۲۴

اسلامی قانون میں چور اگر اتنی مالیت کی چیز چرانے پر کہ اس کی قیمت حد نصاب کو پہنچ جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

قرآن کریم میں ہے۔

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا ﴾[1]

ترجمہ: چوری کرنے والے (مرد) اور چوری کرنے والی (عورت) دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

ارٹیکل نمبر پانچ کے مطابق

1) "No one shall be held in slavery or servitude.

2) No one shall be required to perform forced or compulsory labor.

3) Trafficking in human beings is prohibited"[2]

۱) کسی کو غلام یا محکوم نہیں بنایا جائے گا۔

۲) کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ جبری یا بیگار کی مشقت کرے۔

۳) انسانوں کی بطور کاروبار خرید و فروخت ممنوع ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر انسان چاہے وہ جس بھی عقیدے سے تعلق رکھتا ہو آزاد پیدا ہوا ہے اور آزادی اس کے بنیادی حقوق میں سے ایک حق اور اس حق میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ جو قانون کے عمل کے دوران کسی مجاز اتھارٹی کی طرف سے عائد کی جائے۔

ایک دفعہ والیٔ مصر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی تو حضرت عمرؓ نے گورنر کے بیٹے کو اس ذمی کے ہاتھوں اتنی ہی سزا دلوا کر بدلہ چکوایا اور اس کے بعد گورنر سے ان الفاظ میں مخاطب ہوئے۔

(متی استعبدتم الناس)[3]

ترجمہ: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے۔

اسلام نے غلامی کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے قرآن حکیم میں ہے۔

---

۱) سورۃ المائدہ:۳۸/۵

(۲) Charter of Fundamental Rights of The European Union Official Journal of European Communities,P.11

۳) کنز العمال، ۴۵۵/۲

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾[1]

ترجمہ: کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس کو (اپنی خاص رحمت و عنایت سے نواز کر) کتاب، حکم، اور نبوت سرفراز فرمائے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔

اسلام نے ہر انسان کو بلا تفریق مذہب شخصی آزادی کا حق دیا ہے کہ ہر شخص اپنی فکر، مذہب، معاش، نقل و حمل اور دیگر امور میں آزاد ہے۔ لہذا کسی شخص کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور نہیں کیا جاسکتا تاوقت یہ کہ وہ امور شرعیہ یا ریاستی قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہو۔

ارٹیکل چھ میں ہے۔

"Every one has the right to liberty and security of person".[2]

ترجمہ: آزادی، حریت اور سلامتی ہر شخص کا حق ہے۔

اسلام نے ہر شخص کو یہ حق دیا ہے کہ اس کو آزاد چلنے پھرنے دیا جائے اور بلاوجہ اس کو پابند سلاسل نہ کیا جائے۔ اس لئے اسلامی ریاست میں کسی بھی شخص کو بغیر قانونی جواز کے نہ تو گرفتار کیا جائے گا اور نہ کسی شخص کی آزادی پر قدغن لگایا جائے گا کسی بھی فرد معاشرہ کی شخصی آزادی پر کسی قانونی جواز کی بنیاد پر باقاعدہ اور شفاف عدالتی اور قانونی کاروائی کے بعد پابندی لگائی جاسکتی ہے کیونکہ فرد کو شخصی آزادی ریاست یا کسی شخص کی طرف سے عطا کردہ نہیں بلکہ یہ حق خالق کائنات نے انسان کو دیا ہے۔

اس بات کی وضاحت حضرت عمرؓ کے قول سے ہو جاتی ہے۔

آرٹیکل نمبر سات

نجی زندگی کا حق:

"Everyone has the right to respect for his or her private and family life home and communication".[3]

---

۱) سورۃ آل عمران: ۳/۷۹

[2]) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P.11

[3])Ibid, P.11

ترجمہ: ہر کسی کو نجی عائلی زندگی، اپنے گھر اور خط و کتابت کا حق ہے۔

اسلامی قانون میں کوئی شخص بغیر اجازت کے دوسروں کے گھر میں داخل ہو کر نجی زندگی میں خلل ڈالے۔

فرمان الٰہی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ﴾

ترجمہ: "اے ایمان والوں تمہارے غلام لونڈیاں اور جو بچے تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے (خلوت کو اوقات میں پاس ینے سے قبل) تم سے اجازت لیا کریں"۔[۱]

اسلام تمام افراد معاشرہ کی نجی زندگی کو مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے اور دوسروں کے ذاتی اور پرائیویٹ امور کی جاسوسی کرنے اور ٹوہ لگانے سے سختی سے منع کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا﴾[۲]

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو۔

اس ایت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنا اور دوسروں کے ذاتی حالات و معاملات کی ٹوہ لگانا، لوگوں کے نجی خطوط کو پڑھنا، اور لوگوں کی ذاتی گفتگو کو سننا اور مختلف انداز سے دوسروں کی خانگی زندگی یا ان کے ذاتی معاملات کی کھوج لگانا بہت گھٹیا عمل ہے۔ اس کی وجہ سے معاشرے میں مختلف خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام نے انسان کو نجی زندگی کا حق دیا ہے۔

آرٹیکل نو:

ازدواجی زندگی اور خاندان کا حق:

"The right to marry and right to found a family shall be granted in accordance with the national laws governing the exercise of these rights".[3]

"شادی کرنے اور خاندان کے قیام کا حق طے شدہ قومی قوانین کے مطابق دیا جائے گا"۔

خاندان کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ بالغ مرد وزن کا نکاح کیا جائے گا تاکہ وہ پرامن اور پرسکون زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ نسل انسانی کو فروغ دے سکیں۔ نکاح کے اس حق سے کسی بھی مرد یا عورت کو چاہے ان کا تعلق جس بھی مذہب یا عقیدے سے ہو ان کو محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

۱) سورۃ النور: ۲۴/۵۸

۲) سورۃ الحجرات: ۴۹/۱۲

3)Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P.11

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ﴾[۱]

"پس نکاح میں لاو جو عورتیں جنہیں تم پسند کرو"۔

اس ایت کریمہ میں الفاظ" مَا طَابَ " اس بات کی دلیل ہیں کہ مرد اس عورت سے نکاح کرے جیسے وہ پسند کرے اس لئے کسی کی زبردستی ایسی عورت سے شادی نہیں کی جاسکتی جس کو وہ پسند ہی نہ کرتا ہو۔ اور نہ ہی عورت کی ایسے مرد سے کی جاسکتی ہے جس کو ناپسند کرتی ہو۔

اسلام نے جو غیر مسلم خواتین مشرک نہ ہوں ان کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اس ضمن میں ذمیوں کے عقیدے کے مطابق بہن بھائی کی شادی اپس میں جائز ہو تو ان کو اس امر سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ نکاح بھی ذاتی امور میں سے ایک امر ہے۔

آرٹیکل نمبر دس

مذہبی آزادی:

"Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion. This right includes freedom to change his religion or belief and freedom, either alone or in community with others in public or private to manifest his religion or belief, in worship, teaching, practice and observance".[2]

ترجمہ: ہر شخص کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی حاصل ہوگی۔ اس حق میں انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنے مذہب یا عقائد کو بدلنے کی آزادی ذاتی طور پر یا کھلے بندوں اپنے عقائد کا اظہار ان کے مطابق عبادت، تعلیم، عمل کی آزادی شامل ہے۔

اسلامی قانون کے مطابق ہر شخص کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی وہ اپنے مذہب عقیدے کا اظہار کر سکے اپنی مذہبی کتب کا مطالعہ کرنے میں آزاد ہوگا عبادت وپرستش کا مکمل حق حاصل ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ ﴾[۳]

ترجمہ: اور فرمادیجئے کہ (یہ) حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے۔ بے شک ہم نے ظالموں کے لئے (دوزخ) کی آگ تیار کر رکھی ہے۔

---

۱) سورۃ النساء:۴/۳

2) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.11

۳) سورۃ الکہف:۱۸/۲۹

اسلام نے دین اور عقیدے کے متعلق ہر طرح کی مکمل آزادی دی ہے۔

﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴾[1]

ترجمہ: تمہارے لئے تمہارا دین ار میرا دین میرے لئے۔

مختلف اسلامی ادوار میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں اسلامی ریاست میں موجود رہیں۔ مگر کبھی بھی ان کو نقصان نہیں پہنچایا گیا بلکہ ان کی حفاظت کی ار غیر مسلموں کو ان کی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مکمل تحفظ ارو آزادی فراہم کی۔

ارٹیکل نمبر گیارہ

"Everyone has the right to freedom of expression. This right shall include freedom to hold opinions and to receive and impart information and ideas without interference by public authority and regardless of frontiers".[2]

ترجمہ: ہر انسان کو اظہارِ رائے کی آزادی کا حق ہے اس حق میں رائے رکھنے کی آزادی اور انتظامی اتھارٹی کی مداخلت کے بغیر اہم اطلاعات اور خیالات کی وصولی اور انہیں آگے منتقل کرنے کا حق شامل ہے۔

اسلامی قانون کے مطابق ہر کسی کو اپنے خیالات اور عقیدے کو ظاہر کرنے کا حق ہے قانون کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے لیکن اس حق میں یہ بات شامل نہیں ہے کہ کوئی شخص من گھڑت اور فضول باتیں عوام الناس میں پھیلاتا پھرے یا کسی دوسرے کے مذہبی عقائد پر انہیں طعن وتشنیع کرے۔

اسلام نے اس قدر اقلیتوں کو آزادی دی ہے کہ ان کے شخصی معاملات کا فیصلہ شرعی عدالت نہیں کرے گی بلکہ وہ اپنے پرسنل لاء کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ البتہ جن افعال کی حرمت ان کے مذہب میں بھی شامل ہو ان سے ضرور انہیں روکا جائے گا۔ لیکن وہ افعال جو ان کے ہاں جائز ہوں مگر شریعت میں ممنوع ہوں پھر بھی انہیں ان کی آبادیوں میں ان کی انجام دہی سے نہیں روکا جائے گا۔

اظہار رائے کی آزادی میں حق تقریر، حق رائے اور تنقید کا حق شامل ہیں۔ یعنی اسلامی ریاست کے شہریوں کو سوچنے اور اپنی رائے کے اظہار کی مکمل آزادی ہوگی۔

آرٹیکل نمبر بارہ

اجتماع اور تنظیم سازی کا حق:

---

۱) سورۃ الکفافرون:۱۰۹/۶

[2]) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.11

1) "Everyone has the right to freedom of peaceful assembly and to freedom of association at all levels in particular in political trade union and civic matters which implies the right of everyone to form and to join trade unions for the protection of his or her interests".[1]

2) Political parties at union level contribute to expressg the political will of the citizens of the union.

۱) ہر کسی کو پر امن اجتماع اور ایسوسی ایشن کا ہر سطح پر حق ہے خاص طور پر سیاسی، ٹریڈ یونین اور شہری معاملات میں، اس میں یہ حق بھی شامل ہے کہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے کسی ٹریڈ یونین کو تشکیل بھی دے سکتا ہے اور اس میں شامل بھی ہو سکتا ہے۔

۲) یونین کی سطح پر سیاسی جماعتیں یونین کے شہریوں کی سیاسی خواہش کا اظہار کرنے میں اہم کردار ادا کریں۔

اسلامی ریاست میں ہر شخص کو چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم اظہار مافی الضمیر کی مکمل آزادی ہوتی ہے اس میں عوام الناس اور حاکم کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا جاتا۔ اس لئے اولی الامر طبقہ کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ وہ خود کو عقل کل نہ خیال کریں بلکہ ریاستی امور میں لوگوں سے مشورہ کریں اور پھر ان مشوروں کو جو حق کے زیادہ قریب ہوں تسلیم کریں۔

اگر کوئی بات طبع کے برعکس ہو تو بھی کھلے دل سے بات سنیں اور ناراضگی کا اظہار نہ کریں کیونکہ اگر عوام الناس کو علم ہو جائے کہ حاکم ان کی رائے کو برعکس پا کر ناراض ہو جائے گا تو وہ ہر حق رائے کے اظہار کرنے سے گریز کریں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾[۲]

ترجمہ: اور آپ ﷺ (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں۔

اسلام میں عمومی معاشرتی بھلائی اور عامۃ الناس کی فلاح و بہبود کے لئے اکٹھا ہونا، اجتماع کرنا اور تنظیم سازی کرنے کا جواز موجود ہے۔

لیکن ایسا اکٹھ یا اجتماع جس کا مقصد عمومی معاشرتی مفادات کو ٹھیس پہنچانا ہو بالکل جائز نہیں اسلامی ریاست کے خلاف ناحق اجتماع یا تنظیم سازی کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ارٹیکل نمبر تیرہ اور چودہ:

---

1) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.11

۲) سورۃ آل عمران: ۳/۱۵۹

تعلیم وتربیت کا حق

Article No. 13

"The arts and scientific research shall be free of constraint. Academic freedom shall be respected".[1]

Artical No. 14

1) "Everyone has the right to education and to have access to vocational and continuing training.

2) This right includes the possibility to receive free compulsory education".[2]

۱۳) ترجمہ: سائنس اور ارٹس کی تحقیق کے اوپر کوئی پابندی نہیں ہوگی تعلیمی آزادی کا احترام کیا جائے گا۔

۱۴) ترجمہ: ہر کسی کو تعلیم حاصل کرنے اور پیشہ ورانہ اور لگاتار تربیت تک رسائی کا حق حاصل ہے۔

اس حق میں مفت لازمی تعلیم حاصل کرنے کا امکان بھی شامل ہے۔

اسلام انسان کی فلاح وبہبود کے لئے آیا ہے اور یہ اصلاح اور فلاح وبہبود علم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسلام میں تعلیم کی اہمیتپر بہت زار دیا گیا ہے یہاں تک کہ وحی کا آغاز ہی علم وحکمت کے حصول کے متعلق ہوا۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾[۳]

ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

دوسری جگہ پر یوں ارشاد ہے۔

﴿ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴾[۴]

ترجمہ: صرف اہل عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

کیونکہ احادیث اور قرآن مجید کے مندرجہ بالا حوالوں سے پتہ چلتا ہے تعلیم حاصل کرنا فرض ہے۔ لہذا مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کرے چاہے وہ خالصتاً دینی تعلیم ہو یا دیگر علوم جدیدہ کی تعلیم ہو۔

حدیث میں آتا ہے۔

---

1) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P.11

2) Ibid, p.11

۳) سورۃ العلق: ۹۶/۱

۴) سورۃ الزمر: ۳۹/۹

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ »[1]

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اسلامی ریاست کے اندر رہنے والے ہر بچے کا یہ حق ہے کہ اسے تعلیم و تربیت دی جائے۔ حضور ﷺ بہت ہی خوبصورت اور دلنشین انداز میں بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے فرمایا:

«يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ»[2]

ترجمہ: اے بچے! میں تمہیں کلمات سکھاتا ہوں تم ان کلمات کو یاد کرلو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ کر تو اللہ تعالیٰ سے بدلہ پائے گا جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے کرو اور جب تم مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو۔

ارٹیکل نمبر پندرہ سولہ

کاروبار اور پیشے کے انتخاب میں آزادی

Article No. 15

1) "Everyone has the right to engage in work and to pursue a freely chosen or accepted occupation.

2) Every citizen of the Union has the freedom to seek employment, to work, to exercise the right of establishment and to provide services in any Member State.

3) Nations of third countries who are authorized to work in the territories of the Member States are entitled to working conditions equivalent to those of citizens of the Union".[3]

۱) ترجمہ: ہر شخص کا حق ہے کہ اس کے ذاتی میلان اور دلچسپیوں کی مناسبت سے پیشے کے چناو میں مدد دینے کے لئے اسے پیشہ وارانہ طور پر مناسب سہولیات فراہم کی جائیں۔

---

۱) کتاب المقدمہ ابن ماجہ، السنن، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم ۲۲

۲) السنن ترمزی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع عن رسول ﷺ، رقم ۲۵۱۶

[3]) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P.11

۲) ترجمہ: ملازمت کا حصول، کام اور انتظامی حقوق کا حصول اور یونین کی ممبر ریاستوں میں خدمات سرانجام دینے کا حق یورپی یونین کے ہر شہری کو حاصل ہے۔

۳) ترجمہ: دوسرے ممالک کے وہ شہری جن کو یورپی یونین کے ممالک میں کام کے حقوق حاصل ہیں انہیں بھی یورپی یونین کے شہریوں جیسے کام کرنے کے حقوق حاصل ہوں گے۔

Article No. 16

"The freedom to conduct a Business in accordance with union law and National Laws and practices is recognized".[1]

یورپی یونین کے قانون اور قومی قوانین اور طرز عمل کے مطابق ہر ایک ہر ایک کو کاروبار کرنے کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔

اسلامی قانون کے مطابق اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں پر حصول روزگار کے سلسلے میں کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی گئی وہ اپنی دلچسپیوں اور صلاحیتوں کے مطابق ہر کاروبار کر سکتے ہیں جو مسلمانوں کو کرنے کی اجازت ہے۔ سوائے اس کاروبار کے جو ریاست اور عوام الناس کے لئے اجتماعی طور پر نقصان کا باعث بنے۔ مثلاً سودی کاروبار سے معاشرہ من حیث الجموع تباہی کے دہانے کی طرف جاتا ہے۔ امام جصاص نے احکام القرآن میں سودی کاروبار کے متعلق لکھا ہے۔

(فسوى بينهم وبين المسلمين فى المنع من الربا)[۲]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ذمیوں اور مسلمانوں کے درمیان سود کی ممانعت کو برابر قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ ایسے کاروبار شریعت اسلامیہ میں تو حرام ہیں لیکن غیر مسلموں کے عقیدے کے مطابق جائز ہیں۔ مثلاً سور کا گوشت کھانا اور شراب پینا تو ان سے اسلامی ریاست اقلیتوں کو منع نہیں کرے گی۔ وہ اپنی آبادیوں میں یہ کام کر سکتے ہیں۔

امام کاسانیؒ نے لکھا ہے۔

(ولا يمنعون من اظهار شي مما ذكرنا من بيع الخمر والخنزير)[۳]

ترجمہ: جن چیزوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے اظہار سے ذمیوں کو منع نہیں کیا جائے گا جیسا کہ شراب اور خنزیر کے گوشت کی خرید و فروخت۔

---

1)Ibid, p.12

۲) احکام القرآن، جصاص، ۸۹/۴

۳) بدائع الصنائع، ۱۱۳/۷

ملکیت کا حق

Article No. 17

1) "Everyone has the right to own use dispose of and bequeath his or her lawfully acquired possessions. No one may be deprived of his or her possession except in the public interest and in the cases and under conditions provided for by law subject to fair compensation being paid good time for their loss. The use of property may be regulated by law in so for is necessary for the general interest".[1]

2) Intellectual property shall be protected.

۱) ترجمہ: ہر کسی کو ملکیت، استعمال، تصرف اور وصیت کا حق حاصل ہے قانونی طریقے سے حاصل کی گئی ملکیت پر عوامی مفاد عامہ کے علاوہ کسی کو بھی اس کی ملکیت سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ خاص حالات میں جن کا قانون میں جواز ہے۔ اور مناسب معاوضہ ادا کیا جائے گا تاکہ حاصل کردہ مال کے نقصان کی تلافی ہو۔ مفاد عامہ کے لئے جہاں ضروری ہوگا پراپرٹی کے استعمال کو پابند کیا جاسکے گا قانونی طور پر۔

۲) ترجمہ: قیمتی املاک کی حفاظت کی جائے گی۔

اسلام نے جائز طریقے سے کمائے ہوئے اپنے مال پر ہر شخص کو ملکیت کا حق عطا کیا ہے اور اور ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[۲]

ترجمہ: اور تم ایک دوسرے کا مال آپس میں باطل طریقے نہ کھاؤ۔

اسلام نے صرف مال کمانے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ معاشی حالت کو مستحکم کرنے کی ترغیب دی ہے کیونکہ اگر کوئی فرد معاشرہ معاشی طور پر خوشحال ہوگا تو وہ بہت سارے مسائل سے بچ جاتا ہے اپنے دین، عقل اور صحت کی اچھے طریقے سے حفاظت کر سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

1) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.12

۲) سورۃ البقرہ: ۲/۱۸۸

" فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ "[۱]

ترجمہ: پھر جب نماز ادا کرلو (جمعہ کی) تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

حضور ﷺ نے مال کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی: کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے جان دے تو وہ بھی شہید ہے۔

« مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ»[۲]

ترجمہ: جو شخص اپنے مال کو بچاتا ہوا مارا گیا ہو وہ شہید ہے۔

حضور ﷺ نے کسی کا ناحق مال کھانے کو کسی کا ناحق خون بہانے کی طرح حرام قرار دیا ہے۔

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ »[۳]

ترجمہ: بے شک تمہارے خون اور مال تم پر حرام ہیں ۔

اسلام میں جس طرح انسان کی جان محترم ہے اسی طرح اس کا مال بھی محترم ہے۔ اسلام ہر شخص کے مال کی حفاظت کرتا ہے اور اسے حق ملکیت عطا کرتا ہے۔

اس کے بعد ارٹیکل ۱۸، ۱۹ میں ناجائز طریقے سے کام میں سے نکالے جانے پر تحفظ کا حق دیا گیا ہے جو معاشی حقوق کے ضمن میں آتا ہے جس پر اوپر بحث گزر چکی ہے۔

قانونی مساوات اور امتیازی سلوک سے بچاؤ کا حق:

Article No. 20

"Everyone is equal before the law".[4]

Article No. 21

1) "Any discrimination based on any ground such as sex, race, colour ethnic or social origin, genetic features, language, religion, or belief, political or any other opinion,

۱) سورۃ الجمعۃ: ۶۲/۱۰

۲) الصحیح البخاری، کتاب المظالم والغضب، باب من قتل دون مالہ، رقم: ۲۳۰۰

۳) الصحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، رقم: ۱۲۰۱۸

4) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P. 12

membership of a national minority, property, birth, disability, age or sexual orientation shall be prohibited.

2) "Within the scope of application of the Treaties and without prejudce to any of their specific provisions any discrimination on grounds of nationality shall be prohibited".[1]

آرٹیکل بیس:

ترجمہ: ہر کوئی قانون کی نظر میں برابر ہے۔

آرٹیکل اکیس:

ترجمہ: کسی بھی قسم کا امتیازی سلوک جو کسی بھی نبیاد پر ہو جیسے جنس، نسل، رنگ، عقیدے یا معاشرتی تعلق، وراثتی خدوخال، زبان، مذہب یا عقیدے، سیاسی یا کسی اور رائے کی وجہ سے، قومی اقلیتوں کا فرد ہونے کی بنا پر، جائیداد، پیدائش، معزوری عمر یا جنسی پس منظر کے وجہ سے ہو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

معاہدوں کی عملداری کے دائرۂ کار کے اندر اور خاص دفعات میں بغیر کسی قسم کے تعصب کے، قومیت کی بنیاد پرستی کسی بھی قسم کی تفریق ممنوع ہے۔

اسلامی قانون میں ریاست کے اندر رہنے والے تمام شہری برابر ہیں بلا تفریق مذہب وعقیدہ، اسلام نے تعبیر کے تمام انسانوں کو ایک ہی مقام پر جمع کر دیا ہے۔ اسلام نے رنگ، نسل، نسب، ذات، قومیت، جنس زبان اور وطن یا قوم کو بنیاد بنا کر انسانوں میں امتیاز روا نہیں رکھا۔

اسلامی معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو، سماجی، سیاسی، اور معاشی مساوات حاصل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ﴾[2]

ترجمہ: اور تمھارے خاندان اور قبائل اس لیے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

حضور ﷺ نے اپنی اخری خطبہ حجۃ الوداع میں بھی ہر طرح کی فریق وامتیاز کے خاتمے کا اعلان کر کے بتایا کہ اسلام کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔

اسلام کے حق مساوات میں حاکم اور طاقتور کمزور سب کے سب برابر ہیں۔

اسلامی معاشرے میں کوئی بھی انسان اپنی اعلیٰ صلاحیتوں، محنت، اچھے اخلاق اور نیک کردار پر کوئی بھی اعلی مقام حاصل کر سکتا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

---

[1])Ibid, p.13

۲)سورۃ الحجرات:۴۹/۱۳

آرٹیکل بائیس

مذہبی، ثقافتی اور لسانی تنوع کا احترام

"The union shall respect cultural religious and linguistic diversity".[1]

ترجمہ: یونین، ثقافتی، مذہبی اور لسانی تنوع کا احترام کرے گی۔

اسلام میں ہر انسان کو اپنے مذہب عقیدے اور روایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وضاحت کر دی ہے قوم، قبیلے اور لسانیات کا فرق صرف پہچان کا ایک ذریعہ ہیں یہ عزت یا ذلت کا سبب نہیں ہیں اور مذہبی آزادی ﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾ کے تحت سب لوگ اپنے اپنے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے میں آزاد ہیں۔

ارٹیکل نمبر تیئیس

مرد وزن کے درمیان مساوات

"Equality between women and men must be ensured in all areas, including employment, work and pay.The Principal of equality shall not prevent the maintenance or adoption of measures providing for specific advantages in favour of the under-represented sex".[2]

ترجمہ: مرد وزن کے درمیان مساوات کو تمام شعبوں کے اندر یقینی بنایا جائے گا جس میں ملازمت، کام اور تنخواہ بھی شامل ہیں۔

مساوات کا اصول کم نمائندگی والی جنس کو خاص فوائد دینے کے لئے اقدامات کرنے سے نہیں روکے گا"۔

اسلام میں مرد اور عورت اپنی تخلیق کے اعتبار سے دونوں برابر کے محترم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾[3]

ترجمہ: تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی جائیداد کی ملکیت کا حق عطا کیا ہے جو عورت خود کمائے وہ اس کی ملکیت کا حق رکھتی ہے اور وراثت میں ملنے والے مال اور جائیداد میں بھی ملکیت کا حق رکھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

1) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.13

2)ibid,P.13

۳) سورۃ النساء: ۱/۴

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾

ترجمہ: " مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا"۔[1]

یہاں تک کہ عورت کا حق ملکیت طلاق رجعی کی صورت میں بھی باقی رہتا ہے۔

جس طرح اسلام نے مرد کو گواہی کا حق دیا ہے اسی طرح عورت کو بھی دیا ہے لیکن وہ خاص امور جن کا تعلق خصوصاً مردوں کے ساتھ ہے ان معاملات میں بھی عورت گواہی دے سکتی ہے لیکن اس کی گواہی مرد کے مقابلے میں نصف ہوگی۔ مثلاً مالی ومعاشی معاملات، مالی معاملات کے علاوہ قرآن پاک میں کم از کم پانچ اسے مقامات بھی موجود ہیں جہاں گواہی کا ذکر ہے لیکن مرد وزن کے درمیان فرق نہیں رکھا گیا۔ صرف دو معاملات میں گواہی میں فرق ہے یعنی عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں نصف ہے۔

۱)مالی معاملات ۲) قتل میں

اس کے علاوہ مرد وزن کی گواہی میں کوئی فرق نہیں کیا گیا دونوں برابر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (۷) وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ "۔[2]

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی ذات نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ سچوں میں سے ہیں۔ اور پانچویں مرتبہ وہ یوں کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت و پھٹکار ہو اگر وہ جھوٹا ہو اپنے اس الزام میں۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ اور پانچویں دفعہ یوں (کہے) کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا غضب نازل ہو۔

---

۱) سورۃ النساء: ۳۲/۴

۲) سورۃ النور: ۶،۹/۲۴

اس ایت کریمہ میں مرد اور عورت کی گواہی کو برابر قرار دیا ہے۔ اگر چار گواہ نہ ہوں تو وہ چار قسمیں کھائے گا کہ وہ سچا ہے اور عورت جواب میں اگر چار قسمیں کھا کر اس کے دعوے کی تکزیب کردے تو اس سے سزا رفع ہو جائے گی۔ لہذا یورپ کا اعتراض نصف گواہی پر اور اس پر منفی پروپیگنڈا بالکل غیر حقیقی ہے۔

بچوں کے حقوق:

Article No. 24

1) "Children shall have the right to such protection and care as is necessary for their well-being. They may express their views freely. Such views shall be taken into consideration on matters which concern them in accordance with their age and maturity.

2) In all actions relating to children, whether taken by public authorities or private institutions, childern best interests must be a primary consideration".[1]

۱) ترجمہ: بچوں کو اسقدر تحفظ اور خیال کا حق حاصل ہے جتنا ان کی بھلائی کے لئے ضروری ہے۔ وہ اپنے خیالات کا آزادانہ اظہار کر سکتے ہیں۔ اس طرح خیال کے معاملات پر غور کیا جائے گا جس کا تعلق ان کی عمر اور پختگی کے مطابق ہو۔

۲) ترجمہ: بچوں کے متعلق اٹھائے گئے تمام معاملات چاہے وہ سرکاری حکام کے طرف سے ہوں یا نجی اداروں کے طرف سے اس میں بچوں کے بہترین مفاد کو مرکزی حیثیت رہنی چاہیے۔

اسلام نے مرد، عورت، بوڑھے، بچے، والدین اور اولاد، غلام اور آقا سب کو الگ الگ حقوق عطا کئے ہیں بچوں کی مختلف اقسام اور حالتوں میں اسلام نے ہر قسم کے بچوں کے حقوق متعین کیے ہیں۔

بچوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

۱) لقیط بچہ ۲) یتیم بچہ ۳) ولد الزنا بچہ

۴) غیر مسلم بچہ ۵) متبنی بچہ ٦) عام بچہ

اسلام نے سب کے الگ الگ جان، حق نفقہ، حق وراثت، حق ولاہیت، حق نسب حقوق عطا کیے ہیں۔ بچوں کی، ایمانی، اخلاقی، جسمانی، عقلی، نفسیاتی، اجتماعی اور جنسی تربیت کا موزون انتظام کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جس طرح اسلامی ریاست میں مسلم بچوں کو حقوق حاصل ہونگے وہی حقوق اہل الزمہ کے بچوں کو بھی حاصل ہونگے۔

---

[1]) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P.13

۱) جان کا تحفظ۔ بچہ خواہ مسلمانون کا ہو یا کافروں کا اس کی جان کی حفاظت کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے دور حکومت میں یہ فرمان جاری کیا۔

«ان يقاتلوا فی سبيل الله ولا يقاتلوا الامن قاتلهم ولا يقتلوا النساء ولاالصبيان ولا يقتلوا الامن جرت عليه المواسي»[۱]

ترجمہ: انہیں چاہیے کہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کریں اور اسی کے خلاف جہاد کریں جو ان کے خلاف لڑتا ہے اور عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں اور صرف ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کو استرا الگ چکا ہو (یعنی بالغ ہو چکا ہو)۔

۲) جب بھی کوئی بچہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے گھر پیدا ہونے کے بعد عاقل بالغ ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جونسا مذہب چاہے اس کو قبول کرے اس کو پابند نہیں کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴾[۲]

ترجمہ: اور اگر آپ کا رب چاہتا تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں یہاں تک کہ وہ مومن ہی ہو جائیں۔

۳) وراثت کا حق

ایک مسلمان بچہ کافر والدین کا وارث تو نہیں بن سکتا مگر کافر والدین کا بچہ والدین مرنے کے بعد ریاست کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔ اگر بالغ ہونے پر وہ بچہ مسلمان ہو جاتا ہے تو بھی۔ اس کو کافر والدین کی وراثت ملے گی جبکہ کافر بچے کو کافر والدین کی وراثت کو تو بالاولی ملے گی۔

(وكذلک من مات من الايومين على كفره قسم له الميراث وكانه مسلما بموت من مات منها يعنى اذامات احداً ابوى الولدالكافرين صار الولدمسلما بموته وقسم له الميراث)[۳]

ترجمہ: اور اس طرح والدین میں سے کوئی حال کفر میں مر گیا تو اس بچے کو میراث ملے گی اور وہ اپنے والدین میں سے کسی کے مرنے کے ساتھ ہی مسلمان ہو جائے تو اس کو میراث ملے گی۔

آرٹیکل نمبر پچیس

بزرگوں کے حقوق:

---

۱) نیل الاوطار شرح منتقی الاخیار، محمد بن علی بن محمد، شوکانی، دار لفکر، بیروت، لبنان، ۶۱/۸

۲) سورۃ یونس:۱۰/۹۹

۳) المغنی، ابن قدامہ، ۲۷/۹

"The union recognizes and respects the right of the elderly to lead of a life dignity and independence and to participate in social and cultural life".[1]

ترجمہ: یونین بزرگوں کے حقوق کو تسلیم کرتی ہے اور ان کی عزت کرتی ہے۔ ان کو حق ہے کہ وہ وقار اور آزادانہ زندگی بسر کریں اور سماجی اور ثقافتی زندگی میں بھرپور حصہ لیں۔

اسلام بزرگوں کی اطاعت کا حکم دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا ہے اور بڑھاپے میں انہیں اف تک کہنے سے منع کیا ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلم ذمی جو بڑی عمر کے ہوں ان کے بہت سے حقوق ہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم بڑھاپے کو پہنچ جائے اور اس کے نان ونفقہ کا کوئی ذمی دارنہ ہو تو اسلامی ریاست اس کی کفیل بنے گی اور اس کا جزیہ معاف کرا دیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایسے لوگوں کے لئے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔

اجتماعی کفالت کے حق اور حقوق عامہ میں اسلامی حکومت کی نگاہ میں مسلم و غیر مسلم شہری بالکل برابر کے شہری ہیں۔

امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں۔

(وجعلت لهم انما شيخ، ضعف عن العمل اوا اصابته افة من الافات وكان غينه وصار اهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزيته وعليل من بيت مال المسلمين وعياله ماقام بداره الهجره و دارالاسلام)[۲]

ترجمہ: اگر ضعیف العمر اور نکارہ لوگ یا آفت زدہ یا بعد از غنی فقیر ہو جانے والوں، کو ان کے مذہب کے لوگ ان کو خیرات دینے لگیں، سے جزیہ لیا جائے گا اور مسلمانوں کے بیت المال سے اس کے نان ونفقہ کا بندوبست کیا جائے گا جب تک اسلامی ملک میں رہیں گے۔

یکجہتی اور استحکام

Dated 14-12-2007 (Title IV) C303/8

اس پورشن میں ۱۳ ارٹیکل ہیں جب میں سے پہلے پانچ کا تعلق ورکرز کے حقوق اور تحفظات کے ساتھ ہے۔ ارٹیکل نمبر ۳۳ چائلڈ لیبر کی ممانعت کے متعلق اور نوجوان کارکنوں کی صحت کی تحفظ کے متعلق ہے۔ اس کے بعد دو ارٹیکل

---

1) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.14

۲) کتاب الخراج، ۵۴

صحت، خاندانی اور پیشہ وارانہ زندگی کے متعلق ہیں۔ اس کے بعد تین ارٹیکل ماحولیاتی تحفظ، معاشی مفادات تک رسائی اور صارفین کے حقوق کے متعلق ہیں۔

آرٹیکل ستائیس

منصوبہ سازی کے وقت ورکرز کو معلومات فراہم کرنے اور ان سے مشاورت کا حق:

Article No. 27

"Workers and their representatives must at the appropriate levels be guaranteed information and consolation in good time in the cases and under the conditions provided for by union law and national laws and practices".[1]

ترجمہ: کارکنوں یا ان کے نمائندوں کو مناسب سطح پر معلومات اور مشاورت کی ضمانت کا حق دیا جائے۔ اچھے وقت میں ان شرائط کے تحت جو یونین کے اور قومی قوانین اور طریقوں کے مطابق ہوں۔

نوکری کی خدمات تک رسائی کا حق:

Article No. 29

"Everyone has the of access to a free placement services".[2]

ترجمہ: ہر کسی کو آزادانہ نوکری کی خدمات تک رسائی کا حق حاصل ہے۔

بلاجواز برطرفی کی صورت میں تحفظ:

Article No. 30

"Every worker has the right to protection against unjustified dismissal, in accordance with Union Laws and Practices".[3]

ترجمہ: ہر ورکر کو بلاجواز برطرفی کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے، یونین اور قومی قوانین اور طریقوں کے مطابق۔

مندرجہ بالا ارٹیکلز میں مزدوروں، کارکنوں اور محنت کشوں کے حقوق و تحفظات کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

1) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.15

2)Ibid, p.15

3)Ibid, p.15

اسلام نے ہر مزدور اور محنت کش کو یہ حق دیا ہے کہ اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی اجرت ادا کر دی جائے۔ محنت کشوں اور مزدوروں سے ان کی جسمانی طاقت اور رکھا جائے غیر موافق حالات میں جہاں صحت کو خطرہ لاحق ہو ان سے کام نہ لیا جائے۔

اسلام کی نظر میں امیر، غریب، مالک اور ملازم سب برابر ہیں اس لئے مزدوروں سے بدسلوکی نہ کی جائے اور نہ ہی گھٹیا سلوک۔

اسی طرح اسلام نے مزدوروں او ملازمین پر بھی فرض عائد کیا ہے کہ کسی قسم کی چوری، خورد برد اور مالک کے مال کو ناجائز طریقے سے استعمال نہ کریں۔ بلکہ امین ہوں۔

اور محنت کش کو اس کی محنت کا اجرت نہ دینے کو بہت بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مبارک ہے۔

« ق قَالَ اللَّهُ تعالی ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطه أَجْرَهُ»[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ قیامت کے روز میں تین آدمیوں کا دشمن ہوں گا، ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر عہد کیا اور عہد شکنی کی دوسرا وہ جس نے آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ جس نے کسی کو مزدور رکھا ار پورا کام لے کر اسے مزدوری نہ دی۔

اجرت کی بروقت ادائیگی کے متعلق حدیث ہے۔

: « أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ»[2]

ترجمہ: مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

ورکر کے معاوضہ کے واضح تعین اور وقت کے طے کرنے سے قبل کام لینا جائز نہیں۔

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ اسْتِئْجَارِ الْأَجِيرِ حَتَّى يُبَيَّنَ لَهُ أَجْرُه»[3]

ترجمہ: حضور ﷺ نے مزدور سے مزدوری کے تعین سے قبل کام لینا منع ہے۔

شہریوں کے حقوق

---

۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام باب اجر الاجراء، رقم: ۲۴۴۳، ۲/ ۸۱۷

۲) ایضاً، رقم: ۲۴۴۳، ۳/ ۱۷۲

۳) بیہقی، السنن الکبری، رقم: ۱۱۴۳۲، ۶/ ۱۲۰

یہ پورشن چھے ارٹیکلز پر مشتمل ہے جس میں

پہلا ارٹیکل ووٹ ڈالنے اور یورپی پارلیمنٹ میں بطور امیدوار کے کھڑا ہونے کا حق۔

دوسرا ارٹیکل ووٹ ڈالنے اور بلدیاتی انتخابات میں بطور امیدوار کھڑا ہونے کا حق۔

تیسرا ارٹیکل اچھی انتظامیہ کا حق،

چوتھا ارٹیکل دستاویزات تک رسائی کے حق پر مشتمل ہے۔

پانچواں ارٹیکل یورپی محتسب تک رسائی کا حق دینا ہے۔

چھٹا ارٹیکل قانونی طور پر حق دعوی اور درخواست دینے کے حق کے متعلق ہے۔

ساتواں ارٹیکل رہائش وسکونت اور نقل وحمل کے حق کے متعلق ہے۔

Article No .39

1) "Every citizen of the union has the right to vote and to stand as a candidate at the election of the European parliament in the Member State in which he or she resides under the same conditions as nationals of the state".[1]

2) "Members of the European parliament shall be elected by direct universal suffrage in free and secret ballot".

۱) ترجمہ: یورپی یونین کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ووٹ ڈال سکتا ہے اور یورپی پارلیمنٹ کے انتخابات میں بطور امیدوار کھڑا ہو سکتا ہے ان ممبر ریاستوں میں جہاں وہ (مرد/عورت) رہتا ہے، انہی شرائط پر ریاست کے شہری انتخاب میں حصہ لیتے ہیں۔

۲) ترجمہ: یورپی پارلیمنٹ کے ممبران کا انتخاب براہ راست عالمگیر ووٹنگ کے آزاد خفیہ بیلٹ پیپر کے ذریعے سے کیا جائے گا۔

بلدیاتی انتخابات میں ووٹ ڈالنے اور بطور امیدوار کھڑے ہونے کا حق:

Article No. 40

[1]) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.18

"Every citizen of the union has the right to vote and to stand as candidate at municipal elections in the Member State in which he or she resides under the same conditions as nationals of the state".[1]

ترجمہ: یورپی یونین کے ہر شہری کو بلدیاتی انتخابات میں ووٹ ڈالنے اور بطور امیدوار کھڑا ہونے کا حق حاصل ہے اس ریاست میں جس میں وہ مرد (امیدوار) یا عورت رہائش پذیر ہوں اس ریاست کے شہریوں کے طور پر ایک جیسی شرائط کے تحت (رہتا ہو)۔

اسلامی ریاست چونکہ ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے جس کے امور کو خاص اسلامی نقطۂ نگاہ سے چلانا ضروری ہے۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو ولی الامر چونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نمائندہ ہوتا ہے جس نے خدا اور رسول کے بتلائے ہو احکام کو رعایا پر نافذ کرنا ہوتا ہے لہذا حاکم کا خود اس نظام پر ایمان رکھنا ضروری ہے جس کو وہ عوام الناس پر نافذ کرنے کا پابند ہے۔ حاکم کے علاوہ معمول کی ذمہ داریاں قابلیت، ذہانت، امانت داری اور وفاداری کی بنیاد پر غیر مسلموں کو بھی دی جاسکتی ہیں۔ مگر وہ مخصوص عہدے جن پر اسلامی رنگ غالب ہوتا ہے۔ مثلاً امانت، سپہ سالاری، قضاء اور صدقات کی تقسیم وغیرہ ان پر غیر مسلموں کو فائز کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ ذمہ داریاں بطوب رعبادت سمجھ کر ادا کی جاتی ہیں جو غیر مسلم پر لازم نہیں ہے۔

اسلامی قانون کے مطابق ریاستی امور کا ذمہ دار بننا افراد کا ریاست پر حق نہیں ہے بلکہ یہ ایک ذمہ داری ہے جس کو ریاست اہل خیال کرے گی اس کو سونپ دے گی۔

بخاری شریف میں ابو موسی اشعریؓ سے مروی ہے میں اپنے دو چچازاد بھائیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

« فَقَالَ أَحَدُهما: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللَّهُ-عزوجل- وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّا وَاللَّهِ لَا نُوَلِّي هَذَا الْعَمَلَ أَحَدًا سَأَلَهُ، او أَحَدًا حَرِصَ عَلَيْهِ[۲]

ترجمہ: ان میں سے ایک نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تولیت میں جو دیا، اس کے کسی حصے پر ہمیں امیر بنا دیجئے۔ دوسرے نے بھی یہی کہا، تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم کسی

---

[1]) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P.18

۲) صحیح مسلم، کِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ النَّهْيِ عَنْ طَلَبِ الْإِمَارَةِ وَالْحِرْصِ عَلَيْهَا، حدیث رقم ۳۵۱۰

ایسے شخص کو اس کام کی ذمہ داری نہیں دیتے، جو اس کو طلب کرے اور نہ ہی ایسے شخص کو، جو اس کا خواہش مند ہو۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں عہدہ کی حرص کرنا جائز نہیں اور نہ ہی عہدہ کسی فرد کا حق ہے والی جس شخص کو خاص کام کے لئے موزوں خیال کرے گا اس کو اس عہدے پر متعین کر دے گا۔ اور عوامی نمائندوں کا انتخاب شورائی نظام کے ذریعے کیا جائے گا۔ ان کو محض عوام الناس کی رائے پر نہیں چھوڑا جائے گا۔ خلیفہ کے انتخاب کے بعد اہل ذمہ جو اسلامی ریاست میں قیام پذیر ہوں وہ اس کی اطاعت کے لئے بیعت کریں گے باقی لوگوں کی طرح، وہ کام احباب ہل عقد کا کام ہے۔

البتہ وہ امور جن کا تعلق دنیاوی معاملات سے ہے ان کی ذمہ داری غیر مسلموں کو بھی سونپی جا سکتی ہے۔

ماوری نے اپنی کتاب "الاحکام السلطانیۃ" میں نقل کیا ہے۔

(ولايشترط ضيمن يتولا ها ان يكون مسلماماعداالخليفة والقاضى عندالجمهور الفقهاء)[1]

ترجمہ: ان کو خلیفہ اور قاضی کے علاوہ باقی معاملات پر والی بنایا جا سکتا ہے جمہور فقہا کے نزدیک۔

سکونت اور نقل مکانی کی آزادی:

Article No. 45

1) "Every citizen of the union has the right to move and reside freely within the territory of the Member States.

2) Freedom of movement and residence may be granted in accordance with the treaties, to national of third countries legally resident in the territory of a Member State".[2]

۱) ترجمہ: یونین کے ہر شہری کو یورپی یونین کی ممبر ریاستوں کی حدود میں نقل مکانی اور سکونت اختیار کرنے کا حق ہے۔

۲) ترجمہ: معاہدوں کے مطابق تیسرے ممالک کے وہ شہری جو قانونی طور یورپی یونین کی کسی ممبر ریاست میں رہائش پذیر ہوں ان کو بھی نقل مکانی اور رہائش اختیار کرنے کی آزادی دی جا سکتی ہے۔

---

۱) الاحکام السلطانیۃ، ۲/۲۵

2) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities, P.18

اسلامی ریاست میں قیام پذیر غیر مسلموں شہریت وسکونت کا حق حاصل ہوتا ہے۔ دارالاسلام کے اندر ان کو قیام، نقل وحرکت، محل قیام کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ جہاں وہ چاہیں رہائش پذیر ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ اہل دارالاسلام میں سے ہیں اوران کا یہ حق ہے سوائے دو مقامات کو چھوڑ کر۔

۱)حرم ۲)حجاز

حرم (هو مكة وما طاف لهامن نصيب حرمها)

ترجمہ: وہ مکہ اوراس کا قرب وجوار حرم ہے۔

حجاز (هو مكة والمدينة واليمامة وقراها كالطائف خيبر)[۱]

ترجمہ: اس سے مراد مکہ، مدینہ، یمامہ اوراس کی بستیاں ہیں جبکہ طائف وغیرہ۔

انصاف:

یہ پورشن چار ارٹیکل پر مشتمل ہے۔ پہلا ارٹیکل منصفانہ تحقیق پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے ارٹیکل میں بے گناہی ثابت کرنے اور دفاع کا حق دیا گیا ہے۔ تیسرے ارٹیکل میں فوجداری جرائم اور جرمانے کی قانونی حیثیت اور تناسب کے اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

Article No. 47

"Every one whose rights and freedoms granted by the law of the union are violated has the Right to an effective remedy before a tribunal in compliance with the conditions laid down in this article.

Everyone is entitled to a fair and public hearing with in a reasonable time by an independent and impartial tribunal previously established by law everyone shall have the possibility of being advised defended and represented.

Legal aid shall be made available to those who lack sufficient resources In so far as such aid is necessary to ensure effective access to justice".[2]

---

۱) الاحکام السلطانیۃ، ص:۱۵۷

2) Charter of Fundamental Rights of The European Union, Official Journal of European Communities,P.20

ترجمہ: ہر شخص جس کو یورپی یونین کے قانون کی طرف سے حقوق اور آزادیاں عطا کی گئی ہیں اگر ان کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ خصوصی عدالت کے سامنے پیش ہو اس کی تلافی کے لئے ان اصولوں کے تحت جن کا اس ارٹیکل میں ذکر کیا گیا ہے۔

ہر کسی کو آزاد اور عوامی سماعت کا حق حاصل ہے مناسب وقت کے اندر ایک آزاد اور غیر جانبدار عدالت کے سامنے جو پہلے سے قانون کی طرف سے قائم کی گئی ہو۔

ہر کسی کو مشورہ دیے جائے، نصیحت کیے جانے، دفاع کیے جانے اور نمائندگی کا حق ہے۔

وہ لوگ جن کے پاس مناسب وسائل کی کمی ہو ان کو جہاں تک ضروری ہو گا قانونی امداد فراہم کی جائے گی تاکہ حصول انصاف تک مناسب رسائی مل سکے۔

اسلام تاکید کرتا ہے کہ ریاستی معاملات کو عدل وانصاف پر استوار کیا جائے تاکہ معاشرے میں بسنے والے مختلف عقائد ومذاہب کے لوگ پر امن طریقہ سے زندگی بسر کریں اور کوئی فرد یا طبقہ ظلم یا استحصال کا شکار نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عدل کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

﴿ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ﴾[1]

ترجمہ: اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل اور انصاف سے فیصلہ کرو۔

دوسری جگہ پر ارشاد ہے۔

﴿ كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ﴾[2]

ترجمہ: "تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔

اس ایت کریمہ میں مسلمانوں کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ غیر مسلم جو چاہے ذمی یا مستامن بھی نہ ہوں بلکہ ذمی ہوں تو بھی ان کے ساتھ ظلم مت کرو بلکہ انصاف کا پہلو تھامے رکھو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُم ﴾[3]

ترجمہ: اور مجھے تمہارے درمیان عدل کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسری جگہ پر ارشاد ہے

---

۱) سورۃ النساء: ۵۸/۴

۲) سورۃ المائدہ: ۸/۵

۳) سورۃ الشوریٰ: ۱۵/۴۲

﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ﴾[1]

ترجمہ: کہہ دیجئے مرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے۔

اسلامی ریاست میں بسنے والاے غیر مسلم اپنے شخصی معاملات میں اپنی عدالتوں سے فیصلے کروانے کا اختیار رکھتے ہیں لیکن اگر وہ اپنی مرضی سے چاہیں تو حضور ﷺ سے بھی فیصلہ کرواسکتے ہیں۔ اگر فریقین رضامندی سے حضور ﷺ سے فیصلہ کورکوانا چاہیں تو آپ ﷺ کو خدا نے اس ضمن مندرجہ ذیل حکم دیا ہے۔

﴿وَإِنْ حَكَمْتَ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِٱلْقِسْطِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ﴾[2]

ترجمہ: اور فیصلہ کروتو پھر ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

قرآن حکیم راہ ہدایت ہے اور اس کی تعلیمات انصاف پر مبنی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ﴾[3]

ترجمہ: (اے پیارے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ ﷺ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ ﷺ لوگوں میں اس (حق) کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دکھایا ہے اور آپ ﷺ (کبھی) بدیانت لوگوں کی طرف داری میں بحث کرنے والے نہ بنیں۔

یورپی یونین کے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر:

(Charter of Fundamental Rights of the European Communities)

کے مختلف پہلوں کا تقابلی جائزہ لینے سے علم ہوتا ہے کہ یورپ میں جو آج چھ بنیادی انسانی حقوق لوگوں کو حاصل ہیں وہ ایک طویل جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔ جبکہ اسلام نے اپنی ابتداء سے ہی مذہب، عقیدہ، جنس، نسل اور قومیت کی تعریف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمام انسانوں کو بحیثیت انسان برابر کے حقوق عطا کیے ہیں۔

یہ حقوق صرف کاغذی حد تک ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ خلفائے راشدین اور مابعد کے اسلامی ادوار میں نافذ العمل رہے۔ تعریف مذہب کے باوجود اسلامی تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ اسلامی ریاست میں من حیث القوم وملت مسلمانوں نے غیر مسلم اقلیتوں سے امتیازی سلوک روا رکھا ہو۔

---

۱) سورۃ الاعراف:۷/۲۹

۲) سورۃ المائدہ:۵/۴۲

۳) سورۃ النساء:۴/۱۰۵

بلکہ اسلام نے اقلیتوں کو جو حقوق عطا کیے ہیں عملی میدان میں (Written Rights) سے کہیں زیادہ حاصل رہے ہیں آج کے اس جدید اور ترقی یافتہ دور میں بھی جو یورپی یونین میں اقلیتوں کو وہ حقوق حاصل نہیں ہو سکے جو ساڑھے چودہ سو سال قبل اسلام نے غیر مسلموں کو عطا کیے۔

یورپ میں قانون کی حد تک بھی جو حقوق مسلمانوں کو عطا کیے گئے ہیں عملی طور پر ان پر دور دور تک نفاذ نہیں ہو رہا ہے۔ یورپ میں زندگی کے تمام میادین میں مسلمانوں کے ساتھ تحقیر امیز امتیازی سلوک کیا جاتا ہے جس کا ذکر اگلے باب میں تفصیل سے آئے گا۔

یورپی یونین کے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر کا تحقیقی و تقابلی جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کے نفاذ و احترام میں اسلام کے عطا کردہ حقوق زیادہ جامع اور مفصل ہیں۔ یہ ہی وہ نظام حیات ہے جو آج کے تقاضوں کو نہ صرف پورا کر سکتا ہے بلکہ احترام آدمیت اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی فراہمی کی زیادہ بہتر ضمانت فراہم کرتا ہے۔

فصل سوم

فرانس کے ملکی قوانین اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

فرانس نے چونکہ خود کو ایک سیکولر ریاست کے طور پر ڈیکلر کیا ہوا ہے اس لئے قانون سازی کی عمل میں وہاں موجود مذہبی اقلیتوں کے لئے الگ سے قانون نہیں بنایا گیا بنیادی انسانی حقوق کو ہی تمام انسانوں کے لئے قانون قرار دیا گیا ہے۔

اس ضمن میں لگ بھگ فرانس میں انقلاب فرانس (۱۷۸۹ء) سے لیکر اب تک کے موجودہ (Constitutions) سولہ بار قانون سازی کی گئی ہے۔

اس وقت فرانس میں (Contstitution of October ۱۹۵۸ء) کا قانون نافذ العمل ہے اس کے ارٹیکل نمبر ا میں فرانس کو غیر مذہبی و لادینی ریاست ڈیکلیئر کیا گیا ہے۔

Article No. 1

France shall be an indivisible secular, democratic and social republic.

ترجمہ: فرانس ایک نا قابل تقسیم لادینی، جمہوری، اور سماجی جمہوریہ ملک رہے گا۔

اقلیتوں کے متعلق باقاعدہ الگ قانون نہ ہونے کے وجہ سے اقلیتوں کے حقوق کے تقابلی جائزے کے لئے ہم نے فرانس کی قانون سازی کی تاریخ میں فرانس کا پہلا انسانی حقوق کا منشور ۱۷۸۹ء منتخب کیا ہے جو انقلاب فرانس کے بعد باقاعدہ طور پر نافذ العمل ہے اور اس قانون کو فرانس کی قانون سازی کی تاریخ میں بنیاد کی حیثیت حاصل ہے اس کے بعد جب بھی آئین سازی کی گئی بنیادی انسانی حقوق کے اس منشور کو کسی نہ کسی شکل میں آئین کا حصہ بنایا جاتا رہا ہے۔

اور تقابلی جائزے کے لئے موجودہ نافذ العمل آئین جو کہ ۱۹۵۸ء کا آئین ہے اس کی بعض شقیں بھی منتخب کی گئی ہیں تاکہ پہلے اور آخری آئین میں اقلیتوں کے لئے حقوق کا اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کے ساتھ تقابلی و تحقیقی جائزہ پیش کیا جاسکے۔

(Declaration of Human and Civic Rights of 26 August ۱۷۸۹ء)

یہ قانونی مسودہ سترہ ارٹیکلز پر مشتمل ہے جن کو "Rights of Man and of the Citizen" کا نام دیا گیا۔[1]

[1]) Vincent R. Johnson, The French Declaration of the Rights of Man and of Citizens of 1789, the Reign of Terror, and the Revolutionary Tribunal of Paris, 13 B.C. Int'l & Comp. L. Rev. 1 (1990), http://lawdigitalcommons.bc.edu/iclr/vol13/iss1/2, Contemporary print of the Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet, Paris. Reproduced in G. Duby, Histoire de la France, volume 2, Paris, Larousse, 1971, p. 306, trans. A. Lentin.

ارٹیکل نمبر۱

"Men are born and remain free and equal in rights. Social distinction may be based only on consideration of the common good".[1]

ترجمہ: انسان آزاد پید ہوئے ہیں اور انہیں آزاد ہی رہنا چاہے۔ حقوق کے معاملہ میں سب برابر ہیں۔ البتہ معاشرتی امتیازات کا مدار صرف افادہ عامہ پر ہوگا۔

اس ارٹیکل میں تین چیزوں کا اظہار کیا گیاہے۔ کہ انسان پیدائشی طور پر آزاد ہے اور اس کی آزادی صلب نہیں کی جانی چاہیے اسے آزاد رہنے کا حق ملنا چاہے دوسری چیز کہ بحیثیت تمام انسان برابر ہیں اس لئے ان کو ایک جیسے بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں تیسری چیز کہ معاشرتی امتیاز بعض لوگوں کو حاصل ہوگا آفادہ عامہ کی بنیاد پر۔

اسلام کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا مشہور قول جو حضرت عمر بن العاص والی مصر سے آپ ﷺ نے فرمایا" کہ تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیاہے؟ حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد پیدا کیاہے"۔

یعنی فطری طور پر ہر انسان آزاد پیدا ہوتا اور آزادی اس کا بنیادی حق ہے اور اس کی حق تلفی اسلام میں جائز نہیں۔ اسلام نے غلامی کو سخت ناپسند کیاہے اور غلاموں کو آزاد کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

اسلام نے غلامی کی حوصلہ شکنی کی اور غلاموں کی آزادی کا ایک موثر طریقہ کار نکالا کہ بعض گناہوں کا کفارہ غلاموں کی آزادی قرار دی اور اسیر ان جنگ کو بھی احسان کرکے یا معاوضہ لے کر چھوڑنے کی تعلیمات قرآن نے دی ہیں۔ اسی بنا پر حضور ﷺ نے قبیلہ بنی ہوازن کے اکھٹے چھے ہزار قیدی بلا معاوضہ آزاد کردیے تھے اس کے بعد رحلت تک ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ حضور ﷺ نے کسی کو غلام بنایاہو۔

حضور ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں بھی غلاموں کے حقوق اور ان سے بہتر سلوک کی تاکید فرمائی۔

(أَرِقَّاءَكُمْ أَرِقَّاءَكُمْ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مما تلبسون وإن جاؤوا بِذَنْبٍ لا تُرِيدُونَ أَنْ تَغْفِرُوهُ فَبِيعُوا عِبَادَ اللَّهِ وَلا تُعَذِّبُوهُمْ)[۲]

ترجمہ: اگر ان سے ایسی غلطی سرزد ہو جائے جو تم معاف نہیں کرسکتے دیکھ کر تو اللہ کے بندو انہیں اس فروخت کردو مگر انہیں بھیانک سزامت دو اور ان کے بارے میں تمہیں وصیت کرتاہوں جو لونڈیاں تمہارے پاس ہیں ان کو وہ کھلاؤ اور پہناؤ جو تم خود کھاتے پیتے ہو۔

---

1) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.308

۲) الطبقات الکبری، أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی بالولاء، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد (المتوفی: ۲۳۰ھ)، محقیق: محمد عب دالقادر عطا، الناشر: دار الکتب العلمیۃ – بیروت، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۱۰ھ – ۱۹۹۰م، ۳/۲۸۸

حضرت بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ کو مجلس نبوی ﷺ میں بلند مقام حاصل تھا حالانکہ یہ سب آزاد کردہ غلام ہی تھے۔ اسلام نے غلامی کی حوصلہ شکنی کی ہے اور غلاموں کو بھی باقی آزاد انسانوں کے سے حقوق عطا کیے ہیں۔

تیسری چیز اس ارٹیکل میں معاشرتی امتیازات ہیں یہ بات اسلامی نقطۂ نگاہ کے برعکس ہے اسلام مساوات کا درس دیتا ہے اور معاشرتی، خاندانی، لسانی ہر طرح کے امتیازات کے خلاف ہے۔ کوئی کسی پر فضلیت نہیں رکھتا سب برابر ہیں اگر کسی کو اسلام میں دوسرے سے بلند مقام حاصل ہے تو وہ صرف اور صرف تقویٰ ہے۔

حضور ﷺ نے اقلیتوں کے حقوق کے متعلق ارشاد فرمایا:

«أَنَا أَحَقُّ مَنْ أَوْفَىي بِذِمَّتِهِ»[1]

ترجمہ: "غیر مسلموں کے جان ومال کی حفاظت کرنا میرا سب سے اہم فرض ہے"۔

اسلام میں تمام دیوانی معاملات میں مسلم و غیر مسلم برابر ہیں جزاو سزا میں

ارٹیکل نمبر ۲

"The aim of every political association is the preservation of the natural and imprescriptible rights of man. The rights are liberty property safety and resistance to oppression"[2].

ترجمہ: تمام شہری انجمنوں کا مقصد انسانوں کے فطری اور لازوال حقوق کا تحفظ ہے۔ یعنی حقوق آزادی، حقوق ملکیت اور ظلم کے خلاف مزاحمت کا حق۔

اس ارٹیکل میں تین طرح کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ آزادی، ملکیت کا حق اور ظلم کے خلاف مزاحمت کا حق۔

آزادی کے متعلق ارٹیکل نمبر ایک میں بحث گزر چکی ہے۔ اسلام نے ہر انسان کو ملکیت کا حق دیا ہے۔

اسلام نے اقلیتوں کو ملکیت کا حق عطا کیا ہے۔ اس کی مثال حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ صلح کیا تھا اس میں واضح طور پر درج تھا۔

«نَجْرَانَ وحاشيتهم جِوَارُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ --- وَكُلِّ مَا تَحْتَ--- مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ»

---

۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸/۳۰

2) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet, p.309

ترجمہ: "نجران اور ان کے حلیفوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ حاصل ہو گی، ان کی جانیں، ان کی شریعت، زمین اور اموال۔۔۔اور ان کی زیر ملکیت ہر چیز کی حفاظت کی جائے گی"۔[1]

تیسری چیز ظلم کے خلاف مزاحمت کا حق

اگر کسی بھی شخص کے ساتھ ظلم وزیادتی ہو رہی ہو تو اسلام اس کو اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا پورا حق دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۚ﴾

ترجمہ: "اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ انسان بدگوئی پر زبان کھولے الا یہ کہ اس پر ظلم کیا گیا ہو"۔[2]

یعنی اسلام میں بدگوئی کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اسلام نے اعلیٰ اخلاقی تعلیمات دی ہیں لیکن اگر ظالم کا ظلم حد سے بڑھ جائے تو ظالم کے خلاف بدگوئی بھی قابل معافی ہے۔ کیونکہ یہ انسانی کی اضطراری کیفیت ہوتی ہے اس میں صبر و تحمل کا بند ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

«إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ»۔[3]

ترجمہ: بہترین جہاد جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔

ارٹیکل نمبر ۳

"The principle of any sovereignty lies primarily in the nation no corporate body no individual may exercise any authority that does not expressly emanate from it".[4]

ترجمہ: قوم لازماً تمام تر اقتدار کا سرچشمہ ہے، اس کے علاوہ کوئی شخص یا مجموعہ اشخاص کسی اقتدار واختیار کا حامل نہیں ہو سکتا۔ الا یہ کہ اس کا اختیار واضح طور پر مقتدر اعلیٰ سے ہی ماخوذ و مستفاد ہو۔

اس ارٹیکل میں اقتدار کا تمام تر سرچشمہ عوام کو قرار دیا گیا ہے جو کہ اسلامی قانون وتعلیمات کے برعکس ہے اسلام میں اقتدار اعلیٰ کا مالک خود اللہ تعالیٰ ہے انسان تو بس اس کا نائب ہے اور انسان کے پاس واختیارات میں وہ محض اللہ

---

۱) کتاب الخراج، ص:۱۵۵

۲) سورۃ النساء:۱۴۸/۴

۳) کتاب الفتن، باب ماجاء افضل الجہاد کلمۃ عدل عند السلطان جابر، رقم:۲۱۷۴، ۴/۴۷۱

4) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.308

کی طرف سے ایک امانت ہیں، اسلئے حاکم امین ہوتا ہے اور رعایا پر خدا کے قانون کو نافذ کرنا اس کا فرض بنتا ہے اس کا وہ خدا کے حضور جوابدہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴾[1]

ترجمہ: (اللہ) مشرقین اور مغربین کا رب ہے۔

یعنی اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ خود ہے۔ اسلام کا نظام حکومت اور نظام انتخاب الولی الامر مغربی نظام انتخاب سے بالکل مختلف ہے مغرب میں جمہوریت ذریعہ انتخاب ہے ووٹنگ جس میں گھوڑا گدھا اور عالم وفاضل سب کا ووٹ برابر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ اسلام میں ولی الامر کا انتخاب اہل علم ودانش اور اصحاب حل وعقد کرتے ہیں اور عوام ولی الامر کی انتخاب کے بعد بیعت کرتے ہیں کہ وہ شریعت کے مطابق اس امام وحاکم کے احکام کی اطاعت کریں گے۔

مغربی جمہوریت کے نظام میں اقلیتی فرد کبھی بھی حاکم نہیں بن سکتا اور نہ ہی اپنے حقوق کے لئے اقلیتیں کامیاب کوشش کرکے قانون سازی کرواسکتی ہیں کیونکہ جمہوری نظام میں قانون کثرت رائے سے پاس ہونے کے بعد عملی نظام کا حصہ بنتا ہے جبکہ اقلیت اس نظام میں ہمیشہ اکثریت کے ماتحت زندگی گزارنے پر مجبور رہتی ہے۔

ارٹیکل نمبر ۴

"Liberty consists in being all to do anything that does not harm others .Thus the exercise of the natural rights of every man has no bounds other than those that ensure to other members of society the enjoyment of these same rights. These bounds may less determined only by law".[2]

ترجمہ: آزادی کی وسعت وانحصار اس حد تک ہے جہاں تک کہ وہ دوسرے کی آزادی کے لئے ضرر رساں نہ ہو۔ اس اصول کے مطابق ہر شخص اپنے بنیادی حقوق سے استفادہ کرنے میں آزاد ہو اور ان حدود کے تعین صرف قانون سے ہی ہوسکتا ہے۔

اس ارٹیکل میں انسانی آزادی کی حد کا تعین کیا گیا ہے کہ انسان کی آزادی کا مطلب مادر پدر اور بے لگام آزادی ہر گز نہیں جو دوسروں کی آزادی میں خلل پیدا کرے۔ بلکہ وہ مخصوص حدود وقیود جن کا تعین قانون نے کیا ہے انہیں کے اندر رہ کر اپنی آزادی سے لطف اندوز ہو گا۔

---

۱) سورۃ الرحمٰن:۵۵/۱۷

[2]) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.309

اسلام کی تعلیمات کے مطابق تمام انسان آزاد ہیں اور آزاد ہونا ان کا فطری حق ہے۔ اسلام انسان کو غیر مقید آزادی نہیں دیتا کہ وہ چاہے جو کرتا پھرے اسے کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

اسلام نے انسان کے لئے جو حدود و قیود متعین کی ہیں اور ان کی پابندی اس پر لازم ہے اور اگر نافرمانی کرے گا تو اس کی سزا ملے گی۔ جبکہ شیطان (ابلیس) پہلے خدا کی عبادت وریاضت کرتا تھا مگر خدا نے جب اسی کو آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے تکبر کیا اور حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ تو اللہ نے فرمایا:

﴿ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴾[1]

ترجمہ: فرمایا (اے ابلیس) تجھے کس (بات) نے روکا تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اس نے کہا میں اس (آدم) سے بہتر ہوں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھے آگ سے پیدا کیا۔

تو اللہ نے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: نکل جا بے شک تو ذلیل خوار لوگوں میں سے ہے۔

ان آیات سے علم ہوتا ہے کہ ابلیس بھی اپنی عقل سے یہ سمجھتا تھا کہ آدمؑ کو سجدہ کرنا اس کی شایان شان نہیں ہے کیونکہ بطور تخلیق میں آدمؑ سے برتر ہوں۔ اسی طرح اگر کوئی انسان خود کو اعلیٰ وبرتر خیال کرے اور دوسروں کے حقوق میں دخل اندازی کرے کہ یہ میرا حق ہے تو اس کی عقل کا فیصلہ حقیقت کا فیصلہ نہ ہوگا اور نہ ہی اس کی عقل نے جو فیصلہ کیا اوہ اس کا حق بن جائے گا۔ ہر گز نہیں! اس لئے اسلام نے انسان کے جو حقوق متعین کیے ہیں اور اس پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں ان کی پابندی کرانا فرض ہے۔

جب وہ اپنے فرائض ادا کرے گا تو دوسروں کے حقوق ان کو خود ہی مل جائیں گے۔ کیونکہ جو ایک کا فرض ہوتا ہے وہ دوسرے کا حق ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام حقوق کی بجائے فرائض کی ادائیگی پر زیادہ زور دیتا ہے۔

ارٹیکل نمبر ۵

Article 5:

"The law has the right to forbid only those actions that are injurious to society. Nothing that is not forbidden by law may be hindered and no one may be compelled to do what the law does not ordain".[3]

---

۱) سورۃ الاعرف:۷/۱۲

۲) ایضاً:۷/۱۳

[3]) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.309

ترجمہ: قانون ان باتوں پر پابندی عائد کر سکتا ہے جو معاشرہ کے لئے ضرر رساں ہوں۔ جس کی ممانعت قانون میں نہ ہو، اس کی راہ میں روکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ نہ ہی کسی شخص کو ایسی بات پر مجبور کیا جانا چاہے جس کا مطالبہ قانون کے طرف سے نہ ہو۔

انسان کے لئے کیا چیزیں مفید ہیں اور کیا ضرر رساں یہ اس خالق سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا جس نے انسان کو تخلیق کیا ہے۔ اسلامی اور مغربی قانون میں بنیادی فرق ہی یہ ہے کہ مغربی قانون کے خالق مغربی لوگ خود ہیں جبکہ اسلامی قانون کا خالق اللہ تعالیٰ خود ہے۔

اس لئے اسلامی قوانین کسی خاص، قوم، ملک، نسل، وقت یا آبادی کے لئے نہیں بلکہ یہ پوری انسانیت کے لئے اور تا قیامت ہیں۔

ارٹیکل نمبر ٦

Article 6:

"The law is the expression of genral will. All citizens have the right to take part personally or through their representatives in its making. It must be the same for all whether it protects or punishes. All citizens having equal in its eyes shall be equally eligible to all high offices public positions and employments according to their ability and without other distinction than that of their virtues and talents".[1]

ترجمہ: قانون لوگوں کی مشترکہ اور متفقہ مرضی کا اظہار ہوتا ہے۔ تمام شہریوں کو اس میں شرکت کا حق ہے۔ کوئی فرد اس کی تشکیل میں خواہ ذاتی طور پر شریک ہو یا نمائندگی کے ذریعے قانون سب کے لئے یکساں ہونا چاہے۔ خواہ وہ تحفظ کے لئے ہو یا سزا کے لئے اور سب اس کے نظر میں برابر ہیں اور جملہ اعزازات، مقامات اور مناسب کے لئے سب اپنی مختلف صلاحیتوں اور طباعی ذہانتوں کے علاوہ کوئی دوسرا امر وجہ امتیاز نہیں ہونا چاہے۔

اس ارٹیکل میں بتایا گیا ہے کہ قانون لوگوں کی مشترکہ مرضی کا اظہار ہوتا ہے یعنی کہ قانون لوگوں کی طبع اور مرضی کے مطابق ہوتا ہے اور قانون بنانے میں لوگ بلواسطہ یا بلاواسطہ شریک ہونے چاہیں۔

یہ بات حقیقت کے برعکس ہے اگر قانون لوگوں کی مرضی کا ہو تو کوئی شخص بھی ایسا قانون بنانے کی حمایت نہ کرے گا جس سے اس کی پکڑ ہو یا اسے سزا ملنے کا اندیشہ ہو۔

---

[1]) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.310

دوسری بات کہ اگر قانون کثرت کارائے کے مطابق بنایا جائے تو ملک کی اکثریت اپنی طبع اور خواہش اور اپنے مفادات کے مطابق قانون سازی کروائے گی جس میں اقلیتوں کی حق تلفی ہو گی اور کبھی بھی ایسا کوئی قانون نہیں بن پائے گا جو اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔

اسلام نے نسب، رنگ، ذات، قومیت، زبان اور عقیدے کا امتیاز کیے بغیر تمام انسانوں کو سماجی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مساوات کا حق عطا کیا ہے۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ[1]

ترجمہ: تم میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

اس ایت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ کسی فرد کو دوسرے پر کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیز گاری کے۔

اسلامی ریاست غیر مسلم شہریوں کو ان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کے مطابق مختلف عہدوں پر فائز کر سکتی ہے سوائے ان مناسب کے جن کا تعلق دین اسلام کے ساتھ ہو جو صرف اور صرف مسلمانوں کا حق ہیں۔ مثلاً ولی الامر، افواج کا سربراہ ارچیف جسٹس وغیرہ۔

Article 7:

"No man may be accused arrested or detained except in the cases determined by the law and following the procedure that it has prescribed those who solicit, expedite carry out or cause to be carried out arbitrary orders must be punished but any citizen summoned or apprehended by virtue of the law must give instant obedience resistance make him guilty".[2]

ترجمہ: سوائے ان صورتوں کے جو قانون متعین کرے اور ان طریقوں کے جن کا قانون نے حکم دیا ہے کسی شخص پر نہ کوئی جرم عائد کیا جائے گا نہ اس کو قید کیا جائے گا اور نہ جیل میں بند کیا جائے گا۔ تمام وہ لوگ جو من مانے احکام کا مشورہ دیں، حمایت کریں، ان کا نفاذ کریں یا نفاذ کرائیں ان کو سزا ملنی چاہیے اور ہر شہری جس کو قانون کی رو سے عدالت میں طلب کیا جائے یا حراست میں لیا جائے فوری طور پر اس کی تعمیل کرنی چاہے اور اگر وہ مزاحمت کرے تو سزا کا مستوجب ہو گا۔

---

۱) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۳

۲) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.310

اس ارٹیکل میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ بغیر جرم کے کسی بھی شہری کو نہ تو حراست میں لیا جائے گا اور نہ ہی سزا دی جائے گی اور اگر کسی پر شک ظاہر کیا گیا ہو تو اس شخص کو قانون کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنی چاہیے اور اپنی گناہی ثابت کرنی چاہیے۔

اسلام میں ہر شخص اپنے اپنے اعمال وافعال کا خود ذمہ دار ہے لہذا کسی شخص کو دوسرے کی غلطی یا جرم کی سزا نہیں دی جائے گی۔ جو شخص غلطی کرے گا سزا بھی وہی بھگتے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾[1]

ترجمہ: کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

﴿ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى ﴾[2]

ترجمہ: اگر کوئی بوجھ میں دبا ہو تو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو۔

اسلامی قانون کے مطابق صفت تہمت کی بنا پر بھی کسی کو نہ تو گرفتار کیا جائے گا اور نہ حراست میں لیا جاسکتا ہے۔ گرفتاری سے قبل مکمل تحقیقات کو ضروری قرار دیا گیا ہے کیونکہ بغیر جرم کے ثبوت کے گرفتار کیا جانا غیر اخلاقی ہے اور اس سے اس شخص کی عزت مجروح ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

Article 8

"The law must prescribe only the punishments that are strictly and evidently necessary, and no one may be punished except by virtue of a law drawn up and promulgated before the defence is committed and legally applied".[3]

ترجمہ: قانوناً جرمانا یا تاوان صرف اسی طرح کا اور اسی قدر عائد کیا جانا چاہیے جو مطلقاً اور صراحتاً ضروری اور لازمی ہو اور کسی شخص کو بھی سزا نہیں دینی چاہیے سوائے اس قانون کی رو سے جو جرم ثابت ہونے سے پہلے نافذ ہو اور جس کا قانون اطلاق ہو سکتا ہو۔

---

۱) سورۃ الانعام: ۶/ ۱۶۴

۲) سورۃ فاطر: ۳۵/ ۱۸

(۳) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.311

یعنی بعض جرائم ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں جسمانی سزا کی بجائے مالی سزا دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اسلام میں بھی مختلف گناہوں کا کفارہ ہے جیسے قسم توڑنے کا کفارہ وغیرہ۔

یا اگر کوئی شخص سرکاری املاک کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس کو اس جرم میں بطور تاوان جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔

لیکن اس عمل کے دوران دو چیزوں کو مد نظر دیکھا جاتا ہے۔ پہلی چیز یہ کہ مجرم نے جتنا جرم کیا ہے تاوان اسی حساب سے اس سے طلب کیا جائے گا اور مجرم کی مالی حالت کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے، جیسا کہ اسلام میں قسم توڑنے کا کفارہ، غلام آزاد کرنا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا روزے رکھنا یعنی امیر جو استطاعت رکھتا ہو وہ غلام آزاد کرے، اس سے کم طاقت والا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور جو مالی طور پر کمزور ہو وہ روزے رکھے۔

بعض دفعہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کی املاک کا نقصان کرتا ہے تو عدالت بدلے میں بطور تلافی نقصان پہنچانے والے کو اتنا جرمانہ عائد کرے گی جس سے دوسرے فرد کا نقصان پورا ہو جائے۔ اس ضمن میں زیادتی نہیں کی جائے گی۔

جن جرائم کا کفارہ مقرر ہے اس حد سے تجاوز نہیں کیا جائے گا اس قانون میں اقلیت اور اکثریت کے مابین فرق نہیں کیا جائے گا جہاں معاملہ حقوق العباد کا ہو گا اس میں مسلم اور غیر مسلم شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں۔

ارٹیکل نمبر ۹

Article 9

"As every man is presumed innocent until he has been declared guilty for it should be considered necessary to arrest him any undue harshness that is not required to secure his person must be severely curbed by law".[1]

ترجمہ: چونکہ ہر شخص معصوم ہے جب تک کہ وہ مجرم ثابت نہ ہو جائے۔ اس لئے جب کبھی اس کی گرفتاری ناگزیر ہو جائے تو قانوناً اسے ایسی مدد بہم فراہم کی جائے جو اس کی شخصیت کے تحفظ کے لئے ضروری ہے۔

مندرجہ بالا ارٹیکل میں بتایا گیا ہے کہ محض شک کی بنا پر کسی شہری کو مجرم نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ ہی حراست رکھا جاسکتا ہے۔ اگر شک ہو تو تفتیش اور پوچھ گچھ کا ایسا طریقہ کار اپنایا جانا چاہیے کہ جس سے اس کی عزت مجروح نہ ہو۔

اسلامی قانون ہر شہری کو عزت و آبرو کی حفاظت کا حق عطا کرتا ہے۔ اور تحفظ آبرو کے اس حق کو کسی صورت میں بھی پامال کیے جانے کی اجازت نہیں دیتا اس لئے ایسا کوئی قانون لاگو نہیں کیا جائے گا جس سے کسی شہری کی عزت و آبرو پامال ہونے کی راہ نکلتی ہو۔

---

[1]) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.312

اس لئے اسلام محض شک کی بنا پر کسی کو زیر حراست لینے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اسلام تو غیر ضروری شک کو بھی خلاف شرع قرار دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! بشتر بدگمانیوں سے بچتے رہو بے شک بعض بدگمانیاں گناہ (کا موجب) ہوتی ہیں اور (کسی کی برائی کے) کھوج میں نہ لگے رہا کرو اور نہ ایک دوسرے کو اس کی پیٹھ پیچھے برا کہا کرو۔

شخصی عزت و قار کے تحفظ کے لئے قرآن حکیم کسی پر جھوٹا الزام لگانا اور بہتان تراشی کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اور قابل سزا جرم ہے۔

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾[2]

ترجمہ: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لاتے تو انھیں اسّی درے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور وہی لوگ نافرمان لوگ ہیں۔

یہ سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ جب کسی معصوم انسان پر کوئی جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے تو اس کی معاشرے میں عزت پامال ہوتی ہے۔ لہذا اسلام میں دوسروں پر بے جا شک کرنے اور ان پر جھوٹے الزام لگانے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

ارٹیکل نمبر ۱۰

Article- 10

"No one may be disturbed on account of his opinion even religious one as long as the manifestation of such opinion does not interfere with the established law and order".

ترجمہ: کسی شخص کے معاملہ میں اس کے خیالات اور آرا کی بنا پر دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔ نہ ہی اس کے مذہبی خیالات اور عقائد کی بنا پر جب تک کہ ان خیالات وعقائد کے اقرار واعلان سرکاری نظم وضبط کے انتشار کا باعث نہ بنے۔

اس ارٹیکل میں دو چیزوں کا اظہار کیا گیا ہے ایک تو یہ کہ دوسروں کے نجی معاملات میں بے جا دخل اندازی نہ کی جائے اور دوسرا اقلیتوں یا تمام شہریوں کے مذہبی معاملات میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے ان کو مذہبی آزادی کا حق دیا جائے۔

---

۱) سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۲

۲) سورۃ النور: ۲۴/ ۴

اسلام بلا تفریق رنگ و نسل وعقیدہ کے تمام شہریوں کو نجی زندگی اور آزادی کا حق دیتا ہے اور دوسروں کی بے جا مداخلت کو ناپسند کرتا ہے۔ جیسا کہ گھر انسان کی نجی سرگرمیوں کا مرکز ہوتا ہے۔ قران میں ہے۔

﴿ يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا﴾[1]

ترجمہ: اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھر میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی اجازت لے لیا کرو۔

اسلام نے ہر فرد کو چاہے وہ جس بھی عقیدے سے تعلق رکھتا ہو مکمل مذہبی آزادی کا حق دیا ہے۔ اور تبدیلی مذہب پر کسی کو مجبور کرنا ناجائز عمل قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾[2]

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔

اور دوسرے مقام پر حضور ﷺ کو بتایا گیا ہے۔

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾[3]

ترجمہ: اور اگر آپ ﷺ کا رب چاہتا تو ضرور سب کے سب لوگ جو زمین میں آباد ہیں ایمان لے آتے (جب رب نے انہیں جبراً مومن نہیں بنایا) تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں؟۔

ارٹیکل نمبر ۱۱

Article 11

"The free communication of the ideas and opinions are one of the most precious rights of man. Any citizen may therefore speak write and publish freely except what is tantamount to the determined by law".

ترجمہ: خیالات وافکار کی بلا روک ترسیل واشاعت چونکہ انسان کا انتہائی قیمتی بنیادی حق ہے اس لئے ہر شہری اپنی تقریر، تحریری او اس کی طباعت واشاعت میں آزاد ہے بشرطیکہ وہ بے لگام آزادی کی خرابیوں کا خود ذمہ دار ہے۔ ان معاملات میں جن کا تعین قانون نے کر دیا ہے۔

---

۱) سورۃ النور: ۲۴/۲۷

۲) سورۃ البقرہ: ۲/۲۵۶

۳) سورۃ یونس: ۱۰/۹۹

اسلامی ریاست شہریوں کو آزادی اظہار رائے کا مکمل حق دیتی ہے کہ وہ برے کی روک تھام اور بھلائی کی ترویج میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾[1]

ترجمہ: تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

جب برائی سے روکنے اور بھلائی کا حکم دینے کی آزادی ہو گی تو تمام شہری اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے خطبۂ خلافت میں اظہار رائے کی آزادی کے حق کا یوں اعلان کیا۔

(أيها الناس فإني قد وليت عليكم ولست بخيركم، فإن أحسنت فأعينوني، وإن أسأت فقوموني)[2]

ترجمہ: اے لوگوں! مجھے تم پر والی بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کروں تو میری مدد کرنا اور اگر مین غلط کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا اعلان عام تھا:

" جس کسی کو ضرورت پیش آئے، یا اس پر ظلم کیا جائے یا میری کسی بات پر ناراض ہو تو مجھے اطلاع کر دے، میں بھی تم میں سے ایک فرد ہوں"۔[3]

اسلام مطلقا آزادی اظہار رائے نہیں دیتا کہ انسان کے دل میں جو آئے وہ اس کا کھلے عام اظہار کرتا پھرے بلکہ اسلام نے رائے کے اظہار کے لئے حدود و قیود قائم کی ہیں۔

اگر حاکم دیکھے کہ کسی شخص کی آزادی رائے سے فتنہ وفساد پھیلنے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے تو وہ اس کی اظہار رائے پر پابندی لگا سکتا ہے۔

جیسا کہ ایک واقعہ دکتور عبد الکریم نے اپنی کتاب " الحريات العامة في الفكر والنظام السياسى " میں نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف بھیج دیا تھا کیونکہ ان کی شعلہ بیانی کی وجہ سے نظام ریاست میں خلل کا

---

۱) سورة آل عمران:۳/ ۱۱۰

۲) تاریخ الطبري، ، محمد بن جریر بن یزید بن كثیر بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: ۳۱۰ھ) ج ۳ ص ۲۱۰ / سنت خیر الانام: محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۵ء، ص:۸۶

۳) طنطاوی، عمر بن خطاب، ص:۲۸۷

خدشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور اسلامی ریاست میں اس طرح کی آزادی اظہار رائے نہ دی جائے گی جس سے نفسانی خواہشات، بدعت اور گمراہی کو فروغ ملے۔

ارٹیکل نمبر ۱۲

Article 12

"To guarantee the rights of man and of the citizen a public force is necessary this force is therefore established for the benefit of all and not for the particular use of those whom it is entrusted".[1]

ترجمہ: انسانوں اور شہریوں کے حقوق کو تحفظ دینے کے لئے چونکہ انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ مضبوط نظام حکومت ہو وہ نظام قانون کو ملک و معاشرے پر نافذ کرے اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ قانون کو سب پر نافذ العمل کرے، لیکن یہ بات درست نہیں سرکاری عہدہ داران جن کا کام عوام کی خدمت کرنا اور قانون نافذ کرنا ہوتا ہے وہ اپنے عہدے سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے ذاتی فوائد حاصل کرنے لگیں۔ اسلام نے حاکمین کو عوام کے خدمتگار قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے بہادر انسان جب خلیفۃ المسلمین بنتے ہیں تو حضرت ابو عبیدؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ ان کو ایک خط لکھتے ہیں جس میں وہ حضرت عمرؓ کو خلافت کی ذمہ داریوں اور آخرت کی جوابدہی کا احساس دلاتے ہیں۔

" ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے کہ ہمارے اس خط کو اپ وہ حیثیت نہ دیں جو اس کی حقیقی حیثیت ہے ہم نے یہ خط خیر خواہی اور اخلاص کے جذبہ سے لکھا ہے"

جواب میں حضرت عمرؓ نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا" تم دونوں کی تحریریں صداقت سے بھرپور ہیں ان جیسے مکتوبات کی مجھے ضرورت ہے لہذا تم مجھے خط لکھتے رہا کرو"۔[۲]

[1]) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.313

۲) سیرت النبی ﷺ، شبلی نعمانی، مکتبہ مدینہ، لاہور ۱۹۸۸ء، ۱/۱۱۲

اسلام اس بات کی بالکل بھی اجازت نہیں دیتا کہ صاحب اختیار لوگ عوام الناس پر اپنے اختیار کو غلط استعمال کریں اس کی مثال حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ کا مشہور واقعہ ہے جب والی مصر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے نے ایک ذمی کو ناحق تھپڑ مارا جس کی شکایت پر حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمرو بن عاص کو بیٹے سمیت طلب کیا اور مصری سے اسی قدر سزا دلوائی جس قدر اس کو دی گئی تھی۔ پھر حضرت عمرو بن عاص کو مخاطب ہوئے۔

(متی استعبدتم الناس)[1]

ترجمہ: کب سے تم نے لوگوں کو غلام بنالیا ہے۔

ارٹیکل نمبر ۱۳

Article 13

"For the maintenance of the public force and for the administrative expenses a general tax is indispensable.It must be equally distributed among all citizens in proportion to their ability to pay".[2]

ترجمہ: سرکاری قوت کو مدد پہنچانے اور حکومت کے دوسرے اخراجات پورے کرنے کے لئے ایک مشترکہ رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔

لہذا یہ رقم معاشرہ کے جملہ ارکان پر ان حیثیت کے مطابق مساوی طور پر وصول کی جانی چاہیے۔

ارٹیکل نمبر ۱۴

Article 14

"All citizen have the right to ascertain by themselves or through their representatives the need for a public tax to consent to it freely to watch basis collection and duration".[3]

ترجمہ: سرکاری عطیہ کی ضرورت وحاجب، اس کے جواز، مقدار، طریقۂ تشخیص اور مدت کے تعین کے سلسلہ میں ہر شہری بجائے خود یا اپنے نمائندے کے ذریعے آواز اٹھانے کا حق رکھتا ہے۔

ارٹیکل تیرہ میں بتایا گیا ہے کہ کیونکہ حکومت کے بہت سے اخراجات ہوتے ہیں مثلاً دفاعی اخراجات، انتظامی اخراجات اور ملازمین کی تنخواہیں وغیرہ جو ملکی خزانے سے ادا کیے جاتے ہیں ان اخراجات کی عوام سے وصولی کی جاتی ہے

---

۱) کنزالعمال، ۲/ ۴۵۵

2) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.313

3)Ibid,p.314

کیونکہ یہ چیزیں عوام کی بھلائی کے لئے ہوتی ہیں، لیکن وصولی عطیہ میں انصاف کا پہلو مد نظر رکھنا چاہیے اور عوام الناس پر ان کی مالی حیثیت کے مطابق ٹیکس وصول کرنا چاہیے۔

جبکہ ارٹیکل چودہ میں بتایا گیا ہے سرکاری خزانے میں اکھٹے ہونے والے مال کے تصرفات کے بارے میں عوام الناس سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں وہ جب چاہیں حکومتی نمائندوں سے اس کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ٹیکس کی مقدار کا تعین بھی ان کی مشاورت سے کیا جائے گا۔

نظام حکومت چلانے اور پسماندہ شہریوں کی مدد اور عوام الناس کی فلاح وبہبود اور ملکی دفاع کے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اور اسلام کا صدقات وزکوٰۃ، عشور وضرائب اور جزیہ وخراج کا ایک باقاعدہ نظام ہے جس کے ذریعہ یہ سارا سرمایہ بیت المال المسلمین میں اکھٹا کیا جاتا ہے اور اسکے تصرفات کا بھی ایک طے شدہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے اس کے ثمرات رعایا کو دیے جاتے ہیں۔

اسلام نے مسلم شہریوں پر سالانہ صاحب حیثیت پر اڑھائی فیصد زکوٰۃ اور زرعی پیداور پر عشر ۲۰ خود سیر اب کیا جاتے ہے تو اگر قدرتی پانی سے فصل سیر اب ہوتی ہوئی تو اس پیداوار کا دسواں حصہ بطور عشر ادا کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ ریاست کے غیر مسلم شہریوں پر ایک مخصوص جزیہ ہوتا ہے جو حیثیت کے مطابق سالانہ ان سے وصول کیا جاتا۔ حضرت عمرؓ نے اہل سواد پر سالانہ ۱۲۔ ۲۴۔ ۴۸ درہم جزیہ نافذ کیا۔ یعنی کمزور لوگ صرف ۱۲ درہم سال بعد اور متوسط ۲۴ درہم اور امیر ۴۸ درہم سال بعد بیت المال میں جزیہ جمع کروائیں گے۔

اس کے علاوہ ان پر زرعی پیداوار میں عشر کی بجائے خراج وصول کیا جاتا ہے جبکہ خیبر کی زمینوں پر حضور ﷺ نے نصف پیداوار بطور خراج وصول کیا تھا۔

اس کے علاوہ مخصوص مقدار میں تجارتی محصول بھی وصول کیا جاتا تھا۔ امام ابو یوسف نے اپنی کتاب "کتاب الخراج" میں نقل کیا ہے کہ ذمی سے 1/20 اور مستامن سے 1/10 اور مسلمان تاجروں سے 1/40 بطور تجارتی محصول وصول کیا جاتا تھا۔

جزیہ بھی صرف جنگ کے قابل مردوں پر نافذ تھا، خواتین، بچے۔ بوڑھے، معزور اور مذہبی ذمہ داران جزیہ سے مستثنٰی تھے۔

خراج بھی اگر زمین کی پیداوار کم ہوتی یا آسمانی آفات سے خراب ہو جاتی تو اس صورت معاف ہو جاتا تھا۔

المختصر ہر طرح کی وصولی کا انحصار مالی حیثیت کے مطابق تھا۔

ارٹیکل نمبر ۱۵ Article 15

"Society has the right to ask public officials for an accounting of his administration".[1]

ترجمہ: سماج کو اپنے تمام ارکان کے رویہ اور کردار کے احتساب کا حق حاصل ہے۔

ارٹیکل نمبر ۱۶

Article 16

"Any society is which no provision is made for guaranteeing rights or for the separation of powers has no constitutions".[2]

ترجمہ: ایک ایسے معاشرہ کے لئے دستور کی ضرورت ہے جہاں بنیادی انسانی حقوق کو تحفظ حاصل نہ ہو اور نہ ہی تقسیم اختیارات موجود ہو۔

ارٹیکل پندرہ میں بتایا گیا ہے کہ پبلک میں سے ہر گروہ سے تعلق رکھنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنے نمائندوں کے رویے اور کردار کے بارے میں احتساب کر سکتا ہے۔

اسلام میں امراء اور حکام کا احتساب کے لئے خود کو پیش کرنا ایک مستحسن عمل سمجھا جاتا ہے اور اسلام عوام الناس کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنے حکام کا احتساب کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ نے خود کو مثال بناتے ہوئے احتساب کے لئے پیش کیا تھا۔

« عن أَبِي لَيْلَى عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ مِزَاحٌ بَيْنَنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي خَاصِرَتِهِ بِعُودٍ فَقَالَ: اصْبِرْنِي قَالَ:« اصْطَبِرْ » قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ قَمِيصِهِ فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ قَالَ: إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَوْلُهُ اصْبِرْنِي يُرِيدُ أَقِدْنِي مِنْ نَفْسِكَ وَقَوْلُهُ:« اصْطَبِرْ ». مَعْنَاهُ اسْتَقِدْ»

ترجمہ: "حضرت اسید بن حضیرؓ سے رویت ہے کہ جو کہ انصار میں سے ایک شخص تھے وہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے اور ہنسی مذاق کر کے لوگوں کو ہنساتے تھے اور اسی وقت حضور ﷺ نے ان کی کوکھ میں لکڑی کی ایک ٹھونک لگائی اسیدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس کا بدلا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چلو بدلا لے لو۔ اسیدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کرتہ زیب تن کیے ہوئے ہیں اور جبکہ میں

[1]) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.314

[2])Ibid,p.315

توبرہنہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اٹھایا تو حضرت اسیدؓ آپ ﷺ سے چمٹ گئے اور آپ ﷺ کے پہلو مبارک ابوسہ لینے لگے اور پھر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا یہی مقصد تھا"۔[1]

اس حدیث مبارکہ یہ بات واضح ہوتی ہے دوجہاں کے سردار خاتم الرسول ﷺ نے خود کو احتساب کے لئے پیش کیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے خود احتسابی کے لئے عوام الناس کو کھلی اجازت دے رکھی تھی۔ عالم یہ تھا کہ ۲۴ لاکھ مربع میل کے حکمران کو لوگ راہ چلنے یا بھری مجلس میں باآواز بلند روک ٹوک لیتے تھے، آپؓ سے اپنی شکایت کندہ کی بات دھیان سے سنتے درمیان میں کسی کو بات ٹوکنے کی اجازت نہ دیتے اور پھر کاروائی عمل میں لاتے حضرت عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن سعیدؓ ابو موسیٰ اشعریؓ اور اور سعد بن وقاصؓ جیسے گورنروں کے خلاف آپؓ بر سرعام شکایتں سنتے اور ان کا تدارک فرمائے۔ اپنے جسم کی دوچادروں کا حساب بھی بھرے مجمع میں دیا اس کے علاوہ حق مہر کی حد مقرر کرنا چاہی تو خطبہ جمعۃ المبارک کے عین موقع پر ایک خاتون نے آپؓ سے اس بات پر اختلاف کیا اور حضرت عمرؓ نے اپنے اس فیصلہ سے رجوع فرمایا۔

Article 17

"Since the right to property is inviolable and sacred no one may be deprived thereof unless public necessity legally ascertained obviously requires it and just and prior indemnity has been paid"[2]

ترجمہ: حق ملکیت وجائیداد ناقابل انفساخ اور محفوظ ہے۔ لہذا کسی کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ سوائے اس کے کہ سرکاری ضرورت ناگزیر ہو یا قانونا اس کا تقاضا موجود ہو یا کسی سابقہ جائز تاوان کی ادائیگی ثابت ہو۔

اسلام میں وہ تمام ذاتی املاک جو جائز طریقے سے حاصل کی گئی ہوں اور شریعت کی طرف سے مقرر کردہ تمام حقوق واجبات ان میں سے ادا کیے گئے ہوں تو وہ جائیداد حکومت کی مداخلت سے قطعی طور پر محفوظ ہو اس کے مالک کو یہ تمام حقوق حاصل ہوں گے۔

۱)استعمال اور تصرف کا حق

۲)مزید منافع کمانے کے لئے کاروبار میں لگانے کا حق

۳)انتقال ملکیت کا حق

---

۱)المصنف، عبدالرزاق، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان۔ ۱۴۰۳ھ، رقم:۱۸۸۱ص:۱۰/۲۰۲

2) Declaration of the Rights of Man and Citizen in the Musée Carnavalet,p.316

۴) تحفظ ملکیت کا حق

قرآن پاک دوسروں کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے کو حرام قرار دیتا ہے۔

﴿وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[۱]

ترجمہ: اور تم ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔

اسلام مرد اور عورت دونوں کو ملکیت کا حق عطا کرتا ہے۔

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾

ترجمہ: "مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا"۔[۲]

(Constitution of Octoler 4, 1958)

فرانس کے پہلے آئین (۱۷۸۹ء) میں سے اقلیتوں کے حقوق کا جائزہ لینے کے بعد فرانس کا موجودہ آئین جو اس وقت نافذ العمل ہے یہ اکتوبر ۴۔ ۱۹۵۸ء میں سینٹ آف فرانس سے منظور ہوا اس کو سترہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس ائین کی کل ننانوے دفعات ہیں جن میں سے چند ایک کو تقابل کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

آرٹیکل نمبر ا

"France shall be an indivisible, secular democratic and social republic. It shall ensure the equality of all citizen before the law without distinction of origin race or religion. It shall respect all beliefs. It shall be organised on a decentralised basis. Statutes shall promote equal access by women and men to elective offices and posts as well as to professional and social positions".[3]

ترجمہ: فرانس ایک ناقابل تقسیم، لادینی، جمہوری اور سماجی جمہوریہ ملک رہے گا۔ یہ قانون کی نظر میں تمام شہریوں کی برابری کو یقینی بنائے گا۔ بغیر کسی بنیاد، نسل اور مذہبی امتیاز پر تمام عقائد کا احترام کرے گا۔ اس کو منظم کیا جائے گا مرکزی اختیارات کو کم کرنے کی بنیاد پر آئین مردوزن کی برابری کی سطح پر منتخب دفاتر اور عہدوں جن کا تعلق پیشہ وارانہ اور سماجی مناصب کے ساتھ ہے تک رسائی کو ممکن بنائے گا۔

۱) سورۃ البقرہ: ۲/۱۸۸

۲) سورۃ النساء: ۴/۳۲

[3]) France's Constitution of 4 October 1958, p.3
https://www.conseil-constitutionnel.fr/sites/default/files/as/root/bank_mm/anglais/constiution_anglais_oct2009.pdf

اس آئین کی پہلی دفعہ میں چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی کہ فرانس ایک سیکولر ریاست ہوگی۔ دوسری بات قانون کی نظر میں سب شہری برابر کی حیثیت رکھتے بغیر کسی عقیدے، رنگ و نسل کے امتیاز کے۔ تیسری تمام شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی ہوگی۔ چوتھی بات مردوزن کو ہر سطح پر برابری حاصل ہوگی۔

فرانس نے چونکہ خود کو ایک سیکولر ریاست (Consider) کیا ہوا ہے لہذا ۱۷۸۹ء کے آئین کی طرح اس آئین میں بھی اقلیتوں کا الگ سے کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ فرانس مذہبی اقلیتوں کو اقلیت نہیں خیال کرتا تمام شہری برابر ہیں۔

جب کہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے وہ ایک نظریہ کی بنیاد پر لوگوں میں فرق کرتی ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ﴾[1]

ترجمہ: پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن ہے ۔

اسلام کی نظر میں بحیثیت انسان سب لوگ برابر ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

﴿ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى ﴾[2]

ترجمہ: بے شک ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا۔

یعنی تمام لوگ بحیثیت پیدائش برابر ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضلیت نہیں ہے۔ اسلام نے خونی رشتہ کی بنیاد پر پوری نسل انسانی کو جوڑ دیا ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی قانون کی نظر میں سب لوگ برابر خیال کیے جاتے تھے اور برابری کا سلوک کیا جاتا تھا ایک مرتبہ خلیفہ اول کچھ چیزیں صحابہ کرام میں تقسیم فرما رہے۔

(انا ابابکر قسم قسما فسوی فیه بین الناس فقال له عمر: تسوی بین اصحاب البدروسواهم من الناس؟ فقال ابوبکر: انما الدنیا بلاغ وخیرالبلاغ اوسعه وانما فصلهم فی اجورهم)[3]

---

۱) سورۃ التغابن:۶۴/۲

۲) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۳

۳) احکام السلطانیہ، ابوحسن علی بن محمد، ماوروی، مترجم مفتی انتظام اللہ شہابی، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل، کراچی، ص:۲۲۵

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کچھ چیزیں لوگوں میں مساوی طور پر تقسیم کیں جس پر حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے دوسروں کو اہل بدر کے برابر کر دیا ہے تو جواب دیا کہ دنیا میں اتنا ہی کافی ہے اور ان کا اجر اخرت میں افضل اور وسیع تر ہے۔ حضور ﷺ نے جو عالمی مساوات کا پیغام دیا تھا صحابہ اکرام نے عملی نمونہ پیش کیا۔

اسلام اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی عطا کرتا ہے وہ اپنی عبادات اور مذہبی رسوم کو بلا روک روکاوٹ ادا کر سکتے ہیں۔ مذہب کے معاملے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جاتا۔ وہ اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت کر سکتے ہیں اپنے عقائد کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اپنے بچوں کو اپنی مذہبی تعلیم دلوا سکتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے عورت اور مرد حقوق کے اعتبار سے برابر ہیں لیکن اللہ نے عورت اور مرد کی ذمہ داریاں مختلف لگائیں ہیں ان کی جسمانی ساخت ایک دوسرے سے مختلف ہے لہذا عورت سے مردوں جیسے کام اور محنت طلب مشکل کام کرنے کا مطالبہ اس بنا پر کرنا کہ مرد اور عورت برابر ہیں اس کے ساتھ ظلم ہے مرد کا کام عورت کی تمام ضروریات زندگی کو گھر میں مہیا کرنا ہے اور عورت کا کام گھریلو معاملات کو سنبھالنا اللہ اور اولاد کی تربیت کرنا ہے۔

اللہ نے مردوں کو عورتوں پر نگہبان بنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ﴾[1]

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ ان میں ایک کو دوسرے پر فضلیت دی گئی ہے۔

عورت کو وراثت میں اسی طرح حق ہے جس طرح مرد کو ملتا ہے۔

﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾[2]

ترجمہ: لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔

اسلام میں عورت مخصوص ریاستی معاملات میں اپنا کردار ادا کرنے کا حق رکھتی ہے۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بعض خواتین نے امان دی اور حضور ﷺ نے ان کی امان کو برقرار رکھا۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب نے اپنے دو دیوروں کو امان دی جو حضور ﷺ نے برقرار رکھی۔

«قَدْ أَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ»[3]

ترجمہ: جس کو تم نے پناہ دے دی اس کو ہم نے بھی دے دی۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے ۔

---

۱) سورۃ النساء: ۴/۳۴

۲) سورۃ النساء: ۴/۱۱

۳) دلائل النبوۃ: بیہقی، ۲/۱۲۷

« إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذُ لِلْقَوْمِ »[1]

ترجمہ: عورت پوری قوم کی طرف سے امان دے سکتی ہے۔

Article 26

"No member of parliament shall be prosecuted investigated arrested detained or tried in respect of opinions expressed or votes cost in the performance of his official duties. No member of the parliament shall be arrested for a serious crime or other major offence nor shall he be subjected to any other custodial or semi-custodial measures without the authorization of the bureau of the House whish he is a member"[2]

ترجمہ: پارلیمنٹ کے کسی ممبر پر بھی نہ تو مقدمہ دائر کیا جائے گا، نہ تفتیش کی جائے گی، نہ گرفتار کیا جائے گا، نہ ہی حراست میں لیا جائے گا یا اس طرح کا کوئی بھی عمل رائے کی اظہار کی بنا پر یا دوران افیشل ڈیوٹی کے ووٹ کاسٹ کرنے پر۔

پارلیمنٹ کے کسی ممبر کو کسی بڑے حساس نوعیت کے جرم میں بھی گرفتار نہیں کیا جائے گا نہ اس کے خلاف کوئی بڑی عدالتی کاروائی کی جائے گی اور نہ ہی اس کو مستقل یا عارضی حراست میں لیا جاسکے گا سوائے اسکے کہ جس اعلی ایوان کا وہ ممبر ہے اس کی اجازت کے ساتھ"۔

اس ارٹیکل میں یہ بتایا گیا ہے کہ ارکان پارلیمنٹ کو استثناء حاصل ہے وہ کوئی بھی جرم کریں گے تو ان کو نہ تو گرفتار کیا جائے گا نہ عدالتی کارورئی عمل میں لائی جائے گی الا یہ کہ جس سرکاری ایوان کا وہ ممبر ہے اس کی اجازت کے بعد ہی اس کے خلاف کوئی کاروائی ممکن ہو سکے گی۔

یہ بات عدل اور مساوات کے بالکل منافی ہے اور اسی آئین کے ارٹیکل نمبر ایک کی مخالفت بھی کرتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔

اسلام کا نقطۂ نگاہ اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں جرم جو بھی کرے اس کو فوری سزا ملتی ہے اس کا عہدہ یا ذمہ داری سزا کو موخر کرنے یا عدالتی کاروائی میں روکاوٹ نہیں بن سکتا۔

ایک دفعہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا۔

(یا امیرالمومنین ارایت ان کان رجل من المسلمین والیا علی رعیته تأدب بعضهم ابنک لتقضیه منه)[3]

---

۱) ترمذی،، السنن،، ص:۱۴۱

2) France's Constitution of 4 October 1958, p.12

۳) اسلامی مساوات، محمد حفیظ پھلواری، مطبوعہ ادارہ تحقیق وتصنیف، کراچی، ۱۹۷۱ء، ص:۸۵

ترجمہ: اے امیر المومنینؓ اگر ایک شخص کسی جگہ کا گورنر ہے اور وہ کسی کو سزا دیتا ہے تو کیا آپؓ اس سے بھی قصاص دلوائیں گے؟۔

تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا:(فقال الی والذتی نفسی بیده لاقضیده)[1]

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اس سے بھی مظلوم کو قصاص دلواں گا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمرو بن العاص، ان کے بیٹے عبد اللہ، والیٔ حمص عبد اللہ بن فرط اور والیٔ بحرین قدامہ بن مظعون کے خلاف سزا کے احکامات اور خود اپنے بیٹے عبد الرحمٰن پر حد جاری کر کے قانون کی نظر میں مساوات کی ایسی مثالیں قائم کیں جن کی نظیر تاریخ میں شاذو نادر ہی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصر گورنر کے بیٹے کو کوڑے لگوائے۔ کیونکہ عہدہ چاہے جتنا بڑا کیوں نہ ہو اسلام میں جرم کی سزا سب کے لئے برابر ہے۔ یہی اسلام کی عدالتی مساوات ہے۔

ارٹیکل چھبیس کے اندار دیا گیا استثنیٰ نظام عدل کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے ایسا شخص تو اقلیتی افراد کی جتنی بھی حق تلفی کرے دوران اختیار وہ ہر طرح سے آزاد ہے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا جاسکے گا۔

ارٹیکل نمبر ۲۷

Article 27

"Throughout his term of office the president shall not be required to testify before any French court of law or administrative authority and shall not be the object of any civil proceedings nor of any preferring of charges prosecution or investigatory measures. All limitation periods shall be suspended for the duration of said term of office. All actions and proceedings thus stayed may be reactivated or brought against the president one month after the end of his term of office".[2]

ترجمہ: اپنے عہدۂ صدارت کے عرصہ کے دوران صدر سے کسی فرد عدالت یا انتظامی اتھارٹی کے سامنے گواہی دینے کے لئے طلب نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی کاروائی کا حصہ بنایا جائے گا نہ ہی صدر پر کسی الزام کی بنا پر کوئی مقدمہ چلایا جائے گا نہ زیر تفتیش لایا جائے گا۔ ایسے تمام معاملات واقدامات عہدہ صدارت کی مدت تک معطل رہیں گے۔

---

۱) الفاروق، شبلی نعمانی، ص:۳۸۵

[2])France's Constitution of 4 October 1958, p.12

تمام اقدامات او عدالتی کاروائی عہدہ صدارت کی مدت کے بعد بحال کی جاسکیں گی یا اس صدر کے خلاف کاروائی کی جاسکے گی عہدہ صدارت کی مدت ختم ہونے کے ایک ماہ بعد۔

اسلامی قانون میں یہ بات درست نہیں کہ حاکم کو احتساب سے بالاتر خیال کیا جائے۔ خود نبی اخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے اپنے ایک صحابی جس کو نبی رحمت ﷺ نے چھڑی ماری تھی اس کے سامنے بدلا لینے کے لئے پیش کیا۔

حضرت عمرو بن العاص اور دوسرے کئی گورنروں کو حضرت عمرؓ نے عدالتی کاروائی سے گزارہ جبکہ وہ اپنے عہدوں پر مامور تھے۔

اس لئے اسلام کی تعلیمات اس کے برعکس ہیں کہ ولی الامر کو ہر طرح کا استثنیٰ دینا ہرگز بھی قانونی مساوات کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

ماحصل

اس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اسلام ہی دنیا کا وہ واحد دین ہے جس نے تمام تر بنیادی انسانی حقیقت بلا تفریق مذہب، عقیدہ، رنگ و نسل، قوم و ملک اور حاکم و رعایا کے سبھی کو عطا کئے ہیں۔

اسلام نے یہ حقوق آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل ہی انسانیت کو عطا کر دیے۔ یورپی لوگوں نے سخت جدوجہد کر کے کئی صدیوں کی کوششوں کے اور جو حقوق حاصل کیے ہیں اسلام میں یہ حقوق انسان کو کسی قوت یا انسان نے عطا نہیں کیے بلکہ یہ خدا کی طرف سے عطا کردہ حقوق ہیں جو زمینی، نسلی اور علاقائی امتیازات و اختلافات سے بالاتر ہیں کیونکہ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

اسلام میں انسان کو عطا کردہ حقوق میں کوئی دنیاوی طاقت مداخلت کر کے کمی و بیشی نہیں کر سکتی۔

یورپی قوانین خاص علاقے اور خاص اقوام کے ساتھ مخصوص ہیں بعض قوانین میں یورپی یونین کے شہریوں کو جو حقوق ہیں وہ باقی انسانوں کو وہاں پر حاصل نہیں ہیں۔

یورپ نے خود کو سیکولر قرار دے کر ایک بہت بڑی حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ ہر جگہ لوگ مذہب کا تصور رکھتے ہیں اور مختلف مذاہب کے لوگ رہتے بھی ہیں اور مذہبی اقلیتیں موجود بھی ہیں لیکن سیکولر قراد دینے کے بعد مذہبی اقلیتوں کے لئے الگ قانون میں جگہ نہیں دی گئی۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے حقیقت میں کسی چیز کا وجود ہو لیکن اسے ماننے سے انکار کر دیا جائے۔

اس سے یورپ میں مذہبی اقلیتوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ وہ کبھی اکثریت کے برابر آکر اپنے حقوق کی جدوجہد نہیں کر سکتے کیونکہ مغرب کے جمہوری نظام میں کسی بھی طرح کی قانون سازی منظور کروانے کے لئے کثرت رائے کہاں سے لائے؟۔

اس طرح اقلیتیں اکثریت کے زیر سایہ رہنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ ان کے لئے نہ تو الگ مخصوص قانون سازی کی گئی۔

Act prohibiting concealment of Face in Public places September 14th, 2010

فرانس ویسے تو خود کو سیکولر ملک کہتا ہے اور قانون میں تمام مذاہب کے لوگوں کو مکمل مذہبی آزادی دینے کا دعویدار ہے مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔

کیونکہ فرانس یورپ کا وہ پہلا ملک ہے جس نے مسلم خواتین کے پبلک مقامات پر پردے پر مکمل پابندی عائد کر دی ہے۔ ۲۰۰۹ء میں صدر نکولس سرکوزی (Nicolas Sarkozy) کی صدارت کے دوران فرنچ پارلیمنٹ نے مسلم خواتین کے پردے پر پابندی عائد کرنے کے لئے قانون سازی کا اغاز کیا۔

فرانسیسی صدر نے مسلم پردے کے بارے میں یہ بیان دیا۔

"The religious face veils will not welcome with in France" [1]

ترجمہ: مذہبی پردہ کا فرانس میں استعمال نہیں کیا جائے گا۔

جبکہ اسلام میں پردے کے احکامات قرآن مجید میں نازل ہوئے ہیں کہ ہر عاقل، بالغ مسلمان عورت پر غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا فرض ہوتا ہے۔

لہٰذا پردے پر پابندی لگانا اسلامی قانون کی مخالفت بھی ہے اور فرانس میں مسلم قلیتوں کے مذہبی امور میں مداخلت بھی ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا لیکن فرانس نے پھر بھی یہ قانون پاس کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں

"Ban in the wearing face covering headgear including masks helmets niqab and other veils covering the face in public places except under specified circumstance (5-8)" [2]

ترجمہ: ایسا نقاب جو منہ اور سر کو ڈھانپتا ہو جس میں ہیلمٹ، ماسک، نقاب اور دوسری چیزیں جن کو منہ ڈھانپا جائے سوائے مخصوص حالات کے پبلک مقامات پر چہرے کے پردے کی پابندی اس قانون کو ۱۳ جولائی ۲۰۱۰ء کو نیشنل اسمبلی نے پاس کیا اور اس کے بعد ۱۱ ستمبر ۲۰۱۰ء جو سینٹ نے منظور کیا۔ اس قانون کے نتیجہ میں جو عورت خلاف ورزی کرے گی اس کو ۱۵۰ یورو جرمانہ اور شہریت کی کلاسز لینا ہوں گی اس کے علاوہ

"The bill also penalises with a fine of Euro 30000 and one year in prison anyone who forces another to wear face coverings thesePenalities may be doubled if the victimic under the age of 18 (59)" [3]

---

1) BBC News; Radio Canada: 3 a.m. 14-09-2010

2) Law 2010. 1192 of 11 october 2010, Prohibiting the capering of the face in the public places

3) France Burqa Ban clears last legal obstacle October 7, 2010, "CNN 3 a.m."

ترجمہ: اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو پردہ کرنے پر مجبور کرتا ہے تو اس کو تیس ہزار یورو جرمانہ اور ایک سال قید کی سزا ہے۔ اگر اٹھارہ سال سے کم عمر کی (لڑکی) کو پردہ پر مجبور کیا گیا تو یہ سزا ڈبل ہو گی۔۔۔

۔۔۔پرپابندی کا یہ قانون مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں صرف مداخلت ہے بلکہ مذہبی فریضہ ادا کرنے کی صورت میں ان پر جرمانہ بھی ہو گا اور ایک سال کی سزا جبکہ قرآن مسلمانوں کو مخاطب کرتا ہے کہ:

﴿ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ﴾[1]

ترجمہ: اور مومن عورتیں بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں م، گر جو از خود ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے اسینوں پر ڈال کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کری۔

یہ قانون مسلم اقلیت کے ساتھ سراسر زیاتی ہے۔

---

۱) سورۃ النور:۳۱/۲۴

فصل چہارم:

برطانیہ اور جرمنی کے قانون اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

اس فصل میں برطانیہ اور جرمنی کے قانون اور اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا حقوق کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چونکہ برطانیہ، جرمنی دیگر یورپی یونین میں شامل ممالک نے خود کو (Secular) ریاستیں قرار دیا ہوا ہے لہذا ان ممالک نے مذہبی اقلیتوں کے لیے الگ مخصوص قانون سازی نہیں کی بلکہ بنیادی انسانی حقوق کی مد میں ہی سبھی کے حقوق کا ذکر کیا ہے۔

اگرچہ ان ممالک میں مسلمان اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ اور وہ ایک مذہبی اقلیت ہیں لیکن ان کے لیے الگ کوئی قانون موجود نہیں ہے۔

تقابلی جائزہ پیش کرنے کے لیے جرمنی کا بنیادی انسانی حقوق کا قانون:

Basic law for federal republic of Germany 23 may, 1949[1] اور برطانیہ کا Human right act 1998 یہ قانون ۹ نومبر 1998 میں بنایا گیا اور مکمل طور پر 2 اکتوبر 2000 کو نافذ ہوا۔ ؁ء

ان دنوں قانونی مسودات کی اہم دفعات کا اسلام کے قانون" حقوق الاقلیات" کیساتھ تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

آرٹیکل نمبر ایک انسانی عظمت:

جرمنی کے Basic Law کی دفعہ ایک میں ہے۔

1. "Human dignity shall be inviolabte to respect and protect it shall be duty of all state and authorities.
2. The German people therefore acknowledge inviolable human rights as the basic of every community of peace and justice in the world.[2]

---

1) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, Translated by: Professor Christian Tomuschat and Professor David P. Currie, in cooperation with the Language Service of the German Bundestag, Published by: German Bundestag Public Relations Division, Berlin, 2008

2) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.14

3. The following basic rights shall be bind the legislature the executive and the judiciary as directly applicable law". 2

۱۔ ترجمہ: انسانی وقار قابل عزت ہو گا۔اس کی عزت کرنا اور تحفظ کرنا ریاست کے تمام اداروں کی ڈیوٹی ہو گی۔

۲۔ ترجمہ: جرمن لوگ اس کو قابل عزت اور نا قابل تسلیم کرتے ہیں انسانی حقوق کو ہر معاشرے کی بنیادی اکائی دنیامیں امن اور انصاف کے لیے۔

۳۔ ترجمہ: درج ذیل انسانی حقوق ائین ساز جماعت کو قانون نافذ کرنے والے ادارے اور عدلیہ کو پابند بنائیں گے کہ ان کو برائے راست قانون کے طور پر نافذ کیا جائے۔

اسلام میں انسان کو انتہائی محترم اور معزز قرار دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورت التین میں چار قسمیں کھانے کے بعد فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو سب سے پیارا بنایا ہے۔اسلام کی نظر میں ہر انسان خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم،ازاد ہو یا غلام ،حاکم ہو یا محکوم،مرد ہو یا عورت سب کے سب بحثیت انسان سب کی سب برابر ہیں۔ہر انسان کو یہ حق حاصل کہ اس کی جان کی حفاظت کی جائے۔انسانی جان اس قدر محترم ہے کہ ایک انسان کے ناحق خون کو پوری انسانیت کو قتل کر دینے کے مترادف شمار کیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴾[1]

ترجمہ: اور جس جان کو اللہ نے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اسے مت مارو مگر جائز طور پر اور جو کوئی ناحق مارا جائے تو ہم اس کے وارثوں کو یہ حق دیا ہے (کہ قتل کا بدلہ طلب کریں) لیکن قتل کرنے (یعنی قصاص لینے) میں حد سے تجاوز نہ کریں۔ بے شک اس کو (اللہ اور اس نیک بندوں کی) مدد حاصل ہے۔

اور دوران جہاد بھی انسانی جان کی ناحق تلفی سے منع کیا گیا ہے اور زیادتی سے روکا گیا ہے۔

﴿ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴾[2]

---

۱) سورۃ الاسراء:۱۷/۳۳

۲) سورۃ البقرۃ:۲/۱۹۰

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ مگر حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

جس طرح مسلمان کی جان محترم ہے اسلامی قانون میں اسی طرح ذمی کی جان کا احترام بھی واجب ہے۔

«مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ »[1]

ترجمہ: جو شخص ذمی کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے۔

انسانی جان اس قدر محترم ہے کہ اس کو خود تلف کرنے کی اسلام میں بل کل اجازت نہیں اور جو ایسا کرے گا اس کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے۔

« مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا »[2]

ترجمہ: جو کوئی اپنے اپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرے وہ دوزخ میں جائے گا ہمیشہ اس میں گرتا رہے گا جو زہر کھا کر اپنے اپ کو ختم کریں تو وہ زہر دوزخ میں اس کے ہاتھ میں ہو گا جسے دوزخ میں کھاتا ہو گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا جو لوہے کی ہر ہتھیار سے اپنے اپ کو ختم کرے وہ ہمیشہ اس کے ہاتھ میں ہو گا جسے دوزخ کی اگ کے اندر ہمیشہ اپنے پیٹ کے اندر مارتا رہے گا اور ہمیشہ اس کے اندر رہے گا۔

انگلینڈ کے Human Right Act 1998 کے ارٹیکل میں جان کے تحفظ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

Article 2.

"A person has the right to have their life protected by law. There are only certain very limited circumstances where it is acceptable for the state to take away someone life e.g. if poliofficer eacts justifiably in self-defense".

ترجمہ: ہر شخص کو زندگی کے تحفظ کا کوئی حق حاصل ہے۔ صرف چند ایک صورتیں ہیں جن میں ریاست کے لیے قابل قبول ہے کسی کی جان لینا جبکہ اگر ایک پولیس افسر اپنے دفاع میں ایسا کرتا ہے تو۔

کیونکہ یورپی یونین نے سزائے موت والے قانون کو غیر انسانی قانون قرار دے کر اس پر پابندی عائد کی ہوئی ہے لہذا جرمنی اور فرانس میں قصاص بھی کسی انسان کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔ جبکہ اسلام میں قصاص کو زندگی قرار

---

۱) السنن النسائی، کتاب القیام، باب التعظیم قتل المهاجر، حدیث نمبر: ۴۷۵۰، ۲/۱۹

۲) المسند احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی بیروت لبنان، ۱۹۷۸ء، ۲/۲۵۴

دیا گیا ہے۔ معرنی مفکرین اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں ایک طرف انسانی جان کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے جبکہ دوسری طرف قتل کے بدلے میں قاتل کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اہل مغرب اس کو غیر قانونی شمار کرتے ہیں کہ اگر ایک انسان کو غلطی کرنے کی سزا کے طور پر جان سے محروم کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے انسان کی قدر و منزلت اور احترام کو بر قرار رکھنے اور انسانی معاشرے کو امن و سکون گا گھوارہ بنانے کے لیے ہی اسلام نے قتل کی سزا رکھی ہے تاکہ دوسروں کی جان ومال، اور عزت کو محفوظ بنایا جاسکے۔

اسلام میں مندرجذیل چار جرائم کی سزا قتل ہے۔

۱) قتل ناحق ۲) شادی شدہ زانی ۳) ڈکیتی ۴) ارتداد

ان جرائم کی سزاموت کی حکمت حسب ذیل ہے۔

۱) قاتل کی سزاء موت اس لیے مقرر کی گیی ہے تاکہ وہ دوسروں کے لیے نشان غبرت بن جائے اور معاشرے میں کسی انسان کو ہمت نہ ہو جرم کرنے کی۔

۲) شادی شدہ زانی

شادی شدہ زانی دراصل زنا کا عادی مجرم ہوتا ہے جو نسل انسانی میں خلل کا سبب بنتا ہے اور اس گناہ سے زانی اور زانیہ کا پورا خاندان معاشرے میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہتا اس لیے اس کی سزاموت ہے۔

۳) ڈکیتی

ڈکیتی کرنے دوسروں کے مال کا نقصان کرتا ہے اس کیساتھ معاشرتی امن تباہ کرنے کا سبب بنتا ہے افراد معاشرہ خود کو غیر محفوظ محسوس کرتے ہیں۔ ڈاکو جان ومال کا دشمن ہوتا ہے معاشرے کو پر سکون رکھنے کے لیے ان تین چیزوں کی حفاظت لازم ہے۔

۴) مرتد۔

چونکہ دین اسلام کی حقانیت سے روشناس ہونے کے بعد گویا روشنی ملنے کے بعد وہ تاریکی کی طرف لوٹتا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ فلاح اور کامیابی سے جان بوجھ کر منہ موڑ کر ناکامی اور بربادی کو گلے لگاتے ہے۔ اس لیے اس انسان کو جینے کا کوئی حق نہیں اسکی موت دراصل باقی افراد معاشرہ کی حیات ہے۔ کیونکہ دین فلاح اور کامیابی کا نام ہے لہذا یہ سحت سزا اس راستے کو روکنے کے لیے ہے کہ انسان کامیابی سے بربادی کی طرف نہ جائے۔

ارٹیکل دوم Personal freedom

جرمنی کے ۱۹۴۹ء کے قانون کی دفعہ دوم

1. "Every person shall have the right to free development of his personality insofar as he does not violate the rights of others or offend against the constituent order or the moral law
2. Every person shall have the right to life and physical integrity freedom of the person shall be inviolable. These rights may be interfered with only pursuant a law".[1]

شخصی آزادی

۱) ہر شخص کو اپنی شخصیت کی آزادانہ نشونما کا پورا پورا حق ہے جب تک وہ دوسروں کے حقوق میں مداخلت نہ کرے یا ریاستی قوانین کی خلاف ورزی نہ کرے یا اخلاقی قانون کی۔

۲) ہر شخص کو زندگی کا حق حاصل ہے اور جسمانی سالمیت کا شخصی آزادی محترم سمجھی جائے گی ان حقوق میں صرف قانونی تقاضوں کی بنا پر مداخلت کی جا سکتی ہے۔

برطانیہ کے 1998 کے قانون کی دفعہ

Article 5 Rights to liberty and security

"A person has the right not to be deprived of their liberty. 'Arrested or detained' except in the limited cases specified in the article. (e.g where their suspected or convicted of community or crime) and provide there is a proper legal basic in UK law".

ترجمہ: ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کو ازادی سے محروم نہ کیا جائے، نہ ہی گرفتار کیا جائے اور نہ زیر حراست رکھا جائے سوائے محدود معاملات میں جن کی قانون میں تخصیص کر دی گئی ہے۔(مثلاً جہاں (افراد) مشکوک ہوں یا جرم کرنے کا اقرار کر لیں) اور برطانیہ کے قانون میں اس کے لیے مکمل قانونی بنیاد موجود ہو۔

اسلام نے ہر شخص کو شخصی ازادی کا حق دیا ہے چاہے وہ مسلمان شہری ہو یا ایک ذمی ہو۔ کسی بھی شخص کو کھلی عدالت میں ثبوتوں کے ساتھ جرم ثابت کیے بغیر محض شک کے بناپر گرفتار کرنا یا زیر حراست یا بغیر عدالتی کاروائی جیل میں بند کر دینا جائز نہیں ہے۔ "متناعی نظر بندی" کا اسلامی قانون میں کوئی تصور نہیں ہے۔

خدا کی طرف سے جو انسان کو جو ازادی دی گئی ہے کوئی عدالت یا قانون اس کو سلب نہیں کر سکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

[1]) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.15

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾[1]

ترجمہ: کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے سوا تم میرے غلام بن جاؤ۔ ۔

اسلام نے نسل انسانی کو حقیقی آزادی عطا کی ہے جو کسی قانونی ادارے یا ریاست کی محتاج نہیں ہے۔

اس میں تعزیرات کا مقصد محض انسانوں کو جسمانی سزا دینا یا تشدد کرنا نہیں ہے بلکہ مراد انسانوں کی اصلاح کرنا ہے۔اسلام کے عدالتی نظام میں ممکن حد تک کوشش کی جاتی ہے سزا دینے سے گریز کیا جائے۔ حصرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

« ادْرَؤُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِذَا وَجَدْتُمْ لِلْمُسْلِمِ مَخْرَجًا، فَخَلُّوا سَبِيلَهُ، فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِىءَ فِي الْعَفْوِ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ »[2]

ترجمہ: جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں سے سزاوں کو دور کرو اس کے لیے کوئی پناہ گاہ ہے تو اسے جانے دو کیونکہ امام کا غلط سزا دینے سے معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے۔

اسلام نے اقلیتوں پر جسمانی تشدد اور ظلم و ستم کرنے سے سختی سے منع کیا ہے حصرت عمرؓ نے شام کے گورنر حصرت ابو عبیدؓ کو ایک خط لکھا۔

(وامنع المسلين من ظلمهم والاضرار بهم واكل اموالهم الابحلها)[3]

ترجمہ: مسلمانوں کو ان (ذمیوں) پر ظلم کرنے اور انھیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقے سے ان کا مال کھانے سے منع کرو۔

ہشام بن حکم کے زمانے کا واقعہ ہے کہ حمص میں ایک مسلمان عامل عیاض بن حکم نے ایک قبطی کو جزیہ وصول کرنے کے لیے دھوپ میں کھڑا کیا اس پر حشام بن حکمؓ نے عیاضؓ کو ملامت کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

«إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا»[4]

---

۱) سورۃ آل عمرآن:۳/۷۹

۲) السنن ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود، حدیث نمبر:۱۴۲۴، ۴/۳۳

3) https://daleel.pk/2016/07/28/2848

۴) المعجم الکبیر، سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمي الشامی، أبو القاسم الطبرانی (المتوفی:۳۶۰ھ)

ترجمہ: اللہ قیامت والے دن ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

جرمن قانون ۱۹۴۹ء کے ارٹیکل تین میں   Equality before law

1. "All persons shall be equal before law.
2. Men and women shall have the equal rights. The state shall promote the actual implementation of equal rights for women and men and take steps to eliminate disadvantages that never exist
3. No person shall be favoured or disfavoured because of the sex, percentage, race, language, homeland and origin faith or religious or political opinion. No person shall be disfavoured because of the disability".[1]

۱۔ ترجمہ: تمام افراد قانون کی نظر میں برابر ہیں۔

۲۔ ترجمہ: مرد اور خواتین کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ ریاست حقیقی عمل درآمد کو یقینی بنائے گی مرد اور عورتوں کے درمیان مساوی حقوق کے لئے اور اس وقت موجود غیر مفید چیزوں کو ختم کرنے کے لئے حقیقی اقدامات کرے گی۔

۳۔ ترجمہ: کسی بھی شخص کے ساتھ خصوصی رعائیت یا اس سے اظہار ناپسندیدگی نہیں کی جائے گی۔ جنس، نسب، قومیت، زبان، وطنیت اور اس کے عقیدے یا مذہب یا سیاسی نظریات کی وجہ سے۔

اسلام کی نظر میں تمام لوگ ذات، نسل، رنگ، زبان، جنس اور وطن کے امتیاز کے بغیر سب کے سب برابر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُو ﴾[2]

ترجمہ: اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، دار النشر: مكتبة ابن تيمية – القاهرة، الطبعة: الثانية، / / ويشمل القطعة التي نشرها لاحقا المحقق الشيخ حمدي السلفي من المجلد ۱۳ (دار الصميعي - الرياض / الطبعة الأولى، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴م)، ۲۲/ ۱۷۰

[1]) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.15

۲) سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۳

قانون اسلامی کی نظر میں سب لوگ برابر ہیں اگر کوئی جرم کرے گا تو اس کو اس جرم کی سزا ملے گی چاہے وہ امیر ہو یا فقیر، عام ہو یا خاص، جس کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قریش کی فاطمہ مخزومی نامی عورت کا واقعہ ہے جس پر چوری کی حد لگی باوجود اس کے کہ حضرت اسامہ بن زید نے اس عورت کی سفارش کی مگر فیصلہ انصاف پر ہی ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اپنی رحلت سے قبل خود کو احتساب کے لئے صحابہ کرامؓ کے سامنے پیش کیا تھا۔

حضرت اسید بن حضیر مدنی انصاریؓ صحابی کا واقعہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی سے ٹھوکر لگائی تھی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو ان کے سامنے احتساب کے لئے پیش کیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں اس بات کا اظہار کیا کہ امیر طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے اور غریب تنگدست میرے نزدیک طاقتور ہے۔

حضرت عمرؓ نے جسم کی دو چادروں کے سوال پر خود کو احتساب کے لئے پیش کیا۔ حضرت علیؓ قاضی شریح کی عدالت میں عام مدعی کی حیثیت سے پیش ہوئے۔ یہی وجہ ہے اگر مسلمان ذمی کو ناحق قتل کر دے تو قصاص میں اسے قتل کر دیا جائے گا یہ مساوات ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡبَغۡيِۚ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ ﴾[1]

ترجمہ: اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی اور بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق سیکھو۔

اسلام مرد اور عورت میں مساوات کا قائل ہے اور عورتوں کو کسی بھی طرح دوسرے درجے کی مخلوق نہیں سمجھتا۔ لیکن اسلام کی مساوات اس مساوات سے بالکل مختلف ہے جس کا مغرب قائل ہے۔ اہل مغرب یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن قابلیتوں، صلاحیتوں اور قوتوں سے مرد کو نوازا ہے عورت کو بھی ہو بہو انہیں قوتوں، قابلیتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ یعنی جو کام ایک مرد کر سکتا ہے وہی کام ایک عورت بھی کر سکتی ہے۔ اس لئے جدوجہد زندگی میں بھی دونوں کا دائرۂ کار بھی ایک جیسا ہونا چاہیے اور ان کے حقوق و فرائض بھی ایک جیسے ہی ہونے چاہیں۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ اسلام مرد اور عورت کو مساوی قرار دینے کے باوجود صنفی اور فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے نظام اجتماعی میں ان کو لگ الگ استعمال کرتا ہے اور ان میں سے ہر کسی کو اسی مقام پر رکھتا ہے جس پر وہ بہتر طریق سے معاشرے کو اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

---

۱) سورۃ النحل: ۱۶/۹۰

اللہ نے اگر مرد کو خاص صلاحیتوں اور طاقتوں سے نوازہ ہے تو عورت کو بھی محروم نہیں رکھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کارخانۂ قدرت میں مرد کی ذمہ داریوں کی نوعیت عورت سے مختلف ہے۔ اس کے فطری رجحانات، میلانات اور جذبات مرد سے مختلف ہیں۔ اس لیے اللہ نے ان دونوں پر ان کی فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے ذمہ داریاں عائد کی ہیں اور انہیں ذمہ داریوں کے اعتبار سے ان دونوں کے حقوق بھی ہیں عورت گھریلو ذمہ داریوں کو جس احسن طریقے سے نبھا سکتی ہے اور بچوں کی پرورش کر سکتی ہے مرد میں یہ قدرتی اہلیت نہیں ہے۔

لہذا اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کیے ہیں وہ خالق کے عطا کیے ہوئے ہیں اور مغربی عورت کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں وہ بڑی کشمکش اور عظیم جدوجہد کے بعد اپنے حکمرانوں سے ملے ہیں۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے عورت سے جو کام لینا اور مرد جس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہذا خالق نے جو حقوق دیے ہیں وہ مخلوق کے دے ہوئے حقوق سے افضل ہیں۔

جرمن قانون ۱۹۴۹ء کا ارٹیکل چار Freedom of faith and conscience

1. "Freedom of faith in conscience and freedom to profess a religious or philosophical creed, shall be inviolable.
2. The undisturbed practice of religions shall be granted.
3. No person shall be against his conscience to render military service involving the use of arms details shall be regulated by federal law".[1]

۱۔ ترجمہ: مذہبی آزادی اور عقیدے کی آزادی اور مذہب کا علی الاعلان اظہار اور فلسفیانہ عقائد کے اظہار کا احترام کیا جائے گا۔

۲۔ ترجمہ: مذہب پر پر سکون طریقے سے عمل کی اجازت دی جائے گی۔

۳۔ ترجمہ: کسی بھی شخص کو اس کے مذہبی عقائد کے برعکس فوجی خدمات کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا جس خدمت میں ہتھیاروں کا استعمال ہو۔ فیڈرل قانون اس کی تفصیلات طے کرے گا۔

برٹش قانون ۱۹۹۸ء کی دفعہ ۹

Freedom of thought, conscience and religion.

"A person is free to hold a broad range of views beliefs and thoughts and to follow a religious faith. The right to manifest those beliefs may be limited only in specified circumstances".

---

[1]) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.15

ترجمہ: ہر شخص وسیع نظریات، عقائد اور خیالات رکھنے اور کسی بھی مذہبی عقیدے کی پیروی کرنے میں آزاد ہے۔ وہ اپنے عقائد کا اظہار کرنے میں بھی آزاد ہے جس (اظہار) کو صرف مخصوص حالات میں ہی محدود کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست اقلیتوں کو اپنے مذہبی مراسم اور شعائر ادا کرنے میں مذہبی آزادی کو یقینی بنانے کی پابند ہے۔ کسی بھی شخص کو خاص عقیدہ قبول کرنے یا خاص نظریات تسلیم کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حکم خداوندی ہے۔

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾[1]

ترجمہ: دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔

اسلام دوسرے مذاہب کے معبودان باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے۔

اور حضور ﷺ کو بھی حکم خداوندی ہے کہ محمد ﷺ کا کام صرف خدا کا پیغام پہنچانا ہے۔ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا حرام ہے:

﴿ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴾[2]

ترجمہ: اگر اللہ کی مشیّت ہوتی تو ﴿وہ خود ایسا بندوبست کر سکتا تھا کہ﴾ یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ تم کو ہم نے ان پر پاسبان مقرر نہیں کیا ہے اور نہ تم ان پر حوالہ دار ہو۔

پہلی اسلامی ریاست، ریاست مدینہ کا آئین جب بنایا گیا تو اس میں باقاعدہ طور پر یہ ذکر کیا گیا۔

«لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُسْلِمَيْنِ دِينُهُمْ»[3]

ترجمہ: یہود اپنے دین کے مطابق زندگی گزاریں گے اور مسلمان اپنے دین کے مطابق۔

جرمن قانون ۱۹۴۹ء ارٹیکل پانچ Freedom of expression, arts, and science

1. "Every person shall have the right freely to express and disseminate his opinion in speech, writings, and pictures and to inform himself without hindrance from generally accessible source. Freedom of the press and freedom of reporting by means of broadcasts and films shall be granted.
2. There shall be no censorship.

---

۱) سورۃ البقرۃ:۲/۲۵۶

۲) سورۃ الانعام:۶/۱۰۷

۳) السیرۃ النبویۃ،۲/۱۱۷

3. Arts and science research and teaching shall be free. The freedom of teaching shall not release any person from allegiance to the constitution".[1]

۱۔ ترجمہ: ہر شخص کو حق ہو گا کہ وہ آزادنہ طور پر اپنے خیالات کو بیان کر سکے یا ان کا اظہار کر سکے تقریر، تحریر اور تصاویر میں اور اپنے اپ کو بغیر کسی روکاوٹ کے عام طور پر قابل رسائی ذرائع سے مطلع رکھ سکے۔

۲۔ ترجمہ: فلموں اور نشریات کے ذرائع سے پریس اور رپورٹنگ کی آزادی دی جائے گی۔

۳۔ ترجمہ: آرٹس اور سائنس کے میدانوں میں ریسرچ اور تعلیم دینے کی آزادی ہو گی۔ تعلیم دینے کی آزادی کسی بھی شخص کو قانون کی تابعداری کرنے سے آزاد نہیں کرتی۔

انگلینڈ کے ۱۹۹۸ء کے قانون کی دفعہ ۱۰ (دس) اظہار کی آزادی

Freedom of expression.

"A person has the right to hold opinions in a group and express their views on their own or in a group. This applies even if those views or unpopular or disturbing. This right can be restricted only in specified circumstances".

ترجمہ: ہر شخص کو آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے مخصوص نظریات رکھے اور ان کا اظہار کرے علیحدگی میں یا گروہ کی شکل میں یہ حق اس وقت بھی نافذ العمل ہو گا جب یہ خیالات چاہے غیر مقبول ہوں یا باعث خلل ہوں اس حق پر صرف مخصوص حالات میں ہی پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

اسلام نے اقلیتوں کو اسلامی ریاست کے اندر مافی الضمیر کے اظہار کی آزادی دی ہے۔ اس ضمن میں جو پابندیاں ریاست کے مسلمان شہریوں پر ہوں گی وہی پابندیاں اقلیتوں کے لئے بھی ہوں گی۔

اسلام کے نزدیک آزادئ اظہار رائے سے مراد ہے کہ انسان رائے قائم کرنے میں اور اس کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کسی کا پابند نہ ہو چاہے اس کی رائے اکثریت کی رائے کے برعکس ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام نے یہ حق عطا کیا ہے جس کی مثال ہمیں غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضور ﷺ نے اصحاب سے جنگی حکمت عملی پر مشاورت کی تو حضرت سلمان فارسی جو غیر عربی باشندے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کی رائے کو پسند فرمایا اور خندق کھودی۔

اسلامی ریاست کے اندر ذاتی معاملات اور وہ معاملات جن کا تعلق اسلامی عبادات اور عقائد سے نہ ہو ان میں غیر مسلم رائے دینے میں آزاد ہیں لیکن اسلامی عقائد، حدود اور عبادات میں وہ رائے نہیں دے سکتے۔

[1]) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.16

«فلایجوز لهم الطعن فی العقیدة الاسلامیة بحجة حریة الرأی»[1]

ترجمہ: آزادی رائے کو حجت بنا کر وہ اسلامی عقیدے میں طعن نہیں کر سکتے۔

اسلام غیر مقید اظہار رائے کی آزادی ہر گز بھی نہیں دیتا کہ جس کے منہ میں جو بھی آئے کستا چلا جائے کیونکہ اس طرح کی آزادی دوسرے انسانوں کی آزادی میں مداخلت کا سبب بن کر معاشرتی بگاڑ کی راہ ہموار کرتی ہے۔

جب کسی شخص کی اظہار رائے سے معاشرے میں فتنہ وفساد کا ڈر پیدا ہو جائے تو اس طرح کے مخصوص حالات میں اس شخص کی اس آزادی پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ جبکہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابو زرؓ کی پر جوش خطابت سے معاشرتی امن وامان کو خطرہ لاحق ہونے کا ڈر سے ان کو ربذہ کی طرف بھیج دیا تھا۔ ایسی اظہار رائے کی آزادی بھی سلب کر لی جائے گی جس سے معاشرے میں گمراہی، بے راہ روی اور بے حیائی وفحاشی پیدا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾[2]

ترجمہ: جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہی۔

جرمن قانون ۱۹۴۹ء ارٹیکل چھ — Marriage-family-children

شادی۔ خاندان۔ بچے

1. "Marriage and the family shall enjoy the special protection of the state.
2. The care and the upbringing of the children is the natural right of parents and a duty primarily incumbent upon them. The state shall watch over them in performance of this duty.
3. Children may be separated from their families against the well of their parents or guardians fail in their duties or the children are otherwise in danger of serious neglect.
4. Every mother shall be entitled to the protection and care of the community.

---

۱) السلطة والحریة فی النظام الاسلامی، صبحی عبده سعید، الدکتور، الناشر دار الفکر العربی، مطبعة جامعة القاهرة، ۱۹۷۲ء، ص: ۱۴۷

۲) سورة النور: ۱۹/۲۴

5. Children born outside of the marriage shall be provided by the legislations with same opportunities for physical and mental development and their position in society as are enjoyed by those born within marriage".[1]

ا۔ ترجمہ: شادی اور خاندان کو ریاست کی طرف سے خصوصی تحفظ حاصل ہو گا۔

۲۔ ترجمہ: بچوں کی دیکھ بال اور ان کی پرورش کا فطری حق والدین کو ہے اور یہ ان کا بنیادی فرض بھی ہے۔ ریاست اس بات کی نگرانی کرے گی کہ وہ اپنی ڈیوٹی کسی حد تک نبھا رہے ہیں۔

۳۔ ترجمہ: بچوں کو خاندان سے جدا کیا جاسکتا ہے ان کے والدین یا سرپرست کی مرضی کے خلاف قانون جب ضروری خیال کرے گا اور یہ صرف اس وقت ہو گا جب والدین یا سرپرست اپنی ڈیوٹی نبھانے میں ناکام ہو جائیں یا اس کے علاوہ بچوں کی زندگی کو سخت لاپرواہی کی بنا پر خطرہ ہو۔

۴۔ ترجمہ: ہر ماں کو معاشرے کی طرف خصوصی تحفظ اور خیال ملے گا۔

۵۔ ترجمہ: وہ بچے جو شادی کے بغیر پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی قانون کی طرف سے ذہنی اور جسمانی نشو و نما کے لئے وہ ہی مواقع حاصل ہوں گے اور معاشرے میں ان کا وہ ہی مقام ہو گا جو شادی کے بعد پیدا ہونے والے بچوں کو حاصل ہوتا ہے۔

برطانوی قانون ۱۹۹۸ء کے ارٹیکل ۱۲ — Right of marriage

"Men and women have right to marry and start a family. National law will govern how and what age this can take place".

ترجمہ: مردوں اور خواتین کو شادی کرنے اور خاندانی زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ قومی قانون یہ بات طے کرے گا کہ شادی کس عمر میں کی جاسکتی ہے۔

اسلام نے تمام لوگوں کو بغیر مذہب وعقیدہ کے امتیاز کے ازدواجی زندگی کا حق دیا ہے اور اس کو اپنی نشانی قرار دیا ہے۔

﴿أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا﴾[۲]

ترجمہ: اس نے تمھارے لیے تمھاری جنس میں سے ہی بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔

---

1) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.16

۲) سورۃ الروم: ۲۱/۳۰

ازدواجی زندگی ہی نسل انسانی کی بڑھوتی کا سبب بنے اس لئے اسلام نے ہر مرد وزن کو یہ حق عطا کیا ہے۔

اسلام اور مغرب میں شادی کا فرق یہ ہے کہ اہل مغرب نے شادی کے لئے عمر کا تعین کر دیا ہے کہ اس سے قبل شادی نہیں کی جاسکتی مگر اسلام نے شادی کے لئے بلوغت کو شرط قرار دیا ہے عمر کو نہیں۔ دوسری بات اسلام میں مشرک عورتوں سے شادی کرنا جائز نہیں مغرب میں مرد اور عورت اپنی مرضی سے کسی سے بھی شادی کر سکتے ہیں۔ تیسری بات اسلام میں شادی کے لئے جہاں لڑکے لڑکی کی رضامندی ضروری ہے وہاں والدین یا سرپرست کا راضی ہونا بھی نکاح میں شرط ہے۔ ازدواجی زندگی کے حق کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾[1]

ترجمہ: پس نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں دو دو، تین تین اور چار چار۔

اس آیت کریمہ میں " ماطاب " کا لفظ واضح کرتا ہے کہ مرد یا عورت کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام نے ہر شخص کو خاندانی زندگی کا حق دیا ہے اور ان تمام عوامل کا سدباب کیا ہے جن سے خاندانی زندگی میں خلل اور بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَأَنكِحُواْ ٱلْأَيَـٰمَىٰ مِنكُمْ وَٱلصَّـٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴾[2]

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔

اسلام نے اقلیتوں کو ان کے شخصی معاملات میں بالکل آزاد چھوڑ دیا ہے لہذا اسلامی ریاست میں غیر مسلم اپنی مرضی سے جس سے چاہے شادی کرے اسلامی قوانین اسے کے لئے روکاوٹ نہیں بنیں گے۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امام حسن بصری سے کہ ماقبل خلفائے راشدین نے اہل ذمہ کو محرمات سے (ماں، بہن، بیٹی، خالہ وغیرہ) سے شادی کرنے سے کیوں نہیں روکا حالانکہ یہ فطرتِ سلیمہ کے برعکس ہے تو جواب میں حسن بصری فرماتے ہیں۔

« انما بذلوا الجزية ليتركوا على مايعتقدون انما انت متبع ولامبتدع »[3]

---

۱) سورۃالنساء:۴/۳

۲) سورۃالنور:۲۴/۳۲

۳) السرخی، محمد بن ابو سہیل۔ السیوطی، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ، ۵/۳۸

ترجمہ: انہوں نے جزیہ اس لئے دیا ہے کہ ان کو ان کے اعتقادات پر چھوڑ دیا جائے اور آپؐ تو (خلفائے راشدین) کی پیروی کرنے والے ہیں نہ کہ نئی راہ نکالنے والے۔

اسلام نے سب کے حقوق الگ الگ بیان کیے ہیں۔ بچوں کے حقوق کا ذکر اسلامی قانون میں بالتفصیل موجود ہے۔ اسلام میں بچوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

۱) لقیط بچہ ۲) یتیم بچہ ۳) ولد الزنا بچہ ۴) غیر مسلم بچہ

۵) متبنی بچہ ۶) عام بچہ

ہر قسم کے بچوں کو مناسب جسمانی اور ذہنی نشو و نما کے حقوق حاصل ہیں۔

اسلامی قانون کے مطابق بغیر شادی کے پیدا ہونے والہ بچہ ولد الزنا قرار دیا جائے گا اور اس کا نسب زانی کی طرف نہیں ہو گا کیونکہ نسب کے ثبوت کے لئے نکاح بنیادی شرط ہے اس کی دلیل حضور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

«الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ»[1]

ترجمہ: بچہ اس کا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہو اور زانی کے لئے پتھر ہے۔

اور نکاح کے بغیر پیدا ہونے والے بچے کو ماں کی طرف اس ماں کے رشتہ داروں اور بہن بھائیوں کی طرف سے جائیداد ملے گی مگر باپ (زانی) کی وراثت میں سے وہ کچھ نہیں پائے گا۔ کیونکہ اس کے ساتھ اس کا نسب ثابت نہیں ہوا۔ حدیث پاک ہے۔

«أَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ أَوْ أَمَةٍ فَالوَلَدُ وَلَدُ زِنًا لَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ»[2]

ترجمہ: جس شخص نے بھی آزاد عورت یا لونڈی کے ساتھ بدکاری کی تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ ولد الزنا ہو گا۔ وہ نہ تو اس (زانی سے) وراثت پائے گا اور نہ اس (زانی) کو وارث بنائے گا۔

اسلام میں بچوں کے مندرجہ ذیل حقوق میں اور والدین کے یہ فرائض ہیں کہ وہ یہ پورے کریں۔

۱) بچوں کے ذاتی اور بنیادی حقوق

۲) بچوں کے معاشرتی و تمدنی حقوق

۳) بچوں کے معاشی و اقتصادی حقوق

۴) بچوں کے قانونی حقوق

بچہ جس بھی قسم سے تعلق رکھتا ہو اس کو بلا امتیاز یہ حقوق حاصل ہیں۔

---

۱) الصحیح البخاری، کتاب السبع، باب التفسیر لمشبہات، رقم:۱۹۴۸،

۲) السنن الترمذی، کتاب الفرائض عند رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی ابطال میراث ولد الزنا، رقم حدیث:۲۱۱۳

اور اگر یہ حقوق بچے کو دینے میں والدین ناکام ہو جائیں تو بچہ ریاست کی ذمہ داری پر چلا جائے گا چاہے وہ غیر مسلم کا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔

« السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ »[۱]

ترجمہ: سلطان اس شخص کا ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

جرمن قانون ۱۹۴۹ء ارٹیکل سات School system

1. "The entire school system shall be under the supervision of the state.
2. Parents and guardians shall have the right to decide whether children shall receive religious instruction.
3. Religious instruction shall from part of the regular curriculum in state school"[2]

۱۔ ترجمہ: نظام سکول مکمل طور پر ریاست کی زیر نگرانی رہے گا۔

۲۔ ترجمہ: والدین اور سرپرست اپنے بچوں کے بارے حق رکھتے ہیں کہ آیا ان کو مذہبی تعلیمات دی جائیں یا نہ۔

۳۔ ترجمہ: مذہبی ہدایات ریاستی سکولوں کے نصاب کا باقاعدہ حصہ ہو نگی۔

اسلام میں تمام افراد معاشرہ کو بلا تفریق تعلیم کے حصول کا نہ صرف حق ہے بلکہ تعلیم حاصل کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور تعلیم حاصل کرنا صرف مردوں کا ہی نہیں بلکہ خواتین کے لئے بھی لازم ہے۔ حضور ﷺ پر پہلی وحی کا نزول حصول علم کے حق کی وضاحت کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴾[۳]

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) اپنے رب کے نام سے (اغاز کرتے ہوئے) پڑھیئے۔

دوسرے مقام پر اہل علم کی یوں فضیلت بیان کی گئی ہے۔

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾[۴]

---

۱) السنن الترمذی، کتاب الفرائض عند رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی ابطال میراث ولد الزنا، رقم حدیث: ۲۱۱۳

(۲) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.17

۳) سورۃ العلق: ۹۶/۱

۴) سورۃ الزمر: ۳۹/۱

ترجمہ: ان سے پوچھو، کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔

اسلام نے اقلیتوں کو ان کے عقیدے کے مطابق مذہبی تعلیمات کے حصول کی بھی آزادی دی ہے جبکہ مدینہ میں یہود اپنے بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم بغیر کسی پابندی کے دیتے تھے۔

جرمن قانون ۱۹۴۹ء ارٹیکل آٹھ

اجتماع کی آزادی: Freedom of assembly

1. "All germens shall have the right to assemble peacefully and unharmed without prior notification or permission.
2. In the case of the outdoor assemblies. This right may be restricted by or pursuant to law"[1]

۱۔ ترجمہ: تمام جرمن باشندوں غیر مسلح اور پر امن اجتماع کا حق حاصل ہے پیشگی اطلاع کے بغیر۔

۲۔ ترجمہ: کھلے عام اجتماع کی صورت میں اس پر پابندی لگائی جاسکتی ہے قانونی نقطہ نگاہ سے۔

برٹش قانون ۱۹۹۸ء ارٹیکل گیارہ Freedom of assembly and association

"A person has the right to assemble with other people in a peaceful way. They also have the right to associate with other people, which include the right to form a trade union. Those right may be restricted only in specified circumstance".

ترجمہ: اجتماع کا حق ہر کسی کا حاصل ہے۔ ان کو دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہونے کا بھی حق حاصل ہے۔ اس حق میں کاروباری یونین بنانے کا حق بھی شامل ہے۔ ان حقوق پر صرف مخصوص حالات میں پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

اسلام نے بھی اجتماع اور تنظیم سازی کا مشروط حق دیا ہے۔ اس میں بنیادی ضابطہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾[2]

---

(۱) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.17

۲) سورۃ آل عمران:۳/۱۰۴

ترجمہ: تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی دعوت دیں اور برائی سے روکیں اور یہی کامیاب لوگ ہیں س۔

اسلام نے دعوت و تبلیغ، یا قومی مقاصد یا دفاعی اعتبار سے کئے جانے والے اجتماع، تنظیم سازی کا حق دیا ہے بشرطیہ کہ تنظیم سازی اور اجتماع کا مقصد نیکی کی ترویج اور برائی کی روک تھام ہو۔

اسلام میں ایسے اجتماع کی اجازت نہیں جس کا مقصد امن عامہ کو خراب کرنا اور ریاست کے خلاف بغاوت کرنا ہو۔

مندرجہ بالا جرمن قانون کی دفعہ اٹھ کی شق اول میں یہ حق صرف جرمن شہریت رکھنے والے باشندوں کو دیا گیا ہے جو کہ امتیازی سلوک ہے اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جرمنی میں اقلیتوں کو آزادانہ اجتماع کا حق نہیں ہے۔جب کہ اسلام میں یہ حق غیر مسلموں کو بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے مفادات کے لئے یا مذہبی رسوم کی ادائیگی وغیرہ کے ضمن میں اجتماع کرسکتے ہیں۔

جرمن لاء کی دفعہ نو میں بھی تنظیم سازی کے حق کا ذکر ہے۔

1. "All Germans shall hawe the right to form corporations and other associations".[1]

ترجمہ: تمام جرمن باشندوں کو کارپوریشنز او ایسوسی ایشنز بنانے کا حق حاصل ہے۔

جرمن لاء ۱۹۴۹ء ارٹیکل دس

Privacy of correspondence, posts and telecomunction

1. "The privacy of correspondence, posts and telecommunication shall be inviolable".[2]

ترجمہ: خط و کتابت، اور ٹیلی مواصلات میں رازداری کے حق کا احترام کیا جائے گا۔

Right to respect private and family life   برطانیہ قانون ۱۹۹۸ء ارٹیکل

"A person has the right to respect for their private and family life. Their home and their correspondence. This right can be restricted only in specified circumstances".

ترجمہ: ہر شخص کو اس کی نجی اور خاندانی زندگی کے احترام کا حق ہے، گھر اور خط و کتابت کا بھی۔ اس حق پر پابندی صرف مخصوص حالات میں لگائی جاسکتی ہے۔

اسلام نے ہر شخص کو نجی زندگی اور رازداری کا حق دیا ہے۔کیونکہ گھر انسان کی نجی سرگرمیوں کا مرکز ہوتا ہے اسلام ہے کسی بھی شخص کے دوسرے کے گھر جانے کے آداب اور اصول بیان کردیے ہیں تاکہ نجی زندگی میں بے سکونی

---

1) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.18

2)Ibid, P.18

پیدا نہ ہو۔ خاص طور پر اسلام نے مسلمانوں کو پابند کیا ہے کہ اقلیتوں کو اس بنا پر پریشان نہ کیا جائے نجی زندگی جس طرح ایک مسلمان کی قابل احترام اسی طرح غیر مسلم کی پرنسل لائف کا احترام بھی واجب ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا ﴾[1]

ترجمہ: اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھر میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو۔

نجی معاملات میں دوسروں کی دخل اندازی اور شک کرنا اسلام میں جائز نہیں اور شک کو گناہ کا راستہ قرار دیا گیا ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ ﴾[2]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔۔

جرمن لاء ۱۹۴۹ء کے ارٹیکل تیرہ

گھریلو زندگی کا احترام: Inviolability of the home.

1. "The home is inviolable.
2. Searches may be authorized only by a judge".[3]

۱۔ ترجمہ: گھریلو زندگی قابل احترام ہے۔

۲۔ ترجمہ: گھر کی تلاشی کے لئے جج کی اجازت لازم ہے۔

جرمن قانون ۱۹۴۹ء Freedom of movement

نقل و حرکت کی آزادی:

"All germens shall have the right to move freely through the federal territory"[4]

۱۔ ترجمہ: جرمنی کے تمام باشندوں کو ملک کی حدود میں نقل و حرکت کی مکمل آزادی ہے۔

اسلام نے غیر مسلموں کو جو اسلامی ریاست میں آباد ہوں نقل و حرکت کی مکمل آزادی دی ہے وہ اپنی پسند کے مطابق قیام کرنے میں آزاد ہیں اور سامان تجارت کو بھی دوسری جگہلے جانے کا حق رکھتے ہیں۔

---

۱) سورۃ النور: ۲۴/ ۲۷۔۲۸

۲) سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۲

3) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.21

1) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.22

قرآن میں ارشاد ہے کہ کسی کو اس کے گھر یا علاقہ سے بے جا بے دخل کرنا ظلم ہے اور یہ اسلام میں جائز ہیں۔

﴿وَتُخۡرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَـٰرِهِمۡ تَظَـٰهَرُونَ عَلَيۡهِم بِٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِ﴾[1]

ترجمہ: تم اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کر دیتے ہو، ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جتھے بندیاں کرتے ہو۔

جرمن قانون ارٹیکل ۱۲

Compulsory military and alternative civilian

لازمی فوجی یا اس جیسی سولین Service خدمات:

1. "Men who have the age of eighteen may be required to serve in the armed forces in the federal border police or in a civil defense organization".[2]

ترجمہ: اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے والے مرد مسلح افواج میں خدمات سرانجام دیں گے، ملک کی سرحدی پولیس میں یا شہری دفاع کی تنظیم میں۔

یہ اقلیتوں کے بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے کہ کسی انسان کو مسلح فوجی خدمت کے لئے مجبور کیا جائے جو اس کے مذہبی عقیدہ کے برعکس ہو یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اہل الذمہ کو فوجی خدمت سے بری الذمہ رکھا ہے وہ بوقت ضرورت اپنی مرضی سے تو اسلامی لشکر میں رضاکارانہ طور پر دفاعی خدمت کے لئے خود کو پیش کر سکتے ہیں مگر فوجی خدمت کے لئے ان کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی ریاست ان کے دفاع کی ضامن ہوتی ہے۔

جرمن لاء ۱۹۴۹ء ارٹیکل ۱۴

Property inheritance

1. "Property and the right of inheritance shall be granted.
2. Their content and limits shall be defined by the laws"[3]

ترجمہ: جائیداد اور وراثت کا حق دیا جائے گا وارثت اور جائیداد کی حدود و قیود قانون طے کرے گا۔

اسلام میں اقلیتوں کو بھی اسی طرح معاشی حقوق حاصل ہیں جس طرح مسلمانوں کو ہیں وہ اپنے اباؤ اجداد کی وراثت کے وارث ہونگے اور اپنی کمائی کے وہ قانونی وارث ہونگے۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے۔

---

۱) سورۃ البقرۃ:۲/۸۵

2) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.22

(۳) Basic Law for the Federal Republic of Germany 23 May 1949, P.23

« اموالھم کااموالنا»[1]

وہ تمام کاروبار اور پیشے اختیار کرسکتے ہیں جن کی مسلمانوں کو اجازت ہے۔ یہاں تک کہ وہ حصول معاش کے لئے وہ پیشے بھی اختیار کرسکتے ہیں جو اسلام میں تو حرام ہیں مگر ان کے مذہب میں جائز ہیں مثلاً شراب بیچنا یا سور کا گوشت کھاناوغیرہ۔

« اباح لھم الاسلام ما اجازہ دینھم لھم من الخمر والخنزیر والتجارتھم »[2]

ترجمہ: لیکن وہ کسی مسلمان کے مال کے وارث نہیں بن سکتے اور نہ ہی مسلمان ان کے مال کا۔

فرمان نبوی ﷺ ہے۔

«لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ» [3]

برطانوی قانون ۱۹۹۸ء ارٹیکل ۳

تشدد سے بچاؤ کا حق Prohibition of torture

"A person has the absolute right not to be tortured which is inhuman or degrading".

ترجمہ: ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ اس پر تشدد نہ کیا جائے یا ایسا سلوک نہ کیا جائے یا سزا دی جائے جو غیر انسانی ہو یا تحقیر پر۔ اسلام میں بے جا ظلم سے سختی سے منع کیا گیا ہے مگر اسلام نے حدود کی خلاف ورزی کرنے پر سزائیں متعین کی ہیں۔ مغربی میڈیا اسی قانون کی بنا پر اسلام کے نظریہ تعزیرات کو غیر انسانی قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ سزائیں معاشرتی امن اور عدل انصاف کے لئے لازم ہیں۔ کیونکہ اگر مجرم کو سزا نہ دی جائے تو جرائم کی روک تھام ممکن نہیں ہے۔

---

۱) برہان، ۲/ ۲۸۲

۲) فقہ السنہ، ۳/ ۱۱۰

۳) سنن أبي داود: سليمان بن الأشعث أبو داود السجستاني الأزدي الناشر: دار الفكر، محقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد، ۷/ ۴۴۶

باب پنجم

فرانس، جرمنی اور برطانیہ میں مسلم اقلیت کے حقوق کا جائزہ

فصل اول: فرانس میں مسلم اقلیت کے حقوق کی صورتحال

فصل دوم: جرمنی میں مسلم اقلیت کے حقوق کی صورتحال

فصل سوم: برطانیہ میں مسلم اقلیت کو درپیش مسائل کا جائزہ

فصل اول:

فرانس میں مسلم اقلیت کے حقوق کی صورتحال

اس فصل میں فرانس میں مسلم اقلیت کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کی صورتحال کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے یوں تو یورپ میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے سب سے زیادہ تنظیمیں اور ادارے کام کررہے اور اہل مغرب یہ دعوی کرتے ہیں کہ انہوں نے تمام انسانوں کو بلا امتیاز رنگ، نسل عقیدے، اور جنس کے تمام انسانوں کو مساوی بنیادی حقوق دیے ہیں اواس قدر شخصی آزادیاں دی ہیں کہ تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

جب کہ حقیقتاً یہ حقوق صرف قوانین کی کتب میں زینت ہی بن سکے عملی طور پر ان کا کہیں نفاذ نظر نہیں آتا۔ آج یورپ میں بالعموم اور فرانس میں بالخصوص مسلم اقلیت کے ساتھ جو امتازی سلوک ہورہا ہے وہ اہل مغرب کے دعوؤں کے بالکل برعکس ہے۔

قومی اور بین الاقوامی سطح پر تمام انسانوں کے لئے حقوق کے لیے قوانین کی موجودگی کے باوجود عملی سطح پر مسلمانوں کے ساتھ مذہبی، سیاسی، معاشی اور سماجی ہر میدان میں امتیازی سلوک برتا جارہاہے۔یورپی یونین کے ممالک میں سب سے زیادہ تعداد میں مسلمان فرانس میں آباد ہیں اور اسی ملک میں سب سے زیادہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہورہی ہیں۔

فرانس مغربی یورپ کا وہ ملک ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی سب سے زیادہ ہے اس کا رقبہ 547965 مربع کلومیٹر ہے اور دارالحکومت پیرس ہے۔ فرانس کا حدود اربعہ یوں ہے: شمال میں بیلجیم لیگزم برگ اور نارتھ سی اور مشرق میں جرمنی، سوئٹزلینڈ اور اٹلی اور مغرب میں بحر اٹلانٹک اور جنوب میں سپین ہے۔ ۲۰۱۰ء کی مردم شماری کے حساب سے فرانس کی کل آبادی 62,790,000 اور سالانہ شرح آبادی میں اضافہ 0.6٪ ہے سن ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۰۰ء کے دوران ملکی آبادی میں 3740000 افراد کا اضافہ ہوا ہے۔ اس ملک کی شرح خواندگی 99٪ ہے۔ قومی زبان فرنچ ہے، Pew Research Center کی رپورٹ کے مطابق مذہبی اعتباز سے آبادی کی تقسیم کچھ یوں ہے 63٪ Christians، 28.0٪ وہ لوگ جو کسی دین سے بھی اپنا تعلق ظاہر نہیں کرتے۔ 7.5٪ مسلم، 1٪ یہودی، 1٪ ہندو، 1٪ بدمت، 1٪ قبائلی عقائد والے اور 1٪ دیگر غیر معروف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد فرانس میں بستے ہیں[1]۔

1) Pew Research Center, Global Religious future Project, Pew Templetion Report 1615 street, NW, Suite 700 washing ton Dc 2003, P.71

مذہبی آزادی کی صورتحال:

فرانس میں عیسائیت کے بعد دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے اور اسلام یورپ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔(Pew Research Center)کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۰ء تک فرانس میں مسلمانوں کی آبادی کل آبادی کا ٪8.3 ہو جائے گی[1]۔

اسلام چونکہ سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے اس لئے اہل یورپ کو یہ خوف لاحق ہے کہ اگر ان کی آبادی اسی شرح سے کم ہوتی رہی اور مسلمانوں کی آبادی بڑھتی رہی تو فرانس کے مختلف شہروں میں ۲۰۵۰ء تک عیسائی اقلیت بن جائیں گے اور مسلمان اکثریت اس خوف میں مبتلا ہو کر مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کا راستہ روکنے کے لئے اور نئی نسل کو اسلام سے دور کرنے کے لئے اور مسلمانوں کی مذہبی شناخت کو ختم کرنے کے لئے ۱۴ ستمبر ۲۰۱۰ء کو پردے پر پابندی کا قانون پاس کر کے مسلمان خواتین پر اسلام کی طرف سے عائد مذہبی فریضے (یعنی پردے) کی ادائیگی سے روک کر مذہبی حق تلفی کی ہے اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔

مسلمان خواتین کے پردے پر فرانس کی تاریخ میں پہلی دفعہ اس وقت مسئلہ پیش آیا جب ۱۹۸۹ء فرانس کے دارالحکومت کے مضافات میں ایک چھوٹے سے قصبے سرئیل (Creil) میں واقعہ ایک سرکاری مڈل سکول میں تین مسلمان لڑکیوں کو پردہ کرنے کی بنا پر سکول سے نکال دیا گیا۔

"In 1989 when three girls in creil, suburb of Paris, were suspended for wearing their headscarf in their middle school "[2]

اس کے بعد اس ایشو کو الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر بہت زیادہ اچھالا گیا تاکہ فرانس میں مسلم خواتین کے شرعی پردہ پر پابندی لگانے کے لئے قانون سازی کی راہ ہموار کی جائے۔

"Between 1989 and 1998, more than 1200 articles were written on the headscarf controversy in The French Press"[3].

---

1) Ibid, P.71

2) Lina Molokotos Lieder man, Pluralism in education: The Display of Islamic Affiliation in French and British Schools, 11 Islam and Christian –Muslim REL, p.105, 108, 2000.

3) Professor Adrian Katherine wing and Monica Nigh Smith, Critical Race Feminism Lifts the veil? : Muslim Women, France and the Headscarf Ban, University of California, Davisvol .39:743, April, 2005.

ترجمہ: ۱۹۸۹ء سے لیکر ۱۹۹۸ء تک سر کے پردے کے تنازعہ کے متعلق فرنچ اخبارات میں ۱۲۰۰ سے زائد کالم لکھے گئے۔

اس کے بعد مختلف تعلیمی اداروں میں ایسے واقعات رونما ہونے لگے حالانکہ فرنچ قوانین کے مطابق تعلیمی ادارے ہر طرح کے مذہبی تعصب سے پاک رکھے جانے کے دعوے کیے جاتے ہیں۔ اور بچوں کو ہر طرح کے حقوق برابری کی سطح پر دیے جانے کے دعوے کیے جاتے ہیں جو محض قوانین کی کتب کی زینت کے سوا کچھ نہیں۔

فرانس کا یہ قومی نعرہ ہر سکول کے سامنے لکھا ہوا:

"Liberty, Equality, Fraternity"

ترجمہ: آزادی، برابری، بھائی چارہ۔

لیکن مسلم لڑکیوں کو سر کا پردہ کرنے سے روکنا اور اساس بنا پر ان سے امتیازی سلوک کرنا کہاں کی آزادی اور برابری ہے۔

فرانس میں مسلم لڑکیوں کے سر ڈھانپنے پر پابندی لگائے جانے کے بارے میں بین الاقوامی میڈیا میں اس بات کا چرچا سن میں ہوا جب فرانسیسی حکومت نے صدر چائرس " Chirac " کے دور حکومت میں مسلم لڑکیوں کے فرنچ سکولوں میں سر ڈھانپنے اور دیگر مذہبی علامتوں پر پابندی عائد کرنے کا قانون متعارف کروایا۔

"This Question reached to international spotlight in 2003-2004 when the French Government under President Chirac Introduced a law banning Muslim Head scarves and the other conspicuous religious symbols at state Schools[1].

فرانس مغربی یورپ کا وہ ملک ہے جس میں سب سے زیادہ مسلم آبادی موجود ہے، اس کے باوجود ۱۰ فروری ۲۰۰۴ء میں مسلم طلباء کے سکول میں سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کرنے کا بل پاس ہوا۔

1) The Islamic veil across Europe, BBC News UK, 15 June, 2010.Dominick McGaldrick, Human Rights and Religions, the Islamic Headscarf Delicate in Europe, Hart Publishing, Oregon 2006, P.1.

"On 10 February 2004, a Bill containing Proposal for legislation to the headscarf ban passed its first reading in parliament with 494 Parliamentarians voting in its favour. The bill would proluleit the wearing of the Muslim headscarf...... in state School"s[1].

ترجمہ: ۱۰ فروری ۲۰۰۴ء میں فرنچ پارلیمنٹ میں ابتدائی ریڈنگ کے لئے ایک بل پاس ہوا جس میں خواتین کے سر ڈھانپنے پر پابندی کی تجویز پیش کی گئی جس کے حق میں ۴۹۴ ارکان پارلیمنٹ نے ووٹ ڈالا۔ یہ بل خواتین کے گورنمنٹ سکولوں میں سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کرے گا۔

صرف ۳۶ ووٹ اس بل کی مخالفت میں ڈالے گئے کیونکہ یہ بل مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک کی بنیاد فراہم کرتا ہے، بل آخر ۲ ستمبر ۲۰۰۴ء کو یہ بل عملی طور پر نافذ ہو گیا۔

تاہم فرانسیسی حکومت نے سکول طالبات کے سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ " نکولیس سرکوزی " کے دور حکومت میں ۲۰۰۹ء میں فرانس نے مسلمان خواتین کے پردے پر پابندی عائد کرنے کے لئے قانون سازی کا اغاز کرتے ہوئے فرانسیسی صدر نے یوں بیان دیا۔

"The Religious face veil will not welcome within France[2]"ـ

ترجمہ: مذہبی پردے کا فرانس میں استقبال نہیں کیا جائے گا۔

جبکہ اسلام میں پردے کے احکامات قرآن حکیم میں نازل ہوئے ہیں کہ ہر ایک عاقل و بالغ مسلمان خاتون پر غیر محرم مردوں سے پردہ ایک فرض ہے لہذا اس پر پابندی تو اسلام کے قوانین کی مخالفت ہے اور مسلمانوں کے مذہبی امور میں مداخلت ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں نے فرانس کے اس فیصلے کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے اس کے باوجود فرنچ پارلیمنٹ نے مسلم خواتین کے پردہ کرنے پر پابندی کا قانون ۱۶ ستمبر ۲۰۱۰ء کو پاس کر دیا۔ جس کا نام:

(Prohibiting Concealment of the Face in public places)

اس قانون کے نتیجہ میں۔

---

1) Islamic Human Rights Commission, Muslim women, human Rights and Religious Freedom .Europe under spotlight of national and international Law. 8th March, 2004 < http://www.ihrc.org.uk/show.php?Id:1025>

2) Tafyal Choudhury and Helen Fenwick, Equality and Human Rights commission report, research report 72, The impact of counter Terrorism measures on Muslim communities Arnalde Center Manchester, 2011, P.46

" Ban on wearing face covering headgear including masks, Helmets, niqabs and other veils covering the face in public places except under specified circumstances[1]."

ترجمہ: ایسا نقاب جو منہ اور سر کو ڈھانپتا ہو جس میں ہیلمٹ، ماسک، نقاب اور دوسری اقسام جن سے منہ ڈھانپا جائے سوائے مخصوص حالات کے، پبلک مقامات پر چہرے کے پردے پر پابندی ہے۔

اس قانون کو ۱۳ جولائی ۲۰۱۰ء کو نیشنل اسمبلی نے پاس کیا اس کے بعد ۱۱ ستمبر ۲۰۱۰ء کو سینٹ نے منظور کیا اس قانون کے نتیجہ میں جو عورت خلاف ورزی کرتے ہوئے چہرے کا پردہ کرے گی اس کو ۱۵۰ یورو تک جرمانہ یا فرنچ شہریت کی کلاس لینا ہوں گی۔

اس کے علاوہ اگر کسی نے کسی عورت کو پردہ کرنے پر مجبور کیا تو اس کو:

"The bill also penalizes with a fine of Euro 30000 and once year in prison anyone who forces another to wear face coverings. These penalties may be doubled if the victim is under the age of 18"[2].

ترجمہ: اگر کوئی شخص کسی دوسرے (عورت) کو پردہ کرنے پر مجبور کرتا ہے اس کو تیس ہزار یورو جرمانہ اور ایک سال قید کی سزا ہے اور اگر ۱۸ سال سے کم عمر لڑکی کو پردہ مجبور کیا گیا تو یہ سزا ڈبل ہو گی۔۔۔

پردے پر پابندی کا یہ قانون مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں نہ صرف مداخلت کرتا ہے بلکہ مذہبی فریضہ ادا کرنے کی صورت میں ان پر جرمانہ بھی ہو گا اور ایک سال کی سزا بھی۔

جبکہ اسلام میں پردے کی بڑی سخت تاکید کی گئی ہے اور ہر عاقل بالغ مسلمان عورت کو نامحرم مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾[3]

---

1) Law 2010-1192 of 11 October, 2010, prohibiting the covering of the face in the public places. www.leg.france.govt.France

2) France burqa Ban clears last Legal obstacle// CNN 3 A:M, 7 October, 2010

۳) سورۃ النور: ۲۴/۳۱

ترجمہ: اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا ہے کہ ازواج مطہرات سے کہیں کہ:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾[1]

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونہوں) پر چادر لٹکا کر لیا کریں۔

مندرجہ بالا آیات میں مسلم خواتین کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنی زینت جس میں سر کے بال اور چھاتیاں وغیرہ شامل ہیں ان کا پردہ کیا کریں اور سورۃ الاحزاب کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے کا پردہ بھی کرنا چاہیے کیونکہ اس میں موجود ہے کہ پردہ کرو تاکہ تم کو جوئی پہچان نہ سکے اگر چہرے کو نہ ڈھانپا جائے تو پہچان چھپانا ممکن نہیں ہے۔

اسی طرح ابو داود میں حضرت عائشہ سے حدیث مروی ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابو بکرρ حضور ﷺ کے گھر بہت باریک لباس پہن کر گئی۔

وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم﴾[2]

تو حضور ﷺ ان سے دور چلے گئے اور فرمایا کہ جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کو چاہے کہ وہ ایسا لباس نہ پہنے جس سے اس کی زینت عیاں ہو سوائے ان چیزوں کو عیاں کرنا مجبوری ہوں ہاتھ اور منہ۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ سر کے بال اسلام میں عورت کی زینت قرار دیے گئے ہیں کہ اان کا پردہ لازم ہے۔

اسلام اور عورت کا لباس:

اسلام مسلمان خواتین کے لئے کسی خاص لباس کو متعین کر کے اسے اسلامی لباس قرار نہیں دیا بلکہ اسلام نے خواتین کے لباس کے لئے چند اصول وضع کیے ہیں ان شرائط پر جو بھی لباس پورا اترتا ہو وہ اسلامی لباس ہو گا چاہے وہ کسی ملک یا علاقے کا مقامی یا روایتی لباس ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام نے عورت کے لباس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط متعین کی ہیں۔

---

۱) سورۃ الاحزاب:۳۳/ ۳۱

2) ابو داؤد، السنن، کتاب اللباس، باب فیما تبدي المرأة من زینتها، ۴ : ۲۹، رقم:۴۱۰۴

۱) ساتر:

لباس ایسا ہونا چاہیے جو عورت کے پورے بدن کو ڈھانپتا ہو سوائے ان اعضاء کے جن کی رخصت دی گئی ہے۔

۲) ڈھیلا ڈھالا:

لباس ایسا نہ ہو جا انتہائی تنگ نہ ہو جس میں جسم کے اعضاء کی بناوٹ نظر آتی ہو بلکہ ڈھیلا ڈھالا لباس ہونا چاہیے۔

۳) زیادہ پتلا نہ ہو:

لباس اتنے باریک کپڑے کا نہ ہو کہ جس سے عورت کے بدن کی جلد کا رنگ نظر آتا ہو یا وہ اعضاء عیاں ہوتے ہوں جن کا چھپانا ضروری ہو۔

۴) غیر مردوں کے لئے پرکشش نہ ہو :

ایسا لباس نہ ہو جس سے مردوں کی توجہ اس عورت کی جانب مبذول ہوتی ہو کیونکہ لباس کا مطلب زینت کو ڈھانپنا ہے نہ کہ اس کو دیکھنے والوں کے لئے پرکشش بنانا۔

۵) مردوں سے مماثلت نہ ہو :

لباس ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ہی لباس مرد بھی پہنتے ہوں یعنی عورت کا لباس مرد سے مماثلت نہ رکھتا ہو۔

۶) غیر مسلموں کا مذہبی لباس :

ایسا لباس نہ ہو کہ غیر مسلم اسے اپنا مذہبی لباس سمجھ کر پہنتے ہوں۔

مندرجہ ذیل شرائط پر جو بھی لباس پورا اترتا ہو گا وہ اسلامی لباس شمار ہو گا چاہے اس کا رنگ یا فیشن جو بھی ہو۔

فرانس نے مسلمان خواتین کے پردے پر پابندی لگا کر نہ صرف اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ بین الاقوامی قوانین، یورپی یونین کے قوانین اور ملکی قوانین کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔

Un declaration on the Elimination of all form of intolerance and of Discrimination Based on Religious Belief 1981 (1981 Declaration) "Religious or belief for anyone who profess or eithnic, is one of the fundamental elements of his life" .

ترجمہ: مذہب یا عقیدہ جس کا کوئی بھی انسان اعتراف کرتا ہے (ایمان رکھتا ہے) وہ اس کے بنیادی حقوق سے اہم حق ہے۔

اسی طرح

International covenant on civil and Political Rights (ICCRR) 1966.

یہ وہ انسانی حقوق کا معاہدہ ہے جس کو سب سے زیادہ ۱۵۵ ریاستوں نے تسلیم کیا ہوا ہے۔اس کے ارٹیکل ۱۸ کے مطابق

1. "Everyone shall have the right to freedom of thought conscience and religion. This right shall include freedom to have or to adopt a religion or belief of his choice and freedom either individually or in community with others and in public or private to manifest his religion or belief in worship observance practice and teaching.
2. No one shall be subject to coercion which would impair his freedom to have or to adopt a religion or belief of his choice.
3. Freedom to manifest ones religion or beliefs may be subject only to such limitation as are prescribed by law and are necessary to protect public safety order health or morals or the fundamental rights and freedom of others.
4. The state parties to the present covenant undertake to have respect for the liberty of parents and, when applicable legal guardians to ensure the religious and moral education of their children in conformity with their own convictions".[1]

۱) ترجمہ: ہر کسی کو سوچ عقیدے اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب اپنانے یا کوئی عقیدا اختیار کرے اور الگ یا معاشرے میں دوسروں کے ساتھ مل کر، عوام میں یا ذاتی طور پر اپنے مذہب یا عقیدے کا اظہار اور عبادت کی بجاآوری اور تعلیمات سکھانے کا آزادانہ حق بھی شامل ہے۔

۲) کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا جس سے اس کی کسی مذہب یا عقیدے کو اپنانے والی آزادی کو ٹھیس پہنچے۔

۳) مذہب یا عقیدے کے اظہار کی آزادی کو قانون میں موجود حدود کا پابند بنایا جائے گا عوام الناس کے تحفظ، قانون کی بالادستی، صحت یا اخلاقیات کے لئے اور دوسرے بنیادی حقوق اور آزادیوں کو تحفظ دینے کے لئے۔

۴) اس معاہدے پر دستخط کرنے والی ریاستیں اس بات کی ذمہ داری لیں گی کہ وہ والدین اور قانونی طور پر متعین گارڈینز کے اس حق کا احترام کریں گی کہ وہ اپنے بچوں کی اپنے عقیدے اور یقین کے مطابق مذہبی اور اخلاقی تربیت کو یقینی بنائیں۔

اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر ۱۹۹۲ء

[1]) International Covenant on Civil and Political Rights. Adopted by the General Assembly of the United Nations on 19 December 1966, United Nations Treaty Series ,Nations Unies Recueil des Traités' Vol. 999,1-14668,P.176

(Declaration on the Rights of persons belonging to National or ethnic, religious and Linguistic Minorities)

کے ارٹیکل ۲ میں اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی ہے۔

"Minorities have the right to enjoy their own culture to profess and practice their own religion and to use their own language in private and public freely without Interference or any form of discrimination"[1].

اس ارٹیکل کے مطابق بھی اقلیتوں کو اپنے کلچر کے اظہار کی مکمل آزادی دی گئی ہے وہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنے میں آزاد ہیں۔ وہ اپنی زبان کا ذاتی زندگی میں اور پبلک مقامات پر آزادانہ استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں ان کے مذہبی معاملات میں نہ مداخلت کی جائے گی اور نہ ہی ان سے کوئی امتیازی سلوک کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ یورپی یونین کے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر کے مطابق۔

Charter of Fundamental Rights of the European Union (2007/c 303/07)

کے ارٹیکل ۱۰ کے مطابق۔

"Everyone has the right to freedom of the thought conscience and religion. This right includes freedom to change religion or belief and freedom either alone in community with others and in public in private to manifest religion or belief in worship teaching practice and observance"[2].

ترجمہ: خیال، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق کسی کو حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کی تبدیلی کا حق بھی شامل ہیں۔ اور یہ آزادی ذاتی طور پر بھی اور دوسروں کے ساتھ مل کر جلوت اور خلوت میں ہر کسی کو حق دیتی ہے کہ وہ اپنے مذہب عقیدے، عبادت، تعلیمات اور رسموں کو سر عام عوام میں ظاہر کر سکتا ہے۔

اس ارٹیکل میں واضح طور پر پبلک کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے مذہب پر عوام الناس کی موجودگی میں پبلک مقامات پر بغیر کسی کی مداخلت کے عمل پیرا ہو سکتے ہیں اور یہ ان کا ائینی حق ہے۔

---

1) The UN Declaration on the Rights of Persons belonging to National or Ethnic, Religious and Linguistic Minorities, Fact sheet No.18 (Rev) Minority Rights, Published by the office of The High Commissioner for Human Rights, Geneva, Switzerland, 2000, P. 14

2) The Rights of Minorities, A commentary on the European Union Framework Convention for the protection of nation Minorities, P-158

جبکہ فرنچ حکومت نے مسلمان خواتین پر پبلک مقامات پر پردہ کرنے پر پابندی عائد کرکے اور بھاری جرمانہ کی سزا نافذ کرکے نہ صرف مسلمان خواتین کے مذہبی حق کو غصب کیا ہے بلکہ بین الاقوامی قوانین اور یورپی یونین کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے کے ساتھ اپنے ملکی قوانین کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔

Domestic French Legislation

فرانس کے ملکی قانون میں تمام شہریوں بشمول اقلیتوں کو بھی مکمل مذہبی آزادی کا حق دیا گیا ہے۔ ۱۹۵۸ء کے آئین کے ارٹیکل نمبر ا میں ہے۔

"Equality of citizen without any distinction on the basis of origin, race or religion".

تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں نسل، علاقے یا مذہب کی بنیاد پر ان سے امتیازی سلوک نہیں کیا جاسکتا۔

جبکہ ۹ دسمبر ۱۹۰۵ء کے قانون کے مطابق جو کہ (Separation of Church and State) کے متعلق ہے۔

اس قانون کے ارٹیکل نمبر ا میں بھی مذہب اور عقیدے کی بلا تفریق آزادی دی گئی ہے، ۱۹۵۸ء کے آئین میں بھی ملک کو سیکولر ملک قرار دیا گیا ہے۔ اس میں اقرار کیا گیا ہے کہ ریاست مذہب کے معاملے میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گی[1]۔

فرانس نے مسلم خواتین کے پردہ پر پابندی عائد کرکے نہ صرف ان مذہبی آزادی پر قدغن لگائی ہے بلکہ مجموعی طور پر ان کی ترقی اور خوشحالی کے راستے میں سب بڑی روکاوٹ حائل کردی ہے۔ پردہ پر پابندی لگنے کی وجہ سے مسلمان خواتین کو ہر جگہ پر امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جارہاہے۔ ہر شعبہ ہائے زندگی میں ان کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے چاہے وہ شعبہ تعلیم ہو یا کوئی ملازمت کا میدان ہو۔

پابندی لگانے کا مقصد فرانس میں مسلمانوں اور اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے راستے میں روکاٹ ڈالنا ہے۔

اس کے علاوہ سیاسی سطح پر خواتین کی ہمدردی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ بے حیائی کی ترویج اور اسلامی کلچر کو ختم کرنا بھی مقصد ہے۔

پردے پر پابندی کا بل پاس ہونے کے بعد مسلمان خواتین کے ساتھ فرانس میں مسلم خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔

۲۰۱۲ء میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کیمطابق

---

1) Council of state, advice no 217017 of 3 May, 2003 (Mlle Marteaux

"In 2009 The French Equality body the high authority against discrimination on the ground of equality (HALDE) received 259 complaints of discrimination on the ground of religion or belief. The (HALDE) told amnesty that most they involved Muslims"[1].

یعنی فرانس کے مساوی حقوق کے ادارہ (HALDE) کو سال ۲۰۰۹ء میں امتیازی سلوک کی ۲۵۹ شکایات موصول ہوئیں جن میں سے زیادہ تر کا تعلق مسلمانوں سے تھا۔

تعلیمی ادارے اور امتیازی سلوک:

فرانس میں ہر شعبہ ہائے زندگی میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جا رہا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کیا جس کے نتیجہ میں بچوں کو اپنے مذہب کے اظہار سے روک دیا گیا۔

"pupils cannot display conspicuous symbols expressing their religion in any French public school".

ترجمہ: فرانس کے کسی بھی پبلک سکول میں بچے کسی ایسی علامت کا اظہار نہیں کر سکتے جس سے ان کے مذہب کا علم ہوتا ہو۔

B.B.C نیوز نے ۲۰۰۵ء میں مسلمانوں کے ساتھ فرانس میں برتے جانے والے امتیازی سلوک کے متعلق ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی جس کے نتائج کچھ یوں ہیں۔

فرانس میں ویسے تو نسلی امتیاز ممنوع ہے لیکن عملی طور پر ہر شعبہ ہائے زندگی میں بالخصوص ملازمتوں کے حصول میں نسلی امتیاز انتہا کو چھو رہا ہے۔

Unemployment among people of French origin is 9.25%. Among those of foreign origin the figure is 14% even after adjusting for educational qualification.

ترجمہ: فرانس کی مقامی آبادی میں شرح بے روزگاری 9.25% ہے جبکہ غیر مقامی آبادی میں بے روزگاری کی شرح 14% ہے وہ بھی تعلیمی معیار کی ایڈجسٹمنٹ کے بعد۔

اہل مغرب جو خود کو حقوق نسواں کے علمبردار کہتے ہیں اور مرد وزن کو مساوی حقوق دینے کے دعویدار ہیں۔ یہ سب میڈیا کی حد تک زبانی دعوے ہیں حقیقت اس کے برعکس ہے۔ فرانس میں مسلمان خواتین کو حصول روزگار میں سب زیادہ امیتازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھتا ہے۔ مناسب مطلوبہ اہلیت ہونے کے باوجود بھی مقامی عیسائی خواتین کو نوکری دینے میں ترجیح دی جاتی ہے۔

---

1) Amnesty international, index EUR 01/001/ united kingdom, 2012, P.42

ایک تحقیقی رپورٹ کیمطابق

A study in 2009 found that the employment rate of women holding French citizenship was 60.9%.the rate of Moroccan Muslim women in the country was 25.6% and for Turkish women 14.7%.

شرح روزگار فرانسیسی خواتین میں 60.9% ہے جبکہ موروکن خواتین میں 25.6% ہے جبکہ ترک خواتین میں شرح 14.7% ہے۔

مغربی ممالک خواتین کے حقوق پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں اور اس بناپر اسلام کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام میں مسلمان خواتین کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اسلام میں عورت کو مرد کے برابر نہیں سمجھا جاتا۔ جبکہ عملی میدان میں مغربی ممالک خاص طور پر فرانسیسی میں مسلمان خواتین کے ساتھ ہر معاملے امتیازی سلوک کیا جارہاہے جس کا ثبوت مندرجہ ذیل رپورٹ ہے۔

فرانس نے ۲۰۰۴ء میں تعلیمی اداروں میں ایسے تمام ملبوسات کے استعمال پر پابندی عائد کردی جس سے طالبعلم کے مذہب کا علم ہوتا ہو۔ ویسے تو یہ پابندی تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلباء پر عائد کی گئی لیکن نتیجتاً اس سے سب سے زیادہ مسلمان بچیاں متاثر ہوئیں۔

ایمنیسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق۔ ۲۰۰۵ء کے دوران

639 cases of the display of religious and cultural symbols and dresses were reported in the academic year 2004-5. The large majority of these cases, 626, involved the headscarf....... forty seven pupils, including 44 Muslim girls wearing the headscarf and three Sikhs wearing the turban expelled.

ترجمہ۔

اس رپورٹ سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تعلیمی اداروں میں بھی اس پابندی سے براہ راست مسلمان بچے متاثر ہوے ہیں۔

یہ پابندی فرانس میں مسلمان خواتین کے لئے ہر شعبہ ہائے زندگی میں بہت سارے مسائل لے کر آئی ہے۔

ہر شعبہ ہائے زندگی میں ان سے امتیازی سلوک برتا جارہاہے۔ فرانس میں انفرادی طور پر مسلمان خواتین حراساں کرنے اور ان پر جسمانی حملوں کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں۔ ٹیلی گراف نے اکتوبر ۲۰۱۰ء میں ایک مسلمان خاتون پر حملے کی خبریوں شائع کی۔

In October, 2010, A French pensioner chased after a Muslim woman around a shop, ripping her niqab and proclaiming that such garment should be banned in France

اس طرح (Human Rights First) ایک انٹر نیشنل ہیومین رائٹس ارگنائزیشن ہے اس کا مرکزی دفتر نیویارک میں ہے۔ اس نے یورپی یونین کے مختلف ممالک میں مسلمانوں کے خلاف تشدد (Violance against Muslims) کے نام سے مارچ ۲۰۱۱ء میں اپنی ایک سروے رپورٹ شائع کی جس کے مطابق فرانس میں:

" With 33 percent of reported incidents perpetrated against people of North Africa origin, who are predominantly Muslims. In 2009, authorities reported 1026 raist hate crimes, a 219 Percent increase from 2008 467"

شمالی افریقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے متعلق جرائم کے ۳۳ فیصد واقعات رپورٹ کیے گئے۔ جن میں سے زیادہ تر لوگ مسلمان تھے۔ سال ۲۰۰۹ء میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کے ایک ہزار چھبیس واقعات رپورٹ کیے گئے جو کہ ۲۰۰۸ء کے مقابلے میں ۲۲۹ گنا زیادہ تھے۔ اس کے علاوہ ۲۰۰۸ء میں ۴۶۷ واقعات رپورٹ کیے گئے۔

European Monitoring center on Racism and Exnophia (EUMC)

کی ۲۰۰۶ء کی رپورٹ

Muslims in the Europen union discrimination and islamophobia

کے نام سے شایع ہونے والی رپورٹ جس میں یورپی یونین کے مختلف ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے غیر مساوی سلوک کو بیان کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں سال ۲۰۰۴ء میں فرانس میں Anti Muslim واقعات کو ایک رپورٹ کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سے فرانس میں مسلمانوں گے خلاف بڑھتے ہوئے امتیازی سلوک کا انداز کیا جاسکتا ہے۔

Annual Report 2004

Date	Location	Facts
12-1-2004	Mansoque	"Damaged halal bucther shop.
12-01-2004	Angers	Damaged mosque.
15-02-2004	Prtuis	Damaged worship place.
16-02-2004	Porto-vecchio	Attempted attack against a halal butcher shop.

22-02-2004	Vierzon	Punitiue raid organized by high school pupils against the north african population after a conflict with a pupil of north african origin.
05-03-2004	Annecy	Two mosque burnt and a celtic cross painted.
11-03-2004	Comines	Damaged mosque.
16-03-2004	Bastia	Punitiue raid by 15 high school pupils agains north african pupils from another high school.
16-03-2004	Clichy	Desecration of six muslims tombs.
24-03-2004	Clichy	Desecration of three muslims tombs.
29-03-2004	Bussy vecqueville	Attempted arson against a place of worship.
29-03-2004	Oberhaus Bergen	Damaged muslim funeral parlour.
31-03-2004	Creill	Attempted arson against a mosque.
03-04-2004	Oberhaus Bergen	Damaged muslim funeral parlou.
05-04-2004	Strasbourg	Five steles (four muslim ones and a jewish one) damaged in the miltitary cemetery of cronenbovrg
14-04-2004	Haguenau	In the night the moroccan mosque was covered with racist inscriptions.
20-04-2004	Strasbourg	The enterance of turkish mosque eyyub sultan in the la Meinau neighbourhood of strasboury covered with tags.Death on the Arabs„ and swastiks.
24-04-2004	Alencon	Three places of worshiped were damaged, one north african and one turkish mosque.
23-05-2004	Porto-vecchio	Damaged halal butchery.
26-05-2004	Lle-rovsse	Aggression against a man who was coming from the mosque.
31-05-2004	Strasbourg	The home of the member of the regional covncil of muslim faith in alasce was covered wiyh racist inscriptions.

09-06-2004	Marseille	Three muslims graves damaged in the cannet cemetery.
14-06-2004	Strasbourg	Three graves in the muslim part of the le meinue cemetery desecrated.
26-06-2004	Nanterre	Xenophobic inscriptions on the walls of the mosque.
18-07-2004	Lyon	Damaged offic of a muslim association.
06-08-2004	Strasbourg	Desecration of 15 muslim graves in the military cemetery of croenvovry of cronenbourg.
30-08-2004	Evry	Aggrassion against a imam.
04-09-2004	Strasbourg	Damaged mosque in cronenbourg.
03-10-2004	Villevrbanne	Damaged mosque in the street.
06-10-2004	Schiltghein	Attempted arson of the mosque,references to the world church of the creator.
09-10-2004	Wattwiller	Desecration of a muslim grave in the military cemetery of wattwiller.
16-10-2004	Chambery	Damaged mosque in italy street.
24-10-2004	Lle-rouse	Damaged to the mosque of the union des marocians de-balagne.
18-11-2004	Vescovato	Damaged halal butchery.
26-11-2004	Vecquevillw	Damaged worship place.
27-11-2004	Sartene	Attempted murder of an imam.
02-12-2004	Ajaccio	Dama-ged room occuoied by three muslim pupils.
16-12-2004	Mulhouse	Aggression against a woman wearing headscarf.
28-12-2004	Denian	Aggression against a woman wearing headscarf" . [1]

1) Europaean minority centere on racism and xenophobia(Muslims in the European Union discrimination and islamophobia),printer MANZ crossmedia,co KG,Austria,2006,p.75

تین محققین سعید ایملی، آرزو میر الی اور احسان شاہ غاسیمی Saied R. Ameli, Arzu Merali Ehsan Shahaghasei نے ۲۰۱۱ء میں فرانس اور انگلینڈ میں مسلم اقلیتوں کے ساتھ مختلف شعبۂ ہائے زندگی میں ناانصافی پر مبنی سلوک اور امتیازی برتاؤ کے متعلق اسلامک ہیومین رائٹس کمیشن انگلینڈ

(Islamic Human Rights Commission UK)

کے تحت France and the Hated Society: Muslim Experieence

کے عنوان سے تحقیق کی جو پہلی دفعہ:

Islamic Huan Rights commission Po box 598,wenkekt, HA 9 X

نے پہلی دفعہ ۲۰۱۲ء میں شائع کی:

اس تحقیق میں امتیازی سلوک کے مختلف پہلوؤں پر سروے رپورٹس تیار کیں تاکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں میں مسلمانوں کو جس جس انداز میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے اس کو عیاں کیا جائے۔ اس رپورٹ میں مفصل انداز میں تحقیق سے ثابت کی گیا ہے کہ کس طرح زندگی کے مختلف پہلوؤں میں مسلم اقلیت کی حق تلفی کی جارہی ہے۔ اور مسلم اقلیت جس سے ان مسلمانوں کو بالخصوص امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے جو اسلامی احکام پر سختی سے کاربند ہیں۔

روزگار:

دوسو چوالیس افراد سے ان کے روزگار یعنی ذریعۂ معاش کے متعلق سوال کیا گیا جس کے نتائج درج ذیل ہیں۔

	Frequency	Percentage
Employed	92	37.7
Student	60	24.6
Unemployed	41	16.8
Self-Employed	29	11.9
Retired	2	0.8
Total	224	91.8
No Ans	20	8.2
Total	244	100

یعنی اس رپورٹ کے مطابق فرانس میں مسلم اقلیت میں بے روزگاری کی شرح 16.8٪ ہے جو مقامی آبادی کی نسبت کافی زیادہ ہے۔ جس سے معاشی استحصال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

Level of Hate Crime in France against Muslims

		More Than Once a week	Once a Week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	No Answer	Total
Being ignored/over looked	Frequency	5	6	33	27	36	122	15	244
Denied service in public Place	Present	2	2.5	13.5	11.1	14.8	50	6.1	100
Being treated with suspicion or wrongly accused	Frequency	3	18	25	34	42	99	23	244
	Present	1.2	7.4	10.2	13.9	17.2	40.6	9.5	100
Ethers reacting as if they were Intimidated of afraid	Frequency	19	24	47	38	32	64	23	244
	Present	7.8	8.6	19.3	15.6	13.1	26.2	9.4	100
Being talked down	Frequency	15	18	45	48	45	58	15	244
	Present	6.1	7.4	18.4	19.7	18.4	23.8	6.2	100
Opinions being ignored or devalued	Frequency	8	19	46	29	37	83	22	244
	Present	3.3	7.8	18.9	11.9	15.2	34	8.9	100
Hearing an offensive Jobe about Islam or Muslims	Frequency	16	23	64	47	47	29	18	244
	Present	6.6	9.4	26.2	19.3	19.3	11.9	7.3	100
Being Insulted or harassed	Frequency	8	16	19	33	39	110	19	244
	Present	3.3	6.6	7.8	13.5	16	45.1	7.7	100

Being expected to be less competent because of is lam/ Hijab	Frequency	9	10	46	47	27	89	24	244
	Present	3.7	4.1	18.9	16	11.1	36.5	9.7	100
Not Being taken seriously	Frequency	9	17	35	31	35	94	23	244
	Present	3.7	7	14.3	12.7	14.3	38.5	9.5	100
Being deliberately left out of conversation activities	Frequency	6	14	35	31	33	102	23	244
	Present	2.5	5.7	14.3	12.7	14.3	38.5	9.5	100
Being treated in an overly superficial manner	Frequency	6	11	36	37	44	78	32	244
	Present	2.5	4.5	14.8	15.2	18	32	13	100
Being Physically avoided	Frequency	17	16	36	40	41	73	21	244
	Present	7	6.6	14.8	16.4	16.8	29.9	8.5	100
Being Stared at by strangers	Frequency	41	32	55	35	23	39	19	244
	Present	16.8	13.1	22.5	143.	9.4	16	7.9	100
Being Laughed at or Mocked	Frequency	15	15	29	29	33	104	19	244
	Present	6.1	6.1	11.9	11.9	13.5	42.6	7.9	100
Expericing hostility at work/ School	Frequency	12	14	40	45	36	75	22	244
	Present	4.9	5.7	16.4	18.4	14.8	30.7	9.1	100
Expericing Hostility in the Trust	Frequency	19	16	55	37	34	63	20	244
	Present	7.8	6.6	22.5	15.2	13.9	25.8	8.2	100
Religious beliefs being challenged	Frequency	15	15	40	22	38	82	32	244
	Present	6.1	6.1	16.4	9	15.6	33.6	13.2	100

denigrated by colleagues									
Being expected to fit stereo-types of a Muslim	Frequency	16	18	52	37	27	66	28	244
	Present	6.6	7.4	21.3	15.2	11.1	27	11.4	100
Expericing verbal abuse	Frequency	14	17	53	33	41	63	23	244
	Present	5.7	7	21.7	13.5	16.8	25.8	9.5	100
Experience of Physical assault	Frequency	3	3	2	9	10	197	20	244
	Present	1.2	1.2	0.8	3.7	4.1	80.7	8.3	100
Hostile atmosphere at your place of work/ study/ Residence	Frequency	10	9	34	30	28	108	25	244
	Present	4.1	3.7	13.9	12.3	11.5	44.3	10.2	100
Being told that you are over sensitive or Paranoid about racism	Frequency	9	19	35	32	35	82	32	244
	Present	3.7	7.8	14.3	13.1	14.3	33.6	13.2	100
Witnessing or hearing of Islam phobia directed at others	Frequency	8	13	36	29	53	81	24	244
	Present	3.3	5.3	14.8	11.9	21.7	33.2	9.8	100
Seeing Negative Muslim Stereo-types in media	Frequency	70	43	56	32	12	10	21	244
	Present	28.7	17.6	23	13.1	4.9	4.1	8.6	100
Observing organizational Policies negatively affecting Muslims	Frequency	39	34	59	45	23	19	25	244
	Present	16	13.9	24.2	18.4	9.4	7.8	10.3	100

Observing Political Policies affecting Muslims	Frequency	40	32	60	54	24	11	23	244
	Present	16.4	13.1	24.6	22.1	9.8	4.5	9.5	100
Hearing Islam-O Phobia comments by politicians	Frequency	36	40	54	39	32	17	26	244
	Present	14.8	16.4	22.1	16	13.1	7	10.6	100
Racial Tension in your city	Frequency	14	17	36	39	39	65	34	244
	Present	5.7	7	14.8	16	16	26.6	13.9	100
Hearing racially or culturally offensive remarks	Frequency	20	26	50	50	33	40	25	244
	Present	8.2	10.7	20.5	20.5	13.5	16.4	10.3	100 [1]

مندرجہ بالا رپورٹ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ فرانس میں مسلم اقلیت کس طرح کے حالات میں رہ رہی ہے۔ 20٪ لوگ جن سے سوال کیا گیا انہوں نے بتایا ہے کہ ان پر کم از کم ایک دفعہ جسمانی حملہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ 87.3٪ نے بتایا ہے کہ فرنچ میڈیا مسلمانوں کی غلط نمائندگی کرتا ہے جو حقیقت کے برعکس ہے۔

(Effect of Age)

گو کہ Hate Crime کا عمر کے تناسب کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں ہے تقریباً ہر عمر کے لوگوں کو قریب قریب ایک جیسے امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔ مگر دو چیزوں میں جسمانی تشدد اور نسلی اور ثقافتی ریمارکس کے معاملے میں امتیازی سلوک کا لیول مختلف ہے۔ جیسا کہ رپورٹ میں

Experience of Physical assault

Age	More Than once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Under 18	5.30	0.00	0.00	0.00	5.30	89.50	100.00

1) France and the Hated Society: Saied A.Ameli, Arzumerali and Ehsan Shahg hsemi, Muslims Experiences, Islamic Human Rights Commission, 2012, UK P.73-75

19-29	0.90	1.90	0.90	2.80	3.70	89.70	100.00
20-49	0.00	1.10	0.00	6.90	4.60	87.40	100.00
50	14.30	0.00	14.30	0.00	14.30	57.40	100.00
Total	1.40	1.40	0.90	4.10	4.50	87.70	100.00[1]

Hearing racially or culturally offensive Remarks

Age	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Under 18	0.00	15.80	26.30	21.10	26.30	10.50	100.00
19-29	9.90	9.90	27.70	28.70	8.90	14.90	100.00
20-49	10.20	12.50	13.60	19.30	21.60	22.70	100.00
50	14.30	14.30	42.90	0.00	0.00	28.60	100.00
Total	9.30	11.60	22.30	23.30	15.30	18.10	100.00[2]

Effect of Gender

فرانس میں مردوں کی نسبت عورتوں کو زیادہ امتیازی رویے کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے اس لئے اس فرق کو اس گراف سے واضح کیا جاتا ہے۔

Other reacting as if they were Intimidated or afraid

Gender	More Than Once a Week	Once a Week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Male	10.70	3.60	22.60	21.40	8.30	33.30	100.00
Female	7.00	13.30	19.50	15.60	19.50	25.00	100.00

1) Saied A.Ameli, Arzumerali and Ehsan Shahg hsemi, France and the Hated Society: Muslims Experiences, Islamic Human Rights Commission, 2012, UK P.73-76

2) France and the Hated Society: P. 77

Total	8.50	9.40	20.80	17.90	1510	28.30	100.00 [1]

اس رپورٹ سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ 7.5٪ خواتین کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھتا ہے جبکہ 66.7٪ مردوں کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھتا ہے جو کہ عورتوں کی نسبت کم ہے۔

Being expected to be less competent because of Islam

Gender	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Male	3.80	1.30	11.30	17.50	13.80	52.50	100.00
Female	4.50	6.10	27.30	18.90	12.10	31.10	100.00
Total	4.20	4.20	21.20	18.40	12.70	39.20	100.00 [2]

اسلام کی وجہ سے مسلمان مردوں کی نسبت عورتوں کو زیادہ امتیازی سلوک کی وجہ سے ان کو ملازمت کے اہل نہیں خیال کیا جاتا اور ان کو باصلاحیت بھی تسلم نہیں کیا جاتا۔

1) Ibid P. 79

2) France and the Hated Society: P. 79

Verbal Abuse

Gender	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Male	5.10	8.90	12.70	17.70	12.70	43.00	100.00
Female	7.50	6.80	30.10	13.50	23.30	18.80	100.00
Total	6.60	7.50	23.6	15.10	19.30	27.80	100.00[1]

زبانی بدکلامی اور گالی گلوچ کا زیادہ سامنا بھی مسلمان مردوں کو اس طرح کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑھتا ہے۔

مالی حیثیت کے اعتبار سے امتیازی سلوک کی شرح:

Being ignored/ overlooked/ denied service in public Places

Income group	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Low Income	2.40	3.60	16.90	12.00	20.50	44.60	100.00
Middle Income	0.80	2.50	11.00	12.70	13.60	59.30	100.00
Higher Income	9.10	0.00	27.30	9.10	0.00	54.50	100.00
Total	1.90	2.80	14.20	12.30	15.60	53.30	100.00[2]

1) Ibid P. 79

2) Ibid, P. 80

Verbal Abuse

Income group	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Low Income	7.50	8.80	26.30	17.50	17.50	22.50	100.00
Middle Income	9.10	18.20	9.10	18.20	0.00	45.50	100.00
Higher Income	5.30	4.40	25.40	14.00	20.20	30.70	100.00
Total	6.30	6.80	24.90	15.60	18.00	28.30	100.00

Effect of Education

تعلیمی حیثیت کا بھی امتیازی سلوک کے درجہ کے تھ تعلق ہے۔ تحقیق کے بعد نتیجہ اخذ کی جاتا ہے کہ وہ مسلمان جو کم تعلیم یافتہ ہیں یا بالکل ان پڑھ ہیں ان کو روزمرہ زندگی میں امتیازی سلوک کا پڑھے لکھے لوگوں کی نسبت زیادہ کرنا پڑھتا ہے۔

Being told that you are Oversensitive or paranoid about racism

Educational Level	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Elementary School	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Secondary School	2.00	13.70	11.80	17.60	23.50	31.40	100.00
Vocational qualification	10.70	21.40	10.70	10.70	25.00	21.40	100.00

1) Ibid , P. 81

Degree	3.70	6.10	25.60	14.60	13.40	36.60	100.00
Post graduation Degree	0.00	0.00	5.00	15.00	25.00	55.00	100.00
PhD	0.00	14.30	0.00	14.30	0.00	71.40	100.00
Others	15.40	0.00	15.40	7.70	0.00	61.50	100.00
Total	4.40	9.40	16.30	14.30	17.20	38.40	100.00 [1]

Experience of Physical assault

Educational Level	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Elementary School	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Secondary School	1.80	1.80	1.80	5.50	7.30	81.80	100.00
Vocational qualification	0.00	3.60	0.00	7.10	10.70	78.60	100.00
Degree	1.20	1.20	0.00	3.50	2.40	91.80	100.00
Post graduation Degree	0.00	0.00	0.00	0.00	5.00	95.00	100.00

1) France and the Hated Society: P. 82

PhD	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Others	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Total	0.90	1.40	0.50	3.70	4.70	88.80	100.00[1]

(Effect of work status)

Being laughed at or mocked

Work Status	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Employed	6.00	4.80	3.60	15.70	20.50	49.40	100.00
Self employed	6.10	9.10	21.20	12.10	6.10	45.50	100.00
Unemployed	7.90	13.20	10.50	10.50	13.20	44.70	100.00
Retired	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Student	5.40	3.60	21.40	8.90	16.10	44.60	100.00
Total	6.20	6.60	12.30	12.30	15.60	46.90	100.00[2]

(Effect of Religiosity)

مسلمانوں میں بھی وہ لوگ جو احکام شریعت پر سختی سے کاربند ہیں اور شرع کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہیں ان کے ساتھ امتیازی سلوک اور ناروا رویے کا درجہ ان مسلمانوں کی نسبت زیادہ ہے جو احکام شریعت سے دور رہتے ہیں اور مغربی معاشرے میں گھل مل چکے ہیں اور احکام شریعت کو خیر آباد کہہ چکے ہیں۔

Being Insulted or Harassed

Secular Muslim	0.00	0.00	5.90	23.50	5.90	64.70	100.00
Non-Practing Muslims	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00

1) Ibid, P. 86

2) France and the Hated Society: P. 87

Practing Muslim	3.80	6.30	7.00	12.70	14.60	55.70	100.00
Highly Practing Muslims	4.40	13.30	15.60	17.80	28.90	20.00	100.00
Total	3.60	7.20	8.60	14.50	16.70	49.30	100.00[1]

یعنی وہ مسلمانون جو صاحب شریعت ہیں ان سے امتیازی سلوک برتا جانے کا لیول ٪80 ہے جبکہ جو احکام شریعت کو بالکل ترک کرچکے ہیں ان کے ساتھ غیر مساوی سلوک کی شرح ٪0 ہے۔

Being expected to be less competent Because of Islam/ Hijab

Being Visibly Muslim	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Hijab wearing	6.10	8.20	30.60	17.30	13.30	24.50	100.00
Have Beared	3.10	3.10	9.40	31.30	9.40	43.80	100.00
Identifying Clothes	0.00	0.00	9.10	27.30	36.40	27.30	100.00
Visible in other way	3.60	1.80	16.40	10.90	9.10	58.20	100.00
Not Visible	0.00	0.00	9.10	9.10	9.10	72.70	100.00
Total	4.10	4.60	20.60	17.40	12.40	40.80	100.00[2]

یہاں پر بھی حجاب پہنے والی خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ ٪75.50 ہے۔اور داڑھی رکھنے والے مسلمانوں کے ساتھ شرح ٪46.80 ہے۔

1) Ibid P. 88

2) France and the Hated Society: P. 89

فصل دوم:

جرمنی میں مسلم اقلیت کے حقوق کی صورتحال

جرمنی اور مسلم اقلیت:

مغربی یورپ میں فرانس کے بعد سب سے زیادہ مسلمان جرمنی میں آباد ہیں۔

(Pew Research Centre)

کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۰ء میں جرمنی میں مسلم آبادی کا تناسب یوں تھا۔

Religion	%of Total Population
Christians	64.3%
Muslims	4.8%
Hindus	1.4%
Jews	1%
Folk Religion	1%
Buddhists	1%
Unaffiliated	27.8% [1]

جرمنی میں مسلمانوں کی کل تعداد سنتالیس لاکھ ساٹھ ہزار (۴۷۶۰۰۰۰) ۲۰۱۰ء۔

مسلم آبادکاری کی تاریخ

عام طور پر خیال کی جاتا ہے کہ مسلمان جنگ عظیم دوم کے بعد جرمنی میں منتقل ہونا شروع ہوئے۔

(Jachen Blaschke) جوچین بلاسچکی "Muslim German Histoty untill 1945" کے مصنف

کی تحقیق کیمطابق:

1) Pew Research Centre, "Global Religious Futures" A Pew- Templeton Project, 1615 L Street, NW, Suite 700 Washington DC 20036, P.3.

"Muslims First came to German as part of the diplomatic, military and economic relation between Germany and Ottoman Empire in 18th century. Twenty Soldiers Served under Fredrick William I of Prussia.

In ء1745 Fredrick II of Prussia established a unit of Muslims in the Prussian Army Called the Muslims riders"[1].

ترجمہ: مسلمان پہلی دفعہ اٹھاریوں صدی عیسوی میں جرمن اور سلطنت عثمانیہ کے مابین سیاسی، فوجی اور معاشی تعلقات کے نتیجے میں جرمن آئے۔ اٹھارویں صدی کے آغاز میں ۲۰ بیس مسلم سپاہیوں نے " فریڈرک ولیم آف پروشیا کے ماتحت نوکری کی۔

۱۷۴۵ءمیں پروشیا کے فریڈرک دوم نے مسلمان فوجیوں پر مشتمل ایک یونٹ قائم کی جن کو مسلم رائیڈر کہا جاتا تھا۔

مسلمان تقریباً تین سو سال جرمنی میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ان کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے اور انہیں(Guest Wowrker)خیال کیا جاتا ہے کہ ایک دن یہ لوگ مجبوراً واپس لوٹ جائیں گے۔ اقوام متحدہ یورپی یونین اور ملکی سطح پر مذہبی آزادی کے قانون کی موجودگی کے باوجود جرمنی میں مسلم اقلیت کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ(U.N O)کے مختلف(Declarations) اور یورپی یونین کے مختلف چارٹرز میں مذہبی آزادی پر بہت زور دیا گیا ہے جیسا کہ:

i. Universal Declarations of Human Rights ء1948 (Aratical 18)
ii. International Covenant on civil and Political Rights (ICCPR 16) December ء1966 (Artical 18)
iii. The European Convention on Human Rights and Fundamental rights(ECHR) Signed in Rome in ء1950 (Artical 9)
iv. Charter of Fundamental Rights Of the European Union Signed in ء2000 (Artical 10)

ان تمام کنونشنز اور چارٹرز میں تمام انسانوں کو چاہے وہ اقلیت ہوں یا اکثریتی گروہوں سے تعلق رکھتے ہوں انہیں مساوی حقوق دیئے گئے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود جرمنی میں مسلم اقلیت کو نارواں سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

1) Jochen Blaschke, Muslims in German Unstill 1945, http://en.wikipedia.org/wiki/Islam-in-Germany History.

جرمنی مسلم اقلیت کے مذہبی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے اور ایسے قوانین متعارف کروائے جارہے ہیں جو ناانصافی اور غیر مساوی سلوک پر مبنی ہیں فرانس نے مسلم خواتین کے پردہ پر پابندی لگائی لیکن فرانس میں تمام طلباء کو سرکاری سکولوں میں کسی بھی قسم کے ایسے لباس کو استعمال کرنے سے روک دیا گیا جو کسی بھی مذہب کی علامت ہو لیکن جرمنی صرف مسلمان خواتین کے سر ڈھاپنے پر پابندی عائد کرنے کے لئے قانون سازی کر رہا ہے جبکہ عیسایوں اور یہودیوں کے مذہبی پردے پر پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔

"Unlike in France, in Germany, the debate is focused on the essential Christian nature of the country .Thus the Law is Specific to the Hijab and Will not Ban Christian and Jewish religious Symbols.

In Justification of this the Regional culture Minister Annette Schavan declared that the state Constitution placed Christian and western Values and culture at the heart of the education system. She further justified the Ban by claiming that the headscarf is seen as a Symbol of cultural division and Part of a History of Oppression of women"[1].

ترجمہ: فرانس کے برعکس جرمنی میں بحث اس بات پر مرکوز ہے کہ جرمنی خالصتاً ایک عیسائی ملک ہے لہذا (پردہ پر پابندی) کا تعلق صرف حجاب کے ساتھ خاص ہے اور یہودی یا عیسائی مذہبی پردے پر پابندی عائد نہیں کی جائے گی ریجنل کلچرل منسٹر (آنیتی شاون) نے اس کی وضاحت کی ہے کہ ملکی قانون مغربی اور عیسائیت کی اقدار کا حامل ہے۔ لہذا یہی کلچر تعلیمی اداروں میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے اس میں خواتین کے سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کیئے جانے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا" سر ڈھانپا ثقافتی تقسیم اور خواتین پر ظلم و ستم کی تاریخ کی علامت کے طور پر دکھائی دیتا ہے"۔

جرمنی میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور انتقام کے جذبات شدت اختیار کرتے جارہے ہیں خاص طور پر مسلم عبادت گاہوں کو غیر مسلم تخریب کاروں نے اپنے حملوں کا نشانہ بنا رکھا ہے۔

۲۰۱۴ء میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں پر حملوں کی رپورٹ

"122 Attacks on 92 Mosques, in 82 Cities and Municipalities Added to these, there was also 50 Profanations executed with right wing Vandalism Using graffiti faces or Pig blood Vandalism"[2].

---

1) (Islamic Human Rights Commission, Muslims Women, Human Rights and Religious Freedom: Europe under the spotlight of national and International Law. 8th March 2004)

International Journal of Business Social Science Vol.2, No.16; September 2011, Malaysia, P.167.

2) www.heise.de/tp/artikel/35/35449/1.htmt (last visit: 24/09/2016)

ترجمہ: ۱۸۲ شہروں اور میونسپیلٹیز میں ۱۲۲ حملے ہوئے جن میں ۹۲ مساجد کو نشانہ بنایا گیا اس میں مزید پچاس بے حرمتی کے واقعات بھی شامل ہیں جن میں سور کا خون اور گوشت تخریب کاروں کی طرف سے مساجد میں پھینکا گیا۔

تخریب کاری کے واقعات کے متعلق حزب اختلاف نے وفاقی حکومت سے جواب طلب کیا جس پر جرمن کی وفاقی حکومت نے پارلیمنٹ میں رپورٹ پیش کی۔

"Between 2001 and 2011 a number of 22 attacks were counted per Year on average. In 2012 and in 2013 the number rose to 35 rasp 36 a year. From early 2012 until March 2014 a total number of 78 attacks was registered from January to August there have been according to the interior 12 politically motivated attacks on Mosques in Germany. However it is estimated that the grey number of unreported or not publicly disclosed offences is much higher "[1].

ترجمہ: ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۱ء کے درمیان حملوں کی سالانہ اوسط (۲۲) رہی جب کہ ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۳ء میں ۳۵ سے ۳۶۔

۲۰۱۲ء کے آغاز سے مارچ ۲۰۱۴ء تک (۷۸) حملوں کی اطلاعات رجسٹر ہوئیں اور جنوری سے اگست تک وفاقی وزارت داخلہ کے مطابق جرمنی میں سیاسی طور پر برانگیختہ کیئے جانے کی بنا پر جرمنی میں ۱۲ بارہ مساجد پر حملے کیئے گئے تاہم وہ واقعات جن کی روپورٹ درج نہیں کروائی گئی یا عوام الناس کے علم میں نہیں آسکے ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

۲۰۱۴ء میں مسلمانوں کے خلاف اور عبادت گاہوں کے خلاف تخریب کاری کے وہ واقعات جو زیادہ میڈیا کی توجہ کا مرکز بنے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ اگرچہ سرکاری سطح پر ان واقعات کا الگ ریکارڈ تیار نہیں کیا گیا لہذا زیادہ انحصار پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا ہی ہیں۔

i. February: cologne, Hurth, weaseling, Troisdorf.

شہروں میں پیش آنے والے واقعات:

Attempted arson and damage to Property

"on the morning of 03/02/2014, a 31 year old man who was apparently under the influence of drugs, according to media reports, set several object on fire, including a school bag, before Ehrenfeld Central Mosque in cologne, and hit the entrance door with cutting disc. A short time later, the man was arrested "[2].

---

1) www.heise.de/tp/artikel/35/35449/1.htmt (last visit: 24/09/2016)

2) Http://www.ksta.de/ehranfeld/-brandans-hlag-fever-am-eingang-der-moschee,15-187506,26073498.html, 03/02/2016, (last visit: 10/09/2016

ii. **Troisdorf: Swastika graffiti**

"On 13/02/2014 Islam phobic graffiti was drawn near a mosque in Troisdorf. In a Building of the German Railway (Deutsche Bahn) which is Placed in the immediate Vicinity of the mosque. One or more unknown perpetrators draw a large cross and wrote the tattering Keine Mosches in BRD Kreuzitler (No Mosque in BRD Crusader. The inactive was not removed for weeks"[1].

iii. **May: Lulsdorf: Swastika graffiti**

"On 09/05/2014 Unknown persons vandalised the entry to the Lulsdorf mosque with red Swastika graffiti. Fridays Visitors were horrified declared the Chairman of the Turkish-Islamic Community of the Rhein-Sieg Runds-Chau "[2].

iv. **June: Garmisch.Partenkirchen, Wurzburg, Hamburg.**

Garmisch-Partenkirchen,: Swastika graffiti

"On the Night of 21 June 2014 a masked man sprayed Swastika Symbols on the wall next to the entrance and the door and the back entranceof the mosque in Garmisch-Partenkirchen"[3].

v. **Wurzburg : damaged to property**

"According to police Information, a cutting disc was also used to hit the Bait-ul-Aleem Mosque in Wurzburg, again perpetrated in an Unknown Manner, between 27/06 and 28/06/2014. The Wurzburg Police did determine the causes of the damage[4] "

vi. **Bielefeld: arson And damage to Property**

---

1) Original spelling http://www.Islamiq.de.2014/04/13kreuzritter-schriftzug-moschee-naehe (last visit: 10/09/2016)

2) Ibid.

3) Http://www. merkur. online. De /Lokales /Garmisch- Parten**kirchen**/garmisch - artenkirchen/Vermummtersspruent-hakenkreuze-Moschee-3648628.html (last visit: 10/09/2019)

4) Http://www.Polizei.bayern.de/underfranken/news/Presse/aktuel/index.html/202791 (last visit: 10/09/2016)

"On Monday 11/08.2014 a fire outbreak occurred at the mosque at Detmold Road in Bielefeld. Unknown persons set fire to two editions of the Koran and other Literature according to media reports "[1].

vii. In Moln, the faith Sultan Mosque was the target of damage to properly and profanation during the night of 16 August 2014. The offender, according to media reports, threw a "stink Bomb"[2].

viii. "On 30/08/2014 two Molotov Cocktails were thrown against the haci bayram Mosque by an Unknown Person. A security Camera at the mosque filmed the perpetrators at around 5 at night as they threw bottles with Flammable Liquid"[3].

یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ جرمنی میں مسلم اقلیتیں ان کے مال و اسباب کاروبار اور عبادت گاہیں یہاں تک کہ ان کی رہائش گاہیں شدت پسند مقامی تخریب کاروں کی شدت پسندی سے محفوظ نہیں ہیں اس وجہ سے مسلم اقلیت خود کو وہاں پر غیر محفوظ محسوس کرتی ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں، ملازمت، گھروں کی سہولت، صحت اور تعلیم کے میدان میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۹ء میں

Employment Discrimination

"The UN special Rapporteur on Contemporary forms of racism Mr Muigai stated after his country visit to Germany in Summer 2009 that according to representatives of the federal Ministry for labor and social Affairs. Discrimination in the hiring practices is more of a problem than discrimination in the workplace[4]".

اقوام متحدہ کے نمائندہ کے مطابق اقلیتوں کو جرمنی میں ملازمت کے حصول میں امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے جیسا کہ:

---

1)Http://www.Nwnews.de/owl/11211337-Brandstiftung-inMoscheegetsraum-in-Bielefeld.html (last visit: 11/09/2014)

2) http://www.vereinmiteinander.Leben.de/till/projecte.html (last visit: 24/09/2016)

3) www.noz.de/deutschland-Tuerkishche-nac hrichten. de2016/09/503667/ anschlaege - aufmoscheen - gehenweiter / ,05/09/2016, (last visit: 11/09/2016)

4) United Nations General Assembly/ Human Rights Council (2010) Report of the Special Rapporteur on contemporary froms of racism, racial discrimination, xenophobia and related intolerances, githu, Muigai, Mission To Germany, PP 12-13.

"A 38 year old man born in lvory coast Who has been living in Germany since 2002 Applied three times for a advertised Job as a postman between November 2008 and February 2009 but was rejected each time While the position remained Vacant[1]ؐ.

ترجمہ: ایک اڑتیس سالہ آدمی جو آئوری کاسٹ میں پیدا ہوا تھا اور ۲۰۰۲ء سے جرمنی میں رہائش پزیر تھا۔ اس نے ایک نورکی کے لیے اپلائی کیا تین بار ۲۰۰۸ سے ۲۰۰۹ کے درمیان مگر اس کو نوکری نہیں دی گئی جبکہ پوسٹ خالی رہی۔

اپریل ۲۰۱۰ء میں (Center for Studies on Turkey ZTF) نے ترکی سے تعلق رکھنے والے ایک ہزار (۱۰۰۰) افراد کے متعلق ایک سروے رپورٹ شائع کی جس کے نتائج درجہ ذیل ہیں۔

"The Survey encompasses, among other issues, Questions on experienced discrimination. Altogether 67 percent of the respondents. Less than in previous years (2008: 71 percent 2003:79.9 percent) Stated that they have experienced ethnic discrimination"[2]ؐ.

۶۷ فیصد لوگوں نے بتایا ہے کہ انہیں زندگی کے کسی نہ کسی شعبے میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

برلن میں ایک تحقیقی سروے کی رپورٹ کیمطابق جس کا تعلق حصول روزگار کے متعلق تھا:

"In Berlin for instance 38 of the hundred (100) interviewed Muslim reported to have been Derived a Job within the last year 20 of them claimed that ethnic or religious discrimination was the main or an addition reason of discrimination 14 interviewers stated that they have been kept from a promotion with in their job for reasons of discrimination[3] "ؐ

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملازمت کے حصول میں بھی امتیازی رویہ برتا جاتا ہے اور دوران ملازمت بھی ترقی دینے میں باقی لوگوں کے مساوی حقوق نہیں دیے جاتے۔

---

1) Germany/Arbeitsgericht Hamburg/25 Ca 282/09 (26.02.2010) ;See also Germany, Antidis kriminie rungs stele des Bundes (2010), Newsletter ADS. Aktuell No.1/2010; available at:

2) M. Saver (2010) Teilhabe und Orienteering Turkeeistammiger Migrant men and Migranten in Nordrhein-Westfalen Essen: ZFT, available at www. mgffi. nrw. de/ Pdf / integration /NRW-Bericht2009.Pdf (19.09.2016)

3) Open society Institute (2010) Muslim in Berlin New York, London and Budapest: osi, PP.94-96)

Housing and Discrimination

"The UN special Rapporteur on Racism stated that Housing discrimination is one of the major problems faced by migrant communities in Germany"[1].

ترجمہ: اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندہ برائے نسلی امتیاز نے بیان کی کہ جرمنی میں مہاجرین کو مسائل میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس میں گھروں کا حصول بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

"AnnualSurvey, carried out by the ZFT among 1,000 migrants of Turkish origin in NRW, indicate that a Significant Proportion of Respondents have experienced ethnic discrimination in the area of housing. 39.1٪ of the respondents reported about experiences of discrimination When Looking for a Flat and 28.4٪ have encountered discrimination in the neighborhood" [2].

Survey among migrants of Turkish origin in NRW: Experience of Discrimination in General (in Percent) by areas Life (2009) in percent

Experience of ethnic Discrimination; Yes 67

By Area of life in Percent

At work, School, University	50.6٪
When Looking for work	40.2٪
When Looking for a Flat	39.1٪
In public Authorities	37.9٪
In the neighborhood	28.4٪
Shopping	24.5٪
Police	24.1٪

---

1) United Nation General Assembly/ Human Rights Council (2010) Report of the special Rapporteur on Contemporary forms of racism, racial discrimination, xenophobia and related intalerances, Gittu, Muigai, Mission to Germany, PP.12)

2) D.Barier, C Pfieffer, J.Simonson, s.Robold (2009) Jugendliche in Deutschland also offer und Tauter von Gewalt. Erster Forshunger sbericht-zum gemieisamen Forschungsproject des Bundesministerium des Imern and des KFN, hanover: KFN, P.114

At the Hospital	21.3٪
At the Doctor	20.1٪
At court	17.7٪
In Restaurants	13.4٪

In discos

In associations (sport) Clubs 9.3[1].

یہ رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ جرمنی میں مسلم اقلیتوں کو رہائش گاہوں کے حصول میں بھی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ مقامی لوگ جو ہمسائیگی میں رہ رہے ہوتے ہیں وہ بھی مسلمانوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بناتے ہیں۔

Health and Discrimination

مسلمانوں کو صحت کے حوالے سے بھی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اکثر اوقات ہسپتالوں اور شفاخانوں میں مسلمانوں کا علاج کرتے ہوئے نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے اور انہیں صحت کی سہولیات میسر نہیں کی جاتی اور بعض نجی ڈاکٹر تو یکسر مسلمان مریضوں کا معائنہ کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

"In August 2010 a general practitioner in a small town in Hesse decided to not treat Muslim women with a headscarf, Patients Without basic German skills and Islamistic families with more than five children. These new rules were presented in his medical Practice"[2].

ترجمہ: اگست ۲۰۱۰ء میں ایک چھوٹے سے ٹاون ہیس میں ایک معالج ان مسلمان خواتین کا علاج کرنے سے انکار کر دیا جو سر کا پردہ جرتی۔ اور جرمن زبان سے ناوقف تھیں اور مسلمان خاندانوں کی وہ خواتین جن کے پانچ سے زائد بچے تھے یہ نئے قوانین اس نے اپنے طبی علاج گاہ میں اویزاں کر دیے۔

Education and Discrimination:

اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق وہ بچے جن کی مادری زبان جرمن نہیں ہوتی ان کو سکول میں ابتدائی کلاسوں کے اندر بھی ان بچوں سے الگ کر دیا جاتا ہے جن کی مادری زبان جرمن ہوتی ہے۔

---

1) Ibid, P.32

2) F.Schuster (2010), Kopftuchverbot in Arzlparxis. In Frankfurter Rundschau (09/05.09.2016),P . D1; J. Anderson 82010) Kein never sarrazin. In : Frankfurter Rundschau (07.09.2010), P.D7

اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے ان بچوں کو جرمن سکولوں میں مناسب معیاری تعلیمی و تدریسی سہولیات سے محروم کریا جاتا ہے۔

"The UN Special Rapporteur on racism criticized by German School System for its early Selection in separate educational tiers which put students whose mothertongue is not German at a disadvantaged Position[1]"ـہ

ترجمہ: اقوامتحدہ کے خصوصی نمائندہ برائے نسلی امتیازی سلوک نے جرمن سکول سسٹم پر تنقید کی ہے جہاں بچوں کی مادری زبان جرمن نہیں ان بچوں کو دوسرے بچوں سے الگ کر دیا جاتا ہے دوران تعلیم اور یہ بچوں کے ساتھ ابتدائی عمر میں امتیازی سلوک ہے۔

"According to a press release of the Islamic Organization IGMG and a Media report in February 2010 a tenth grade high School student was temporarily banned from attending School lessons because of her Muslim headscarf she was wearing a so- called Khimar a head Scarf that Covers also her upper body but not her face"[2]ـہ.

جرمنی کے سرکاری تعلیمی اداروں میں بھی مسلمان بچوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک انتہائی زیادہ ہے یہاں تک کہ ایسی چیزوں کی بناء پر بھی طلباء کو تعلیمی اداروں سے نکال دیا جاتا ہے جن کی قانون اور اخلاقیات اجازت نہیں دیتی۔

Hate Speech International Investigating Extremism UK"

Hating Muslims. Anti-Muslim hate crimes and ـے Terrorism, ۲۰۱۰ء-۲۰۱۴ء

کے نام سے ایک تحقیقی رپورٹ فروری ۲۰۱۵ء میں شائع کی جسے پروفیسر میتھیو فیلڈ نے تیار کیا تھا اس رپورٹ میں مغربی یورپ کے اندر مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک پر مبنی بڑھتے ہوئے جرائم کے بارے تجزیہ پیش کیا گیا اور ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۴ء تک جرمنی میں مسلمانوں کے خلاف پیش آنے والے اہم واقعات مندرجہ ذیل ہیں۔

Date	Place	Additional Information
Early June 2010	Berlin	An arson attempt was made at the Shehittik Mosque in Berlin, A

1) United Nation General Assembly/ Human Rights Council (2010) Report of the special Rapporteur on Contemporary forms of racism, racial discrimination, xenophobia and related intalerances, Gittu, Muigai, Mission to Germany, P.11.

2) H Sibum (2010), Die grobe Kleiderfrage, Der weten Online (10.02.2016)

		man, identified as Manuel k. in the German press, letter Confessed to this and Several other arson attempts targeting mosque in the German Capital Manuel k. was Convicted to 2 years and 9 months in prison, he was deemed mentally ill, and the prosecutor's office concluded that his motive was not Political[1].

1st Aug, 2010 Germany Berlin

Material was set on fire

outside a Collar Window the Shitilike Mosque

in Berlin. The fire only caused Minor

Damage. Manuel k.later 3 confessed to

this arson attempt[2].

10 Aug. 2016 Germany Berlin

"Another Minor attempt was made at the Shehittik Mosque. Manuel k. laster confessed to this arson attempt"[3].

20 Nov .2010 Germany Berlin:

"Another Minor attempt was made at the Shehittik Mosque this time through the use of a gas Flask. Manuel k. laster confessed to this arson attempt"[4].

1) Hating Muslims. Anti Muslim Hate crimes and Terrorism, Professor Mathew Feldman, 2010-2014 by Hating Muslims. Anti Muslim Hate crimes and Terrorism February 2015, P.18

2) Ibid, P.21

3) Hating Muslims. Anti Muslim Hate crimes and Terrorism, P.21

4) Ibid, P.21

8 Jan 2011 Germany Berlin

"An arson attack using a Firebomb was made at the Ahmadiyya Community Mosque in the Wilmesdrof district of Berlin.This attack was deemed the most serious of Manual K.S Series of arson attempts targeting Mosque" [1].

11 Aug 2014 Germany Berlin

"A Fire damaged a Mosque in Kreutzer, Berlin.The Police First believed the fire might have been caused by a technical fault bat in lateAugust stated that they believed the fire was started deliberately.A suspect A Jordanian citizen was arrested " [2].

1) Ibid, P.21

2) Ibid, P.29

فصل سوم:

برطانیہ میں مسلم اقلیت کو درپیش مسائل کا جائزہ

برطانیہ میں صدیوں سے مسلمان آباد ہیں اور ملکی ترقی اور قومی خدمت میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں۔ انگلینڈ میں آباد مسلمانوں میں سے زیادہ تر کے پاس انگلینڈ کی شہریت حاصل ہے اور وہ انگلینڈ کو اپنا ہوم کنٹری خیال کرتے ہیں اس کے باوجود مسلمانوں کو روزمرہ زندگی میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔

ایک تحقیق کے مطابق:

"2001 censes found that Muslim Population is 1.6 Million in UK More recent estimates suggest that population was 2.5 Million by 2010 and will Increase to over 5.5 Million By 2036......" ... [1].

ترجمہ: ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق انگلینڈ میں مسلمانوں کے آبادی 1.6 ملین تھی جبکہ ۲۰۱۰ء میں 2.5 ملین اور ۲۰۳۰ تک ایک اندازے کے مطابق 5.5 ملین تک بڑھ جائے گی۔

انگلینڈ میں مسلمانوں کی آبادی کی تاریخ کافی پرانی ہے مسلمان تین سو سال پہلے انگلینڈ میں آباد ہونا شروع ہوئے پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان کی آبادی بڑھتی چلی گئی۔ اب انگلینڈ میں عیسائیت کے اور اسلام سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے۔ سب سے پہلے یمن سے چند ماہی گیر انگلستان منتقل ہوئے۔

"Muslims first arrived in Britain over 300 years ago. Yemeni soldiers, arrived after the opening of the Suez Canal formed some of the oldest Muslim Communities in the Port cities of London Cardiff Liverpool and Southfields..[2].

ترجمہ: تین سو سال قبل نہر سویز کھلنے کے بعد مسلمان یمنی ملاح انگلستان پہنچے اور مسلمانوں کی سب سے قدیم رہائش گائیں بندرگاہوں والے شہروں لندن، کارڈف، لیورپول اور ساؤتھ شیلڈ میں تھیں۔

برطانیہ میں آباد مسلم اقلیت کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے ہے۔

۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق:

1) Pew Research Center, Global Religious futures Project, Pew Templetion Report 1615 street, NW, Suite 700 washing ton Dc 2003, P.7

2) Ansari H, the infidel with in, Muslims in Britain since, 1800ء, Hust and Co, Lodon, 2000ء, P:42

"Three quarters of Muslims (74 Percent) are from Asian ethnic Background predominantly Pakistani (43٪) and Bangladeshi (16٪) Indians (8٪) and other Asian (6٪). Eleven Percent white ethnic group of which 4٪ are of white British origin and 7 Present are from other white background........ 6 Percent Muslims are of black African origin mainly from north and east Africa...... then are also estimated to be up to 10,000 converters to Islam in Britain..."[1]

ترجمہ: 74٪ مسلمان ایشائی ممالک میں سے ہیں جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے جو پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں وہ 43٪ ہیں اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد 16٪ اور انڈین 8٪ دیگر ایشن 6٪ ہیں۔ 11٪ لوگ سفید فارم مسلمان ہیں ان میں سے 4٪ سفید برطانوی لوگ ہیں اور 7٪ دیگر سفید فارم 6٪ مسلمان سیاہ فارم افریقین ہیں۔۔۔ ان میں سے اکثریت شمالی اور مشرقی افریقہ سے ہیں۔۔۔ اور اس کے علاوہ دس ہزار برطانوی لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

جبکہ ۲۰۱۰ء میں Pew Research centre کی تحقیق کے مطابق انگلینڈ میں مسلمانوں کی آبادی کل آبادی کا 4.8٪ ہے۔ جو کہ ۲۹۶۰۰۰۰ بنتی ہے[2]۔

۲۰۱۱ء کی مردوم شماری کے مطابق انگلینڈ کی آبادی کی مذہبی اعتبار عددی تقسیم مندرجہ ذیل ہے۔

Religion	Total Population	Percent
Christian	33,243,175	59.3٪
Muslims	2,706,066	4.8٪
Hindu	816,633	1.5٪
Jewish	263,346	0.5٪
Buddhist	247,743	0.4٪
Any of the Religion	240,530	0.4٪
No religion	14,097,229	25.1٪
Religion not stated	4,038,032	7.2٪
All	56,075,912	100٪ [3]

1) Tafyal Choudhury and Helen Fenwick, Equality and Human Rights commission report, research report 72,the impact of counter Terrorism measures on Muslim communities Arnalde Center Manchester, 2011, P.46

2) Pew Research Center, Global Religious futures Project, P. 7

3) Census 2011, ONS Table KS209 EW

۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق انگلینڈ اور ویلز میں مسلمانوں کی تعداد جو ۲۰۰۱ء میں ۱۵۴۶۲۶ سے بڑھ کر ۲۷۰۶۰۶۶ ہو گئی ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۱ء میں مسلم آبادی کے اندر ۱۱۵۹۴۴۰ افراد کا اضافہ ہوا گو %74 اضافہ ہوا ہے۔ اور انگلستان میں عیسائیوں کے بعد سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ جن میں %47.2 مسلمان انگلینڈ میں پیدا ہوئے ہیں۔

اسلام انگلینڈ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے Pew ریسرچ سینٹر کے اندازے کے مطابق ۲۰۵۰ء تک مسلمان عیسائی اقلیت انگلینڈ میں آبادی مسلمان نسلی اعتبار سے مختلف Background رکھتے ہیں۔

Muslim				Muslim Population Change		
Ethnic Group	2001	%	2011	%	2001-2011	%
White	179,773	11.6%	2010620	7.8%	30847	2.7%
British	63042	4.1%	77272	2.9%	14230	1.2%
Irish	890	0.1%	1914	0.1%	1024	0.1%
Other White	115841	7.5%	131,434	4.9%	15593	1.3%
Mixed	64262	4.2%	102582	3.8%	38320	3.3%
White and Black Caribean	1385	0.1%	5384	0.2%	3999	0.3%
White and Black African	10523	0.7%	15681	0.6%	5158	0.4%
White and Asian	30397	2.0%	49689	1.8%	19292	1.7%
Other Mixed	21957	1.4%	31828	1.2%	9871	0.9%
Asian	1139817	73.7%	1830560	67.6%	690743	59.6%
Indian	131662	8.5%	197161	7.3%	65499	5.6%
Pakistani	657680	42.5%	102845	38.0%	370779	32.0%
Bangladeshi	259710	16.8%	402428	14.9%	142718	12.3 %
Chinese	752	0.0%	8027	0.3%	7275	0.6%
Other Asian	90013	5.8%	194485	7.2%	104472	9.0%
All Black	106345	6.9%	272015	10.1%	165670	14.3%
Black Caribean	4477	0.3%	7345	0.3%	1868	0.2%
Black African	96136	6.2%	207201	7.7%	111065	9.6%
Other Black	5732	0.4%	57469	2.1%	51737	4.5%

Other	56429	3.6%	290289	10.7%	2333860 20.2%
Arale	-------	------	178195	6.6%	178195 5.4%
Any other ethnic	56429	3.6%	112094	4.1%	55665 4.8%
All	1546626		2706066		115440[1]

مسلمانوں کی برطانیہ میں آبادی کی تاریخ کے بعد برطانیہ میں مسلم اقلیت کے ساتھ ہونے والے سلوک کو بیان کیا جاتا ہے۔ برطانیہ میں مسلم کمیونٹی کی صورتحال فرانس سے بھی ابتر ہے۔ باجود اس کے کہ مسلمان برطانیہ میں صدیوں سے رہ رہے ہیں اور دن رات اس ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تین سو سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمان پر امن طریقے سے یہاں رہ رہے ہیں اور قیام امن کے لئے مقامی آبادی اور حکومت کے ساتھ قدم بقدم کام کر رہے ہیں لیکن مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور مقامی لوگوں کے قبول اسلام کے رجحان نے حکومت وقت اور مختلف غیر مسلم تنظیموں کو پریشان کر رکھا ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کی افزائس شرح اور غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ مختلف ممالک سے مسلمان اگر اسی رفتار سے آباد ہوتے رہے تو ایک وقت آئے گا کہ برطانیہ کے بہت سے شہروں میں مسلمان اکثریت میں ہوں گے اور عیسائی اقلیت میں اس خوف کے نتیجے اور چند انتہاء پسند مسلمانوں کے دہشت گرد حملوں کو بنیاد بنا کر حکومت برطانیہ نے ایسی پالیسیاں بنائی ہیں جن کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مساوی اور توہین امیز سلوک بڑھتا جارہا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جارہا ہے تاکہ مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو روک دیا جائے اور برطانیہ میں قیام پذیر مسلمانوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ واپس اپنے ممالک میں منتقل ہو جائیں۔

برٹش میڈیا مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنے میں پیش پیش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی غیر مسلم آبادی مسلمانوں کو اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ خیال کرتی ہے[2]۔

انگلینڈ کی کل آبادی کا 22% لوگ بے گھر ہیں جن میں کچھ لوگ بے گھر افراد کے لئے بنائے گئے عارضی ہاسٹلز اور شیلٹرز میں رہتے ہیں جبکہ مسلم اقلیت میں بے گھر افراد کا تناسب 5.1% ہے۔

Establishment Type	All	%	Muslims	%
Prison Service	51659	5.5%	4838	15.5%
Approved Service	1150	0.1%	81	0.3%

1) Census 2001 . Ons Table S1048 Census 2011 ONS Table DC 220 IEW

2) Homeless and Prison Population

Detention Centre and other Detention	11565	1.2٪	1364	4.4٪
Hostells or Temporary Shelters for the homeless	20868	2.2٪	1587	5.1 ٪[1]

وزارت انصاف کے ڈیٹا کے مطابق جولائی ۲۰۱۳ء میں جیل خانہ جات میں کل ۸۶۰۶۷ قیدی بند تھے جو کل آبادی کا 0.15٪ بنتے ہیں جب کہ مسلم آبادی کا کل آبادی 4.8٪ ہے۔ لیکن جیلوں میں بند کل قیدیوں کا 13٪ صرف مسلمان اقلیت ہے، جبکہ کل آبادی کے مسلم تناسب کے لحاظ سے 0.42٪ مسلمان قید میں۔

Prison Population by religion

Religious Group	Prison Population	Prison Population as of All Prison Population	Religious Group Prison Population٪
Christian	43176	50.2	0.13
Muslims	11248	13.1	0.42
Hindu	456	0.5	0.06
Jewish	777	0.9	0.18
Buddhist	1756	2.0	0.67
Sikh	252	0.3	0.10
Other religious Group	1077	1.3	0.45
No Religion	25269	29.4	0.18
Not recorded	2037	2.4	0.05
All	86067		0.15 [2]

1) Ibid. P. 42

2) Population in Prison Establishments, June 2012 House of Commons Library Note SN/SG/4334, July 2013.

Deprivation

تقریباً نصف مسلمان آبادی(46٪ 1.22 ملین)10٪ سب سے زیادہ محرومی کا شکا ہے۔اور(1.7٪ یا46000) لوگ کم محرومی کی زندگی گزار رہے ہیں۔انگلینڈ کی" لوکل ڈسٹرک اتھارٹی" کے مطابق اور ان کو مختلف قسم کی محرومیوں کا سامنا کرنا پڑھا ہے۔

جس میں معاشی حالت،بے روزگاری، صحت، تعلیم،بے گھر ہونا، جرائم،اور ناگفتہ بے رہائش گاہیں شامل ہیں۔

Muslims and Deprivation by local Authority Districts

مندرجہ ذیل ٹیبل میںDeprivationمحرومی کو(IMD)اصطلاح سے واضح کیا گیا ہے۔

IMD: Index of Multiple Deprivation

10٪ Most Deprived Local authority Districts-England	Average (IMD) 2010	All	Muslim Population	Muslim Population as of ٪ of All Population
Liverpool	43.4٪	466415	15209	3.3
Hackeny	42.9٪	246270	34727	14.1
New ham	41.1٪	307984	98456	32.0
Manchester	41.0٪	503127	79496	15.8
Knowsley	40.4٪	145893	435	0.3
Black pool	39.6٪	142065	1061	0.7
Tower Hamlets	37.6٪	254096	87696	34.5
Middlesbrough	37.5٪	138412	9757	7.0
Birmingham	37.5٪	1073045	234411	21.8
Kingston upon Hill	37.3٪	256406	5447	2.1
Burnely	37.0٪	87059	8580	9.9
Sand well	36.1٪	308063	25251	8.2
Haringey	35.9٪	254926	36130	14.2
Islington	35.4٪	206125	19521	9.5
Waltham Forest	35.3٪	258249	56541	21.9

Stoke on Trent	35.2٪	249008	14993	6.0
Blackburn	35.2٪	147489	39817	27.0
Sanford	34.7٪	233933	6030	2.6
Hastings	34.5٪	90254	1159	1.3
Nottingham	34.4٪	305680	26919	8.8
Wolverhampton	34.4٪	249470	9062	3.6
Barbing and Dagenham	34.2٪	185911	25520	13.7
Rockdale	33.8٪	211699	29426	13.9
Hartlepool	33.7٪	92028	689	0.7
Leicester	33.6٪	329839	61440	18.6
Bradford	32.6٪	522452	129041	24.7
Helton	32.5٪	125746	267	0.2
Greenwich	31.9٪	254557	17349	6.8
Lambeth	31.2٪	303386	21500	7.1
Lewsiham	31.0٪	275885	17759	6.4
Barrow-in-Furness	30.9٪	69087	172	0.2
Penble	30.7٪	89452	15579	17.4
Hynburn	30.5٪	80734	8336	10.3
Brent	30.5٪	311215	58036	18.6
Total Population			1,217,958	[1]

Economically Active in Employment	All	٪	Muslims	٪
Employ-ed part times	5,70111	12.5٪	236,206	13.0٪
Employ-ed Full time	15,858,791	34.9٪	358,413	19.8٪
Self employed Part time	1,220,761	2.7٪	71,452	3.9٪
Self employed Full time	2,823,552	6.2٪	99,466	5.5٪

1) Ibid. P. 48

Full time Student	1,077353	2.4٪	65,759	3.6٪
(unemployed)	----	---	----	----
Unemployed	1,802,620	4.0٪	130,553	7.2٪
Full Time Student	334,167	0.7٪	37,801	2.1٪
(Economically Inactive)				
Retired	9,713,808	21.4٪	104959	5.8٪
Student	2397348	5.3٪	240248	13.3٪
Looking after Home Family or	1796520	3.9٪	247729	13.7٪
Long Term Sick/Disable	1783292	3.9٪	93179	5.1٪
Others	987457	2.2٪	125164	6.9٪
All (ages 16-74)	45496780		1810929	

اس رپورٹ سے علم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں برطانیہ کے اندر بے روزگاری کی شرح وہاں کے مقامی باشندوں کی نسبت (۲) دوگنا ہے۔ (7.2٪ Compard to 4.٪)[1]

برطانیہ میں مسلم اقلیت کو بلاوجہ حراست میں لینے اور جیلوں میں بند کرنے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے مسلم قیدیوں کی تعداد دیگر قیدیوں کی نسبت کافی زیادہ ہے۔

"In 2002 there were over 4000 Muslim prisoners in.The UK representing some 9٪ of the total Prison Population. Approximately 65 ٪ of Muslim Prisoners were men aged between 18 and 30 years.[125]"[2]

ترجمہ: ۲۰۰۲ء میں برطانیہ کی جیلوں میں (۴۰۰۰) چار ہزار مسلمان قیدی تھے جو کہ ٹوٹل قیدیوں کا ٪9 بنتے ہیں۔ ان قیدیوں میں ٪65 فرد تھے جن کی عمریں ۱۸ سے ۳۰ سال کے درمیان تھی۔

مسلمانوں کے ساتھ جیلوں میں ناروا سلوک برتا جاتا ہے۔ ان کو احکام شریعت کی ادائیگی سے روکا جاتا ہے جو کہ قیدیوں کے بین الاقوامی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

"It has been reported that Muslims Prisoners have been unable to perform their prayers on time or to regulate their meal-times during Ramadan (the Muslim month of fasting) [126].

---

1) Census2011 ONS Telele Dc 6205EW

2) Birt, Y., Drugs, Criminality and Muslims, Q-News, October 2000, P. P.15-17

Lack of provision of halal food in prisons has been an issue reported on many occasions in the British Muslims Montly Survey. (BMMs)"[1]

ترجمہ: یہ اطلاع دی گئی ہے کہ مسلمان قیدی نہ تو دوران قید وقت پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی ماہ رمضان میں وقت پر کھانہ کھاسکتے ہیں برطانوی مسلمانوں کے ماہانہ سروے میں اس مسئلے کو کئی بار رپورٹ کیا گیا ہے کہ مسلمان قیدیوں کو برطانوی جیلوں میں حلال کھانا میسر نہیں کیا جاتا۔

اس کے علاوہ پروفیسر ڈیوڈ ولسن(Professor David Wilson)

" نے اپنے تحقیقی مقالہ میں نتیجہ اخذ کیا ہے کہ برطانوی جیلوں میں عیسائی پادریوں کو قیدیوں کی روحانی تربیت کے لئے جیلوں میں جانے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن مسلمان اماموں کو مسلمان قیدیوں کی روحانی تربیت کے لئے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اکثر اوقات ان کو اس وقت تک جیلوں میں جانے نہیں دیا جاتا جب تک کہ وہ غیر روایتی لباس نہیں پہن لیتے"۔

"Muslims imams were the targets of Prison officers Racism and bullying Imams were made to stand in Line with inmates and denied access to prison key Which were given to chaplains from names such as coon Arabs and Paki. Attitude towards the imams only Improved when they made the effort to Fit in For example by wearing non-traditional clothes".[1]

ترجمہ: مسلمان اماموں کو جیل کے افسران مختلف طریقوں سے ہزیمت کا نشانہ بناتے ہیں۔ نسل پرستی کا طعنہ دے کر اماموں کو قیدیوں کے ساتھ لائن میں کھڑا کرتے ہیں اور جیل کی چابیاں دینے سے انکار کر دیتے ہیں جو چابیاں چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے پادریوں کو دی جاتی تھیں اماموں کو مختلف برے برے ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ جس طرح مکار (Coon) عرب اور پاکی۔

اماموں کے متعلق اس وقت رویہ قدرے بہتر ہوا جب انہوں نے اس ماحول کو اپنایا مثال کے طور پر روایتی لباس چھوڑ دیا۔

"IHRC, Press release: Suspension of Prision services Imams, 2December2001."

"Around Seven Percent of Muslims and Six Percent of Buddhists and Hindus were students inemployment compared with three percent of Christians.

Jewish people and those with other religious affiliations 17 Percent of economically active Muslims were un-employed (including unemployed students) Compared with around six

---

1) Khan, S.M., Muslims in Prison, Q-news, October, 2000 p.9") "BMMs, June 2001, PP. 4-5.

percent of Christians and nine percent of people with no religion. The religion with the smallest Proportion of people in this category was Jewish at four Percent."[1]

ترجمہ: تقریباً 7٪ مسلمانوں طالب علم اور 6٪ بدھ مت اور ہندو مت بر سرِ روزگار تھے جبکہ 3٪ عیسائی طالب علم بر سرِ روزگار تھے اس کے علاوہ یہی شرح یہودی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلباء میں ہے 17٪ مسلمان بے روزگار ہیں جو معاشی طور پر (Active) ہیں۔ اس کے مقابلے میں بے روزگاری کی شرح عیسائیوں میں 9٪ اور کسی بھی مذہب سے تعلق نہ رکھنے والے لوگوں میں 7٪ ہے۔ سب سے کم شرح بے روزگاری یہودیوں میں تھی جو محض 4٪ تھی۔

"Tell Mama Reporting 2013/14" کے مطابق

"The Crime Survey for England and Wale's (CSEW) provides an estimate for the Number of hate crimes per year. The majority of these crimes are racially motivated. Not all of these hate crimes will come to the attention of the Police so the number of offences recorded by the police is lower than in the CSEW: (2011/12 to 2012/13)

ترجمہ: انگلینڈ اور ویلز میں کرائم سروے رپورٹ یہاں ہر سال ہونے والے جرائم کا تخمینہ مہا کرتی ہے۔ ان میں سے اکثر جرائم نسلی پرستی سے متعلق ہوتے ہیں تمام جرائم کی اطلاع چونکہ پولیس کو نہیں دی جاتی لہذا (CSEW) کے مطابق پولیس ریکارڈ سے زادہ جرائم ریکارڈ کیے گئے ہیں۔

Estimated number of hate crimes	**278000 Per Year**
Racially or religiously motivated hate crimes	185000 Per Year
(Police) Recorded crimes 2012/13.	
Total number of hate crimes	42439 Per Year
Racially or religiously aggravation offences	30234 Per Year
Dections 2012/2013	
Racially or religiously aggravation offences	13768PerYear

Courts Proceedings (2012)

Racially or religiously aggravation offences 8898 Persons

1) Office for National Statistics, Full story: What does the Census tell us about religion in 2011, 16 May 2013, P. 15

(Convictions) 2012

Racially or religiously aggravation offences 6458 Persons[1]

"CSEW" کے مطابق 2011/12 to 2012/13 تقریباً (287000) سالانہ Hate Crime ریکارڈ کے لئے۔ نسل پرستی یا مذہبی بنا پر جرائم کی شرح (18500) رہی پولیس کے کرائمز ریکارڈ کے مطابق 2012/13 میں کل (42236) واقعات ریکارڈ کے لئے۔ مذہبی اور نسل پرستی کی بنا پر جرائم کی تعداد (30234) رہی 2012/13 میں گرفتاریاں مذہبی اور نسلی جرائم کی بنا پر (13768)۔ عدالتی کاروائیوں میں مذہبی اور نسل پرستی کی بنا پر 989 افراد پر کاروائی کی گئی۔ 2012 میں مذہبی اور نسل پرستی کے جرائم کی بنا پر 6458 افراد کو سزا دی گئی۔

۱۱/۹ کے بعد انگلینڈ میں مسلمانوں پر نسل پرستی کی بنا پر حملوں میں بہت اضافہ ہے:

"After 9/11 and government response to such terrorist crimes. Muslims have been physically attacked and mosques vandalized or burnt in a number of countries. In the United Kingdom no less than eleven mosques were attacked after the London terrorist bombing on 7 July 2005 and in France five mosques were attached with explosives or put alight in 2006"[2]

ترجمہ: نائن الیون کے بعد حکومت نے دہشتگردی سے متعلق جرائم کا جواب دیا مختلف ممالک میں مسلمانوں پر جسمانی حملے ہوئے، مساجد کی بے حرمتی کی گئی اور کئی ایک مساجد کو آگ لگائی گئی انگلینڈ میں کم از کم گیارہ مساجد پر حملے ہوئے جب ۷ جولائی ۲۰۰۵ء میں لندن میں دہشتگردوں نے بم بلاسٹ کیے اور فرانس میں بھی پانچ مساجد پر حملے ہوئے اور آگ لگائی گئی۔

۲۰۰۷ء میں مسلمانوں پر حملوں کی شدت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔

"On August 23, 2007, The United Kingdom, in Southampton, a driver attempted to hit 30-year old woman wearing traditional Islamic dress and a headscarf[3]" .

---

1) Home office. Officer for national Statistics and Ministry of Justice. An Overview of hate Crimes in England and Wales", December 2013, P.8--- DR. Matthew Feldman Mark Littler, Tell MAMA Reporting 2013/14 Anti-Muslim overview, Analysis and "Cumulative Extremism." Teesside University, July 2014, P.27.

2) Thomas Hammar bergee Hate Crimes- the ugly Face of Racism, anti-semtism, anti-Gypsyism, Islamopobia and homophobia, view point the council of Europe commissioner for Human Rights, July 21, 2008

3) Driver Attempts to run women over, BBC News, August 21, 2007

ترجمہ: ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء جو برطانیہ کے علاقہ ساوتھ ہیپٹن میں ایک ڈرائیور نے ایک ۳۰ سال کی خاتون پر گاڑی چڑھانے کی کوشش کی کیونکہ خاتون اسلام کاروائتی لباس اور سر پر سکارف لیے ہوئی تھی۔

"May 15- 2007 in Meer brook Ismadin a 23 year old woman was repeatedly pouched in the face and head.......She believed that the motivation for the attack was the headscarf she was wearing" [1].

ترجمہ: پندرہ مئی ۲۰۰۷ء کو میر بروک میں ایک تئیس سالہ خاتون کے سر اور چہرے پر متواتر بین لگائی گئیں۔ اس کا یقین تھا کہ اس پہ حملہ اس وجہ سے کیا گیا کیونکہ اس نے اسلامی لباس پہنا ہوا تھا۔

۲۰۱۳ء میں برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور امتیازی سلوک کے واقعات میں 65٪ اضافہ ہوا ہے۔ ۲۰۱۳ء میں مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک کے واقعات میں سے چند ایک کو بطور حوالہ پیش کیا جاتا ہے: مندرجہ ذیل لسٹ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱) جسمانی تشدد ۲) مسلمانوں کی پراپرٹی پر حملے

Attack on Muslim Attack on Persons of Property or Institution Muslim Background

۳) زبانی بے عزتی اور بدکلامی:

Verbal abuse on Persons who are, or suspected of being, of the Muslim faith.

No.1 Assaults or attacks on persons of Muslims Background. مسلمانوں پر جسمانی حملے

i. "A Muslims woman named Umaimi Musa was assaulted by women while she sat with a pregnant friend, Mary Marandran in a Glasgow Park [2].

ii. Two Asian men, aged 25 and 21, were verbally and physically attacked in the early hours of 1 January 2013 by two men and one women after Leaving Pub in Kent [3].

iii. "Following an English Defence league demonstration in Cleckheeton on 17 March 2012 Seven Men were charged with Violent Disorder for acts Committed including hurling racist abuse at a motorist and his Passenger spitting on the Passenger throwing

1) Sarah Dunn, "Isma beaten by racist, 15, The Star, May 16, 2007

2) ENGAGE OSCE Submission (2013) - incident reference 1.27 P. 10

3) Kent News, 7 January 2013

a drink at their car and chasing another Asian man and Subsequently beating him When he fell to the ground"[1].

iv. "A 30 years old Asian woman was attacked in Colchester on 28 January 2013 when she was struck to the back of the head which Causing her to fall to the floor while her attacker shouted racist abuse at her"[2].

v. "A 78 years Asian Women was physically assaulted by a man who committed a string offences in Aylesbury on June 2013.

vi. A cyclist tried to pull off a Muslim woman's face veil as he rode past her near Victoria Park in Leicester on 26 May 2013.

vii. "The Victim was walking to the park with her family at the time of the incident. Two men on bikes rode toward them and one of the men reached out and grabbed the Victim veil as they rode post. The Victim managed to push him away and the men rode off"[3].

viii. "Ahmed Farhan was assaulted as he left a London Underground station on 18 August 2012. As he left the train. The Victim became wary of a group of men who stepped off the train"[4].

ix. "A 36 year old Asian taxi driver, Mohammad Afzal, was attacked and racially abused by three men after picking up a fare at a Pub in Glasgow on 24 May 2013"[5].

x. A 55 year old woman was brutally attacked on her way home in Mayfair, London, on 29 July 2-13; during Ramadan.

Response received by email from Abed Chouhury, Islamic Human Rights Commission, 28 August 2013.

No.2 Attacks on Muslim Property or institutions.-مسلمانوں کی مال وجائیداد پر حملے

i. A Pig's head was left outside a mosque in Newbury, Berkshire, on 23 2012[6].

---

1) ENGAGE OSCE Submission (2013) - incident reference 1.22 P.9

2) Daily Gazatte, 3 February 2013.

3) Leicester Mercury, 11 June 2013

4) News Shopper, 14 June 2013.

5) Freedom of information request, Police Scotland reference IM-FOI-2014-1797.

6) ENGAGE OSCE Submission (2013) - incident reference 2.16 Pg.15-16.

ii. "Two men and a women were sentenced for attacking bacon strips inside on 13 January 2013"[1].

iii. "A 43 year old man was charged with religiously aggravated harassment after leaving a Pigs head in the car park of North Jamia Mosque in Watford during evening Prayers on 21 February 2013"[2].

iv. "An investigation was launched by the North Wales Police after a garage behind Shafiul Islam home in shotton was torched on 2 April 2013"[3].

v. "Jamis Masjid Suafia Mosque in wake-Field was Vandalized with unspecified food thrown at the side of the building on 4 April 2013"[4].

vi. "The letters (EDL) were daubed in grey pain on a Mosque in Bedminster and in red Paint on a Sikh temple in Red field. Both were vandalized with the graffite between 21 and 25 September 2012[5]".

vii. "Two men were arrested on suspicion of criminal damage after window of a mosque on Agbring Road in Wakefield. West Yorkshire was Smashed in May 2013[6]".

viii. "Strips of bacon were left at the entrance of Shah Jalal Mosque in Cardiff on 22 May 2013"[7].

ix. "The Windows of Mosque in Grimsby were damaged following a Party 02 23 May 2013. A number of Parked Vehicles were also damaged and bins were overturned[8]."

x. "A Fast-food outlet in east London owned by a Muslim family was attacked on the night of 23 May 2013"[9].

---

1) The Scotman, 4 February 2013.

2) Muslim News, 31 March 2013.

3) BBC News, 21 May 2011.

4) Wakefield Express, 11 April 2013.

5) Freedom of Information request.

6) Wakefield Express, 18 May 2013.

7) Wales Online, 23 May 2013.

8) Grimsby Telegraph, 25 May 2013.

9) New ham Recorder, 24 May 2013.

Verbal abuse and Hate speech — مسلمانوں کو زبانی برا بھلا کہنا اور بد کلامی۔

i. “A man who tore pages from his Copy of the Quran at a bookstall in Leicester City Center was Charged with religiously aggravated in intentional harassment alarm or distress by demonstrating hostility based on membership of a Particular group of 12 May 2012”[1].

ii. “Two men and a woman Burst in to the Nair Mosque in Hartlepool and Shouted racial abuse on the evening of 5 February 2013. They entered the Mosque through the main entrance and caused a distribution by shouting during Prayer them. When asked to leave, the group became racially abusive towards worshippers”[2].

iii. “An unidentified woman hurled racial abuse at passenger on a London under-ground tube which was filmed by a fellow Passenger and Posted onto YouTube Promoting an Investigation by British transport police”[3].

iv. “A 48 year old man passed a series of offensive messages on Facebook encouraging People to attack businesses run by Muslims”[4].

“A 24 year old woman passed racist comments on Facebook in June 2013.

Michaela Turner Posted the Comment: Feeling like Burning down some Mosques in Portsmouth, anyone want to join me“[5].

v. “A 25 year old man .posted a message on Facebook about a Mosque in Grimsby being burned down on 24 May 2013”[6].

vi. “A man was convicted of racially aggravated offences after threatening to burn down a Mosque[7]”.

---

1) Leicester Mercury, 11 January 2013.

2) “Lon watch, 16 February 2013.

3) Daily Mail, 22 April 2013.

4) Ibid. 23 May 2013.

5) The Guardian, 14 June 2013.

6) Grimsby Telegraph, 18 July 2013.

7) Cambridge News, 16 August 2013.

vii. "A drunken woman and a man hurled Racist abuse at staff in take way shop in cleethorpes on 4 June 2013"[1].

viii. "Football Fans allegedly tore out pages from a copy of the Quran and ripped them to Pieces during a Club match at middles brought Football club on 7 December 2013"[2].

ix. "An arson attack on a proposed mosque in Bristol was advocated in Comments posted on the webpage of the English Defence League Bristol Division on 4 December 2013. Islamophobia watch, 11 December 2013"[3].

۲۰۱۳ء میں برطانیہ میں مسلمانوں پر جسمانی تشدد پراپرٹی کو نقصان پہنچانے اوران پر جملے کسنے اور نازیبا الفاظ استعمال کرنے کے واقعات اس قدر کثرت سے رونما ہوئے ہیں، کہ ان سب کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ مندرجہ بالا واقعات اور حادثات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ برطانیہ میں مسلم اقلیت کو مذہبی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور سماجی زندگی میں کس قدر امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جارہا ہے، ۲۰۱۳ء[4] کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں ۲۰۱۳ء میں مسلمانوں کے خلاف جرائم کی شرح میں ۶۵ فیصد اضافہ ہوا ہے۔

برطانیہ میں ہر سال جرائم کی شرح میں بے تحاشا اضافہ ہورہا ہے خاص طور پر مسلم اقلیت کو غیر مساوی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے بین الاقوامی اور قومی قوانین کی جو موجودگی کے باوجود اقلیتوں کو درپیش مسائل کا مداواہ کرنے میں حکومت برطانیہ مکمل طور پر ناکام ہوئی ہے ۲۰۱۱ء میں کل جرائم میں ۲۵ فیصد جرائم مسلم اقلیت کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کے متعلق تھے۔

i. "In the United Kingdom, Police have been recording data on hate crimes since 2008 and 4 of the 43 Police forces also disaggregate the hate crimes into categories. In 2011 a total of 44361 incidents were registered. Additionally a minimum of 1773 cases were recorded as religious hate crimes. A further breakdown based on these official figures showed that 52 Percent of the cases were hate crimes targeting Muslims, white 26 percent target Jews and 14 percent targeted Christians"[5].

---

1) Grimsby Telegraph, 24 August 2013.

2) The Guardians, 28 February 2013.

3) The Bristol Post, 13 December 2013.

4) Office for democratic Institutions and hum-an Righrs (ODIHR) 2013 report.

5) Nigel Copsey et al. Anti- Muslims hate crimes and the far right (Middlesbrough: Tesside University, 2013), P.8

ترجمہ: U.K میں پولیس ۲۰۰۸ء سے "Hate Crime" کا Data ریکارڈ کر رہی ہے "۴۳" پولیس فورسز میں سے "۴" نے جرائم کو مجموعی طور پر درجہ بندی میں تقسیم نہیں کیا۔ ۲۰۱۱ء میں ۴۴،۳۶۱ واقعات درج ہوئے۔

اس کے علاوہ کم از کم "۳۷۷۱" مذہبی منافرت کے واقعات ریکارڈ ہوئے دفتری ریکارڈ کی جدید درجہ بندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۵۲ فیصد کیسز کا تعلق مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مبنی تھا جبکہ ۲۶ فیصد کا تعلق یہودیوں سے تھا اور ۱۴ فیصد کا تعلق عیسایوں سے تھا۔

ii. "The Authors of a university of Exter report on Anti-Muslim Hate crimes estimated that since 9/11 between 40 and 60 percent of British Mosque Islamic Centers and Muslim organizations have experienced at least one attack that could have been reported as a hate crime. They corresponding assert that between 100 and 200 hate crimes against mosques Islamic Centers and Muslim Organizations take Place every year, an estimate they describe as Probably highly Conservative"[1].

ترجمہ: یونیورسٹی آف ایکسٹر (Exeter) کے مصنفین نے مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مبنی جرائم کے متعلق ایک تحقیق میں تخمینہ پیش کیا کہ برطانیہ میں ۹/۱۱ کے بعد ۴۶ فیصد سے ۶۰ فیصد مساجد، اسلامک سینٹرز اور مسلم تنظیمیں، کم ازکم ایک ایک بار حملے کا شکار ہوئیں تحریری مواد یہ ظاہر کرتا ہے کہ برطانیہ میں ہر سال تقریباً (۱۰۰) سے (۲۰۰) کے درمیان مساجد، اسلامک سینٹرز اور مسلم تنظیموں کو حملوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ ایک اندازہ ہے جو ظاہر کرتا ہے۔ غالباً بہت زیادہ قدامت پسندی ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانیہ میں مسلمانوں کی عبادت گاہیں، دینی مراکز اور ان کی رہائش گاہیں مغربی انتہا پسندوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ یہ رپورٹ قدامت پرستی اور مذہبی انتہا پسندی وشدت پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو ظاہر کرتی ہیں۔

iii. "The dataset for 1st May 2013-28 February 2014 Includes 734 self-reported cases of these, there were 599 incidents of online abuse and 135 reported offline incidents. The offline incidents included 23 causes of assault and another 13 involving extreme violence- two fifths of all the cases (both online and offline) were associated with far right groups"[2].

---

1) Robert Lambert and Jonathan Githens-Mayer, Islamophobia And Anti-Muslim Hate crime (Exter: University of Exter/ European Muslim Reach Centre), P.104

2) Feldman and Littler, PP.3, 16.

" مندرجہ بالا رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ ۲۰۱۴ء میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کی نفرت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور مسلم اقلیتوں کو مغربی معاشرے میں پہلے کی نسبت کہیں زیادہ امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے"۔

Terrorism Act and Muslim community in U.K.

مغربی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس قدر نفرت پیدا کر چکا ہے کہ مقامی برٹش آبادی مسلمانوں کو اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ محسوس کرتی ہے برطانیہ حکومت میں دہشت گردی کے خوف کو بنیاد بنا کر ۲۰۰۰ء میں ایک قانون پاس کیا جس کا نام "Power of stop and search under the Terrorism Act 2000 Section 1"

اس قانون کے تحت پولیس کسی وقت کسی بھی شہری کو روک سکتی ہے، تلاشی لے سکتی ہے، حراست میں لے سکتی ہے اور اس سے پوچھ گچھ کرنے کے ساتھ گھر پر چھاپہ بھی مار سکتی ہے۔ اس قانون کی دو(۲) اہم شقیں ہیں(۴۴) S اور (S۴۳) اس قانون کا مقصد دہشت گردی کے ممکنہ حملے کے پیش نظر مشکوک افراد کو پکڑنا اور ان کی تلاشی لینا ہے۔ اس قانون کے نفاذ کے نتیجے میں سب سے زیادہ مسلمان آبادی متاثر ہوئی ہے۔

بلاوجہ مسلمانوں کو روکا جاتا ہے، ان کی توہین کی جاتی ہے اور پوچھ پڑتال کے بعد۔ سب سے زیادہ سرچ آپریشن، بندرگاہوں، بس سٹینڈز اور ہوائی اڈوں پر کیئے جاتے ہیں جہاں اہل خانہ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے مسلمانوں خصوصاً جنہوں نے داڑھیاں رکھی ہوتی ہیں یا خواتین جنہوں نے پردہ کیا ہوا ہوتا ہے، یا تو ان کی موقع پر ہی تلاشی لی جاتی ہے اور چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یا زیر حراست رکھنے کے بعد بغیر کسی چارج کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ۲۰۰۱ء سے لے کر ۲۰۰۹ء تک اس قانون کے تحت تقریباً(۵۵۰۰۰۰) ساڑھے پانچ لاکھ لوگوں کو حراست میں لے کر تفتیش و تحقیق کی گئی۔

Use of (S44) stop and Search Table

Year	(S44) Stops and	Arrests for	Conviction for
//	Searches	Terrorism	Terrorism offences S44
//	//	offences from S44	
2001/02	10,200	20	0
2002/03	32,000	19	0

2003/03	33,800	19	0
2004/05	37,000	64	0
2005/06	50,000	105	0
2006/07	42,800	28	0
2007/08	126,500	19	0
2008/09	210,000	9	0
Total	542,400	283	0 [1].

ان دس(۱۰)سالوں میں (۵۵۰۰۰۰)ساڑھے پانچ لاکھ لوگوں کو روکا گیا اور تلاشی لی گئی لیکن ایک شخص کو بھی سزا نہیں دی گئی گویا کہ ان ساڑھے پانچ لاکھ لوگوں کو بلاوجہ تنگ کیا گیا جولائی ۲۰۱۰ء میں یہ قانون معطل کر دیا گیا۔

(European convention on human rights:The right to Respect for private and family Lifeکے آرٹیکل)

کی خلاف ورزی ہے کہ کس قدر منافقانہ رویہ ہے کہ دس(۱۰)سال تک یورپی یونین کی انسانی حقوق کی عدالت کو اس قانون کو ختم کرنے کا خیال نہیں آیا یہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور یہ قانون محض مسلمان اقلیت کو تنگ کرنے کے لئے نافذ کیا گیا۔

Terrorism Act 2002

کی شیڈول(۷)کے تحت(۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۴ء تک زیر حراست لیئے گئے افراد کا ریکارڈ کچھ یوں ہے۔

Examined More than 1 Hour

	2010/11	2011/12	2012/13	2013/14
White	14%	12%	14%	11%
Black	15%	14%	14%	19%
Asian	45%	36%	33%	32%

1) Tufyal Choudary and Helen Fenwick Equality and Human righys Commission report, rearch Report 72, the impact of Counter terrorism measures on Muslims Communities, Arnalde Centre Manchester, 2011, P.93-94.

Other	20%	24%	25%	25%
Mixed/not stated	6%	14%	15%	13% [1].

"Home office of UK" کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۳ء میں انسدادِ دہشت گردی کے ایکٹ کے تحت جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور فرد جرم عائد کی گئی ان کا ریکارڈ کچھ اس طرح ہے۔

2013ء	White	Black	Asian	Other	N/K
%Terrorism-related	27%	18%	41%	6%	0%
Arrests	//	//	//	//	//
%Terrorism- related	49%	15%	33%	4%	0%
Charges	//	//	//	//	//
%Terrorism- Related	55%	23%	18%	5%	0%
Convictions	//	//	//	//	// [2].

مندرجہ بالا دونوں رپورٹس سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ انسداد دہشت گردی قانون کا سب سے زیادہ نشانہ ایشائی لوگوں کو بنایا گیا جن میں سے کثیر تعداد مسلمانوں کی ہے جبکہ فرد جرم عائد کیئے جانے کی شرح مقامی سفید رنگت والے لوگوں کی زیادہ رہی اس قانون کے تحت بھی بلاوجہ مسلمانوں کو تنگ کیا جاتا ہے جبکہ فرد جرم عائد کیئے جانے کی شرح ایشیائی لوگوں میں کافی کم ہے۔

1) David Anderson Q.C., The Terrorism Acts in 20013, " Report of the independent reviewer on the Operation of the terrorism Act 2000ء and part 1 of the Terrorism Act 2006ء

2) Home office, operation of Police Powers Under TA 2000 and Subsequent Legislation % June 2014, Tables 11.

باب ششم:

اسلام کی عالمگیریت اور اسلاموفوبیا

فصل اول: اہل مغرب کا اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ اور حقائق

فصل دوم: اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت اور حدود و قیود

فصل سوم: یورپ میں بسنے والی مسلم اقلیت کے لئے راہنما خطوط

فصل اول:

اہل مغرب کا اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈا اور حقائق

مغرب میں قبولیت اسلام کے بڑھتے ہوئے رجحان سے خوفزدہ ہو کر اہل مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میڈیا وار شروع کر دی ہے۔ اس وقت مختلف مغربی ممالک کی مقامی آبادی میں شرح پیدائش گھٹتی جارہی ہے اور مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کی شرح پیدائش مقامی آبادی کی نسبت زیادہ ہے۔ مختلف اداروں کی سروے رپورٹس میں واضح طور پیشن گوئی کی جارہی ہے کہ بہت ہی کم عرصے میں مختلف مغربی ممالک خاص طور پر جرمنی، فرانس اور برطانیہ کے مختلف شہروں میں مسلم آبادی اکثریت اختیار کر جائے گی اور مقامی لوگ اقلیت میں ہوں گے۔

اس خوف کے رد عمل میں اہل مغرب اسلام کا امیج خراب کرنے اور مسلمانوں پر دباؤ بڑھانے کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میڈیا کا ہتھیار استعمال کر کے مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ دور میڈیا کا دور ہے اور یہ وقت جسمانی جنگ کا نہیں بلکہ ذہنی جنگ کا ہے اور مغرب اس جنگ کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پوری طاقت سے لڑ رہا ہے۔

تمام دنیا کے بڑے اخبارات، رسائل و جرائد ریڈیو ٹی وی چینلز اور ڈش و کیبل نیٹ ورکس اہل مغرب خاص طور پر اہل یہود کے قبضہ میں ہیں اور وہ اپنی مرضی سے عوام کی ذہن سازی کے لئے جیسے چاہتے ہیں کسی چیز کی تصویر کشی کر کے پیش کرتے ہیں۔

میڈیا کا استعمال کر کے حقائق کو مسخ کیا جاتا ہے اور لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں سے بد دل کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کم دینی تعلیمات رکھنے والے اہل علم بھی میڈیا سے متاثر ہو رہے اور منفی مغربی میڈیا کی خواہش کے مطابق اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

مغربی میڈیا مختلف موضوعات کو خاص طور پر بنیاد بنا کر اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کر رہا ہے مثلاً اسلام انسان کو بنیادی حقوق سے محروم رکھتا ہے جبکہ مغرب نے انسان کو بنیادی حقوق اور آزادیوں سے نوازا ہے۔ اسلام میں عورت ادھوری ہے اور عورت کو مرد سے مساوی حقوق حاصل نہیں ہیں مغرب میں عورت مرد کے مساوی ہے اور اسے

برابری کی سطح پر تمام انسانی حقوق حاصل ہیں۔ یہ بھی اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام انتہاپسندی کی تعلیمات پر مبنی دین ہے اور یہ نعوذ باللہ دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے وغیرہ۔

یہ وہ بڑے اعتراضات ہیں جن کی بنیاد پر اہل مغرب مسلمانوں کے خلاف اور اسلام کے خلاف میڈیا وار شروع کیے ہوئے ہیں۔ جبکہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔

اسلام میں بنیادی انسانی حقوق کا مغربی بنیادی انسانی حقوق کے عالمی منشور کے ساتھ تقابلی جائزہ

(Universal declaration of human rights 1948)

یہ وہ منشور ہے جس کی بنیاد پر اہل مغرب کو فخر ہے کہ اس میں تمام بنیادی انسانی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس منشور میں موجود حقوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک حصہ میں معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق ہیں جبکہ دوسرے حصے میں شہری اور ریاستی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے اس منشور میں جتنے حقوق کا بھی ذکر کیا گیا ہے وہ اقوام متحدہ کے پہلے منشور میں موجود ہیں لیکن اس میں ان سب کو ایک جگہ پر یکجا کیا گیا ہے اور اس منشور کا خاکہ بہت حد تک اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس عالمی منشور کو اہل مغرب ایک بے مثال شاہکار قرار دیتے ہیں اور ہر سال اس کی سالگرہ پوری دنیا میں بڑے جوش و جذبے سے منائی جاتی ہے۔ حالانکہ اس منشور کا زیادہ سے زیادہ صرف اتنا فائدہ ہے کہ یہ انسانی حقوق کا ایک بلند معیار قائم کرتا ہے اور عالمی انسانی برادری کو اپنے حقوق کے تحفظ کا ارتکائی شعور بخشتا ہے۔ جبکہ اس منشور کی حیثیت صرف زبانی ہے حقیقت میں پوری دنیا میں کہیں بھی ان پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔

حقوق انسانی کے عالمی منشور ۱۹۴۸ء کا قرآن و سنت سے تقابلی جائزہ

یہ منشور تیس ارٹیکلز پر مشتمل ہے۔ جن کا فرداً فرداً تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

Article 1

"All human beings are born free and equal in dignity and rights. They are endowed with reason and conscience and should act towards one another in a spirit of brotherhood" [1]

ترجمہ: تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور منصب و مرتبے اور حقوق میں سب برابر ہیں۔ انھیں عقل و ضمیر سے نوازا گیا ہے، اس لئے ان میں سے ہر کسی کو دوسرے سے برادرانہ سلوک کرنا چاہیے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

1) Universal declaration of human rights, UN. Office Of the High Commissioner for Human Rights Declaration 1948, Niu. Iork UN, 1995, P:1

﴿ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى ﴾[1]

ترجمہ: بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

حضور ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

« لا فضلَ لعربيٍّ على عجميٍّ ، ولا لعجميٍّ على عربيٍّ ، ولا لأبيضَ على أسودَ ، ولا لأسودَ على أبيضَ إلَّا بالتَّقوى»[2]

ترجمہ: کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضلیت حاصل نہیں ہے اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر سوائے تقویٰ کے۔

ارٹیکل نمبر ۲

Article 2

"Everyone is entitled to all the rights and freedoms set forth in this declaration, without distinction of any kind.."[3]

ترجمہ: ہر انسان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جن کا ذکر اس منشور میں کیا گیا ہے بغیر کسی امتیازی سلوک کے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٍ وَٰحِدَةٍ﴾[4]

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ، مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتْنَ»[5]

---

۱) سورۃ الحجرات:۱۳/۴۹

۲) مسند امام احمد، رقم:۲۳۵۳۶، ص:۴۱۱/۵

3) Universal declaration of human rights, P:2

۴) سورۃ النساء:۱/۴

۵) سنن ابی داود، رقم:۵۱۱۶،۵، ۲۲۹/۵

ترجمہ: بے شک اللہ نے تم سے جاہلیت اور اباواجدا پر فخر دور کر دیا ہے مومن پاکباز متقی اور فاجر بدبخت ہوتا ہے، تم آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ کو مٹی سے بنایا گیا لوگوں کو چاہیے کہ آباواجداد پر فخر چھوڑیں یقیناً وہ تو جہنم کے ایندھن ہیں۔

ارٹیکل نمبر ۳

Article 3

"Everyone has the right to life liberty and security of person."[1]

ترجمہ: ہر انسان کو زندگی، آزادی اور تحفظ کا حق حاصل ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ﴾[۲]

ترجمہ: جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچائے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

ارٹیکل نمبر ۴

Article 4

"No one shall be held in slavery or servitude slavery and the slave trade shall be prohibited in all their forms"[3]

ترجمہ: کسی کو بھی نہ تو غلام بنایا جائے گا نہ ہی محکوم رکھا جائے گا اور کسی بھی انداز میں غلاموں کی تجارت ممنوع ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰكُمْ﴾[۴]

---

1) Universal declaration of human rights 1948,p:3

۲) سورۃ المائدہ:۵/۳۲

3) Universal declaration of human rights 1948,p:4

۴) سورۃ النور:۲۴/۳۳

ترجمہ: اور تمہارے زیر دست (غلاموں اور باندیوں) میں سے جو مکاتب (کچھ مال کما کر دینے کی شرط پر آزاد) ہونا چاہیں تو انہیں مکاتب (مذکورہ شرط پر آزاد) کر دو اگر تم ان میں بھلائی جانتے ہو، اور تم (خود بھی) انہیں اللہ کے مال میں سے (آزاد ہونے کے لئے) دے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔

جب ایک قبطی نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی حضر عمرو بن العاصؓ کے بیٹے کے ظلم کے بارے میں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

(متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا)

ترجمہ: "تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا دیا ہے حالانکہ ان کی ماوں نے ان کو آزاد جنا"۔[1]

ارٹیکل نمبر ۵

Article 5:

"No one shall be subjected to torture or to cruel, inhuman or degrading treatment or punishment"[2]

ترجمہ: کسی بھی شخص کو تشدد، ظلم و ستم، غیر انسانی یا توہین امیز سلوک و سزا کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

﴿ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ﴾[3]

ترجمہ: اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام (رکھو) ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

«اتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُماتٌ يَوم القِيامَةِ، واتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهلكَ مَن كَانَ قَبلَكُم»[4]

ظلم سے بچو بے شک ظلم قیامت کے کی تاریکیوں میں سے ہے اور کنجوسی سے بچو بے شک کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔

---

۱) تاریخ الطبری، ۸۸/۲

2) Universal declaration of human rights 1948,p:5

۳) سورۃ الحجرات: ۱۱/۴۹

۴) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، رقم: ۱۹۹۶/۲۵۷۸،۴

Article 6

"Everyone have the right to recognition everywhere as a person before the law "[1]

ترجمہ: قانوناً ہر کسی کو حق حاصل ہے کہ ہر جگہ اس کی ذاتی پہچان ہو اور اس کی الگ حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

﴿ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ﴾[2]

ترجمہ: تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں جب فاطمہ نامی عورت کو چوری کے وجہ سے حد لگنے لگی تو حضرت اسامہ بن زید نے حضور ﷺ سے سفارش کی کہ میں، عورت کو معاف کر دیا جائے کیونکہ وہ قریش کے ایک معزز خاندان کی عورت تھی۔ جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا:

«أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ؟» پھر منبر پر چڑھ کر فرمایا:

« أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ ، وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»

ترجمہ: "اے لوگو! بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے گمراہ ہو گئے کیونکہ جب ان میں سے کوئی معزز چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد لاگو کرتے اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو حضرت محمد ﷺ اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتے"۔[3]

Article 7

"All are equal before the law and are entitled without any discrimination to equal protection of the law."[4]

ترجمہ: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بلا کسی لحاظ و امتیاز کے یکساں قانانی تحفظ کے حقدار ہیں۔

قرآن پاک میں ہے۔

1) Universal declaration of human rights 1948,p:6

۲) سورۃ النساء:۴/۵۸

۳) الصحیح البخاری، کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاع فی الحد اذا رفع الی سلطان، ۸/۱۹۹

4) Universal declaration of human rights 1948,p:7

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ ٱلْأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِٱلْعَدْلِ ﴾[1]

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہیں لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔

«والرسول خرج اثنا مرضه الذى توفى فيه فصعدالمنبر وقال: أَيُّهَا النَّاسُ من جَلَدْت لَهُ ظَهْرًا فَهَذَا ظَهْرِي فَلْيَسْتَقِدْ مِنْهُ، وَمَنْ كُنْتُ أَخَذْتُ لَهُ مَالًا فَهَذَا مَالِي فَلْيَأْخُذْ »[2]

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ اس مرض کے دوران نکلے جس میں محمد ﷺ کی رحلت ہوئی اور منبر پر جلو فروز ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! جس کی پیٹھ پر میں نے مارا ہو آؤ میری پیٹھ حاضر ہے وہ بدلہ لے، اور جس کسی سے میں نے مال لیا ہو تو یہ میرا مال حاضر ہے تو اس میں سے لے لے۔

Article 8

"Everyone has the right to an effective remedy by the competent national tribunals for acts violating the fundamental rights granted him by the constitution or by law"[3]

ترجمہ: ہر فرد کو آئین یا قانون کے ذریعے ملنے والے بنیادی حقوق کے منافی قوانین کے خلاف بااختیار قومی ٹربیونل کے ذریعہ موثر چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔

جب حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ مقرر کیے گئے تو پہلا خطبہ دیا۔

(أيها الناس أني وليت عليكم ولست بخيركم فإن أحسنت فأعينوني وان اسأت فقوموني)[4]

ترجمہ: اے لوگو! مجھے تم پر ولی بنایا گیا ہے اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں ٹھیک کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلط کروں تو مجھے روکنا۔

Article 9

"No one shall be subjected to arbitrary arest, detention or exile"[5]

---

۱) سورۃ النساء: ۵۸/۴

۲) تاریخ الامم والموک، محمد بن جریر طبری، ط: المطبعۃ الحسفیۃ المصریۃ ۱۹۱/۳

3) Universal declaration of human rights 1948,p:8

۴) الامامۃ، والسیاسۃ، الدینوری، ۲۲/۱، // والکامل فی التاریخ، الامام علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی، المعروف بابن الاثیر، دار صادر بیروت، ۳۲۳/۲

5) Universal declaration of human rights 1948,p:9

ترجمہ: اور کوئی شخص بلاجوازنہ تو گرفتار کیا جائے گا، اور نہ ہی نظر بند یا جلاوطن کیا جائے گا۔

قرآن حکیم میں ہے۔

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴾[1]

ترجمہ: جس نے کوئی نیک عمل کیا سو اپنی ہی جان کے (نفع) لیے اور جس نے برائی کی تو (اس کا وبال بھی) اسی پر ہے۔

Article 10

"Everyone is entitled in full equality to a fair and public hearing by an independent and impartial tribunal in the determination of his rights and obligation and of any criminal charge against him"[2]

ترجمہ: ہر شخص کو اپنے بنیادی حقوق و فرائض کے تعین یا اپنے خلاف عائد کردہ الزامات سے برات کے لئے آزاد وخود مختار اور غیر جانبدار ٹربیونل میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا یکساں حق حاصل ہو گا۔

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ﴾[3]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ۔

اسلام ہر کسی کو اپنے اوپر لگے ہوئے الزامات سے بریت کا مکمل حق دیتا ہے وہ آزادانہ طور پر صفائی بیان کرنے کا حق رکھتا ہے۔ جیسے حضرت علیؓ نے یہودی کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے میری زرہ چوری کی ہے تو قاضی شریح نے حضرت علیؓ کے بیٹے اور غلام کی گواہی اسلامی قوانین گواہی کی روشنی میں قبول نہ کی اور زرہ یہودی کو ہی واپس کر دی۔

Article 11

I. "charged with a penal offence has the right to be pressured innocent until proved guilty according to law in a public trial at which he has had all the guarantees necessary for his defence.

---

۱) سورۃ الجاثیہ:۴۵/۱۵

2) Universal declaration of human rights 1948,p:10

۳) سورۃ المائدۃ:۵/۸

II. No one shall be held guilty of any penal offence on account of any act or omission which did not constitute a penal offence under national or international law at the time when it was committed. No small or heaver penalty be imposed than the one that was applicable at the time the penal offence was committed”[1]

۱) ترجمہ: ہر ایک فرد جس پر تعزیری جرم کا الزام ہے، اس بات کا مستحق ہے کہ اسے بے قصور گردانا جائے تا وقت یہ کہ اسے کھلی عدالت میں قانون کے مطابق مجرم ثابت کر دیا جائے جہاں اسے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا پورا موقعہ فراہم کیا گیا ہو۔

۲) ترجمہ: کسی فرد کو نہ کسی ایسے ارادی یا غیر ارادی فعل کی بنا پر کسی قومی یا بین الاقوامی قانون کے تحت قابل تعزیر نہ سمجھا جائے گا نہ اس کو جرمانہ یا تاوان اس سے زائد عائد کیا جاسکے گا جو ارتکاب جرم کے وقت قابل اطلاق تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ﴾[۲]

ترجمہ: زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ ﴾[۳]

ترجمہ: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی (گناہ کا) بوجھ لدا ہوا شخص اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے کسی کو پکارے گا بھی تب بھی اس کے بوجھ کا کچھ بھی حصہ اٹھانے کیلئے کوئی تیار نہ ہو گا۔

﴿ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾[۴]

ترجمہ: اور ہر شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کو بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

Article 12

---

1) Universal declaration of human rights 1948,p:11

۲) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۲

۳) سورۃ فاطر:۳۵/۱۸

۴) سورۃ الانعام:۶/۱۶۴

"No one shall be subjected to arbitrary interference with his privacy family home or correspondence nor to attacks upon his honour and reputation--"[1]

ترجمہ: کسی فرد کی خلوت، گھر، خاندان معاملات اور خط و کتابت میں بلا جواز مداخلت نہیں کی جاسکے گی اور نہ اس کی عزت و شہرت کو مجروح کیا جائے گا۔

﴿ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا ﴾[۲]

ترجمہ: اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔

« قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْفَعُوا الْحُدُودَ مَا وَجَدْتُمْ لَهُ مَدْفَعًا»[۳]

(لوگوں پر) حدود کے نفاذ سے بچو جہاں تک بچنا ممکن ہو۔

Article 13

"Everyone has the right to freedom of movement and residence with in the boarders of each state. Everyone has the right to leave any country including his own and to return to his country"[4]

ترجمہ: ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود میں نقل و حرکت اور رہائش اختیار کرنے کا آزادانہ حق ہے۔ یہ ہر شخص کا حق ہے کہ وہ جب چاہے اپنے ملک سمیت کسی بھی ملک کو چھوڑ سکتا ہے اور جب چاہے اپنے ملک واپس آسکتا ہے۔

﴿ وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ يَجِدْ فِي ٱلْأَرْضِ مُرَٰغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِنۢ بَيْتِهِۦ مُهَاجِرًا إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ثُمَّ يُدْرِكْهُ ٱلْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُۥ عَلَى ٱللَّهِ ﴾[۵]

---

1) Universal declaration of human rights 1948,p:12

۲) سورۃ النور:۲۴/۲۷

۳) سنن ابن، کتاب الحدود، باب الستر علی المومن ودفع الحدود بالشھات، رقم:۲۵۴۵،۲/۸۵

4) Universal declaration of human rights 1948,p:13

۵) سورۃ النساء:۴/۱۰۰

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسر اوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر راستہ ہی میں اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمّے واجب ہو گیا۔

﴿ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾[1]

ترجمہ: کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی تم اس میں ہجرت کر جاتے۔

اسلام نے ہر شخص کو ملک اور بیرون ملک نقل و حرکت کا مکمل حق دیا ہے اور کسی کو ظلم و زیادتی کا شکار بنا کر گھر سے نکالنا بہت بڑا جرم قرار دیا ہے۔

﴿ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَـٰرِهِمْ تَظَـٰهَرُونَ عَلَيْهِم بِٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ﴾[2]

ترجمہ: تم اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہو ظلم و زیادتی کے ساتھ۔

Article 14

"Everyone has the right to seek and enjoy in other countries asylum from persecutions. This right may not be involved in the case of prosecutions genuinely arising from non-political crimes or from acts contrary to the purpose and principles of the United Nations".[3]

۱) جس بھی شخص پر ظلم و ستم ہو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ دوسرے ممالک میں سیاسی پناہ لے سکتا ہے۔

۲) البتہ غیر سیاسی جرائم یا ایسے اعمال جو اقوامِ متحدہ اصولوں اور مقاصد کے برعکس ہوں ان سے بچاؤ کے لیے اس حق کو استعمال نہیں کیا جاسکے گا۔

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ ﴾[4]

ترجمہ: اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ ﷺ سے کوئی پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ دے دیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

---

۱) سورۃ النساء:۴/۹۷

۲) سورۃ البقرہ:۲/۸۵

3) Universal declaration of human rights 1948,p:14

۴) سورۃ التوبۃ:۹/۶

﴿فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾[۱]

ترجمہ: پس جن لوگوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیے اور (اسی کے باعث) اپنے گھروں سے نکال دیے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور میرے خاطر لڑے اور مارے گئے تو میں ضرور ان کے گناہ (ان کے نامہ اعمال) سے مٹا دوں گا اور انہیں یقیناً ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔

Article 15

1) "Everyone has the right to a nationality.

2) No one shall be arbitrarily deprived of his nationality nor denied the right to change his nationality"[2]

ترجمہ ۱- : ہر فرد کو شہریت حصول کا حق ہے۔

۲- کسی کو بھی بغیر جواز کے شہریت کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا اور تبدیلی شہریت کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾

ترجمہ: " اللہ نے ایسے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے (جس کا ایفا اور تعمیل امت پر لازم) جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ انہیں کو زمین میں خلافت (یعنی امانت اقتدار کا حق) عطا فرمائے گا جب کہ اس نے ان لوگوں کو (حق) حکومت بخشا تھا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لئے ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے (غلبہ واقتدار کے ذریعہ) مضبوط و مستحکم فرما دے گا اور وہ ضرور (اس تمکن کے باعث) ان کے پچھلے خوف کو (جو ان کی سیاسی، معاشی اور سماجی کمزوری کی وجہ سے تھا) ان کے لئے امن و حفاظت کی حالت سے بدل دے گا"۔[۳]

---

۱) سورۃ آل عمران:۳/۱۹۵

2) Universal declaration of human rights 1948,p:15

۳) سورۃ النور:۲۴/۵۵

Article 16

I. "Men and women of full age, without any limitation due to race nationality or religion have the right to marry and to find a friend. They are entitled to equal rights as to marry and its desolation.

II. Marriage shall be entered into only with the free and full constant of the intending spouses.

III. The family is the natural and fundamental group unit of a society and is entitled to protection by society and state" [1]

۱) ترجمہ: ہر بالغ مرد اور عورت کو بلا امتیاز، شہریت و مذہب شادی کرنے اور گھر بسانے کا حق حاصل ہے اور دونوں رشتہ ازدواج قائم کرنے میں اور ازدواجی حیثیت ختم کرنے میں برابر حق رکھتے ہیں۔

۲) ترجمہ: شادی کے لیے ضروری ہے کہ دونوں شادی کرنے والا مرد اور عورت اس پر رضامند ہوں

۳) خاندان کو معاشرے کے بنیادی رکن کی حیثیت حاصل ہے اس لیے اسے ریاست اور معاشرہ دونوں کے طرف سے مکمل تحفظ و سلامتی کی ضمانت حاصل ہے"۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ [۲]

ترجمہ: تم مشرک عورتوں سے ہر گز نکاح نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔

﴿ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا ﴾ [۳]

ترجمہ: تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان سے سکون حاصل کرو۔

دوسری روایت میں ہے:

«مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ» [۴]

ترجمہ: جو تم میں سے طاقت رکھتا ہے اسے نکاح کرنا چاہیے۔

Article 17

1) Universal declaration of human rights 1948,p:16

۲) سورۃ البقرۃ:۲/۲۲۱

۳) سورۃ الروم:۳۰/۲۱

۴) صحیح بخاری، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، ۵/۱۹۵، صحیح مسلم، باب استجاب النکاح، رقم:۱۴۰۰، ص:۲/۱۰۱۹

1) "Everyone has the right to own property alone as well as in association with others.

2) No one shall be arbitrarily deprived of his property" [1]

ترجمہ:- ہر شخص کو ذاتی جائیداد کیساتھ مشترکہ جائیداد رکھنے کا حق حاصل ہے۔

کسی بھی شخص کو بلاجواز اپنی جائیداد سے بے دخل نہیں کیا جاے گا۔

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[۲]

ترجمہ: اور تم ایک دوسرے کے مال کو ناحق نہ کھایا کرو اور نہ مال کو (بطور رشوت) حاکموں تک پہنچایا کرو تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم (بھی) ناجائز طریقے سے کھاسکو حالانکہ تمہارے علم میں یہ ہے (کہ یہ گناہ ہے)۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾[۳]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھایا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ»[۴]

ترجمہ: جس کو مال کی حفاظت مین قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔

Article 18

"Everyone has the right to freedom of thoughts, conscience and religion;" [5]

ترجمہ: ہر فرد کو فکر و خیال، ضمیر، عقیدہ و مذہب کی آزادی حاصل ہے۔

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾[٦]

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔

---

1) Universal declaration of human rights 1948,p:17

۲) سورۃ البقرۃ:۲/۱۸۸

۳) سورۃ النساء:۴/۲۹

۴) صحیح بخاری، باب من قتل مالہ، رقم:۲۲۴۸، ۲/۸۷۷

5) Universal declaration of human rights 1948,p:18

٦) سورۃ البقرۃ:۲/۲۵٦

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔

« مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ»[1]

ترجمہ: جس نے دین تبدیل کیا اسے قتل کر دو۔

Article 19

"Everyone has the right to freedom of opinion and expression this right includes freedom to receive and import information and ideas through any media and regardless of frontiers".[2]

ترجمہ: ہر فرد کو خیال واظہار کی آزادی کا حق حاصل ہے بغیر مداخلت کے، کسی بھی ذریعے سے اور سرحدوں کا لحاظ کیے بغیر، کوئی بھی رائے یا خیالات رکھنے، معلومات حاصل کرنے اور پہنچانے کا حق بھی شامل ہے۔

﴿ لَّا يُحِبُّ ٱللَّهُ ٱلْجَهْرَ بِٱلسُّوٓءِ مِنَ ٱلْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ ﴾[3]

ترجمہ: اللہ کسی (کی) بری بات کا بآواز بلند (ظاہر) کہنا پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم ہوا ہو۔

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ﴾[4]

ترجمہ: اور تم میں ایک ایسی جماعت بھی ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾[5]

ترجمہ: بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بدکاری کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

Article 20

1) "Everyone has the right to freedom of peaceful assembly and association.
2) No one may be compelled to belong to an association".[6]

---

۱) الصحیح بخاری، باب لا یعذب بعذاب اللہ، رقم: ۲۲۴۸،۳/۶۰۹۸

2) Universal declaration of human rights 1948,p:19

۳) سورۃ النساء: ۴/۱۴۸

۴) سورۃ آل عمران: ۳/۱۰۴

۵) سورۃ النور: ۲۴/۱۹

6) Universal declaration of human rights 1948,p:20

۱) ترجمہ: پرامن اجتماع اور تنظیم سازی ہر شخص کا آئینی حق ہے۔
۲) کسی بھی شخص کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ کسی مخصوص تنظیم سے تعلق قائم کرے۔

﴿ ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ﴾[۱]

ترجمہ: اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[۲]

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔

Article 21

I. "Everyone has the right to take part in the government of his country directly or through freely chosen representatives.

II. Everyone has the right of equal access to public services in this country.

III. The will of the people shall be the basis of the authority of government- this will shall be expressed in periodic and genuine elections which shall be by equivalent free voting procedures"[3]

۱) ترجمہ: ہر کسی کو اپنے ملک کی حکومت میں شمولیت کا حق ہے ذاتی حیثیت سے یا آزادانہ طریقہء کار کے ذریعے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے۔

۲) یہ ہر شخص کا حق ہے کہ اسے اپنے ملک میں سرکاری ملازمت کا مساوی موقع دیا جائے۔

۳) حکومت کے اختیار کی اصل بنیاد عوام کی خواہش ورضامندی ہے اس کا اظہار معین وقت پر، صحیح جائز انتخابات کے ذریعہ، آزادانہ رائے شماری اور خفیہ رائے دہی یا اس کے مماثل طریقہ کار کے مطابق ہوگا۔

---

۱) سورۃ النحل:۱۶/ ۱۲۵

۲) سورۃ آل عمران:۳/ ۱۱۰

3) Universal declaration of human rights 1948,p:21

﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ ﴾[1]

ترجمہ: اللہ نے ایسے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے (جس کا ایفا اور تعمیل لازم ہے امت پر) جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت (یعنی امانت اقتدار کا حق) عطا فرمائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو (حق) حکومت بخشا تھا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لئے ان کے دین کو جسے اس نے ان سے پہلے پسند فرمایا ہے۔

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ﴾[2]

ترجمہ: اور اہم کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرو، پھر جب آپ ﷺ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں۔

Article 22

"Everyone as member of society, has the right to social security and is entitled to realisation through national effort and international co-operation and in accordance with the organization and resources of the each state of indispensable for his dignity and the free development of his personality"[3]

ترجمہ: ہر فرد کو رکن معاشرہ ہونے کی حیثیت سے سماجی تحفظ کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اور قومی مساعی اور بین الاقوامی تعاون کے ذریعہ اور ہر ریاست کے اپنے وسائل کے مطابق معاشی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا بھی حقدار ہے۔

﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾[4]

ترجمہ: اور جو لوگ اکٹھا کرتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنا دیں عذاب دردناک کی۔

---

۱) سورۃ النور: ۲۴/۵۵

۲) سورۃ آل عمران: ۳/۱۵۹

3) Universal declaration of human rights 1948,p:22

۴) سورۃ التوبہ: ۹/۳۴

﴿ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ﴾[1]

ترجمہ: اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (اور اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوجود ایثار) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ کہ تم سے کسی بدلہ کے خواہش گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے (خواہشمند) ہیں۔

(كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ)[2]

ترجمہ: تاکہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتی رہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ـ لِّلسَّاىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴾[3]

ترجمہ: اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محروم دونوں کا حق ہے۔

Article 23

I. "Everyone has the right to work to free choice of employment to just and favourable conditions of work and to protection against unemployment.

II. Everyone without any discrimination, has the right to equal pay for equal work.

III. Everyone who works has the right to just and favourable remuneration ensuring for himself and his family an existence worthy of human dignity and supplemented, if necessary be other means of social protection.

IV. Everyone has the right to form and to join trade union for the protection of his interests"[4]

۱- ہر کسی کو اپنی مرضی کا کام کرنے کا حق حاصل ہے منصفانہ اور موافق شرائط پر اور اس کو بے روزگاری -1 سے تحفظ کا حق بھی حاصل ہے۔

۲- یہ ہر کسی کو بغیر امتیازی سلوک کے یہ حق حاصل ہے کہ ایک جیسے کام کا برابر معاوضہ دیا جائے۔

---

۱) سورۃ الانسان:۷۶/۸،۹

۲) سورۃ الحشر:۵۹/۷

۳) سورۃ المعارج:۷۰/۲۴،۲۵

4) Universal declaration of human rights 1948,p:23

۳- کوئی شخص بھی کام کرتا ہے یہ اس کا حق ہے کہ اس کو اس کی جائز اور مناسب اُجرت ملے، جو اس قدر ہو کہ جس سے اس کی اور اس کے خاندان کی ضروریات پوری ہونے کیساتھ ساتھ ضرورت پڑھنے پر اس کے سماجی تحفظ کے لیے دیگر ذرائع بھی مہیا کیے جائیں۔

۴- ذاتی دلچسپی کی بنا پر ٹریڈ یونین بنانا اور اس میں شمولیت اختیار کرنے کا ہر کسی کو حاصل ہے۔

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾[1]

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہو گی۔

﴿ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[2]

ترجمہ: اور جو نادار ہو اسے مناسب حد تک کھانا کھانا چاہیے۔

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾[3]

ترجمہ: اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیز گاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔

« أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ، قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ»[4]

ترجمہ: مزدور کی مزدوری اس کو دو اس سے قبل کہ اس کا پسینہ خشک ہو۔

Article 24

"Everyone has the right to rest and leisure including reasonable limitation of working hours and periodic holidays with pay"[5]

ترجمہ: آرام اور تفریح، اور کام کے متعین شدہ معقول اوقاتِ کار کیساتھ بمع تنخواہ چھٹی ہر کسی کو حق حاصل ہے۔

﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾[6]

---

۱) سورۃ النجم: ۵۳/ ۳۹،۴۰

۲) سورۃ النساء: ۴/ ۶

۳) سورۃ المائدہ: ۵/ ۲

۴) سنن ابن ماجہ، ص: ۲/ ۸۱۷

5) Universal declaration of human rights 1948,p:24

۶) سورۃ القصص: ۲۸/ ۷۳

ترجمہ: اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام پاؤ اور اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔

Article (25)

1) "Everyone has the right to a standard of living a adequate for the health and wellbeing of himself and of his family including food clothing housing and medical care and necessary social services and the right to security in the event of unemployment sickness, disability widowhood old age or other lack of livelihood in circumstances beyond his control. Motherhood and childhood are entitled to special care and assistance to all children whether born in or out of wedlock shall enjoy the same social protection"[1]

۱) ترجمہ: معقول معیارِ زندگی برقرار رکھنا اپنے اہلِ خانہ کی صحت و زندگی کے لیے ہر کسی کا حق ہے اس میں خوراک، لباس، رہائش، طبی امداد اور ضروری سماجی خدمات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حق بھی حاصل ہے کہ بے روزگاری، معزوری، بیماری، بیوگی بڑھاپا اور وہ حالات جو اس کے اختیار سے باہر ہوں اسے تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ امویت یا مادریت اور شیر خوارگی، خصوصی توجہ اور امداد کی مستحق ہے اور تمام بچوں کو خواہ وہ جائز ہوں یا ناجائز ہوں یکساں سماجی تحفظ حاصل ہوا ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ اِنَّه كَانَ بِعِبَادِه خَبِيْرًا بَصِيْرًا ـ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ﴾[۲]

تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔ اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرنا تنگ دستی کے خوف سے، کہ روزی ہم ہی دیتے ہیں ان کو بھی، اور تم کو بھی۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ﴾[۳]

---

1) Universal declaration of human rights 1948,p:25

۲) سورۃ الاسراء:۱۷/۳۱،۳۰

۳) سورۃ النحل:۱۶/۸۰

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھروں میں سکونت کی جگہ بنا دی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنا دیئے ہیں، جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی، اور ان کی اون اور روحوں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے فائدہ کی چیزیں بنائیں۔

Article 26

I. "Everyone has the right to education."[1]

۱) ترجمہ: ہر فرد کو حصول تعلیم کا حق۔

﴿وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾[۲]

ترجمہ: اور صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحب عقل و دانش ہیں۔

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾[۳]

ترجمہ: (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟ صرف اہل عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَاۗفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾[۴]

ترجمہ: اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں۔ تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ حذر کرتے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾[۵]

---

1) Universal declaration of human rights 1948,p:26

۲) سورۃ البقرۃ:۲/۲۶۹

۳) سورۃ الزمر:۳۹/۹

۴) سورۃ التوبۃ:۹/۱۲۲

۵) سورۃ فاطر:۳۵/۲۹

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور پوشیدہ اور ظاہر اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا ہے وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں کہ اس میں خسارہ نہیں۔

Article (27)

I. "Everyone has the right freely to participate in the cultural life of the community to enjoy the arts and share in scientific advancement and its benefit.

II. Everyone has the right to the protection of the moral and material interests resulting from any scientific literary or artistic production of whish he is the author"[1]

۱) ترجمہ: ہر فرد کو معاشرے کی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، علوم وفنون سے لطف اندوز ہونے اور سائنسی ترقی کے ثمرات سے متمتع ہونے کا حق ہے۔

۲) ہر فرد کو اپنی سائنسی، ادبی یا فنی تخلیقات کے اخلاقی ومادی مفادات کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾[۲]

ترجمہ: مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾[۳]

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔

«مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ»[۴]

ترجمہ: جو حصول علم کے لئے نکلا وہ شب تک اللہ کے راستے میں ہے جب تک وہ واپس نہیں لوٹ آتا۔

Article (29)

I. "Everyone duties to the community in which alone the free and full development of his personality is possible.

---

1) Universal declaration of human rights 1948,p:27

۲) سورۃ النساء: ۳۲/۴

۳) سورۃ النجم: ۳۹،۴۰،۴۱/۵۳

۴) سنن الترمذی، رقم: ۲۶۴۷/۹،۲۵۷۱

II. In the exercise of his rights and freedoms, everyone shall be subject only to such limitations as are determined by law solely for the purpose of security due recognition and respect for the rights and freedom of others and of meeting the just requirements of morality public order and the general welfare in a democratic society.

III. These rights and freedoms may in no case be exercised contrary to the purpose and principles of United Nations"[1]

۱) ترجمہ: ہر فرد پر معاشرتی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور مکمل نشو نما ممکن ہو پاتی ہے ۔

۲) اپنے حقوق اور آزادیوں کے استقلال کے لئے ہر شخص صرف ان پابندیوں سے محدود رہے گا جو قانوناً عائد ہوتی ہیں جن کا مقصد کلیتاً دوسروں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی آزادیوں کے احترام کو یقینی بنانا اور ایک جمہوری معاشرہ میں اخلاق عامہ، نظم وضبط اور مجموعی فلاح کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

۳) ان حقوق اور آزادیوں کو کسی حال میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے منافی استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾[۲]

ترجمہ: جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بار گراں اور طوق (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے۔ ساقط فرماتے (اور انہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے ہیں۔

Article 30

"Nothing in this declaration may be interpreted as implying or any state group or person any right to engage in any activity or to perform any act aimed at the destruction of any of the rights and freedoms set forth herein"[3]

---

1) Universal declaration of human rights 1948,p:29

۲) سورۃ الاعراف:۷/۱۵۷

3) Universal declaration of human rights 1948,p:30

ترجمہ: اس منشور کے کسی بھی حصے کی ایسی تعبیر نہیں کی جاسکے گی جس کا مقصد کسی بھی ریاست، گروہ یا فرد کو اسکی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے کا حق دلاتا ہے جس کے ذریعہ وہ ان متعین حقوق اور آزادیوں کا صفایا کردے جو منشور میں عطا کی گئی ہیں۔

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ"[1]

ترجمہ: (یہ اہل حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

---

۱) سورۃ الحج: ۲۲/۴۱

ماحصل:

اقوام متحدہ کے بنیادی انسانی حقوق کے اس عالمی منشور اور قرآن وسنت میں انسان کے بنیادی حقوق کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ دونوں میں بنیادی انسانی حقوق جان ومال اور عزت وناموس کا تحفظ، شخصی آزادی، فکری ومذہبی اور اظہار رائے کی آزادی، عدل وانصاف، مساوات ودیگر حقوق کا احترام سکھایا جاتا ہے۔ان کی خلاف ورزی پر سزاؤں کا نفاذ ہوتا ہے اس کے باوجود کہ مشترکہ خصوصیات کافی زیادہ ہیں مغربی قوانین میں افراط و تفریط ہے جس میں عورتوں کو اسقدر آزادی دی گئی ہے کہ مردان کو گھر میں پابند نہیں کرسکتا اور بچوں تک کو سختی سے سرزنش نہیں کرسکتا خواہ اس کی اولاد کتنی بڑی اخلاقی برائی کا ارتکاب کررہی ہو حالانکہ اسلام والدین کو حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے اگر سختی بھی کرنا پڑے تو کریں۔ اس کے علاوہ اس مغربی منشور کی بعض دفعات ایسی بھی ہیں جو اسلامی قوانین سے متضاد ہیں مثلاً ارٹیکل ایک میں تمام انسان برابر کی تکریم کے حقدار قرار دیے گئے ہیں۔جب کہ اسلام کا اصول ہے

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾ جو اچھے کردار اور اعمال کا حامل ہے وہ عزت وتکریم کا زیادہ حق دار ہے۔

اس منشور کی دفعہ پانچ میں کہا گیا ہے کہ کسی پر کسی صورت میں جسمانی تشدد نہیں کیا جائے گا۔یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب اسلام کی جرائم کے ضمن میں جسمانی سزاؤں کو غیر انسانی کیوں قرار دیتے ہیں۔ اسلام میں تو شادی شدہ زانی جوڑے کی سزا سنگسار کرنا ہے جو بقول مغرب کے تشدد ہی ہے۔

اس چارٹر کی دفعہ ۱۱ میں بتایا گیا ہے کہ پوری عمر کے مردوں اور عورتوں کو قوم، نسل، مذہب کی کسی بھی پابندی کے بغیر اپنی مرضی سے شادی کرنے کا حق ہے اور تنسیخ نکاح کا بھی دونوں مساوی حق رکھتے ہیں۔ جبکہ یہ ساری چیزیں اسلام میں جائز نہیں۔ پہلی بات تو اسلام نے شادی کی کوئی عمر مقرر نہیں کی دوسری بات مشرک عورتوں اور مردوں سے مسلم مرد، عورت کی شادی جائز نہیں ہے۔ تیسری بات کہ تنسیخ نکاح کا اسلام میں مساوی حق نہیں کیونکہ طلاق کے بارے میں اسلام نے واضح ترجیحات قائم کی ہیں دونوں کو یہ حق برابر نہیں دیا۔

اس چارٹر کی دفعہ ۲۵ کی شق دو میں بتایا گیا ہے کہ اولاد جائز ہو یا ناجائز سب کے حقوق ایک جیسے ہی ہیں جب کہ اسلام تو بغیر نکاح مرد اور عورت کی ہمبستری کو کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے اور اس کی سخت سزا مقرر ہے پھر ولدِ حرام کے احکامات دوسرے بچوں سے الگ ہیں۔

اسی طرح اس منشور کی دفعہ ۱۸ اور ۱۹ میں خیال، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا حق دیا گیا ہے اور یہ آزادی بے لگام چھوڑ دی گئی ہے جب کہ اسلام میں ایسا جائز نہیں کہ کوئی مسلمان یا غیر مسلم اسلامی عقائد میں طعن کرے یا اپنی مرضی وخیال کے مطابق ان کی تشریح کرے۔

یا پیغمبر اسلام پر طعن وتشنیع وغیرہ ایسے جرائم میں شامل ہے جن کی اسلام میں سخت ترین سزائیں مقرر ہیں۔

نتائج البحث

۱) اسلامی قوانین میں بنیادی انسانی حقوق کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کو اپنانے پر زور دیا گیا ہے لیکن مغربی قوانین میں عام طور پر اخلاقی اقدار کو اہمیت نہیں دی جاتی۔

۲) اسلام نے عورت کو عزت واحترام بھی عطا کیا ہے اور مالی حقوق بھی دیے ہیں لیکن مغرب میں صدیوں کی تگ و دو کے بعد بھی عورت کو جو حقوق دیے گئے ہیں ان میں توازن نہیں ہے اور عورت کی عزت وناموس کی حفاظت کا اس قدر انتظام نہیں کیا گیا جس طرح اسلام نے کیا ہے۔

۳) اسلامی اور اس مغربی قوانین کے منشور میں بنیادی فرق یہ ہے کہ یہ وضعی قانون ہے اس لئے اس میں کافی ابہام ہیں اور اسلامی قوانین تو خدا کی طرف سے انسان کو عطا کردہ افاقی حقوق ہیں جن میں کوئی انسان کمی وبیشی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

اسلام اور عورت کے حقوق:

مغربی پر پیگنڈہ کا دوسرا بڑا موضوع عورت ہے۔ اہل مغرب اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں عورت ادھوری ہے، عورت کو دوسرے درجے کی مخلوق خیال کیا جاتا ہے، عورت مرد کے مساوی نہیں ہے۔ اس میں عورت کو آزادی سے جینے کا حق نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ اسلام نے عورت کو جو محترم و معزز مقام دیا ہے اس سے قبل اس کو حاصل نہ تھا اور آج بھی مغرب میں عورت کو وہ حقوق حاصل نہیں ہو سکے جو اسلام نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل عورت کو عطا کیے۔ اسلام نے عورت کو مرد کے مساوی حقوق عطا کیے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اہل مغرب مرد اور عورت کو بالکل ایک جیسا خیال کرتے ہیں جب کہ قدرت نے عورت کے نظام کو اور مرد کے نظام کو الگ الگ بنایا ہے ان کی ضرورت بھی ان کے اس نظام کے تابع ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو الگ الگ صورت میں تخلیق کیا ہے۔ اور مرد کو اس کے حقوق ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق عطا کیے ہیں۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں بعض کام جو عورت کر سکتی ہے وہ مرد کی قدرت میں نہیں جو مرد کر سکتا ہے وہ عورت کے لئے ممکن نہیں دورِ جہالت میں عورتوں کو بھی کوئی معاشی، معاشرتی وسماجی حقوق حاصل نہیں تھے۔ لڑکی کی پیدائش نحوست کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

قرآن پاک نے اس منظر کو یوں بیان کیا ہے۔

﴿ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلۡأُنثَىٰ ظَلَّ وَجۡهُهُۥ مُسۡوَدّٗا وَهُوَ كَظِيمٞ ﴾[1]

ترجمہ: ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔

اسلام نے عورت کو وہ حقوق عطا کیے ہیں کہ اس کی عزت و تکریم مرد کے برابر قرار دی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ ﴾[2]

ترجمہ: اے لوگوں! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

عفت اور عصمت کا حق:

اسلام نے عورت کو بے شمار حقوق عطا کیے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

---

۱) سورۃ النحل:۱۶/۵۹،۵۸

۲) سورۃ النساء:۴/۱

اسلام نے عورت کو عزت و تکریم کا حق عطا کیا ہے اور مردوں کو پابند بنایا ہے کہ وہ عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت کریں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾

ترجمہ: "(اے رسول ﷺ!) مومنہ عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت وآرائش کی نمائش نہ کریں سوائے جسم کے اس حصہ کے جو کھلا رہتا ہو"۔[1]

ان آیات میں مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ خواتین کی عزت وعفت پر کوئی آنچ نہ آئے۔

رازداری کا حق:

اسلام نے عورتوں کو رازداری کا حق عطا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾[2]

ترجمہ: اور جب عورتوں سے کوئی چیز تم طلب کرو تو ان سے پردے کے باہر سے مانگو تو یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا:

«إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ»[3]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو چاہیے کہ واپس چلا جائے۔

کفالت کا حق:

اسلام نے عورت کی ضروریات زندگی کا مرد کو کفیل بنایا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

---

۱) سورۃ النور: ۲۴/ ۳۱

۲) سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۵۳

۳) سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۵۳

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾[1]

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ ان میں ایک کو دوسرے پر فضلیت دی اور اس لئے کہ مردوں نے اپنے مال ان پر خرچ کیے۔

حکیم بن معاویہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

« أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ؟ قَالَ: أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ، وَأَنْ يَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَى، وَلَا يَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا يُقَبِّحْ، وَلَا يَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ»[2]

ترجمہ: بے شک ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا: عورت کا مرد پر کیا حق ہے؟، فرمایا: اسے کھلائے جب خود کھائے اور اسے (لباس) پہنائے جب خود پہنے اور اس کے چہرے پر نہ مارے اور نہ اسے گھر سے نکالے۔

تعلیم وتربیت کا حق:

اسلام نے جس طرح مرد پر تعلیم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی لازم قرار دیا ہے۔

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[3]

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔

دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا:

«الرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الأَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيمَهَا وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا ---- فَلَهُ أَجْرَانِ»[4]

ترجمہ: اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو اور اسے اداب مجلس سکھائے اور وہ اچھے اداب ہوں۔۔۔ تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

ملکیت جائیداد کا حق:

اسلام نے وراثت میں ملنے والی جائیداد اور حلال طریقے سے کمائی ہوئی دولت پر مرد کی طرح عورت کا حق ملکیت بھی تسلیم کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

۱) سورۃ النساء: ۴/۳۴

۲) السنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق المراۃ علی الخروج، ۲/۱۴۷

۳) السنن ابن ماجہ، رقم: ۲۲۴، ۱/۱۳۶

۴) صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب، فضل من اسلم من اہل الکتابین، رقم: ۲۲۴، ۱/۱۳۶

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾[1]

"مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا"۔

عورت کے حقوق بحیثیت ماں:

اسلام نے عورت کی سب سے بڑی عزت و تکریم ماں کے رشتے میں کی ہے اور جنت ماں کے قدموں کے نیچے قرار دی ہے۔ دنیا کے تمام رشتوں سے زیادہ ماں کو حسن سلوک کا مستحق قرار دیا ہے۔

ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا۔

« مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: «أُمُّكَ »[2]

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ) میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔

عورت کے حقوق بحیثیت بیٹی:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَوْلَٰدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَٰقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْـًٔا كَبِيرًا ﴾[3]

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم انھیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی، بے شک ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔

کیونکہ اسلام سے قبل بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اسلام نے اس ظالمانہ رسم کا خاتمہ کر دیا۔

عورت کے حقوق بحیثیت بیوی:

اسلام سے قبل بیوی صرف مرد کی نفسانی خواہشات پوری کی جانے کا ذریعہ خیال کی جاتی تھی۔ لیکن اسلام نے عورت کو بطور بیوی وہ حقوق اور عزت و تکریم دی ہے جو اس سے قبل کبھی عورت کو حاصل نہ رہی۔

اسلام سے قبل بیوی کو وراثت میں کچھ بھی نہیں دیا جاتا تھا جبکہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ﴾

---

۱) سورۃ النساء:۳۲/۴

۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، رقم:۲۵۴۸، ۱۹۷۴/۴

۳) سورۃ الاسراء:۳۱/۱۷

ترجمہ: " اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے چوتھا حصہ ہے بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو"۔[1]

بیوی اور خاوند کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے۔

طلاق کے بعد نکاح کا حق:

اسلام سے قبل عورت کو مرد کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے یتیم، باندی، بیوہ، مطلقہ کو شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق نکاح کا حق عطا کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[2]

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) پر آپہنچیں تو جب شرعی دستور کے مطابق باہم رضامندی ہو جائے تو انہیں اپنے شوہروں سکے نکاح کرنے سے مت روکو۔

مہر کا حق:

اسلام نے عورت کو مہر کی صورت میں ملکیت کا حق عطا کیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[3]

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو۔

اگر مرد مہر کی صورت میں ایک خزانہ بھی عورت کو دے دے اور اس کے بعد اس کو طلاق دینے کا ارادہ کر لے تو بھی وہ عورت سے حق مہر کو واپس وصول کرنے کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

حق زوجیت:

اسلام نے مرد کو پابند کیا ہے کہ عورت کے حقوق زوجیت ادا کرے اور ایسی زندگی نہ گزارے کہ عورت عقد نکاح کے ساتھ پابند ہو کر بیٹھی رہے۔ حضرت عثمان بن مظعون بہت زیادہ عبادت گزار تھے دن کو روزہ رکھتے اور ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے۔

---

۱) سورۃ النساء:۴/۱۲

۲) سورۃ البقرۃ:۲/۲۳۲

۳) سورۃ النساء:۴/۴

حضرت عائشہؓ نے ان کی زوجہ خولہ بنت حکم کو بناؤ سنگھار نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ میں کس کے لئے بناؤ سنگھار کروں؟۔

حضرت عائشہؓ نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کو بیان فرمائی تو حضور ﷺ نے عثمان بن مظعون کو بلا کر فرمایا:

« وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»[1]

ترجمہ: خدا کی قسم میں تمہاری نسبت خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں اور بہت متقی ہوں اور اس کے باوجود روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطاری بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو میری سنت سے روگردانی کرے گا۔ وہ میرے طریقے پر نہیں۔

ظلم وزیادتی سے بچاؤ کا حق:

قبل از اسلام عورت بہت مظلوم و مقہور تھی۔ اسلام نے عورت پر ہر طرح کے ظلم و تشدد سے منع فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَه وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللهِ هُزُوًا﴾[2]

ترجمہ: انہیں اچھے طریقے سے چھوڑ دو، اور انہیں محض تکلیف دینے کے لئے نہ روکے رکھو کہ (ان پر) زیادتی کرتے رہو۔ اور جو کوئی ایسا کرے تو اس نے اپنی ذات پر ظلم کیا، اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بنالو۔

کیونکہ اسلام سے قبل مرد بار بار بیوی کو طلاق دیتا اور اور پھر رجوع کرلیتا تاکہ عورت کو ذہنی اذیت میں مبتلا رکھے اسلام نے اس سے منع فرمایا۔

خلع کا حق:

اسلام سے قبل عورت کو چاہے جتنا بھی ظلم کا نشانہ بنایا جاتا جب وہ کسی کی بیوی بن جاتی وہ اس مرد کی ملکیت ہوتی اگر وہ اس سے الگ ہونا چاہتی بھی تو اسے یہ حق نہ تھا۔ لیکن اسلام نے حقوق پورے نہ ہونے کی بنا پر عورت کو یہ حق دیا ہے کہ مرد سے چھٹکارا حاصل کرسکتی ہے۔

---

۱) الصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح لقولہ تعالیٰ فانکحوا ما طاب لیم من النساء، رقم:۵۰۶۳،۷/۵،۱۹۴۹

۲) سورۃ البقرۃ:۲۳۱/۲

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کہ:

« أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلْ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً»

ترجمہ: "حضرت ثابت بن قیسؓ کی زوجہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول ﷺ میں کسی بات پر ثابت بن قیسؓ کے اخلاق یا دین کے بارے میں کوئی الزام نہیں لگا رہی لیکن (میں ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی) بادلِ ناخواستہ ان کے ساتھ رہ کر مجھے مسلمان رہتے ہوئے کفر/ ناشکری کا اندیشہ ہے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کا باغ دے دو اور ان سے طلاق لے لو"۔[1]

وراثت میں حق:

قبل از اسلام عورت کو وراثت میں سے کوئی حق نہیں دیا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے عورت کو مرد کی طرح بطور بیٹی، بیوی اور ماں وراثت میں حصہ دیا ہے اور وراثت میں تقسیم کی بنیاد عورت کو بنایا

﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾۔[2]

ترجمہ: ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

قانونی حق:

اسلام نے عورت کو قانونی حیثیت دے کر اس کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِم﴾۔[3]

ترجمہ: اور نہ یہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومنہ عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی حکم کا فیصلہ سنا دیں تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یہ نا کرنے کا) کوئی اختیار ہو۔

مندرجہ بالا ایت میں اطاعت اور نافرمانی کو اکٹھا ذکر کیا جانا ظاہر کرتا ہے کہ قانونی لحاظ سے مرد اور عورت برابر ہیں اسی طرح قصاص کے معاملے میں حکم خداوندی ہے۔

---

۱) السنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب کراھۃ الخلع للمراۃ، ۲/ ۵۲۳

۲) سورۃ النساء: ۴/ ۱۱

۳) سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۳۶

﴿ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى ﴾[1]

ترجمہ: اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

عورت کو گواہی کا حق:

مرد کی طرح اسلام نے عورت کو بھی گواہی کا حق دیا ہے۔ حکم خداوندی ہے۔

﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ ﴾[2]

ترجمہ: اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے۔

گواہی دینے والے کی عظمت اس طرح حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔

«خَيْرُ الشُّهُودِ، مَنْ أَدَّى شَهَادَتَهُ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا»[3]

ترجمہ: سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو سوال کیے جانے سے پہلے ہی گواہی دے دیں۔

اسلام میں بعض معاملات کی گواہی میں عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے افضل ہے۔ جیسے بچے کی ولادت، رضاعت اور حمل وغیرہ کی گواہی۔

امان دہی کا حق:

مخصوص ریاستی معاملات میں عورتیں بھی اپنا کردار ادا کرسکتی ہیں۔ جب کہ سیرت کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ دور رسالت میں بعض خواتین نے امان دی جن کی حضور ﷺ نے امان قائم رکھی۔ مثلاً حضرت ام ہانی بنت ابو طالب نے اپنے دیوروں کو امان دی تو حضور ﷺ نے اس امان کو قائم رکھا اور فرمایا:

«قَدْ أَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ»[4]

ترجمہ: ہم بھی اس کو پناہ دیتے ہیں جس کو تم نے پناہ دی۔

فرمانِ رسول ﷺ ہے:

«إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذُ لِلْقَوْمِ »[5]

ترجمہ: عورت کو پوری قوم کو امان دینے کا حق ہے۔

---

۱) سورۃ البقرۃ:۲/۱۷۸

۲) سورۃ البقرۃ:۲/۲۸۳

۳) اسنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب الرجل عندہ الشھادۃ ولا یعلم بھا صاحبھا، رقم:۲۳۶۴، ۳/۱۲۹

۴) اسنن ابن ماجہ، رقم:۲۳۶۴، ۳/۱۲۹

۵) السنن ترمذی، ۴/۱۴۱

دفاع میں شرکت کا حق:

اسلام نے عورت کو اسلامی ریاست کے دفاعی امور میں بھی شرکت کا حق دیا ہے۔

« كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِأُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ مَعَهُ إِذَا غَزَا ، فَيَسْقِينَ الْمَاءَ ، وَيُدَاوِينَ الْجَرْحَى »[1]

ترجمہ: آنحضور ﷺ جب جہاد پر جاتے تو امِ سلیم اور چند انصاری خواتین بھی آپ ﷺ کیساتھ ہوتیں۔ ان کا کام زخمیوں کو پانی پلانا اور ان کی مرہم پٹی کرنا ہوتا تھا۔

مشاروت کا حق:

اسلام نے عورت کو معاشرتی اور سماجی زندگی میں وقار عطا کیا حضور ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے خواتین سے مشاورت کی تعلیم دی ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کھڑے ہو کر قربانی کرو اور بال کٹوادو تو ظاہری صورتحال سے پریشان ہو کر صحابہ اکرام کھڑے نہ پائے۔

اس صورتحال کو دیکھ کر حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ کا یوں مشورہ دیا۔

«اخْرُجْ، ثُمَّ لاَ تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ، فَيَحْلِقَكَ. »[2]

ترجمہ: آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بات نہ کریں۔ بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح فرمائیں اور حجام کو بلائیں جو آپ ﷺ کے بال کاٹے گا ۔

---

۱) السنن ابن ماجہ، رقم: ۲۳۶۴، ۱۲۹/۳

۲) الصحیح البخاری، رقم: ۲۵۸۸، ۹۷۸/۲

خلاصۂ بحث:

اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کیے ہیں اس پر تحقیقی بحث کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یورپ کا اسلام کے اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا محض بے بنیاد ہے اور حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔

مغرب نے عورت کو مساوی حق دے کر اس سے وہ مطالبہ کیا ہے جو اس کا فرض نہیں تھا یعنی اولاد بھی پیدا کرے اور مردوں کی طرح دفاتر اور فیکٹریوں میں کام بھی کرے حالانکہ قدرت نے عورت کو بہت نرم ونازک پیدا کیا ہے اور مرد عورت کی کفالت کا ذمہ دار ہے لیکن یورپ نے اپنی صنعتی ترقی کے ساتھ مزدوروں کی بڑھتی ہوئی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے عورت مرد کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرے گی کا نعرہ لگا کر عورت کو حق نہیں دیا بلکہ عورت کے حقوق کا استحصال کیا ہے۔

عورت اور مرد کو علیحدگی کے مساوی حقوق دے کر خاندانی اور عائلی نظام کو تباہ کر دیا ہے۔

جس کا اندازہ اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ ملک میں ۱۹۹۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق شرح طلاق کچھ اس طرح ہے۔

۱) ۳۔۲ ملین ہونے والی شادیوں میں سے ۳۔۱ ملین طلاق پر منتج ہوئیں۔

۲) ملک میں ہونے والی 60٪ طلاقیں ۲۵ سے ۳۹ سال کی عمر کے جوڑوں میں ہوتی ہیں[1]۔

۳) صرف ایک سال میں ان طلاقوں سے ایک ملین (۱۰۰۰۰۰۰) بچے متاثر ہوئے۔

۴) عموماً ٪۷۵ سے ٪۸۰ افراد دوبارہ شادی کرتے ہیں۔ حتی کہ ملک کے اکثر لوگ دوسری یا تیسری شادی کے ساتھ گزار رہے ہیں جن کی طلاق کا امکان پہلے سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغرب اسلام کے معاشرتی اور خاندانی نظام کو تباہ کرنے کے لئے منفی پروپیگنڈا کر رہا ہے کیونکہ اہل مغرب جانتے ہیں کہ عورت معاشری نظام کی بنیادی اکائی ہے اگر وہ اس اکائی کو بنیاد سے ہٹا دیں گے تو سارا معاشرتی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

---

1) www.divorcemag.com

فصل دوم:

اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت اور حدودو قیود

دینِ اسلام اور انتہا پسندی:

اہلِ مغرب اسلام کے خلاف یہ بھی پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ اسلام انتہا پسندی کا دین ہے اور یہ دوسروں کا وجود تسلیم نہیں کرتا۔ جبکہ اسلام تو دینِ اعتدال ہے اور ہر قسم کی "مذہبی انتہاء پسندی" یا " غُلو فِی الدین "۔ سے سختی سے روکتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو علم ہوتا ہے کہ اسلام کی پہلی ریاست ریاستِ مدینہ pluralistic (society) کی خوبصورت مثال تھی جس میں صرف مسلمان ہی آباد نہ تھے بلکہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد آباد تھے اور تمام افرادِ معاشرہ کو مسلمانوں کی طرح انسانی حقوق حاصل تھے۔ اسلام صرف دین کے معاملے میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کو اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں سے تعلقات میں بھی اعتدال پسندی کی تعلیمات دی گئی ہیں۔

اسلام دین اعتدال:

اسلام مذہبی رواداری اعتدال اور عدم تشدد کا حامل دنیا کا واحد دین ہے جس نے ہمیشہ نہ صرف یہود و نصاری کے ساتھ بلکہ مجوس و مشرکین کے ساتھ بھی رواداری کا سلوک کیا ہے۔ لیکن آج مغرب کے یہود و نصاریٰ اسلام پر بنیاد پرستی ، تشدد اور انتہاء پسندی کے الزامات چسپاں کر رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں ہر قسم کی "مذہبی انتہاء پسندی "یا " غُلو فِی الدین" سے سختی سے روکا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ ﴾[1]

ترجمہ: (اے پیغمبر ﷺ) فرما دیجئے! اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔

اسلام غلو اور شدت پسندی سے پاک دین ہے اسلام اپنے پیروکاروں کو عقائد، معاملات، جنگ، صلح، دشمنی، نفرت، محبت غرضیکہ ہر معاملہ میں میانہ روی اور اعتدال کا درس دیتا ہے۔

---

۱) سورۃ المائدہ:۵/۷۷

اعتدال کا مفہوم:

معارف القران میں اعتدال کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے۔ "اعتدال کا معنی ہے برابر ہونا، یہ لفظ عدل سے مشتق ہے اس کے معانی برابر کرنے کے ہیں"[1]

قرآن حکیم میں عدل کے مترادف الفاظ قسط، وسط، اعتدال، میزان، مستقیم اور تقدیر وغیرہ استعمال ہوئے ہیں اور عدل ظلم کی ضد ہے۔ علامہ الوسی نے عدل کو نیکی کی بنیاد قرار دیا ہے:

«اِنَّ اللّٰهَ یَا مُرُ بِالْعَدْلِ۔ ای بمراعة التوسط بین طرفی الافراط و التفریط و هو راس الفضائل کلها»[2]

ترجمہ: بے شک اللہ عدل کا حکم دیتا ہے۔یعنی ہر کام میں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راستہ اپنایا جائے اور یہ سب سے اچھا ہے۔

علامہ الجصاص احمد بن علی کہتے ہیں عدل سے مراد قول اور فعل دونوں میں عدل سے کام لینا شامل ہے۔

«قدانتظم العدل فی العمل و القول قال الله تعالیٰ، وَ اِذَ قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا»[3]

ترجمہ: قول و فعل میں عدل ہونا چاہیے جیسا کہ فرمان الٰہی بھی ہے: اور جب بات کرو تو عدل کی کرو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَكَذٰلِکَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّ سَطًا﴾[4]

ترجمہ: اور ہم نے تم کو ایک درمیانی اور بیچ کے راستہ پر چلنے والی قوم بنایا ہے ۔

ابنِ عربی نے وسط کی وضاحت یوں کی ہے:

«الوسط فی اللغة الخیار، و هو العدل»[5]

ترجمہ: لغت میں وسط سے مراد عدل ہی ہے۔

---

۱) معارف القرآن، ۱/ ۳۶۶

۲) روح المعانی، الآلوسی، سہابت الدین السید محمد، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، س.ن، ۱۸/ ۲۱۷

۳) احکام القرآن، ا۔۲/ ۲۳۴

۴) سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۴۳

۵) حکام القرآن، ابن العربی، محمد بن عبد اللہ، الاندلسی، ادارالمعرفعہ، بیروت، س.ن، ۱/ ۲۰

پس اسلام کی تعلیمات میں ہر قسم کا اعتدال پایا جاتا ہے دیگر تمام مذاہب کے اعتقادات، اعمال اور اخلاق کا اسلام سے موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام ادیان میں صرف اور صرف دینِ اسلام ہی ایسا دین ہے جو ہر حال میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔

دیگر مذاہب کی الہامی کتب کا احترام:

اسلام کسی مذہب و نسل اور تعلق کے امتیاز کے بغیر عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِعْدِلُوْ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ﴾[1]

ترجمہ: انصاف کرو، یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عمومی عدل کا حکم نہیں دیا کہ سب سے عدل کرو بلکہ فطرتِ انسان کی کمزوری کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اہل اسلام کو حکم دیا ہے کہ کسی دشمن قوم کی دشمنی بھی آپ کو عدل کرنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے دشمن کو سخت سے سخت سزا اور نقصان پہنچانے میں مسرت محسوس کرتا ہے۔ اور اس ضمن میں عدل و انصاف کے تمام ضوابط پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ﴾[2]

ترجمہ: تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو۔

اسلام امن اور جنگ ہر حالت میں اعتدال پر عمل کرنے کی تعلیم دیتا ہے کہ حالتِ جنگ میں بھی ان کافروں پر زیادتی نہ کرو جنہوں نے تمہارا سکون سے جینا دو بھر کر رکھا ہو بلکہ اتنا ہی بدلہ لیا جائے جتنی زیادتی کی گئی ہے۔

اسلام وہ واحد دین ہے جو نہ صرف تمام الہامی کتب کو تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کا پورا احترام کرتا ہے اور اہل کتاب کو اپنی کتب پر حقیقی معنوں میں عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر اعتدال پسندی اور روشن خیالی کسی مذہب کی تعلیمات میں موجود ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰي شَيْءٍ حَتّٰي تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُ﴾[3]

---

۱) سورۃ المائدہ:۸/۵

۲) سورۃ البقرہ:۱۹۰/۲

۳) سورۃ المائدہ:۶۸/۵

ترجمہ: فرما دیجئے! اے اہل کتاب! تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جب تک کہ تم تورات، انجیل اور اس چیز کو قائم نہ کرو، جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے۔

قرآن وحدیث میں " انتہاء پسندی " کے لئے لفظ " غلو " استعمال ہوا ہے۔ " غلو " کے لفظی معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا۔

امام جصاص نے یوں وضاحت کی ہے:

« الغلو فی الدین هو مجاوزة حدالحق فیه »[1]

ترجمہ: دین کے معاملہ میں مبالغہ ارائی سے کام لینا شریعت کی رو سے حرام ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے " غلو " سے سختی سے منع فرمایا ہے، حدیث نبوی ﷺ ہے۔

«وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ »[2]۔

ترجمہ: دین میں غلو کرنے سے اجتناب کرنا۔ کیونکہ تم سے پچھلی امتیں دین میں غلو کے سبب ہلاک ہو گئیں۔

یعنی نبی ﷺ اکرم نے غلو " انتہاء پسندی " کو امت مسلمہ کی تباہی قرار دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ ملت کفر پھر بھی اسلامی تعلیمات کو انتہاء پسندانہ رنگ میں پیش کرنے کی پوری مساعی کر رہی ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر پہلو میں اعتدال کی تعلیم دی ہے۔

عبادات میں اعتدال:

اسلام نے عبادات میں بھی اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ دوران نماز نہ آواز بہت بلند کی جائے کہ دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو اور نہ ہی بہت دھیمی آواز رکھی جائے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴾[3]

ترجمہ: ورنہ پکار اپنی دعا (نماز) میں اور نہ چپکے سے پڑھ اور ڈھونڈ اس کے بیچ میں راہ۔

تمام مذاہب سوائے اسلام دین اور دنیا کو دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور عبادات پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ متبعین یا تو عبادات کو مشکل کام سمجھ کر بالکل چھوڑ دیتے ہیں یا دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے صرف عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں اسلام اس طرح کی رہبانیت اور غلو کے خلاف ہے۔ اسلام دین و دنیا کا حسین امتزاج ہے اور

---

۱) احکام القرآن، ۲/ ۲۹۲

۲) النسائی، احمد بن شعیب، السنن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۱ء، کتاب مناسک الحج، باب التقاط الحصة

۳) بنی اسرائیل: ۱۷/ ۱۱۰

ہر چیز میں اعتدال کا قائل ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ چند لوگوں نے عبادات میں غلو کرنے کی قسمیں کھالیں تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو بلا کر ارشاد فرمایا:

« فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»[1]۔

ترجمہ: پس جو میری سنت سے گریز کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اعمال میں اعتدال:

اسلام عبادات واعمال میں بھی اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

«وَالِاقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ »[2]۔

ترجمہ: میانہ روی نبوت کا پچیس واں جزو ہے۔

یعنی ہر عمل میں میانہ روی اختیار کرنا پیغمبرانہ روش ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

« خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَإِنَّ وَأَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ مَا دَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ وَإِنْ قَلَّ»[3]

ترجمہ: اے لوگو، ایسے اعمال کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے نہیں تھکتا البتہ تم تھک جاتے ہو۔ سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر انسان ہمیشہ قائم رہے خواہ وہ تھوڑا ہو۔

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے اعمال میں اعتدال پیدا کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اہل ایمان کو اس انداز میں عبادت کرنے سے منع کر دیا ہے جس سے انسان اکتا جائے اور اس عمل پر دوام اختیار کرنا انسان کی قدرت سے باہر ہو۔

اخراجات میں اعتدال:

اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے اور انسان کی ہر پہلو پر راہنمائی کرتا ہے۔ جدید معاشرے میں غربت اور تنگدستی کی ایک بڑی وجہ ہے کہ لوگ کمائی اور اخراجات میں توازن نہیں رکھتے اکثر خواہشات کی تکمیل میں اپنی کمائی سے کئی گناہ زیادہ اخراجات کر دیتے ہیں نتیجتاً انہیں دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے یا اخراجات پورے کرنے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرنا پڑتے ہیں۔ اس وجہ سے اسلام اخراجات اور آمدنی میں توازن کا درس دیتا ہے۔

---

۱) بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم:۴۷۷۶، ۱۹۴۹/۵

۲) ابو داود،، کتاب الادب، باب فی الوقار، ۳۹۴/۴

۳) مسند الإمام أحمد بن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱ھ)، مؤسسة الرسالة الطبعة: الأولى، ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱م، ۴۲۴/۴۲

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ البَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْماً مَّحْسُوْراً﴾[1]

ترجمہ: اور نہ تو اپنا ہاتھ اپنی گردن میں باندھ لے، اور نہ اس کو بالکل کھول دے کہ تو بیٹھ جائے کملاحت کا نشانہ بن کر تھکا ہارا۔

اسی طرح حدیث نبوی ﷺ ہے۔

«كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ، مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ: سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ»[2]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو مگر اس میں اسراف یا گھمنڈ نہ کرو اور ابن عباسؓ نے کہا ہے اسراف اور گھمنڈ سے بچتے ہوئے جو جی چاہے کھاؤ اور جو جی چاہے پہنو۔

یعنی اسراف سے اس لیے منع کیا گیا کہ صرف مال میں انسان کو اعتدال اور متوازن روش پر قائم رکھا جائے تاکہ وہ باعزت طریقے سے اپنے وسائل کے اندر رہ کر زندگی گزار دے۔

چال ڈھال میں اعتدال:

چال میں اعتدال کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْناً﴾[3]

ترجمہ: اور رحمان کے بندے زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں۔

اسلام اہل ایمان میں اس حد تک اعتدال پیدا کرتا ہے کہ جب وہ زمین پر چلیں تو اکڑ کر فخر و تکبر سے مت چلیں بلکہ وقار اور اعتدال کے ساتھ سکون سے چلیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾[4]

ترجمہ: اور زمین پر اکڑ کر نہ چل (کہ اس طرح چل کر) نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی ا ونچائی تک پہنچ سکتا ہے ۔

---

۱) سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷/ ۲۹

۲) بخاری، کتاب الباس، باب اول، ۷/ ۱۸۲

۳) سورۃ الفرقان: ۲۵/ ۶

۴) سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷/ ۳۷

اس آیت کریمہ میں فخر و تکبر کی چال سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جو انسان میں غرور، خود پسندی اور انتہاء پسندی کو جنم دیتی ہیں۔

لباس میں اعتدال :

اسلام انسان کو جائز حد تک ہر نعمت سے لذت اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن غیر مقید آزادی بے اعتدالی کا سبب بنتی ہے اور انسان نتیجتاً آخرت سے لاپرواہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے لباس تک میں اعتدال کا درس دیا ہے۔

حضرت ابو الاحوص اپنے والد گرامی سے منقول کرتے ہیں۔

« قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِى ثَوْبٍ دُونٍ فَقَالَ « أَلَكَ مَالٌ ». قَالَ نَعَمْ. قَالَ « مِنْ أَيِّ الْمَالِ ». قَالَ قَدْ آتَانِىَ اللَّهُ مِنَ الإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ. قَالَ « فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالاً فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهِ»[1]۔

ترجمہ: میں نے گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دولت ہے۔ میں نے کہاہاں۔ نبی ﷺ نے پوچھا کس قسم کی؟ میں نے کہا کہ اللہ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں۔ فرمایا: جب اللہ نے تمہیں نعمت عطا کی ہے تو چاہے کہ تمہاری ذات پر اس کے فضل و کرم کا اثر دیکھا جاسکے"۔

یعنی اسلام یہ بھی نہیں چاہتا کہ وسائل کے ہونے کے باوجود انسان نے ایسا لباس پہنا ہو جس سے محرومیت اور تنگدستی کا گمان ہو۔

اسلام میں انتہاء پسندی کی ممانعت:

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے اسلام کی عدم انتہاء پسندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔ اسلام ایک عالمگیر برادری کے تصور کی بنیاد فراہم کرتا ہے جس سے دوسرے لوگوں کو برداشت کر ناممکن و سہل ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[2]۔

ترجمہ: اور نہ گالی دو ان لوگوں کو جو اللہ کے علاوہ کسی کو پکارتے ہیں پس وہ علم کے بغیر ہی (جواباً) اللہ کو گالی نہ دے دیں۔

---

۱) ابو داود، السنن، کتاب الباس، باب فی غسل الثوب، ۴/۹۰

۲) سورۃ الانعام:۶/۱۰۸

اس میں مشرکین کو بھی زبانی برا بھلا کہنے اور ان کے معبودان باطلہ کو گالی دینے سے منع کیا۔ اسلام واحد دین ہے جو اختیارر مذہب میں مکمل آزادی عطا کرتا ہے اور اختلاف مذہب کی بنا پر دوسروں سے امتیازی سلوک یا سختی کرنے سے منع کیا فرماتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ ﴾[1]

ترجمہ: ہر امت کے لئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر ہے جس پر وہ چلتی ہے اس معاملے میں آپ ان سے جھگڑا نہ کریں۔

یعنی اسلام غیر مسلموں کی عبادت میں دخل اندازی اور اس میں اعتراض کرنے سے منع کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے مذہب کے معاملے میں ہر شخص کو آزاد چھوڑا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: اگر انحضور ﷺ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے کیا رسول اللہ ﷺ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لائیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر کو مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ اے نبی کیا نبی ﷺ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مسلمان ہو جائیں؟ اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ کسی غیر مسلم کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ اسلام قبول کرے۔

عموماً تشدد اور انتہاء پسندی کے جذبات کسی فرد یا قوم سے غصہ یا نفرت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو صبر و تحمل اور برداشت کا ملکہ پیدا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾[3]۔

ترجمہ: اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والو ں کو پسند کرتا ہے۔

---

۱) سورۃ الحج: ۲۲/۶۷

۲) سورۃ یونس: ۱۰/۹۹

۳) سورۃ آل عمران: ۳/۱۳۴

اس میں مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ مومن غصہ پی جاتے ہیں اور انتقام اور تشددپسندی کی بجائے صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔

اس ضمن میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

« لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ»[۱]

ترجمہ: پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو بچھاڑدے، پہلوان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں خود پر قابو پالے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ جب اس کے پاس طاقت اور اختیارات آتے ہیں تو وہ کمزوروں پر زیادتی اور تشدد کرتا ہے۔ اسلام نے اس چیز سے منع فرمایا ہے کہ برداشت اور صبر اس چیز کا نام ہے کہ کوئی آپ پر زیادتی کرے اور اس سے بدلہ لینے کی صلاحیت و اختیار رکھنے کے باوجود درگزر کر جائیں اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں۔

اسلام باقی مذاہب کے وجود کو تسلیم کرتا ہے اور بحیثیت انسان مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کوئی امتیاز نہیں برتتا۔ اسلام اپنی ریاست کے اندر رہنے والی اقلیتوں کو بھی ان کے پرنسپل لاء اور کلچر کی آزادی عطا کرتا ہے۔ ابو عبید اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

« فَهُمْ أَحْرَارٌ فِي شَهَادَاتِهِمْ وَمُنَاكَحَتِهِمْ وَمَوَارِيثِهِمْ وَجَمِيعِ»[۲]

ترجمہ: اور وہ آزاد ہیں گواہی، نکاح، وراثت اور باقی تمام معاملات میں۔

اسی طرح امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب الخراج میں یوں ذکر کیا ہے:

« لا يهدم لهم بيعة ولا يمنعون من ضرب النواقيس الا فى اوقات الصلوٰة ولا من اخراج الصلبان فى يوم عيد هم»[۳]

ترجمہ: (یہودیوں اور عیسائیوں) کے عبادت خانے نہ گرائیں جائیں اور یہ لوگ ناقوس بجانے سے نہ روکے جائیں البتہ نماز کے اوقات مستثنیٰ رہیں گے اور ان کو ان کی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکا جائے۔

اسلام اپنی ریاست یعنی دارالاسلام کے اندر رہنے والی غیر مسلم اقلیتوں کی بھی نہ صرف جانی تحفظ فراہم کرتا ہے بلکہ مذہبی رسوم کی ادائیگی کو بھی مکمل اور یقینی بناتا ہے۔ سوائے مسلمانوں کی عبادت کے اوقات کے وہ ان پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کرتا۔

---

۱) بخاری، کتاب الادب، باب الحزر من الغضب، ۲۲۶۷/۵

۲) کتاب الاموال، ص: ۱۴۰

۳) کتاب الخراج، ص: ۱۴۳

حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پوری انسانیت کے لئے نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ محمد ﷺ نے دنیا میں اعتدال، رواداری اور عدم تشدد کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم کیں۔ اسلام کے اغاز ہی سے مشرکین مکہ نے حضور پر اور انحضور ﷺ کے صحابہ اکرام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیں، قتل کے منصوبے بنائے، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسم اطہر پر نجاستیں گرائیں۔ محمد ﷺ کو جادو گر اور مجنون کہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے کبھی بدلہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کے موقع پر جب مشرکین مفتوح اور حضور اکرم ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو انتقام لینے اور تشدد کرنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اليوم يوم المرحمة، اذهبوا انتم الطلقاء »[1]

ترجمہ: آج کا دن رحم کا دن ہے، جاو تم آزاد ہو۔

نو مسلم محقق محمد اسد اپنی کتاب

(Islam at the cross Road)

میں اسلام کے مادیت وروحانیت کے امتزاج پر مشتمل معتدل اور روشن خیال نظریے کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"It (Islam) is simply a programme of life according to the rules of nature which God decred upon His creation, and its supereme achievement is the complete co-ordination of the spirtual and the material aspecets of human life"[2].

ترجمہ: اسلام مادیت اور روحانیت کے انتہاء پسندانہ رویوں کا مخالف ہے اور ان انتہائوں کے مابین معتدل رویہ تشکیل دینے کی تعلیمات دیتا ہے۔

اہل مغرب کا اسلام کے متعلق منفی پروپیگنڈا کہ اسلام تلوار سے پھیلا اور اسلام اپنے پیروکاروں کو انتہاء پسندی کی تعلیم دیتا ہے اپنے عروج پر ہے۔ درحقیقت یہود و نصاریٰ یہ سب کچھ اس خوف کی وجہ سے کر رہے ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمام مادی نظام اور جدت پسندی اور روشن خیالی کے جھوٹے نعرے جو حقیقی امن و سکون قائم کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ حقیقت پسندانہ سوچ رکھنے والے غیر مسلم کسی ایسے نظام کے متلاشی ہیں جو امن کا داعی ہو اور ظلم و ستم کے مغربی شکنجے میں پسنے والی عوام کو سکون کی زندگی عطا کر سکے۔ یہ سب پروپیگنڈا اس خوف کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں ایک ہی معتدل نظام نظامِ اسلام ہے جو مادیت اور روحانیت کے مابین حسین امتزاج قائم کرتا ہے لوگ کہیں اس دین کے قریب نہ

---

۱) السیرۃ النبویۃ، ۲/۶۳۹

2) Muhammad Asad, Islam At The Cross Road,Punjab,araft Publishing sixth edition,1947,p.14

آ جائیں۔ یہ منفی پر پیگنڈا کر کے سادہ ذہن لوگوں کو اسلام سے بد ظن کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے باوجود آج چند حقیقت پسند مستشرقین اسلام اور پیغمبر ﷺ آخر الزماں کی اعتدال پسندی اور عدم تشدد اور تحمل برداری کا برملا اعتراف کرتے ہیں:

"Standly Lane Pole" لکھتا ہے:

"Facts are hard things and it is fact that the day of Muhammad,s greatest triumph over his enemies was also the day of a his grandest victory over himself. Hefreely forgave the Qureysh all the years of sorrow and crual scorn they had inflicted on him. He gave amnesty to the whole population of Makka"[1].

ترجمہ: حقیقتیں بڑی کٹھن ہوتی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا اپنے دشمنوں پر عظیم ترین فتح و نصرت کا دن ہے خود اپنی ذات پر نہایت ہی شاندار کامیابی کا دن تھا۔ نبی ﷺ نے نہایت فراخدلی کے ساتھ قریش کو معاف کر دیا۔ جنہوں نے کئی سالوں تک غم والم میں انحضور ﷺ کو مبتلا کیا، بہت نفرت و حقارت سے، پھر بھی انحضور ﷺ نے سب کچھ معاف کر دیا۔ محمد ﷺ نے مکہ کی ساری وادی کو عام معافی دے دی۔

S.P.Scott

نے حضور اکرم ﷺ کی تحمل مزاجی اور عفو درگزر کا یوں اعتراف کیا ہے:

"His magnanimity and the profound knowledge of human heart, which stamped him a leader of men was evident by his noble conduct and princely libration to the Qureysh after the conquest of Mekka"[2].

ترجمہ: نبی ﷺ کی دریادلی اور انسانی ضمیر کے گہرے ادراک نے حضرت محمد ﷺ کو نوع انسان کا ممتاز رہبر ثابت کر دیا، جس پر حضرت محمد ﷺ کے شریفانہ کردار اور فتح مکہ کے وقت قریش مکہ کی شاہانہ معافی گواہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی تعلیمات، سیرت النبی ﷺ کے واقعات اور منصف مزاج مستشرقین کے اعترافات کی روشنی میں یہ نتیجا اخذ ہوتا ہے کہ اسلام نے ہر قسم کی شدت پسندی، تعصب اور نفرت کو محبت، مودّت اور شفقت میں تعصب اور متعصب معاشرے کو امن کا گہوارہ بنا دیا۔ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور ﷺ کے اعمال وافعال اور فرامین پر صحابہ اکرام پوری طرح پابند رہے۔ اور عملی طور پر ثابت کیا کہ اسلام امن اور اعتدال کا دین ہے جس میں

---

1) Stanley Lane Poll,The Prophet and Islam A, bridge,Lahore,1952,p.31

2) S.P.Scott, History of Moorish Empire in Euroupe,London,1999,Vol.1,P.68

جبر، تشدد اور انتہاء پسندی کی گنجائش نہیں ہے۔ مغربی منفی پروپیگنڈے اور اسلام کی اعتدال پسندی کا اعتراف A.S.Tritton نے یوں کیا ہے۔

"The picture of the Muslim soldier advancing with a sword in one hand and the Qura'an in the other is quite false"[1].

ترجمہ: مسلمان سپاہی کی تصویر جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن ہے بالکل غلط ہے۔

ریاست مدینہ اور غیر مسلموں کیساتھ تعلقات

کفار مکہ کی ہٹ دھرمی اور اسلام دشمنی جب حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ۱۳ نبوی میں حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی اجازت دے دی۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ مدینہ تشریف لائے اور مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ مدینہ میں صرف مسلمان ہی نہیں بستے تھے بلکہ یہود اور بت پرست بھی مدینہ میں آباد تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جو تاریخ اسلام میں " میثاق مدینہ " کے نام سے مشہور ہے۔ اسلامی ریاست ایک " Pluralitic Society" تھی جس میں مختلف مذاہب اور قومیتوں کے لوگ آباد تھے۔ اس میں مکہ و مدینہ کے مسلمان اور یہود مدینہ کے یہود کے علاوہ فارسی (ایران) سے حضرت سلمان فارسی اور حبشہ سے حضرت بلال حبشی آباد تھے۔ اسی مذہبی معاہدے کے بارے میں ڈاکٹر حافظ محمد ثانی نے یوں تبصرہ کیا ہے:

" یہ معاہدہ مذہبی رواداری اور فراخدلی کی ایک مثال ہے جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے۔ موجودہ دور کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر اور رواداری پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکی"۔[۲]

اسی تاریخ ساز معاہدہ کی بدولت غیر مسلموں اور مختلف افراد و اقوام کے حقوق و فرائض اور مذہبی آزادی اور اتحاد و یگانگت کا اصول وضع ہوا۔ چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو اتحاد و یگانگت پر مبنی اسی تاریخی معاہدے سے مندرجہ ذیل حقوق مراعات ہوئی:

« ان یهود بنی عوف امة مع المومنین لیهود دینهم و للمسلمین دینهم موالیهم وانفسهم الا من ظلم واثم فانه لا یوتیه الانفسه واهله، انهم امت واحدة من دون الناس۔وان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفة۔ وان یثرب حرام جوفها لاهل هذه الصحیفة وان الجاد کالنفس غیر مضار ولاآثیم۔ وان بینهم النصر علی من دهم یثرب»[۳]۔

---

1) Islam,ibid, P.21

۲) رسول اکرم اور رواداری، محمد ثانی ڈاکٹر، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص:۵۷

۳) البدایہ والنہایہ، ۲۲۴/۳

ترجمہ: بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہوں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔ دنیا کے لوگوں کے مقابل (میثاق مدینہ میں شامل فریق) ایک الگ سیاسی وحدت ہوں گے۔یہود مسلمان آپس میں ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اس دستاویز کرنے والوں سے جنگ کریں گے مددگار ہوں گے۔اس دستاویز کے شرکاء کے لیے مدینہ کی داخلی زندگی میں بگاڑ حرام ہے۔پڑوسی کی حفاظت اپنی ذات کی طرح ہو گی۔ نہ کوئی کسی کو نقصان پہنچائے گا اور نہ کوئی جرم کرے گا۔ مدینہ پر کوئی شخص حملہ کرئے گا تو دونوں فریق باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوں گے۔

یہ قانونی دستاویز جو پہلی اسلامی ریاست کے آئین کے طور پر تحریر کی گئی اس میں ریاست کے اندر رہنے والے مختلف عقائد، مذاہب اور اقوام کے لوگوں کو ایک امت تسلیم کیا گیا۔اس معاہدہ کی رو سے امت کی تعریف میں یہود بھی شامل تھے۔جیسا کہ «انهم امة واحدة من دون الناس» کہ معاہدے سے مدینہ میں موجود تمام طبقات ایک سیاسی وحدت میں بدل گئے۔ریاست مدینہ میں دینی اور مذہبی وحدت کے علاوہ موجود دیگر اکائیوں کو ایک جاندار ریاستی مقام دیا گیا۔ جس سے وہ اپنے آپ کو ریاست کا ایک فعال عضو سمجھنے لگے۔

یہ معاہدہ آنحضور ﷺ کی سیاسی بصیرت اور مذہبی رواداری و فراخدلی کی روشن مثال ہے۔نبی ﷺ نے ایک مثالی فلاحی ریاست قائم کی جس میں ہر فرد کو بلا تفریق مذہب و ملت، عقیدہ و عمل کے مکمل آزادی حاصل تھی۔ہر گروہ کو مذہبی اور معاشرتی حقوق حاصل تھے۔اس معاہدے سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد برائے امن بقائے باہم، رواداری ، قیام امن اور اعلی انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی۔اس معاہدے میں متذکرہ بالا دفعات سے یہ حقیقت عیاں ہو تی ہے کہ اسلام کی پہلی ریاست ایک (Pluralism) کا قابل تقلید نمونہ تھی اور اسلام (Pluralistic)سوسائٹی کا زبردست حامی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے پہلی اسلامی ملٹی نیشنل ریاست کے لئے ایسا اسلامی آئین وضع کیا کہ تمام قومیتوں اور مذاہب کے لوگ ایک سیاسی وحدت میں مکمل آزادی کے ساتھ رہتے تھے۔جس ریاست اور قانون سازی کی آج کے جدید زمانہ میں اشد ضرورت محسوس کی جارہی ہے اسلام نے اس کا عملی نمونہ آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے پیش کیا۔جس کا اعتراف مغربی مستشرقین بھی کرتے ہیں۔کیرن ارم اسٹرانگ نے معاہدہ کے بارے لکھا ہے :

"A treaty was drawn up which, by a stroke of good fortune, has been preserved in the early sources so we see the blue print of the first Islamic community.It stated Muhammad was entering into a covenent with the Arab and Jewish tribes of Madina"[1].

یعنی اسلامی ریاست کا یہ پہلا دستور Pluralism کا ایک خوبصورت نمونہ تھا جس میں مہاجرین مکہ، مدینہ کے انصار، یہود مدینہ اور دیگر مشرکین مکمل آزادی اور سیاسی تحفظ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

اسلام میں غیر مسلموں سے تعلقات کی اجازت اور اس کی حدود اور نوعیت:

اسلام کی تعلیمات کسی مخصوص، قوم، قبیلے یا علاقے کے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ اسلام آفاقی تعلیمات کا حامل ہے اور اس کا خطاب تمام انسانیت کے لئے ہے۔ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اسلام نے اپنے پیروکاروں کی زندگی کے ہر شعبے میں مکمل راہنمائی کی ہے۔ اسلام بین المذاہب اتحاد کا داعی ہے اور بحیثیت انسان تمام لوگ اسلام کی نظر میں محترم ہیں۔ اسلام قیام امن اور محبت و مودت کی فضا پیدا کرنے کی اجازت دیتا ہے اور اس کے لئے تعلقات کی حدود اور نوعیت کو بھی بیان کرتا ہے۔

بعض افراد جو اسلامی تعلیمات کی روح سے واقف نہیں ہوتے۔ اپنے سطحی مطالعے کی بنیاد پر یہ دعوی کرتے ہیں کہ اسلام غیر مسلموں سے ہر قسم کے تعلقات قائم کرنے کے خلاف ہے۔ لیکن اگر اس سلسلے میں تمام اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھا جائے تو بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام تعلقات و مراسم سے منع نہیں کرتا بلکہ صورتحال کے مطابق اصول وضوابط قائم کرتا ہے۔ غیر مسلموں سے تعلقات قائم کرنے کے لیے چار چیزوں کو مد نظر رکھنا ہو گا۔ نوعیت کے اعتبار سے تعلقات کے لیے چار اصطلاحات ہیں»[2]۔

۱) (موالات ۲) مواسات ۳) مدارات ۴)معاملات

موالات:

قلبی دوستی کے علاوہ اہم نصرت واستعانت کو بھی کہتے ہیں یہ صرف مومنین کے ساتھ خاص ہے کافروں کسی حال میں بھی جائز نہیں کیونکہ اہم ملی رازوں میں اعتماد کرنا اور قلبی تعلقات بڑھانا شریعت محمدی ﷺ میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

1) Muhammad, a Biography of the prophet,ibid, p.155

۲) السیرہ النبویۃ، ۲/۶۳۹

﴿لَا يَتَّخِذِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْكَٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ﴾[1]

ترجمہ: مومن کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مومنوں کے علاوہ ۔

قلبی دوستی سے اس لیے منع کیا گیا کیونکہ یہود و نصاریٰ دلی طور پر مومنوں کے دوست اور خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

مواسات:

اس سے مراد ہمدردی، خیر خواہی اور نفع رسانی کے ہیں۔ یہ صرف ان غیر مسلموں کے لیے جائز ہے جو مسلمانوں سے برسرپیکار نہ ہوں اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف نظریاتی وجغرافیائی مزاحمت میں شامل اقوام کے حلیف ہوں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَّا يَنْهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمْ يُقَٰتِلُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ﴾[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے (دوست بنانے) سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کرتے۔

اصول مواسات اسلام کا طرہء امتیاز ہے، اس کے تحت رسول اللہ نے انسانیت کو امن عالم اور انسان دوستی کا پیغام دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام زندگی اس زریں اصول کے تحت گزار دی جس کے نتیجہ میں مولفۃ القلوب کا سامان کرکے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کیا۔

اصول مدارات: اس کے معانی خوش اخلاقی اور مہمان نوازی کے ہیں۔ یہ سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ نبی ﷺ نے جتنے بھی غزوات لڑے اسی اصول کو پیش نظر رکھا۔ جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کا معاملہ ہو یا مزاحم قوتوں کے بہیمانہ رویے کا سابقہ۔ مزاحمین کی وقتی برتری ہو یا بطور فاتح شہر امن میں داخلے کا وقت۔ نبی اکرم ﷺ کی تمام زندگی اسی اصول مدارات پر مبنی رہی۔ فتح مکہ رمضان ۸ ہجری کو اپنے بدترین دشمنوں کفار مکہ پر کامل اقتدار و اختیار حاصل کر لیا تھا۔ محمد ﷺ نے اس موقع پر تمام امیدوں اور تصورات کے برخلاف رواداری پر مبنی مثالی انقلابی اعلان فرمایا:

«اليوم يوم المرحمة»[3]

حضرت محمد ﷺ نے اس موقع پر عظیم عفو و درگزر، تحمل و برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔

---

۱) سوۃ آل عمران: ۲۸/۳

۲) سورۃ الممتحنۃ: ۸/۶۰

۳) زاد المعیاد، ۴۲۳/۱

ابن اسحاق نے ایک روایت نقل کی ہے:

« ان رسول الله لماانتهى الى ذى طوى وقف على راحلته وان رسول الله ﷺ ليضع راسه تواضع الله حين رأى مااكرمه الله به من الفتح حتى ان عقنونه ليكاد يمس واسطة الرحل»[1]

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ وادی ذی طوی میں پہنچے اور رسول اللہ ﷺ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو فتح سے سرفراز کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ازرہ تواضع اپنی سواری پر سر جھکالیا اور یہاں تک جھکے کہ نبی ﷺ کی ٹھوڑی قریب تھی کہ کجاوے کی لکڑی سے لگ جاتی۔

یعنی اس قدر انکساری وعاجزی کا مظاہرہ کیا جبکہ انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی اپنے ظالم دشمن پر غلبہ پالیتا ہے تو اس کو سخت سے سخت سزا کا نشانہ بناتا ہے لیکن پیغمبر اسلام نے یہ تعلیمات دی ہیں کہ غیر مسلموں سے عفو ودرگزر کا سلوک کریں کیونکہ یہ چیزیں ان لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کریں گی۔

معاملات:

تیسرا درجہ معاملات کا ہے ان سے تجارت کرنا یا اجرت وملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کرنا یہ بھی تمام غیر مسلموں سے جائز ہے بجز اس حالت کے کہ ان معاملات سے تمام مسلمانوں کو نقصان کا اندیشہ ہو۔ آج جدید زمانے میں غیر مسلم خصوصاً اہل یورپ سائنس اور ٹیکنالوجی میں عصر حاضر کے مسلمانوں سے بہت آگے ہیں لہذا ان سے تعلیمی بنیادوں پر تعاون کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال غزوۂ بدر کے غیر مسلم پڑھے لکھے قیدیوں کو حضور اکرم ﷺ نے مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کی شرط پر آزادی کا پروانہ جاری کیا تھا۔ معاملات میں کاروبار اور تجارت میں غیر مسلموں سے لین دین کی مثالیں آنحضور ﷺ کی سیرت پاک سے بھی ملتی ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے:

«اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ»[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے طعام خریدا تھا اور اس کے پاس اپنی زرہ رہن رکھی تھی۔

بعض لوگ قرآن حکیم کی چند آیات اور کچھ احادیث کو حجت بنا کر یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ غیر مسلموں سے تمام اقسام کے تعلقات کلیۃً حرام ہیں۔ جبکہ قرآن وحدیث کا بنظر غائز مطالعہ کریں تو علم ہوتا ہے کہ جہاں غیر مسلموں سے عدم استعانت کے احکام ہیں وہیں تقارب اور استعانت کے دلائل بھی موجود ہیں۔ اسلام نے غیر مسلموں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے بعض وہ گروہ جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں یا اسلام کے خلاف حالت جنگ میں معروف

---

۱) السیرۃ البنویۃ، ۴/ ۳۴

۲) مسلم، رقم: ۱۲۰۲

گروہ کی حمایت کرنے والے ہیں تو ایسے لوگوں سے اسلام مومنوں کو تعلقات قائم کرنے سے منع کرتا ہے۔ جبکہ بعض غیر مسلم ایسے ہیں جو پرامن طریقے سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور نہ تو خود اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں اور نہ برسرپیکار مسلموں کی مدد کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ قلبی دوستی کے علاوہ باقی تعلقات قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ممانعت اور استعانت دونوں قسم کے دلائل دیے جاتے ہیں تاکہ حقیقی پہلو تک پہنچا جاسکے۔

تعلقات قائم کرنے سے ممانعت کے دلائل:

وہ غیر مسلم جو اسلام کے خلاف نظریاتی یا جغرافیائی سطح پر برسرپیکار ہیں اسلام ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے سختی سے منع کرتا ہے۔ اس بارے میں قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر آیات موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَه وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ﴾[1]

ترجمہ: مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا، اللہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کرو، مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

اس میں تعلقات کی قسم موالات سے منع کیا گیا ہے کہ مسلمان ان غیر مسلموں سے قلبی دوستی اختیار نہ کریں۔ یعنی دوست بنانے میں غیر مسلموں کو مسلمانوں پر ترجیح نہ دیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَاۗءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاۗءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّه مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾[2]

ترجمہ: اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی راہنمائی سے محروم رکھتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

---

۱) سورۃ آل عمران: ۲۸/۳

۲) سورۃ المائدہ: ۵۱/۵

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو صاف حجت قائم کرلو؟۔

یعنی اگر کوئی مومن کافر کے کفر سے راضی اور اسی وجہ سے اس سے محبت و دوستی کرے تو گویا وہ کفر کو درست تسلیم کررہا ہے جو کہ کفر ہے اور ایسا کرنے سے مومن مومن نہیں رہ سکتا اور آہستہ آہستہ کفر کی طرف مائل ہو جائے گا اور بالاخر وہ اپنے مذہب کو چھوڑ سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِه فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَ سَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو خطرہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر آپڑے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے یا اپنے پاس سے کوئی چیز لائے تو پھر یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر نادم ہونے لگیں گے۔

اس آیت کریمہ میں منافقوں کی ایک علامت بتائی ہے کہ یہ لوگ اسلام کا دعوی تو کرتے ہیں لیکن ذرا سے مشکل حالات میں کافروں کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں کے بظاہر کمزور گروہ میں رہنے سے ان کے مال وجان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾[3]

ترجمہ: دیکھو! ظالموں کی طرف ہر گز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا اور نہ تم مدد دیے جاؤ گے۔

اس آیت کریمہ میں کفار کی پیروی، ان کی میلان، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، ان کی مشابہت اختیار کرنا اور دنیاوی جاہ وجلال دیکھ کر ان کی عزت و تکریم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سورۃ آل عمران میں یوں ارشاد ہے۔

---

۱) سورۃ النساء:۴/۱۴۴

۲) سورۃ المائدہ:۵/۵۲

۳) سورۃ ھود:۱۱/۱۱۳

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾[1]

ترجمہ: اے لوگو، جو ایمان لائے ہو اپنی جماعت کے علاوہ کسی دوسرے کو راز دان نہ بناؤ۔ تمہاری مخالفت میں کمی کرنے والے نہیں ہیں۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو پسند ہے۔ تمہاری دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہے ، تمہارے خلاف جو ان کے اندر ہے وہ اس سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں میں Personal معاملات میں غیر مسلموں کو راز دان بنانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ عالم الغیب نے حکمت بھی بتادی ہے کہ کافر لوگ رسول اللہ ﷺ کو نقصان پہنچا کر خوشی محسوس کرتے ہیں اور بعض دفعہ اپنی دشمنی کا زبان سے اظہار بھی کر جاتے ہیں لیکن جو نفرت و عداوت ان کے دل میں ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

امام رازیؒ کی رائے ہے:

« ان يتخذو امن الكفار واليهود واهل الا هواء دخلاء ولجاوا يفاوضونهم فى الاراء اليهم امور هم »[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کی طرف میلان سے سختی سے ڈانٹا ہے کہ وہ کفار اور یہود اور خواہش پرستوں کو اپنی اراء اور مشوروں میں دخیل بنائیں اور اپنے امور ان کے سپرد کریں۔

غیر مسلموں سے تعاون واستعانت کے دلائل:

غیر مسلموں سے ربط و تعلقات اور استعانت کو محض اس وجہ سے ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ اگر غیر مسلم مسلمانوں پر نہ زیادتی کریں، نہ ان کے حقوق پامال کریں اور نہ ہی دعوت دین اسلام میں کسی قسم کی روکاوٹ پیدا کریں تو ان سے تعاون و ربط رکھنا جائز ہے۔ یعنی ان سے تعلقات باالکلیہ منع نہیں بلکہ بعض وجوہ کی بنیاد پر منع ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَنْهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمْ يُقَٰتِلُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَٰرِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوٓاْ إِلَيْهِمْ ﴾[3]

---

۱) سورۃ آل عمران: ۳/۱۱۸

۲) تفسیر کبیر، ۴/۱۷۸

۳) سورۃ الممتحنہ: ۶۰/۸

ترجمہ: تمہیں اللہ ان لوگوں سے احسان کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے معاملے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا ہے تم ان پر احسان کرو ان سے انصاف کرو۔

یعنی اگر کفار اہل اسلام سے دین کے معاملے میں لڑائی نہ کریں اور تبلیغ اسلام میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کریں توان پر احسان و نیکی کرنے سے اللہ تعالی منع نہیں کرتا۔

﴿ قُلْ يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾[1]

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) کہہ دیں! اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آئو جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

یعنی اسلام بین المذاہب اتحاد و تعاون کا داعی دین ہے اس آیت کریمہ میں اہل کتاب یہود و نصاری کو اتفاق واتحاد کی طرف بلایا ہے کہ وہ چیزیں جو ہمارے دین اور تمہارے دین میں مشترک ہیں ان کو بنیاد بنا کر ہم متحد ہو جائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ﴾[2]

ترجمہ: جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نبھائیں تم بھی وعدہ وفا کرو۔

اگر مسلمانوں نے غیر مسلموں سے کوئی عہد معاہدہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس عہد کو پورا کرو اور اگر کفار پہلے بدعہدی کریں تو پھر آپ بھی عہد توڑ دیں۔

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَي اللهِ﴾[3]

ترجمہ: اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ اور (اے نبی ﷺ) اللہ پر بھروسہ رکھو۔

تعاون، دوستی اور تعلقات میں اسلام باقی کفار و مشرکین کے مقابلے میں اہل کتاب کو ترجیح دیتا ہے اور اہل کتاب میں عیسائیوں کو یہودیوں پر ترجیح دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

۱) سورۃ آل عمران: ۳/۶۴

۲) سورۃ التوبہ: ۹/۷

۳) سورۃ الانفال: ۸/۶۱

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: اور حضرت محمد ﷺ پائیں گے۔ مسلمانوں کے ساتھ محبت میں قریب ترین لوگ۔ ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ان میں علماء اور راہب لوگ ہیں اور یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے جو نفسیات اور مافی الصدور جاننے والا ہے ارشاد فرمارہا ہے کہ اسلام کے سب سے قریب ترین گروہ نصاری ہے اور یہ باقی تمام مذاہب کے پیرکاروں کے مقابلے میں اسلام دوست نظریات رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے تعاون و استعانت بالکلیہ منع نہیں بلکہ خاص حالات میں جب غیر مسلم جماعت اسلام کے خلاف بر سر پیکار ہو۔ اسلام نہ صرف غیر مسلموں سے تعاون و دوستی کی اجازت دیتا ہے بلکہ اعلی وارفع مقاصد اور پر امن معاشرے کے قیام کے لئے غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون کو مستحسن قرار دیتا ہے۔

غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات میں اسلام کی فراخدلی

اسلام غیر مسلموں سے معاشرتی اور سماجی تعلقات میں فراخدلانہ میل جول کا حامی ہے اور کسی قسم کے تعصب اور کراہت کو پسند نہیں کرتا۔ اہل کتاب کے کھانے کو مسلمانوں کے لیے حلال قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾[2]

ترجمہ: اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حرام ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر علامہ ابو بکر جصاصؒ یوں فرماتے ہیں۔

«رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَالْحَسَنِ وَمُجَاهِدٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَقَتَادَةَ وَالسُّدِّيِّ أَنَّهُ ذَبَائِحُهُمْ وَظَاهِرُهُ يَقْتَضِي ذَلِكَ لِأَنَّ ذَبَائِحَهُمْ مِنْ طَعَامِهِمْ وَلَوْ اسْتَعْمَلْنَا اللَّفْظَ عَلَى عُمُومِهِ لَانْتَظَمَ جَمِيعُ طَعَامِهِمْ مِنْ الذَّبَائِحِ وَغَيْرِهَا وَالْأَظْهَرُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ الذَّبَائِحَ خَاصَّةً »[3]

ترجمہ: ابن عباس، ابودردا، حسن، مجاہد ابراہیم، قتادہ اور اسدی سے مروی ہے کہ اس آیت میں طعام سے مراد غیر مسلموں کا ذبیحا ہے اور ظاہر کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ ذبائح اور طعام

---

۱) سورۃ المائدہ:۵/۸۲

۲) سورۃ المائدہ:۵/۵

۳) احکام القرآن،۲/۳۹۴

لازم وملزوم ہیں اوراس لفظ کا اگر ہم عمومی مراد لیں تو تمام کھانے جن میں ذبائح وغیرہ بھی شامل ہیں حلال ماننا پڑیں گے ظاہر تربات یہ ہے اس جگہ طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔

سماجی تعلقات بڑھانے اور ایک دوسرے کے ساتھ گہرے تعلقات قائم کرنے میں کھانا اہم کردار ادا کرتا ہے اسلام نے مومنوں کو اسی لیے ایک دوسرے کی دعوت کرنے کا کہا ہے کیونکہ جب ایک انسان دوسرے کو کھانے کی دعوت دیتا ہے تو ان دو افراد کے درمیان ایک قلبی انس پیدا ہوتا اور اسلام نے غیر مسلموں کے ذبیحا کو مسلمانوں پر ہلال کیا ہے۔علامہ جصاصؒ نے اس آیت کریمہ کی سیرت کا حوالہ دے کر مزید وضاحت کی ہے:

«إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْ الشَّاةِ الْمَسْمُومَةِ الْمَشْوِيَّةِ الَّتِي أَهْدَتْهَا إِلَيْهِ الْيَهُودِيَّةُ وَلَمْ يَسْأَلْهَا عَنْ ذَبِيحَتِهَا أَهِي مِنْ ذَبِيحَةِ الْمُسْلِمِ أَمْ الْيَهُودِيِّ »[1]۔

ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک یہودی کا ہدیہ کیا ہوا بکری کا گوشت جس میں زہر ملا دیا گیا تھا کھالیا اور اس سے یہ نہیں دریافت کیا کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا تھا یا یہودی نے۔

اجرت پر رکھنا:

علامہ ابن تیمیہ نے غیر مسلم کو اجرت پر رکھنے کے حق میں فتویٰ دیتے ہیں ہجرت مدینہ میں ایک غیر مسلم عبد اللہ بن اریقط جو ماہر راستہ شناس تھا اس کو سفر میں راہنمائی کے لیے منتخب کیا:

واذ كان اليهودى اوالنصرانى خبيراً بالطب جاذله ان يستطبه كما يجوزله ان يودحه المال وان يعامله وقداستاجر رسول الله رجلا مشركاً لما هاجر وكان هاديا ماهراً بالهداية[2]

ترجمہ: اگر کوئی یہودی یا عیسائی فن طب میں درک رکھتا ہو تو یہ جائز ہے کہ اس سے معالجہ کرایا جائے اور اس سے معاملت کی جائے خود رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک شخص کو اجرت پر حاصل کیا جب ہجرت فرمائی تھی جو بڑا ماہر راہ شناس تھا۔

غیر مسلم والدین کی عزت و تکریم:

اسلام میں والدین کی عزت و تکریم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اللہ کی عبادت کے بعد سب سے بڑی نیکی والدین سے حسن سلوک ہے۔اسلام والدین کی اطاعت میں مسلم اور غیر مسلم والدین کی عزت و احترام میں فرق نہیں کرتا بلکہ ہر حال میں لازم قرار دیا ہے۔یہاں تک کہ اگر والدین مشرک ہوں اور اپنے مسلم بیٹے کو شرک کرنے کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کا حکم نہ مانا جائے گا اس کے باوجود ان کے ساتھ اچھائی و بھلائی کا حکم دیا گیا ہے:

---

۱) احکام القرآن، ص:۳۹۴

۲) مختصر الفتاوی المصریہ ، ابن تیمیہ، (م ۷۲۸ھ)، مطبوعہ مصر، س.ن، ص:۵۱۶

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾[1]

ترجمہ: اور اگر وہ تجھے مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ شرک کر جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تو ان کی بات نہ ماننا اور ان کے ساتھ اچھائی کے ساتھ برتاؤ کرنا۔

غیر مسلم رشتہ داروں سے تعاون:

والدین کے بعد رشتہ داروں کا حق ہے اسلام نے جہاں مسلمان رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا ہے، وہیں غیر مسلم رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ انسان غیر مسلم رشتہ داروں کی مالی مدد بھی کر سکتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت صفیہؓ کا عمل قابل حجت ہے:

« بَاعَتْ صَفِيَّةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارًا لَهَا مِنْ مُعَاوِيَةَ بِمِائَةِ أَلْفٍ، فَقَالَتْ لِذِي قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْيَهُودِ: وَقَالَتْ لَهُ: «أَسْلِمْ، فَإِنَّكَ إِنْ أَسْلَمْتَ وَرِثْتَنِي»، فَأَبَى فَأَوْصَتْ لَهُ، قَالَ بَعْضُهُمْ: بِثَلَاثِينَ أَلْفًا»[2]

ترجمہ: ام المومنین حضرت صفیہؓ نے اپنے مکان حضرت معاویہ کو ایک لاکھ میں فروخت کیا، انہوں نے اپنے ایک یہودی عزیز سے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میرے وارث بن جاؤ گے، اس نے انکار کر دیا، پھر انہوں نے اس کے لئے وصیت کی، جو بعض لوگوں کے مطابق تیس ہزار کی تھی۔

غیر مسلم پڑوسی سے تعاون:

اسلام میں پڑوسی کی خیر خواہی اور بھلائی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے اسلام نے جو ہدایات دی ہیں اس میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی میں فرق نہیں کیا گیا۔ علامہ قرطبی نے علماء کا فتویٰ نقل کیا ہے:

« قال العلماء الاحاديث فى اكرام الجار جاءت مطلقة غير مقيدة حتى الكافر»[3]

ترجمہ: علماء نے کہا ہے کہ پڑوسی کے اکرام واحترام میں جو احادیث آئی ہیں وہ مطلق ہیں اس میں کوئی قید نہیں ہے، کافر کی بھی قید نہیں۔

اسلام تفریق بین الرسل کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ اتفاق واتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ انبیاء کے متعلق ارشاد ہے۔

---

۱) سورۃ لقمان:۳۱/۱۵

۲) المصنف، رقم: ۹۹۱۳، ج: ۳۳

۳) الجامع، الاحکام القرآن، ۵/۱۸۴

﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَه مُسْلِمُوْنَ ﴾[۱]

ترجمہ: ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اسی پروردگار کے فرمابردار ہیں۔

---

۱) سورۃ البقرہ:۲/۱۳۶

فصل سوم:

اسلام ایک آفاقی دین

اسلام عالمگیر تعلیمات کا حامل دین:

اسلام کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے اس کو کسی فرد، جماعت، قوم، قبیلہ، نسل یا وطن کے ساتھ خاص نسبت نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہمہ گیر دین ہے جو اس نے بلا تفریق ملک وملت، رنگ ونسل، ہر غریب وامیر انسان کی ہدایت اور فلاح وبہبود کی غرض سے بھیجا ہے۔

مذاہب کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ الہامی مذاہب اور غیر الہامی مذاہب: الہامی مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام ہیں۔ جبکہ غیر الہامی مذاہب میں ہندومت، تائوازم اور شنٹوازم وغیرہ بڑے مذاہب ہیں۔

مذاہب عالم کے مطالعہ کے بعد علم ہوتا ہے کہ ہر مذہب کسی خاص قوم، نسل، قبیلے، علاقے اور وقت کے لئے ہے۔ چاہے مذہب الہامی ہے یا غیر الہامی اس کی تعلیمات کا تعلق ایک مخصوص اور محدود علاقے اور قوم کے ساتھ ہے۔ کوئی بھی مذہب تمام انسانوں کو تا قیامت مکمل راہنمائی فراہم نہیں کرتا سوائے اسلام کے۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس کی تعلیمات آفاقی ہیں۔ اسلام پوری انسانیت کے لئے دین ہے۔ جو شخص بھی اس کو قبول کرتا ہے وہ مسلمان بن جاتا ہے۔ اور مسلمان کسی گروہ، نسل، قبیلے یا قوم کا نام نہیں، اسلام کا پیغام توسب کے لئے ہے۔ اسے کوئی بھی اختیار کرسکتا ہے اور عالمگیر برادری کا حصہ بن سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے قبل بھی انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انبیاء ورسل مبعوث ہوتے رہے لیکن ان کا تعلق خاص اقوام سے تھا اور ان کی تعلیمات ایک مخصوص مدت کے لئے تھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾[1]

ترجمہ: (ابتداء میں) سب لوگ ایک ہی دین پر جمع تھے، (پھر جب ان میں اختلاف رونما ہوگئے) تو اللہ نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ حق پر مبنی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں میں ان امور کا فیصلہ کردے جن میں وہ اختلاف کرنے لگے تھے۔

---

۱) سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۱۳

یعنی ابتداء میں سب لوگ دین توحید پر قائم تھے پھر کثرتِ آبادی کے ساتھ ان کے اندر اختلافات پیدا ہوئے پھران کو راہ ہدایت پر لانے کے لیے وقتاً فوقتاً انبیاء آتے رہے اور وہ خدائی احکام کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔

قرآنی تعلیمات تمام انسانیت کے لیے:

اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کو الہامی کتب اور صحائف عطا کیے لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کے پیروکاروں نے اپنی شریعتوں میں تحریف کر دی اور نتیجتاً وہ اپنے انبیاء کی عطا کردہ اصل تعلیمات کو بھول گئے۔ قرآن کریم سے پہلے نازل کردہ آسمانی کتب میں اس قدر تحریف ہو چکی ہے کہ خود اہل کتاب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ موجودہ کتب کے اندر جو تعلیمات ہیں وہ واقعتاً وہی ہیں جو منزل من اللہ ہیں۔

قرآن کریم آخری الہامی کتاب ہے۔ اوراس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود مالکِ کائنات نے لی ہے اس لیے یہ کتاب تا قیامت من وعن محفوظ رہے گی۔ چونکہ کل انسانیت اور اقوام عالم کے لیے یہ صحیفہ ہے لہذا قران انسانی معاشرے کے اندر کل انسانیت کو اجتماعیت میں پرونا چاہتا ہے اوراس کا خطاب کل انسانیت سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یَاَیُّھَاالنَّاسُ اتَّقُوْ ارَبَّکُمْ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[1]

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

﴿ یَاَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنَکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعارفُوْا﴾[2]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پید اکیا اور تم کو مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

مندرجہ بالا دونوں آیات میں قرآن حکیم پوری انسانیت سے مخاطب ہے اور تمام انسانوں کو وحدت اور اتحاد کی طرف دعوت دے رہاہے کہ درحقیقت تمام لوگ ایک آدم کی اولاد ہیں یعنی خدا بھی سب کا ایک اور باپ بھی ایک ہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

۱) سورۃ النساء:۴/۱۴

۲) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۳

﴿ يَاَيُّهَاالنَّاسُ قَدْ جَائَ تكُمْ مَوْعِظَة '' مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَآء'' لِمَا فِیْ الصُّدُوْرِ وَهُدَیً وَرَحْمَةً لِلْمُوْمِنِیْنَ ﴾[1]

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس آئی ہے نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور شفا دلوں کے روگ کی اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے واسطے۔

یہاں بھی قرآن کریم کا خطاب صرف اور صرف مسلمانوں سے نہیں بلکہ قرآن پوری انسانیت کے لیے شفاء اور رحمت کا سبب بن کر آیا ہے۔ اس میں تمام انسانیت کے لیے ہدایت موجود ہے:

دوسرے مقام پر ارشاد ہے :

﴿یَاَیُّهَاالنَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَیْکُمْ هَلْ خَالِقُهٗ غَیْرُاللهِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلَهَ اَلَّاهُوَ فَاَ نّٰی تُوْفَکُوْنَ ﴾[2]

ترجمہ: اے لوگو! اللہ کے تم پر جو احسانات ہیں ان کو یاد کرو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے، جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی پہنچاتا ہو، اس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے پھر تم کہاں پھرے جارہے ہو۔

اس آیت کریمہ میں بھی قرآن کریم تمام انسانیت کو مخاطب کر کے اللہ اپنے احسانات کو یاد دلوا رہا ہے کہ میں تمہارا خالق اور رازق ہوں اور اگر میں خالق ومالک ہوں تو تم میرے علاوہ کسی غیر کو کیوں معبود تسلیم کرتے ہو۔

مزید ارشاد ہے:

﴿ یَاَیُّهَاالنَّاسُ اعْبُدُوْارَبَّکُمْ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾[3]

ترجمہ: اے لوگو! اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی پیدا کیا تاکہ تم پرہیز گار بنو۔

یہاں پر بھی قرآن کریم نے انسان کو اس کی تخلیق کے متعلق سوال کیا ہے کہ جس خدا نے تمہیں پیدا کیا ہے اسی کی عبادت کرو۔

---

۱) سورۃ یونس:۱۰/۵۷

۲) سورۃ الفاطر:۳۵/۳

۳) سورۃ البقرہ:۲/۲۱

آنحضور ﷺ کی عالمگیر تعلیمات:

حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور نبی ﷺ کی تعلیمات کا موضوع کل انسانیت کو ایک خدا کی طرف بلانا ہے کہ وہ اسی کو خالق، مالک، رازق اور معبود مانیں۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات صرف اپنے پیروکاروں کے لئے ہی مشعل راہ نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے حضور ﷺ اسوہء حسنہ ہیں۔ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام کائنات کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَاۤيُّهَاالنَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾[1]

ترجمہ: (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دیجئے۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

اسی لیے حضور ﷺ کی تعلیمات بھی کل انسانیت کے لئے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾[2]

ترجمہ: اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت وراہنمائی پوری انسانیت کے لئے ہے اور حضرت محمد ﷺ صرف تمام انسانوں ہی نہیں بلکہ مخلوقات کی خیر خواہی فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ کی تعلیمات تمام انسانوں کو ایک خدا کی طرف بلاتی ہیں ۔ حضور ﷺ نے تمام انسانوں کی ہدایت وراہنمائی فرمائی حضرت محمد ﷺ کی رحمت وشفقت سے صرف مسلمان ہی مستفید نہ ہوئے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی شفقت ورحمت تمام انسانیت کے لئے یکساں ہے۔ اس سلسلے میں حضور ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین اور رسول للعالمین ہیں۔

ارشاد گرامی ہے۔

« الخَلْقُ عِيَالُ اللهِ، فَأَحَبُّهُمْ إِلَى اللهِ مَنْ أَنْفَعُهُمْ إِلَى عِيَالِهِ»[3]

ترجمہ: ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ نیکی کرے۔

---

۱) سورۃ الاعراف: ۱۵۸/۷

۲) سورۃ السباء: ۲۸/۳۴

۳) مسلم، رقم ۳۳۱۵

ارشاد نبوی سے وضاحت ہوتی ہے انسانوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جو دوسرے انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کا سبب ہے، اس ارشاد گرامی میں بھلائی کو خاص لوگوں مسلمانوں تک محدود نہیں کیا بلکہ یہ حضور ﷺ کی آفاقی تعلیمات کا خوبصورت نمونہ ہے کہ مخلوق سے مراد تمام انسان ہیں۔ چاہے وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم۔ آپس میں محبت والفت بڑھانے اور نفرت وعداوت کو ختم کرنے کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا»

ترجمہ:" ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ"۔[1]

حضور ﷺ کا یہ فرمان معاشرتی اصلاح اور باہمی اتحاد و یگانگت کے قیام کے لئے اہم ہے۔ اس میں بھی حضور ﷺ نے آپس میں محبت والفت اور ہمدردی کا جو حکم دیا ہے اس میں مسلمان اور غیر مسلم رشتہ داروں کے درمیان فرق نہیں کیا گیا۔ صلہ، رحمی اور درگزر کے بارے میں حضرت محمد ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

«مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللَّهُ»۔[2]

ترجمہ: جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔

اس ضمن میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی مزید وضاحت کے ساتھ۔

---

۱) ترمذی، رقم: ۱۹۴۲

۲) ایضاً، رقم: ۱۹۳۱

فصلِ چہارم:

یورپ میں بسنے والی مسلم اقلیت کے لئے راہنما اصول

یورپ میں بسنے والی مسلم اقلیت کے لئے راہنما اصول:

ذیل میں یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے چند راہنما اصول وخطوط کی نشادہی کی جارہی ہے تا کہ وہ ملکی ومقامی قوانین کا احترام کرنے کے ساتھ اپنے مذہبی تشخص کو بحال رکھتے ہوئے بہتر اور پر امن طریقے سے زندگی بسر کر سکیں۔ اور اسلام کی شناخت کو بھی بھال رکھ سکیں۔

۱) حصول علم پر توجہ دیں:

اسلام میں علم کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ تعلیم انسانی ترقی اور خدا کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم میں علم کی اہمیت کا اس انداز اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے۔

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾[۱]

ترجمہ: کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہی۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ ﴾[۲]

ترجمہ: اور علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔

تعلیم رفع درجات کا سبب بھی ہے انسان کا جب اہل علم میں شمار ہوتا ہے وہ علم سے بہرہ ور ہو کر اللہ تعالیٰ کی صفت سے متصف ہوتا ہے تو اس کے درجات بڑھا دیے جاتے ہیں اور اس کا مرتبہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾[۳]

ترجمہ: اللہ تم میں ایمان والوں کے اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات بلند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

---

۱) سورۃ الزمر: ۹/۳۹

۲) سورۃ فاطر: ۱۹/۳۵

۳) سورۃ المجادلہ: ۱۱/۵۸

اس آیت کریمہ میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ انسان کی ترقی کے دو مدارج ہیں "ایمان اور علم" اس سے بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایمان اور علم مل کر انسان کو ترقی کی طرف لے جاتے ہیں۔

تعلیم کی اہمیت کو احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایک جہان معنی اور ایک گنجینہ علم وحکمت سے انسان آشنا ہوتا ہے۔ انسان کی اولین ضرورت تعلیم کو قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

«مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»[1]

ترجمہ: حضرت اابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں دینی بصیرت عطا کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں حصول علم ہر مسلمان پر واجب ہے۔

مندرجہ بالا آیات اور احادیث میں تعلیم کی اہمیت کے باوجود مسلمان پوری دنیا میں تعلیمی میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ وہ مہذب معاشرے میں جہالت اور ناخواندگی کا شکار ہیں۔ خصوصاً یورپی ممالک میں موجود مسلمان تعلیمی میدان میں وہاں کی ملکی آبادی کے مقابلے میں حد درجہ پیچھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے مسلمان جو بحیثیت اقلیت یورپ میں موجود ہیں وہ اعلیٰ عہدوں اور سرکاری ملازمتوں سے محروم ہیں اور کمتر درجے کے کام کرنے پر مجبور ہیں جس نے ان کے اندر احساس کمتری کو جنم دیا ہے۔ نتیجتاً یورپ میں بسنے والی اقلیت کم تر درجے کی رہائشوں میں مقیم ہے اور مقامی غیر مسلم انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تیسرے درجے کے شہریوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔

اس سب کچھ سے محفوظ رہنے اور بہتر معیار زندگی کے لیے ضروری ہے کہ وہاں موجود مسلمان تعلیم پر خصوصی توجہ دیں اور اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلوا کر معاشرے کا بہترین اور باعزت شہری بنائیں۔ اعلی عہدوں پر فائز ہو کر مسلمانوں کی بھلائی اور فلاح و بہبود کا کام کریں۔ علم کی وجہ سے مقامی لوگوں میں ان کی عزت واحترام میں اضافہ ہو گا اور پالیسی میکرز مجبوراً ایسی کوئی پالیسی نہیں بنائیں گے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔ اس کے علاوہ علم سے ان کو آپنے حقوق و فرائض سے اگاہی ہو گی اور وہ معاشرے کے باعزت شہری بن سکیں گے۔

۲) آپس میں اتفاق واتحاد پیدا کریں:

---

۱) ترمذی، ۴۸/۵

۲) ابن ماجہ، ۸۱/۱

آج امت مسلمہ کو درپیش مسائل میں سے ایک اہم اور بنیادی مسئلہ باہمی انتشار اور نااتفاقی ہے وہ ایک منتشر اور غیر منظم قوم کے طور پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ صہونی طاقتیں عالمی استعمار اور مغربی طاقتیں انہیں ایک ایک کر کے ہڑپ کرتی جارہی ہیں کیونکہ امت مسلمہ میں اتحاد نہ ہونے کے برابر ہے۔

جبکہ قرآن حکیم میں جابجا اتحاد امت کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور انسان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ونعمت قرار دیا اور اس کو اعتصام بحبل للہ اوراس طرح کی تعبیرات عظیمہ سے موسوم کیا ہے اور اتحاد کی دعوت دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ ﴾[1]

ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مظبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ میں نہ پڑو۔

اتحاد کو اللہ نے اپنی بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اسلامی عبادات بھی اتفاق واتحاد اور اجتماعیت کا درس دیتی ہیں۔ خصوصاًحج کے موقع پر سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے جو اتحاد امت کا مظہر ہے نماز بھی اخوت و محبت اور اجتماعیت کی مظہر ہے۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو بلا تفریق رنگ ونسل بھائی بھائی قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾[2]

ترجمہ: بلاشبہ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو بھی شخص کلمۂ توحید کا اقرار کر کے مسلمان ہوجاتا وہ اسلامی اخوت کا حصہ بن جاتا ہے چاہے وہ جس بھی قوم، رنگ، نسل یا علاقے سے تعلق رکھتا ہو۔

احادیث میں تمام امت مسلمہ کو ایک جسد کی مانند قرار دیا ہے کہ جسم کے ہر عضو کا تعلق دوسرے عضو سے ہوتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

---

۱) سورۃ آل عمران:۳/۱۰۳

۲) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۰

« مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ؛ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى »[1]

ترجمہ: تو ایمانداروں کو باہمی رحمت و محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا، جب کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام بدن کے اعضاء بیماری اور تپ کو بلاتے ہیں۔

لیکن آج امت مسلمہ کی کیا حالت ہے تعداد ڈیڑھ ارب سے زائد اور ۶۱ آزاد ریاستیں ہیں اس کے باوجود عالم کفر کے سامنے حیثیت ایک تر نوالے جیسی ہے اس کی وجہ آپس کا انتشار اور نا اتفاقی ہے۔

وہ مسلمان جو یورپ میں بحیثیت اقلیت رہ رہے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اس ضمن میں اسلامی تعلیمات پر اعمل پیرا ہوں اور باہمی نا اتفاقی اور تفرقہ بازی سے اجتناب کرتے ہوئے ایک جسم کی مانند خود کو بنائیں تاکہ غیر مسلم اکثریت ان کے پرسنل مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ معمولی اختلافات اور جھگڑوں سے دریغ کر کے آپس میں اتحاد قائم کریں۔ الحمد اللہ یورپ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور کئی یورپی ممالک میں اسلام دوسرا بڑا ریاستی مذہب ہے۔ اگر مسلمان آپس میں اتحاد کرتے ہوئے انتخابات میں اپنے ووٹ کا اختیار استعمال کریں تو ان ممالک کی حکومتیں یقیناً اہمیت دیں گی اور اکثریت اقلیت کے معاملات پر اثر انداز نہ ہو گی۔

۳) خاندانی منصوبہ بندی سے گریز کریں:

یورپی ممالک میں مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جس کی دو وجوہات ہیں ایک تو مسلمان عموماً خاندانی منصوبہ بندی سے گریز کرتے ہیں اور کثرتِ اولاد کو اللہ کی نعمت اور فضل خیال کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم اسلام خصوصاً قرآن پاک کا مطالعہ کر کے مسلمان ہو رہے ہیں۔ مغرب کے کئی ممالک کو خدشہ لاحق ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعداد اسی رفتار سے بڑھتی رہی تو مستقبل قریب میں یورپ کے کئی ممالک میں مسلم اقلیت اکثریت میں بدل جائے گی لہذا مسلمانوں کی افرادی قوت اور آبادی کو محدود کرنے کے لیے اہل مغرب میڈیا کو استعمال کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ان کے سرکاری خزانے، عالمی تنظیمیں اور مختلف سرمایہ دار ادارے بڑی بڑی رقوم فراہم کر رہے ہیں مغربی ممالک بالعموم اور امریکہ بالخصوص دلکش نعروں کے پردوں میں اپنے اہداف اور مفادات کی جنگ لڑ رہا ہے۔

اہل مغرب کی اسلام دشمن اور غیر فطری پالیسیوں کا خصوصی شکار وہ مسلمان ہوتے ہیں جو مغربی ممالک میں قیام پذیر ہیں۔ یورپ خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعے مسلمانوں میں اخلاقی، جنسی بے راہ روی، اسلامی اقدار کے خاتمے اور عریانیت و فحاشی پھیلانا چاہتا ہے اور ساتھ ساتھ اپنے خفیہ منصوبے پر عمل کر رہا ہے تاکہ مسلمان عددی اکثریت کے باعث غالب نہ آجائیں۔

---

۱) مسلم، باب تراحم المومنین، ۲۰/۸

لہذا یورپ میں بسنے والی مسلم اکثریت کو خاندانی منصوبہ بندی سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یورپین مسلم غیر مسلموں کی سازشوں سے براہ راست شکار ہوتے ہیں۔

۴) اپنے کردار کو غیر مسلموں کے لیے نمونہ بنائیں:

کسی بھی شخص کی بات دوسروں پر اس وقت تک مؤثر نہیں ہوتی جب تک وہ شخص کہی جانے والی بات پر خود عمل نہ کرتا ہو۔ جس مبلغ کے قول و فعل میں تضاد ہو چاہے وہ جتنا بڑا ہی عالم کیوں نہ ہو اس کی بات دوسروں کو متاثر نہیں کرے گی اسلام قول و فعل کے درمیان تضاد کو ناپسند کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: تم دوسروں کو نیکی کا راستہ دکھاتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟۔

اسلام چاہتا ہے کو مسلمان وہ بات کرے جس پر خود وہ عمل پیرا ہو۔ مغربی معاشرہ کئی مہلک بیماریوں میں پھنس چکا ہے اور غیر مسلم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا نظام ہو جس میں وہ جنسی آزادی، نسوانی خود مختاری، گھر بار سے عدم دلچسپی، آزادانہ اختلاط جیسی موزی امراض سے آنے والی نسلوں کو بچا سکیں۔ اسلام واحد دین ہے جو انسان کی ہر فطری ضرورت کو پورا کرتا ہے لہذا مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اھل مغرب کے لیے خود کو عملی نمونہ بنائیں۔

جنسی خواہش ایک فطری تقاضہ ہے اسلام نے آزاد شہوت رانی کا علاج نکاح قرار دیا ہے۔

«يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ»[2]

ترجمہ: اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو اسباب جماع کی قدرت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ نکاح بدی سے محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہوں کو بچاتا ہے جو ایسا نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے۔

اس حدیث مبارکہ میں نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ لہذا مغرب کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی بروقت شادیاں کر دیا کریں تاکہ جنسی طور پر آزادانہ ماحول میں گناہ سے محفوظ رہتے ہوئے کئی مہلک جسمانی امراض سے محفوظ رہ سکیں۔

---

۱) سورۃ البقرہ: ۲/۴۴

۲) ترمذی، کتاب النکاح، ۱/۳۷۷

ایڈز ایک لاعلاج مرض ہے جو جنسی آزادی سے پھیلتا ہے اور مغربی ممالک اس مرض کا سب سے زیادہ شکار ہوئے ہیں۔ایڈز کا مرض بہت تیزی سے مغربی ممالک میں پھیل رہا ہے اور روک تھام کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں اور اس مرض میں ہر سطح کے لوگ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اور نوجوان شامل ہیں۔ایسی صورتحال میں اگر مسلمان اپنے بچوں کی وقت پر شادیاں کریں اور اخلاقی تربیت کے ذریعے ان کو جنسی بے راہ روی سے بچاکر ایڈز فری معاشرہ کی مثال قائم کریں تو غیر مسلم یقیناً اسلام سے متاثر ہوں گے اور اس کو پڑھیں گے اور بالآخر سلیم الفطرت غیر مسلم اسلام قبول کریں گے اور مسلم اقلیت کو غیر مسلم اپنے معاشرے اور ملک کی بقا کی علامت سمجھنے لگیں گے۔

۵) مغرب کی ثقافتی یلغار سے بچیں:

مغرب کی مسلم اقلیت کو چاہے کہ مغرب کی ثقافتی یلغار سے خود کو محفوظ رکھیں اور اپنا الگ وجود برقرار رکھیں مغربی ملبوسات بے حیائی کی دعوت دینے کا ذریعہ ہیں۔لہذا وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کی ایسا لباس نہ پہنیں جو ان کے اسلامی تشخص کو پامال کرے۔ جس میں مرد اور عورت کے مابین کوئی تفریق نہ کی جاسکے۔اہل مغرب اپنی ثقافت کو سب سے بہترین ثقافت گردانتے ہوئے یورپی دنیا میں اس کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو خصوصاً مغربی معاشرے کے اندر پلنے بڑھنے والے مسلمانوں کو اسلامی لباس استعمال کرنا چاہیے اور خواتین کو باپردہ رہنا چاہیے۔

یورپ میں عورت کی آزادی نے عائلی نظام کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے یورپ میں طلاقوں اور حرام اولاد کی کثرت عورت کی بے جا آزادی کا ہی نتیجا ہے۔یورپ نے خواتین کی بے راہ روی اور بے پردگی کا نام آزادی رکھا ہے اور مسلمان خواتین کے پردہ، حیا اور عصمت کو غلامی سے تعبیر کرتا ہے۔یورپ میں بسنے والی مسلمان خواتین کو بحیثیت بیٹی اور بیوی حضرت فاطمہؓ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے نقشے قدم پر چلتے ہوئے اپنی الگ پہچان قائم رکھنی چاہیے۔اقوام جب اپنی تہذیب وثقافت کو چھوڑ کر غیروں کی نقل شروع کر دیتی ہیں تو تباہی وبربادی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

قرآن حکیم میں بے حیائی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ﴾[1]

ترجمہ: اور بے حیائی کے قریب بھی مت جاؤ چاہے وہ کھلی ہو یا چھپی ہوئی ہو۔

۶) میڈیا میں موثر نمائندگی اور منفی پروپیگنڈہ کا تدارک:

عالم کفر عالم اسلام کے خلاف ہر دور میں حالت جنگ میں رہا ہے۔زمانہء جدید میں جنگ عالم کفر میڈیا کے ذریعے لڑ رہا ہے کیونکہ اہل مغرب بخوبی جانتے ہیں کہ میڈیا وہ ہتھیار ہے جس سے با آسانی لاکھوں کروڑوں انسانوں کی سوچ کا

---

۱) سورۃ الانعام:۱۵۱/۶

زاویہ بدلا جاسکتا ہے۔عالم کفر مسلمانوں کے خلاف جسمانی جنگ کی بجائے ذہنی جنگ لڑ رہا ہے اور مسلمانوں میں ذہنی غلامی پیدا کر رہا ہے۔ تمام کا تمام تر میڈیا صیہونی طاقت کے زیر کنٹرول ہے اور وہ من پسند نظریات کو اس قدر تسلسل کے ساتھ میڈیا پر نشر کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کی سوچ کا حصہ بن جاتے ہیں۔

مغربی میڈیا اسلام کو غلط رنگ دے کر اسے بدنام کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے ۔ انتہا پسند اور دہشت گرد افراد تمام معاشروں اور مذاہب میں موجود ہیں لیکن ان چند افراد کی وجہ سے ان کے متعلقہ مذاہب کو دہشت گردی سے نہیں جوڑا جاسکتا لیکن اسلام کو دہشت گردی کے مذہب کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔یورپ اپنی سکیورٹی کے لیے مسلمانوں کو سب بڑا خطرہ خیال کرتا ہے اور وہاں کی مسلم اقلیت کو طرح طرح کے معاشرتی امتیازات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کی نئی نسل جو یورپ میں پرورش پا رہی ہے اسلام سے لاعلمی کی بنا پر وہ بھی اسلام کو دہشت گردی کا مذہب خیال کرتے ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان خصوصاً مغربی معاشرے میں رہنے والے مسلمانوں کو میڈیا کا موثر استعمال کرتے ہوئے اصل اسلامی نظریات کا پرچار کریں اور من گھڑت منفی اصطلاحات کا موثر جواب دیتے ہوئے اہل مغرب کے اعتراضات کا جواب دیں تاکہ اسلام کی اصل صورت سے عوام الناس روشناس ہوں ۔اور مسلمانوں میں خودداری کا جذبہ بیدار اور احساس کمتری کا خاتمہ ہو۔ قرآن وسنت میں بھی میڈیا کی ضروریات واہمیت کے بارے میں تعلیمات موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾[1]

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جسے تمام انسانوں کے لیے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یعنی امت مسلمہ کا سب سے بہترین امت ہونے کا سبب بھی یہی ہے کہ یہ امت دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی چاہتی ہے لوگوں کو نیکی و بھلائی اور انسان دوستی کا درس دیتی ہے اور گناہ اور گمراہی و ظلم سے روکتی ہے۔ مغرب میں موجود مسلمان جس جگہ اور مقام پر ہوں انہیں اسلام کی تبلیغ کا یہ فریضہ انجام دینا چاہیے۔

۷) رفاہی کاموں میں حصہ لیں:

---

۱) سورۃ آل عمران:۳/۱۱۰

اپنے لیے تو جانور بھی جیتا ہے یہ کوئی جینا نہیں ہے۔ بہترین انسان وہ ہے جس کے دل میں انسانیت کا احترام اور ہمدردی ہو۔ اسلام صاحب حیثیت حضرات کو بہت تلقین کرتا ہے کہ وہ غریب اور نادار لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے کام کریں۔ فلاح وبہبود کے کاموں کا دائرہ کار صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ رنگ، نسل اور مذہب کے فرق سے بالاتر ہو کر انسانیت کی فلاح وبہبود کو اپنا مقصد بنائیں۔

یورپ میں بسنے والی مسلم اقلیت کو چاہیے کہ وہ رفاہی ادارے قائم کریں اور ضرورت مندوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے زخم پر مرحم رکھیں۔ آج اہل یورپ غریب مسلم ممالک میں مختلف رفاعی ادارے قائم کر رہے ہیں۔اور خفیہ طور پر عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ مصیبت اور تکلیف کے لمحات میں جو شخص مصیبت زدہ کی مدد کرتا ہے اس سے اس کی جذباتی وابستگی ہو جاتی ہے اور اس کی طرف قائل ومائل ہو جاتا ہے۔

لہذا یورپ میں بسنے والے صاحب حیثیت مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ فلاحی کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اس سے معاشرے میں ایک اسلام کا صحیح تصور ابھرے گا اور عوام الناس میں مسلمانوں کے لیے ہمدردی کے جذبات بڑھیں گے۔ عوام ان کو اپنا خیر خواہ اور انسان دوست خیال کرتے ہوئے ان سے قریبی تعلقات وابستہ کریں گے جس کے دو فوائد ہیں۔ ایک تو مسلمانوں کو جو دہشت گرد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ غلط تاثر ختم ہو گا دوسرا مذہب اسلام کی تبلیغ زیادہ مؤثر ہو گی۔

انسانیت کی فلاح وبہبود کے بارے میں مختلف احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

« وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ »[1]

ترجمہ: جب بندہ اپنے بھائی کی خدمت کرتا ہے تو اللہ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ حَاجَةً كَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ خَدَمَ اللَّهَ عُمْرَهُ»[2]

ترجمہ: اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنا ایسا ہے جیسے ساری عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے۔

۸) اقتصادی حالت کو بہتر بنائیں:

---

۱) ترمذی، کتاب البری والصلة، باب ماجاء فی السترة علی المسلم، ۳۲۶/۴

۲) جامع الصغیر، سیوطی، جلال الدین، (م ۹۱۱ھ)، دار المعرفة، بیروت، ۱۳۹۱ھ، ۱۷۹۱/۲

پوری دنیا کے مسلمانوں کو چاہیے کہ محنت کریں اور اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنائیں خصوصاً یورپ میں بسنے والی مسلم اقلیت کو چاہیے کہ اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حلال روزگار اختیار کریں۔

اسلام رہبانیت کے خلاف ہے اور انسان کو محنت اور عمل پر ابھارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اور اس کی نعمتیں انسان کے لیے ہی پیدا کی ہیں اور ہمیں اس سے مستفید بھی ہونا چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا﴾[1]

ترجمہ: اور اس دنیا سے اپنے حصے کو نہ بھولو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ﴾[2]

ترجمہ: اور جب تم نماز ادا کر و تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔

دوسری جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه وَالْمُؤْمِنُوْنَ ﴾[3]

ترجمہ: اور اے نبی ﷺ! نبی ﷺ ان سے کہیں کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور تمہارے عمل کو اللہ، اس کا رسول ﷺ اور اہل ایمان دیکھیں گے۔

جب تک یورپ میں رہنے والے مسلمان اپنی اقتصادی حالت بہتر نہیں کریں گے اس معاشرے میں ان سے حقیرانہ سلوک ہی کیا جاتا رہے گا۔

۹) غیر مسلموں سے تعصب سے اجتناب کریں:

یورپ میں موجود مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ غیر مسلموں سے کسی قسم کا تعصب روانہ رکھیں بلکہ ان سے انسانی بنیادوں پر سلوک کریں اور جائز حد تک ان سے معاملات میں مدد لیں اور دیں۔ اسلام کی نظر میں تمام انسان محترم ہیں اور بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو خدا نے ایک جوڑے آدم اور حوّا سے پیدا کیا۔

---

۱) سورۃ القصص: ۲۸/۷۷

۲) سورۃ الجمعہ: ۶۲/۱۰

۳) سورۃ التوبہ: ۹/۱۰۵

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّ خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾[1]

ترجمہ: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

یعنی تمام روئے زمین پر بسنے والے انسان حضرت آدمؑ اور حواؑ کی اولاد ہیں۔ اس لیے مذہبی یا لسانی اختلاف پر کسی سے تعصب نہیں برتنا چاہیے۔ بلکہ اسلام نے تو اہل کتاب کی پاک عورتوں سے مسلمانوں کو شادی کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے بھی علم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں سے تجارت اور لین دین کیا کرتے تھے۔

لہذا یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کو چاہیے کہ غیر مسلموں سے کاروباری معاملات میں بوقت ضرورت شراکت داری کرسکتے ہیں اوران کی خوشی غمی میں شمولیت بھی کرسکتے ہیں۔ مسلمانوں کا مجموعی رویہ مقامی غیر مسلموں سے ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے مقامی آبادی مسلمانوں سے خوفزدہ ہو یا متنفر ہو جائے۔

۱۰) دین کی درست شکل اور اسلام کے شاندار تصور کو سامنے لائیں:

اسلام کی جو شکل یورپی میڈیا اور نام نہاد مسلمانوں نے مغربی عوام کے سامنے پیش کی ہے وہ دراصل اہل یہود کی اسلام دشمنی کا نتیجہ ہے جو شکل اسلام کی مغربی میڈیا پیش کررہا ہے وہ پرکشش ہونے کی بجائے اسلام سے لاعلم لوگوں کے لیے ناقابل قبول ہے۔ آج نام نہاد علماء اسلام مخالف مستشرقین کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔ نام نہاد علماء جس چیز کو اسلام کے نام پر لوگوں کے سامنے پیش کررہے ہیں وہ اسلام کی حقیقی روح کے خلاف ہے۔ آج اسلام کے نام پر وجود میں لائے گئے فرقے اور رسم ورواج جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔ مسالک کی جنگ اور علمائے دین کا آپس کا اختلاف، فرقہ پرستی اور عصبیت اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ ہر مسلمان کی پہچان نبی ﷺ کا امتی ہونا نہیں بلکہ کسی فرقے، گروہ یا جماعت سے منسلک ہونا ہے۔ ایسے مفروضات وتوہمات کا پرچار کیا جارہا ہے جو عقل سے ٹکراتے ہیں۔ درحقیقت ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ قرآن وسنت کی تعلیمات توعین عقل کے مطابق ہیں اور سائنس ان کو ثابت کرتی چلی جارہی ہے. ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری دنیا کے پڑھے لکھے مسلمان بالعموم اور مغرب میں رہنے والے مسلمان بالخصوص اصل قرآن وسنت کی تعلیمات کا پرچار کرکے اسلام کے متعلق منفی

---

۱) سورۃ الحجرات:۴۹/۱۳

پروپیگنڈہ کا جواب دے کر اور اسلام پر سختی سے عمل پیرا ہو کر اسلام کے خلاف اہل یہود وہنود کی بین الاقوامی سازش کا پردہ فاش کریں تا کہ خلق خدا سچے مذہب سے روشناس ہوتے ہوئے اس کے روحانی پہلو سے مستفید ہوں۔

۱۱) اطاعت رسول ﷺ کو لازم پکڑیں:

اس وقت پوری دنیا میں مادیت کا دور دورہ ہے اس کے برے اثرات پوری دنیا کے مسلمانوں پر عمومی طور پر اور مغرب میں بسنے والی مسلم اقلیت پر خصوصی طور پر پڑھ رہے ہیں۔ مادیت کی طرف بے انتہا رجحان کی وجہ سے مذہب کی گرفت دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔ نتیجاً خوف خدا اور اطاعت رسول ﷺ نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان دین سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

مادیت کی طرف رغبت اس قدر زیادہ ہے کہ دنیاوی جاہ و جلال اور شان و شوکت کا حصول مقصدِ زندگی بنتا جارہا ہے۔ ان چیزوں کے حصول کے لیے لوگ خصوصاً یورپی مسلمان دین سے دوری کی وجہ سے ہر جائز و ناجائز ہر حلال و حرام ذریعے کو استعمال کرنا گناہ نہیں خیال کرتے۔

اسلام ہر مسلمان سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کا ہر فعل اللہ اور اس کے رسول کے امر کے تابع ہونا چاہیے۔ اہل مغرب نے اپنی قانون سازی اور اخلاق سوز تہذیب سے دنیا کو بہت پر کشش بنا دیا ہے اور دل سے مذہب کی محبت اور حترام کو نکال دیا ہے۔ لہذا یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کو دنیا کی بجائے دین کی فکر کرنی چاہیے۔ بلکہ مسلمانوں کو اسلام کے عملی داعی اور مبلغ کا کام سرانجام دینا چاہیے تا کہ مغربی دنیا میں اسلام کو پھیلا سکیں۔

۱۲) ملکی قوانین کا احترام کریں:

مغربی ممالک میں رہنے والی مسلم اقلیت کو چاہے کہ وہ وہاں کے ملکی قوانین کا احترام کریں تا کہ وہ وفادار اور ذمہ دار شہری کے طور پر پہچانے جائیں۔ مذہبی معاملات کے علاوہ سماجی، سیاسی اور معاشرتی معاملات کے متعلق ملکی قوانین کو قبول کرنے وہ پابند ہیں ۔اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کے لیے روز مرہ زندگی میں بہت سے مسائل پیدا ہونگے۔

۱۳) ملکی مفادات کی پاسداری اور ملکی ترقی میں کردار ادا کریں:

یورپین ممالک میں بسنے والی مسلم اقلیت کو چاہیے کہ وہ ان ممالک کی ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں اور ملکی مفادات کی حفاظت کرنے والے بنیں تا کہ ان کو محض گیسٹ ورکر ہی نا سمجھا جائے۔ جب تک وہاں کی مقامی آبادی ان کو وفادار نہیں سمجھے گی تب تک وہ ان سے مساوی سلوک بھی نہیں کریں گے اور نا ہی انھیں وہ معاشرتی مقام حاصل ہو پاے گا جو کسی ملک کے باشندوں کو ہونا چاہیے۔ ملکی ترقی میں تعمیری کردار ادا کریں اور ان افعال سے پرہیز کریں جن سے ملکی مفادات پر آنچ انے کا خدشہ ہو۔

۱۴) سرکاری عہدوں کے حصول کے لیے محنت:

مسلم اقلیت کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ تعلیم کی طرف توجہ دیں اور پرائیوٹ سیکٹر میں کام کی بجائے کوشش کریں کہ سرکاری ملازمتیں اختیار کریں اس سے ایک تو ان کی معاشی حالت بہتر ہوگی دوسرا ملکی معاملات میں ان کا اثرو رسوخ بڑھے گا جس کے نتیجے میں سرکاری سطح پر ان کے مفادات کے خلاف کوئی پالیسی نہیں بنائی جاسکے گی اور ان پر اعتماد اور انحصار بڑھے گا۔

۱۵) مسلم پرسنل لاء کے نفاذ کے لیے پرامن کوششیں کریں:

مغربی ممالک میں اباد مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کوششیں کریں کہ ان ممالک میں ان کے پرسنل مسلم لاء کا نفاذ ممکن ہو جائے تاکہ وہ اپنے ذاتی معاملات کے فیصلے اسلامی قوانین کے مطابق کرواسکیں جس طرح بعض مغربی ممالک مثلاً برطانیہ میں مسلم پرسنل لاء نافذ ہے۔

۱۶) تخریب کاری کے عوامل سے دور رہیں :

اسلام امن سلامتی اور خیر خواہی کا دین ہے اس لیے ہر طرح کی شر انگیزی اور فساد اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔اسلام میں معاشرتی بد امنی اور فتنہ فساد کو قتل سے بھی بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو چاہے کہ ان تمام عوامل سے دور رہیں جو معاشرے میں تخریب کاری اور بد امنی کا سبب بنتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت منفی مغربی پراپیگنڈہ نے مغربی لوگوں کے ذہن میں اسلام کے خلاف یہ ذہن سازی کی ہے کہ اسلام شر پسندی اور بد امنی کو ہوا دینے والا مذہب ہے نعوذباللہ اور جہاں بھی کوئی تخریب کاری کا واقعہ پیش اتا ہے مغربی میڈیا بنا تحقیق کے اس کا الزام اسلام اور مسلمانوں کے سر تھونپ دیتے ہیں جس کی وجہ سے پوری دنیا میں عمومی طور پر اور مغرب میں خاص طور پر اسلام کا منفی تشخص پیدا ہوا ہے۔ سادہ لوح مغربی لوگ سچ میں اسلام اور مسلمانوں کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس منفی امیج کو زائل کرنے کے لیے مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو خاص توجہ دیتے ہوے ایسے تمام عناصر اور عوامل سے دور رہنا چاہے جن سے تخریب کاری کا شائبہ پیدا ہوتا ہو۔

۱۷) اسلامی روایات کو فخر سے اپنائیں:

مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو اس بات کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہ خود کو اور اپنی اولاد کو مغرب کی ثقافتی یلغار سے بچائیں. لباس، رہن سہن، کھانے پینے، شادی بیاہ، خوش غمی اور دیگر معاملاتِ زندگی میں مغربی رسوم ورواجات کی پیروی کرنے کی بجائے اسلامی روایات کو فخر سے اپنائیں اور اپنے اسلامی تشخص کو اپنی پہچان کا ذریعہ بنائیں۔

۱۸) بچوں کی دینی تعلیم کے لیے ادارے قائم کریں:

مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو چاہے کہ اپنے بچوں کی مناسب دینی تعلیم کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت ایسے ادارے قائم کریں جہاں ان کو مناسب انداز میں دینِ اسلام کی تعلیمات سے روشناس کروایا جا سکے کیونکہ مغربی ممالک کے سکولوں میں دینِ اسلام کی بنیادی تعلیم کا بھی کوئی بندوبست نہیں ہے۔ اگر ان کو مناسب دینی تعلیم سے بھی روشناس نا کرایا جائے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ مغرب کے آزاد معاشرے کے اندر تربیت پا کر اسلام سے دور ہو جائیں گے۔ جبکہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو صحیح دینی تعلیم اور تربیت سے روشناس کروائیں اور دینِ اسلام کے مستقل داعی اور مبلغ بنائیں۔

۱۹) صبر و تحمل اور برداشت:

مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو چاہے کہ وہ اسوہء رسول ﷺ کو اپناتے ہوئے اپنے اندر صبر و تحمل اور برداشت پیدا کریں۔ ناموافق رویوں پر فوری ردِ عمل کی بجائے صبر سے ان پر خاموشی اختیار کریں۔ صبر اور تحمل وہ خوبیاں ہیں جو انسان کے بدترین دشمنوں کو بھی اس کا معترف بنا دیتی ہیں۔ بداخلاقی اور درشتی انسان کو اپنوں سے بھی دور کر دیتی ہے۔ قرانِ پاک میں بتایا گیا ہے کہ اگر حضور ﷺ اخلاقِ حسنہ کے مالک نہ ہوتے تو لوگ کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی بات سننے کے لیے اکٹھے نہ ہوتے۔ یہ حضرت محمد ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا ہی کمال تھا کہ دشمن بھی نبی ﷺ کی تعریف کیے بنا نہ رہ سکے۔ اس لیے مغرب میں آباد مسلمانوں کو خاص طور پر اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے چاہئیں۔

۲۰) نظریۂ اعتدال:

مغرب میں بسنے والی مسلم اقلیت کو چاہے کہ اسلام کے نظریہء اعتدال کو اپنائیں۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کو اعتدال کی تعلیم دی ہے۔ اگر وہ اپنی زندگی میں اعتدال کو اپنائیں گے تو مغربی معاشرے کے بہت سے افراد جو اپنی معاشرتی اسراف و تبزیر سے تنگ آ چکے ہیں اسلام کی طرف مائل و قائل ہو سکتے ہیں اور خود مسلمانوں کی زندگیاں اسان ہو سکتی جو مختلف معاشی مسائل کا شکار ہیں۔

۲۱) ہجرت:

اگر مسلمانوں کے لیے حالات ایسے ہو جائیں کہ ان کے لیے مغربی معاشرے میں پرامن طریقے سے زندگی گزارنا ممکن نہ رہے تو مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی اسلامی ملک کی طرف ہجرت کر جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ﴾[1]

---

۱) سورۃ النساء: ۴/ ۹۷

ترجمہ: فرشتے کہتے ہیں کیااللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے ؟۔

اس لیے جب حالات ایسے پیدا ہو جائیں کہ مسلمانوں کے لیے اپنے دین پر عمل کرنا بھی ممکن نہ رہے تو ان کے لیے لازم ہے کہ وہ دار الاسلام کی طرف ہجرت کر جائیں۔ محض مسلمان مغربی ممالک میں حصول دنیا کے متمنی بن کر نہ رہیں بلکہ مقاصدِ زندگی کو مدِ نظر رکھیں اور آخری زندگی کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے سر گرم عمل رہیں۔ اور یہ بات اہل مغرب بھی کرتے ہیں لہذا اس فکر کو غنیمت جان کر اسلام کے اصولوں کو پھیلانے کا ذریعہ بنائیں۔

۲۲) ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کریں :

اسلام نے معاشرے کے ہر فرد کو یہ حق عطا کیا ہے کہ اگر اس پر ظلم کیا جاے تو وہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکتا ہے۔ قرانِ پاک میں بھی اس کا ذکر ہے کہ اللہ کو بد گوئی پسند نہیں ہے مگر اگر معاملہ حد سے بڑھ جاے تو جائز ہے کے اس کے خلاف آواز بلند کی جاے اس ضمن میں ظالم کے خلاف منہ سے برے الفاظ نکالنا بھی گناہ نہیں ہے۔ مظلوم کو اس کا حق ہے کہ وہ حرفِ شکایت زبان پر لاے اور اگر ایسا کرتے ہوے اس کی زبان سے جذباتی کیفیت میں ناشائستہ الفاظ اس کے منہ سے نکل جائیں تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔ اسلام میں بہترین جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ اس لیے اگر مسلمانوں پر مغربی معاشعرے میں کوئی ظلم ہو تو ان کو مل کر اس کے خلاف آواز بلند کری چاہے۔ اور یوں وہ مغرب اسلام کی بہترین تعلیمات کا پرچار کر سکیں گے۔

۲۳) کسبِ حلال اپنائیں:

اسلام میں حلال طریقے سے روزی کمانے والے کو اللہ کا دوست قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ مغربی معاشرہ محض مادی معاشرہ ہے وہاں حلال اور حرام کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہے کہ وہ روزی کمانے کے ان ذرائع کو اپنائیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق جائز اور حلال ہوں۔

۲۴) غیر مسلم خواتین سے شادی سے گریز کریں:

مغرب میں آباد مسلمانوں کو چاہے کہ وہ ممکن حد تک وہاں کی غیر مسلم خواتین سے شادی نا کریں جب مسلمان لڑکیاں موجود ہوں تو کیوں کہ اس سے ان کی زندگی میں بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ایمان کی کمزوری کا باعث بھی ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ وہاں موجود مسلمان خاندانوں کے سماجی مسائل میں اگر باہر مجبوری سے شادی کرنا پڑے تو پہلے ان کی صحیح اسلامی تربیت کا انتظام کرنا چاہے تا کہ وہ مستقبل کی نسل کے محافظ بن سکیں۔ خاطر خواہ کمی آئے گی کہ ان کو اپنی بیٹیوں کے لیے مسلم رشتے ڈھونڈنے میں کوفت نہیں اٹھانا پڑے گی۔

۲۵) خواتین کے حقوق کا خیال:

اسلام نے خواتین کو مرد کے برابر حقوق عطا کیے ہیں مگر مغربی میڈیا منفی پراپیگنڈہ کرتا ہے کہ اسلام میں عورت محرومی کا شکار ہے جو کہ سراسر جھوٹ ہے۔ بعض دفعہ جہالت کی بنا پر کچھ مسلمان اگر اپنی خواتین سے ناروا سلوک کرتے ہیں تو یہ ان کا ذاتی فعل ہے اس بنا پر دینِ اسلام کو الزام دینا سراسر زیادتی ہے۔ کیونکہ میڈیا پہلے ہی مغربی لوگوں کو اذہان میں یہ بات ڈال چکا ہے کہ اسلام عورتوں کو مساوی حقوق نہیں دیتا لہذا اس غلط تاثر کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مغرب میں آباد مسلم اقلیت اپنی خواتین کے حقوق کا خاص خیال رکھیں تا کہ اسلام کے خلاف اس منفی تاثر کو ختم کیا جا سکے۔

خلاصۃ البحث

میرا یہ مقالہ " **اسلام اور مغرب میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی جائزہ**" جو پی۔ایچ ڈی" کی ڈگری کی تکمیل کا ایک حصہ ہے، اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے ہے۔ جسے میں نے اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور اپنے شفیق مربی نگران مقالہ جناب ڈاکٹر نور حیات خان کی نگرانی میں مکمل کیا ہے۔ یہ تحقیقی مقالہ چھے ابواب پر مشتمل ہے جو اقلیتوں کے حقوق اسلام اور موجودہ مغربی قوانین کے تقابل پر مبنی ہے۔ یہ مقالہ موجودہ دور کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے. ذرائع مواصلات میں سائنسی ایجادات نے دنیا کو ایک گلوبل ویلج بنا دیا ہے۔ ایک ملک میں کئی ممالک، اقوام، مذاہب، عقائد اور مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے افراد مقیم ہیں، جن کو سماجی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور دینی مسائل درپیش ہوتے ہیں جن کے حل کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا قانون موجود ہو جو ان کو ان کے مذہبی عقائد اور ان کی ثقافتی روایات کے مطابق ان کے مسائل کا حل پیش کر سکے تاکہ وہ پر سکون زندگی بسر کر سکیں۔ اس تحقیقی مقالہ میں اسلامی قانون کی روشنی میں ایسا بین الاقوامی قانون وضع کرنے کے لیے راہنمائی مہیا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلام (Pluralistic) سوسائٹی کے وجود کا حامی ہے کیونکہ اسلام کی پہلی ریاست، " ریاست مدینہ" بھی تکثیری معاشرے کا ایک خوبصورت نمونہ تھی جس میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد بستے تھے جن کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔

موجودہ دور میں اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام انتہاء پسندانہ تعلیمات کا حامل دین ہے جو دوسروں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا جب کہ یہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ اغاز اسلام سے لیکر جدید دور تک جہاں جہاں بھی مسلمانوں نے فتوحات حاصل کیں اور اپنی حکومتیں قائم کیں ان تمام ریاستوں میں غیر مسلم اقلیتیں موجود تھیں لیکن تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آج تک کسی بھی مسلم ریاست کی غیر مسلم رعایا نے اعتراض نہیں کیا ان پر مذہبی جبر کیا گیا۔

مغرب جو کہ خود کو انسانی حقوق کا علمبردار سمجھتا ہے۔ آج تک U. N . O یا یورپی یونین میں جتنے بھی انسانی حقوق اور بالخصوص اقلیتوں کے حقوق کے متعلق جتنی بھی قانون سازی کی گئی ہے۔ وہ ان عطا کردہ حقوق کا عشر عشیر بھی نہیں جو اسلام نے اقلیتوں کو آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل عطا کیے اور عملی طور ان کا نفاذ بھی کیا۔

نتائج البحث

انسان زندگی میں جو بھی نیا کام کرتا ہے۔ وہ اس کے علم اور تجربے میں وسعت کا سبب بنتا ہے۔ چونکہ یہ مقالہ بھی میرے لیے ایک نیا کام تھا جس سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ ملا اور اس کی نسبت میرے علم اور تجربے میں کافی وسعت پیدا ہوئی جس پر میں دلی مسرت محسوس کر رہا ہوں۔

اس تحقیقی کام کی نسبت اسلام کے خلاف کیے جانے والے منفی پروپیگنڈہ کہ اسلام انتہاء پسندی اور شدت پسندی کا درس دیتا ہے کا سدباب کرنے اور اسلام کی حقیقی تصویر اور انسانیت دوستی کی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مدد ملے گی۔

بالخصوص اقلیتوں کے حقوق کے متعلق مغربی اعتراضات کا مدلل جائزہ لیا گیا اور ان کا مستند حوالہ جات سے جواب دیا گیا ہے۔

سب سے پہلے اقلیتوں کے مذہبی، سماجی، سیاسی اور معاشی حقوق کے متعلق قرآنی تعلیمات کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے بعد اقلیتوں کے ساتھ رحمت عالم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں جو سلوک کیا اور جس انداز میں حقوق کا تحفظ کیا اس کا جائزہ مستند احادیث کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد خلافت راشدہ کا تیس سالہ دور کا جائزہ پیش کیا گیا کہ کس انداز میں چاروں خلفائے راشدین نے اقلیتوں کو عملاً حقوق عطا کیے جو حقوق اسلام سے قبل شاید ان کی ہم مذہب حکومتیں بھی عطا نہ کر سکیں۔ اقوام متحدہ اور یورپی یونین کی طرف سے اقلیتوں کے حقوق کے ضمن پاس ہونے والے مختلف چارٹرز کا اسلامی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا اور مغرب میں مسلم اقلیت کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے وہ نہ صرف امتیازی سلوک ہے بلکہ غیر انسانی سلوک ہے چارٹرز کو تسلیم کرنے کے باوجود مسلم اقلیت کو عملی طور پر وہ حقوق نہیں دیتے۔

اس تحقیق سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے گیے ہیں:

۱. اسلام میں اقلیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی ریاست میں دینِ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی پیروی کرنے والے ہوں چاہے وہ تعداد میں زیادہ ہوں پھر بھی وہ اسلامی ریاست میں اقلیت ہوں گے۔ اسلامی نقطہ نظر سے نسلی اور لسانی بنیادوں پر انسانوں کی تفریق اور اس پر مبنی اکثریت و اقلیت کا تصور قابل قبول نہیں ہے۔ اسلام کے نزدیک نسلی و لسانی اختلافات تفریق و امتیاز نہیں بلکہ یہ شناخت کا ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نسلی و لسانی یا عددی اقلیت کی بنا پر کسی طبقے کو اس کے آئینی حقوق سے دستبر دار نہیں کیا جا سکتا اسلامی ریاست چونکہ ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے اس لیے تعداد کی قلت یا کثرت کو بنیاد بنا کر حقوق یا ذمہ داریوں کا تعین نہیں کیا جاتا اس میں اکثریت اور اقلیت کی بنیاد پر حقوق و فرائض کا تعین نہیں ہوتا۔ کیونکہ جدید معاشرہ انسانوں کو نسلی و لسانی اور جغرافیائی حدود کے اعتبار سے تقسیم کرتا ہے، اس لیے جدید قومیت میں تمام وہ گروہ جو اکثریت سے کسی بنا پر مختلف ہوں اقلیت کہلاتے ہیں۔

۲. اسلام نے اقلیتوں کے مذہبی، سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق کا تحفظ کیا ہے اور ان کا عملی نفاذ بھی کیا۔ اسلام میں انسان کو جو حقوق حاصل ہیں اللہ قادرِ مطلق کی طرف سے ہیں جو خالقِ کائنات ہے اس نے انسان کی طبعی ضروریات کے عین مطابق اس کے حقوق و فرائض اس انداز سے متعین کیے ہیں جس سے معاشرہ حقیقی امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اسلامی ریاست کا قانون قرآن و سنت ہے لہٰذا کوئی شخص بھی قرآن و سنت میں متعین حقوق کو نہ چیلنج کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قانون ساز ادرہ ان میں ترمیم یا تخفیف کر سکتا ہے ہاں جدید ضروریات و تقاضوں کے پیشِ نظر تفویض شدہ حقوق میں اضافہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ قرآن و سنت کے منافی نہ ہو۔ اسلام نے جو حقوق انسان کو عطاء کیے ہیں وہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ حقوق کے دائرہ کار میں مسلم اور غیر مسلم سبھی شہری برابر ہیں۔ اسلام نے بنیادی انسانی حقوق میں مسلم اور غیر مسلم شہری میں کوئی امتیاز نہیں کیا۔

۳. مغربی ممالک میں اقلیتوں کے حقوق کے قانون سازی کیساتھ ان کے حقوق کے عملی نفاذ کے لیے موئثر اقدامات بھی اٹھاے جارہے ہیں تاہم اقلیتوں کے متعلق قانون سازی میں ان کے مذہبی قوانین کا زیادہ لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے مسلم اقلیت کو بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ مغربی حقوق کا تصور ایک غیر نظریاتی تصور ہے جس میں انسان کے حقوق و فرائض کا دائرہ کار ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے ممبران متعین کرتے ہیں اور

مغربی قوانین ساز اسمبلیوں میں ان ممبران کی اکثریت ہے جو کسی بھی مذہب پر ایمان نہیں رکھتے ان کے نزدیک مذہب کی اس قدر اہمیت نہیں جس طرح ایک مسلمان تمام عوامل زندگی میں مذہبی احکامات کو اہمیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانون سازی میں مسلمانوں کے مذہبی جزبات اور فرائض کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

۴. اقلیتوں کے متعلق اسلام اور مغربی قوانین کے تقابل سے ان قوانین میں پائے جانے والے سقوم کی نشاندہی سے ان کے لیے بہتر قانون سازی میں مدد ملے گی جس سے اقلیتوں کے استحصال کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔ مسلم ریاستوں اور مغربی ممالک کو مل بیٹھ کر بالاتفاق اس انداز سے قانون سازی کی ضرورت ہے جس سے مشرقی و مغربی ممالک میں اباد مسلم اور غیر مسلم اقلیت کو اپنے عقیدے اور مذہب کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرنے کا موقع مل سکے۔

۵. مغربی ممالک میں مسلم اقلیت کو مذہبی اور معاشرتی استحصال کا سامنا ہے جس استحصال سے احساس محرومی جنم لے رہا جو مغربی ممالک کے امن کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ لہذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ مسلم اقلیت کے متعلق قانون سازی کرتے وقت مسلم اقلیت کے نمائندوں کی آراء لی جایں تا کہ ایسا کوئی قانون نہ بنایا جاے جس سے ان کے مذہبی جزبات کو ٹھیس پہنچے۔

٦. اقوام متحدہ اور یورپی یونین نے اقلیتوں کو جو حقوق دینے کی قانون سازی کی ہے اس کے عملی نفاذ کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے تا کہ مسلم اقلیت پر سکون طریقے سے اپنی زندگی بسر کر سکے۔

تجاویز وسفارشات

۱. اقوام متحدہ اور یورپی یونین کو اقلیتوں کے متعلق واضح اور جامع تعریف پر اتفاق کرنا چاہیے یا اسلام کے نظریۂ اقلیت کو اختیار کر لینا چاہیے تاکہ مغرب میں موجود اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ عملی طور پر ممکن ہو سکے۔

۲. مغرب میں موجود مسلم اقلیت کے حقوق کے لیے قانون سازی میں مغربی ممالک اور اقوام متحدہ کو اسلام کے اقلیتوں کے متعلق قانون کو مد نظر رکھنا چاہیے تاکہ مسلم اقلیت کے حقوق کا اسی طرح تحفظ ہو سکے جس طرح اسلام نے غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔

۳. اقوام متحدہ کو چاہیے کہ مغربی ممالک کو پابند کرے کہ وہ اقوام متحدہ کے اقلیتوں کے متعلق چارٹرز کو نہ صرف اپنے ملکی قوانین کا حصہ بنائیں بلکہ عملی طور پر ان کا نفاذ بھی یقینی بنائیں۔

۴. یورپ میں مقیم مسلم اقلیت کو چاہیے کہ وہ آپس میں اتفاق واتحاد پیدا کر کے سیاسی قوت کا مظاہرہ کریں اور اپنے حقوق کے لیے پر امن جدوجہد کریں۔

۵. اقوام متحدہ اور یورپی یونین کو چاہیے کہ اسلام کے خلاف میڈیا ٹرائل کا سدِ باب کریں تاکہ مسلم اقلیت کو مغرب میں مزید مسائل پیدا نہ ہوں۔

۶. مغرب میں جہاں کہیں بھی دہشتگردی کا واقعہ پیش آتا ہے مغربی میڈیا فوراً اسلام اور مسلمانوں کے الزام لگانا شروع ہو جاتے ہیں اور بغیر تحقیق کے اسلام اور مسلمانوں پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ U.N.O کو بین الاقوامی میڈیا پالیسی کا اعلان کرنا چاہیے کہ دہشتگردی کو مذہب کے ساتھ منسلک نہ کیا جائے اور بغیر تحقیق کے الزام تراشی سے گریز کیا جائے۔

۷. مغرب میں آباد مسلم اقلیت کو چاہیے کہ اسلام کی تعلیمات پر سختی سے کاربند رہیں اور اسلامی تہذیب وثقافت پر مغربی تہذیب وثقافت کو ترجیح نہ دیں اور اسلام کی حقیقی تصویر اور اسلام کے سفیر بن کر یورپ میں زندگی بسر کریں تاکہ اہل مغرب اسلام کی حقیقت سے روشناس ہو کر ان کے قریب آئیں۔

۸. بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے انسانوں کو ان کے مذاہب کے مطابق حقوق دینے کے لیے بین الاقوامی سطح پر قانون سازی کی جائے۔

۹. مسلم ممالک کو بھی چاہیے کہ موجود غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی بعینہ اس طرح حفاظت کریں جس طرح رسول خدا ﷺ اور خلفائے راشدین نے کی۔

فہارس

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست اعلام

فہرست اماکن

فہرست مصادر و مراجع

فہرست آیات

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ نمبر
یاَیُّھَاالنَّاسُ اعْبُدُوْارَبَّکُمْ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ	سورۃالبقرۃ	۲۱	۴۱۴
وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً	سورۃالبقرۃ	۳۰	۲۳۲
اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ	سورۃالبقرۃ	۴۴	۴۲۱
وَلَا تَکُوْنُوْ آ اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ	سورۃالبقرۃ	۴۱	۸۳
وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ	سورۃالبقرۃ	۶۱	۸۴
وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً	سورۃالبقرۃ	۸۰	۸۵
ثُمَّ اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَتُخْرِجُوْنَ	سورۃالبقرۃ	۸۵	۳۵۹/۲۸۰/۸۵
وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ	سورۃالبقرۃ	۱۱۳	۸۳
قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی	سورۃالبقرۃ	۱۳۶	۴۱۱
وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّ سَطًا	سورۃالبقرۃ	۱۴۳	۳۸۹
وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ	سورۃالبقرۃ	۱۶۹	۳۷۱
یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ	سورۃالبقرۃ	۱۷۸	۳۸۴/۱۶۷
وَلَکُمْ فِي الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ	سورۃالبقرۃ	۱۷۹	۲۰۲
وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ	سورۃالبقرۃ	۱۸۸	۳۶۳/۲۵۱/۲۱۶
وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا	سورۃالبقرۃ	۱۹۰	۳۹۰/۲۶۱
فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی	سورۃالبقرۃ	۱۹۴	۱۶۷/۱۳۰
کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ	سورۃالبقرۃ	۲۱۳	۴۱۲

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ	سورۃالبقرۃ	۲۲۱	۳۶۱
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	سورۃالبقرۃ	۲۲۸	۷۲/۳۸۰
وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ	سورۃالبقرۃ	۲۳۱	۳۸۲
وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ	سورۃالبقرۃ	۲۳۲	۳۶۲/۳۸۱
لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ	سورۃالبقرۃ	۲۵۶	۱۹/۹۵/۱۸۹/۲۴۵/۲۶۹/۳۶۳
وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ	سورۃالبقرۃ	۲۶۹	۱۹۲
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُه	سورۃالبقرۃ	۲۸۳	۳۸۴
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ	سورۃ آل عمران	۲۱	۸۴
لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ	سورۃ آل عمران	۲۸	۴۰۲/۴۰۴
يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ	سورۃ آل عمران	۶۵	۷
قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ	سورۃ آل عمران	۶۴	۲۲/۴۰۷
مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ	سورۃ آل عمران	۷۹	۱۴۳/۲۰۷/۲۶۲
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	سورۃ آل عمران	۱۱۰	۱۱۲/۲۴۶/۴۲۳
وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا	سورۃ آل عمران	۱۰۳	۸۲/۴۱۹/۴۲۵
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	سورۃ آل عمران	۱۰۴	۲۷۷/۳۶۴/۳۷۰
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	سورۃ آل عمران	۱۱۰	۳۶۵
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ	سورۃ آل عمران	۱۱۸	۴۰۶
وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ	سورۃ آل عمران	۱۳۴	۳۹۶
لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	سورۃ آل عمران	۱۶۴	۸۱
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللهِ	سورۃ آل عمران	۱۵۹	۲۱۲/۳۶۶
فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ	سورۃ آل عمران	۱۹۵	۳۶۰
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ	سورۃالنساء	۱	۴/۱۰۸/۲۲۰/۳۵۰/۳۷۷
فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ	سورۃالنساء	۳	۲۰۹/۲۷۴
وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً	سورۃالنساء	۴	۳۸۱
وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ	سورۃالنساء	۶	۳۶۸

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ	سورۃالنساء	۱۱	۷۲/۲۵۴/۳۸۳
وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ	سورۃالنساء	۱۲	۳۸۱
يَاَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْ اربَّكُمْ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ	سورۃالنساء	۱۴	۴۱۳
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	سورۃالنساء	۲۹	۱۱۸/۱۳۰/۳۶۳
لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ	سورۃالنساء	۳۲	۲۲۰/۲۵۱/۳۷۲/۳۷۹
اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ	سورۃالنساء	۳۴	۲۵۳/۳۷۸
وَاعْبُدُوااللّٰهَ وَلَاتُشْرِكُوْا بِهٖ شئياًوَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسٰنا	سورۃالنساء	۳۶	۷۱
وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ	سورۃالنساء	۵۸	۱۴۵/۲۳۰/۳۵۳/۳۵۴
وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ	سورۃالنساء	۹۲	۱۳۶
اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا	سورۃالنساء	۹۷	۳۵۹/۴۳۰
وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا	سورۃالنساء	۱۰۰	۳۵۸
اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ	سورۃالنساء	۱۰۵	۶۹/۱۴۴/۲۳۲
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ	سورۃالنساء	۱۴۴	۴۰۵
لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ	سورۃالنساء	۱۴۸	۲۳۶/۳۶۴
وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ	سورۃالمائدہ	۲	۳۶۸
وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ	سورۃالمائدہ	۵	۲۰/۲۴/۱۴۷/۱۹۴/۴۰۹
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ	سورۃالمائدہ	۸	۲۲/۱۴۶/۱۳۱/۳۵۶/۳۷۴
وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُه	سورۃالمائدہ	۱۸	۸۲
مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢابِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ	سورۃالمائدہ	۳۲	۲۱/۱۲۹/۲۰۲/۲۶۱/۳۵۱
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً	سورۃالمائدہ	۳۸	۱۱۸/۲۰۶
فَاِنْ جَاءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ	سورۃالمائدہ	۴۲	۱۴۴/۲۳۱
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ	سورۃالمائدہ	۴۵	۱۹۶/۱۹۸
وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ	سورۃالمائدہ	۴۷	۱۹
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاءَ	سورۃالمائدہ	۵۱	۴۰۵
فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ	سورۃالمائدہ	۵۲	۴۰۵

٣٩١	٦٨	سورۃ المائدہ	قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰي شَيْءٍ حَتّٰي
٣٨٨	٧٧	سورۃ المائدہ	قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ
٤٠٨	٨٢	سورۃ المائدہ	لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ
١٥٦	٨٥	سورۃ المائدہ	اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَه وَيَسْعَوْنَ
٩٦/٢٧٠	١٠٧	سورۃ الانعام	وَلَوْ شَاءَ اللهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا
١٨/٩٦/٢٦٩/٣٩٥	١٠٨	سورۃ الانعام	وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ
١٣٠/٣٥١/٤٢٢	١٥١	سورۃ الانعام	وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ
٢٤١/٣٥٧	١٦٤	سورۃ الانعام	وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
٢٣٨	١٢	سورۃ الاعراف	قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ
٢٣٨	١٣	سورۃ الاعراف	فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْن
٢٣١	٢٩	سورۃ الاعراف	قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ
١١٥	٥٦	سورۃ الاعراف	وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا
٣٧٤	١٥٧	سورۃ الاعراف	يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
٢٦/٤١٥	١٥٨	سورۃ الاعراف	قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا
٦٩	٨	سورۃ الانفال	لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ
٤٠٨	٦١	سورۃ الانفال	وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَي اللهِ
١٧	٥	سورۃ التوبۃ	فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ
١٤/٣٥٩	٦	سورۃ التوبۃ	وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰي
٤٠٨	٧	سورۃ التوبۃ	فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ
١٢	٨	سورۃ التوبۃ	كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً
١١٠	٢٨	سورۃ التوبۃ	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ
١٢/١٥٠/١٥٣/١٥٧	٢٩	سورۃ التوبۃ	يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ
٣٦٧	٣٤	سورۃ التوبۃ	وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا
١١٣	٦٧	سورۃ التوبۃ	يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ لْمَعْرُوْفِ
٤٢٥	١٠٥	سورۃ التوبۃ	وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه وَالْمُؤْمِنُوْنَ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ	سورۃالتوبۃ	۱۲۲	۳۷۱
يَاَيُّهَاالنَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ	سورۃیونس	۵۷	۴۱۴
وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّھُمْ جَمِيْعًا	سورۃیونس	۹۹	۳۹۵/۲۴۵/۲۲۳/۹۶
اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ	سورۃ ھود	۴۵	۶۹
اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا	سورۃ ھود	۸۹	۶۹
وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ	سورۃ ھود	۱۱۳	۴۰۶
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ	سورۃالحجر	۹۹	۶۹
وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا	سورۃالنحل	۵۸	۳۷۷
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ	سورۃالنحل	۸۰	۳۷۰
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى	سورۃالنحل	۹۰	۲۶۷
اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ	سورۃالنحل	۱۲۵	۳۶۵
مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ	سورۃالاسراء	۱۵	۳۵۷/۲۴۲
وَلَا تَجْعَلْ يَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْهَا	سورۃالاسراء	۲۹	۳۹۳
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ	سورۃالاسراء	۳۱	۳۸۰/۳۷۰
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ	سورۃالاسراء	۳۳	۲۶۱/۱۳۰
وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ	سورۃالاسراء	۳۷	۳۹۴
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ـــ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ	سورۃالاسراء	۷۰	۱۲۹/۱۸
وَ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ	سورۃالاسراء	۸۱	۶۸/۶۳
وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ	سورۃالاسراء	۱۱۰	۳۹۱
وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ	سورۃالکھف	۲۹	۲۱۰/۹۷
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ	سورۃالانبیاء	۱۰۷	۲۶
ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ	سورۃالحج	۶	۶۸
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ	سورۃالحج	۴۰	۹۵/۲۳
اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ	سورۃالحج	۴۱	۳۷۴
لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ	سورۃالحج	۶۸	۳۹۵

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوَاتُ	سورۃالمؤمنون	۷۱	۶۲
اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ	سورۃالنور	۲	۲۰۵
وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ	سورۃالنور	۴	۲۴۴
وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّآ	سورۃالنور	۶	۲۴۴/۲۰۵
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	سورۃالنور	۱۹	۳۷۰/۲۷۶/۱۱۴
يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ	سورۃالنور	۲۵	۵۲
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى	سورۃالنور	۲۷	۳۵۸/۲۷۹/۲۴۴/۱۴۱
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ	سورۃالنور	۳۰	۳۷۸/۳۷۷/۲۸۸/۲۵۹
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ	سورۃالنور	۳۱	۲۸۸/۲۵۹
وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ	سورۃالنور	۳۲	۲۷۴
وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ	سورۃالنور	۳۳	۳۵۱
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	سورۃالنور	۵۵	۳۶۶/۳۶۰
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	سورۃالنور	۵۸	۲۰۸
وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْناً	سورۃالفرقان	۶	۳۴۳
اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ	سورۃالقصص	۲۶	۲۲۵
وَمِنْ رَّحْمَتِه جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ	سورۃالقصص	۷۳	۳۶۹
وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا	سورۃالقصص	۷۷	۴۲۵
وَمِنْ اٰيٰتِه اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا	سورۃالروم	۲۱	۳۶۱/۲۷۳
وَمِنْ اٰيٰتِه خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ	سورۃ الروم	۲۲	۱۸۷
ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ	سورۃ الروم	۴۱	۹۳/۸۳
وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ	سورۃ الروم	۴۷	۶۹
وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُه مُسْوَدًّا	سورۃ الروم	۵۸	۹۲
وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِه عِلْمٌ	سورۃلقمان	۱۵	۴۱۰
يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ	سورۃالاحزاب	۳۱	۲۸۸
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَمْرًا	سورۃالاحزاب	۳۶	۳۸۳

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ	سورۃالاحزاب	۵۳	۳۷۸
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا	سورۃسبا	۲۸	۱۲۶/۴۱۵
يَاَيُّهَاالنَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ هَلْ خَالِقُهٗ	سورۃفاطر	۳	۴۱۴
وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ	سورۃفاطر	۱۸	۲۴۱/۳۵۷
وَمَايَسْتَوِىْ الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ	سورۃفاطر	۱۹	۴۱۷
اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا	سورۃفاطر	۲۹	۳۷۲
بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ	سورۃالصافات	۳۷	۶۳
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ	سورۃالزمر	۱	۲۷۶
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ	سورۃالزمر	۹	۲۱۳/۳۷۱/۴۱۷
وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُم	سورۃالشوریٰ	۱۵	۲۳۱
وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا	سورۃالجاثیہ	۲۴	۱۰
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِه وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ	سورۃالجاثیہ	۱۵	۳۵۵
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ	سورۃالحجرات	۱۰	۴۱۹
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى	سورۃالحجرات	۱۱	۱۳۷/۳۵۲
يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ	سورۃالحجرات	۱۲	۱۶۳/۱۴۲/۲۰۵/۲۴۳/۳۵۷
يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ	سورۃالحجرات	۱۳	۳/۱۲/۱۴۴/۱۸۸/۱۹۷/۲۱۹/۲۴۰/۲ ۵۲/۲۶۷/۲۷۴/۲۷۹/۳۴۸/۴۲۴
اُولٰئِکَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ	سورۃالاحقاف	۱۸	۶۳
وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ	الذاریات	۱۹	۷۰
اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا	سورۃالنجم	۲۸	۶۳
وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى	سورۃالنجم	۳۹	۳۶۸/۳۷۲
رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ	سورۃالرحمٰن	۱۷	۲۳۷
يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ	سورۃالمجادلہ	۱۱	۴۱۷
كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُم	سورۃالحشر	۷	۳۶۷
لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ	سورۃالممتحنہ	۸	۴۰۲/۴۰۷

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ	سورۃالجمعۃ	۲	۸۲
فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا	سورۃالجمعۃ	۱۰	۴۲۵/۲۱۷
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ	سورۃالتغابن	۲	۲۵۲/۶/۴
وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِ هِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ	سورۃالمعارج	۲۴	۳۶۷/۶۳
قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُوْدِ، النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ	سورۃالبروج	۴	۸۴
اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِر	سورۃالغاشیۃ	۲۱	۹۶
وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۔ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۔ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ	سورۃالتین	۱	۲۰۱
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ	سورۃالعلق	۱	۲۷۶/۲۱۳/۱۹۲/۱۴۶
لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ	سورۃالکافرون	۶	۲۱۰

فہرست احادیث

حدیث	صفحہ
أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ	۱۷
اتَقُوا الظُلَمَ فَإِنَّ الظُلَمَ ظُلماتٌ يوم القِيامَةِ	۳۵۲
اخْرُجْ، ثُمَّ لاَ تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ	۳۸۵
أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ	۱۱۰
ادْرَؤُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ	۲۶۵
ادْفَعُوا الْحُدُودَ مَا وَجَدْتُمْ لَهُ مَدْفَعًا	۳۵۸
أَرِقَّاءَكُمْ أَرِقَّاءَكُمْ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ	۲۳۴
اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ للنَسِيئَةٍ وَرَهَنَهُ	۱۲۱/۴۰۴
اطْلُبُوهُ، فَاقْتُلُوهُ، فَسَبَقْتُهُمْ إِلَيْهِ، فَقَتَلْتُهُ	۱۶۴
أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ، قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ	۱۲۶/۲۲۶/۳۶۸
أَكَلَ مِنْ الشَّاةِ الْمَسْمُومَةِ الْمَشْوِيَّةِ الَّتِي أَهْدَتْهَا إِلَيْهِ الْيَهُودِيَّةُ وَلَمْ يَسْأَلْهَا	۱۹۵/۴۱۰
أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ	۲۷/۱۸۸/۲۱۹/۳۴۹
أَلاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ	۱۳/۲۸
امر برجم يهودى ويهودية زنيا فرجما	۱۷۰
أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللَّهُ، وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِكَ	۱۱۶
اِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ اللهُ اٰيَةَ الرَّجْمِ	۶۵
أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ	۱۳۸
إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ	۳۵۰
انَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ	۶۴/۶۸
إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ	۶۴
إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا	۲۶۶

إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذُ لِلْقَوْمِ يَعْنِي تُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ	٣٨٥/٢٥٤
إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا	٢١٧
إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ	٢٣٦
أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا، فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ	١٦٨
أَنَا أَحَقُّ مَنْ أَوْفَى بِذِمَّتِهِ	٢٣٥/١٩٧/١٤٥/١٣٢
إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ	٢٢٨
أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ فَدَعُوهُمْ	١٠٢
إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمُ	١٤٢
إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَوْلُهُ اصْبِرْنِي يُرِيدُ أَقِدْنِي مِنْ نَفْسِكَ	٢٥٠
أَنَّهُ ذَبَائِحُهُمْ. وَظَاهِرُهُ يَقْتَضِي ذَلِكَ، لِأَنَّ ذَبَائِحَهُمْ مِنْ طَعَامِهِمْ	٤٠٩/٢٠
أَنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ	١٠٨
إنهم كانوا لأصحابنا مكرمين وإني أحب أن أكافئهم	١٩٥/١٣٨
أَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ أَوْ أَمَةٍ فَالوَلَدُ وَلَدُ زِنَا لَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ	٢٧٥
أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ	٣٥٣
بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ	٧٣
بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ	٢٧
تَصَدَّقَ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْيَهُودِ بِصَدَقَةٍ، فَهِيَ تُجْرَي عَلَيْهِمْ	١٢٢
ثَلاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ	٢٢٦/١٢٥
ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ	١٥١
الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ	٤
الخَلْقُ عِيَالُ اللهِ، فَأَحَبُّهُمْ إِلَى اللهِ مَنْ أَنْفَعُهُمْ إِلَى عِيَالِهِ	٤١٥
خَيْرُ الشُّهُودِ، مَنْ أَدَّى شَهَادَتَهُ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا	٣٨٤
دِيَةُ الْيَهُودِيِّ، وَالنَّصْرَانِيِّ، وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ	١٣٦
الرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الأَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا	٣٧٩
السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ	٢٧٦

شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ	١٦٥
صَالَحَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفَيْ حُلَّةِ النِّصْفُ فِي صَفَرٍ	١٥٦
طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ	٤٠٤/١٢١
طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ	٢١٨/٣٧٩/٢١٣/١٤٦
عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ	٣٩
عَنْ اسْتِئْجَارِ الْأَجِيرِ حَتَّى يُبَيَّنَ لَهُ أَجْرُه	٢٢٦
فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا	٣٥٣
فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ	٣٩١
فَخَلُّوا سَبِيلَهُ، فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِىءَ فِي الْعَفْوِ	٢٦٥
فَهُمْ أَحْرَارٌ فِي شَهَادَاتِهِمْ وَمُنَاكَحَتِهِمْ وَمَوَارِيثِهِمْ وَجَمِيعِ	٣٩٦
فَيُحْسِنُ تَعْلِيمَهَا وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا	٣٧٩
فَيَكُبُّكَ اللهُ وَجْهَكَ فِي النَّارِ	١٣٢
قال رسول الله ﷺ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ	٦٤
قَالَ قَدْ أَتَانِيَ اللَّهُ مِنَ الإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ	٣٩٤
قَدْ أَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ	٣٨٥/٢٥٤
قَوْلُهُ اصْبِرْنِي يُرِيدُ أَقِدْنِي مِنْ نَفْسِكَ وَقَوْلُهُ	٢٥٠
كَانَتْ دِيَةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	١٣٦
كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً	٢٧
كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ	٣٩٣
لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا	٤١٦
لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ	٢٨١/١٢٢
لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ	١١٠
لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا فَتَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ فَيَتَّقُونَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ	٢٨
لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ	٣٩٢/٣٨٢
لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُمْ	٢٧٠/٩٧/١٩٠/١٠٨

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ	٣٩٦
لَيْسَ عَلَى مُسْلِمٍ جِزْيَةٌ	١٧٦
مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ	٣٨٠
مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ؟ قَالَ: أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ	٣٧٩
مَا حَقُّ امْرِالْمُسْلِمِ لَه شَيْئٌ يُوْصِىْ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ	٦٤
مَا شَأْنُ أَهْلِ الشَّأْمِ عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيرَ وَأَهْلُ الْيَمَنِ	١٥٦
مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِى تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ	٤٢٠
مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ	٣٨٠
مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ	١٢٨
مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ	٣٦٤
مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ	٢٦٢
مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ	٣٧٣
مَنْ رَّآنِىْ فَقَدْ رَاَى الْحَقّ	٦٤
مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ	٣٦٣/٢١٧
مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ	٢٦٢/١٣١
مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ	١٣١
مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ حَاجَةً كَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ خَدَمَ اللَّهَ عُمْرَهُ	٤٢٤
مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا وَدِيَتُهُ كَدِيَتِنَا	١٩٣/١٣٤
مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللَّهُ	٤١٦
مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهُّ فِي الدِّينِ	٤١٨
مَهْ خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا	٣٩٢
هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ	٣٠
وَالاقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ	٣٩٢
وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ	٤٢٤

وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ	١٣٥
وَأَهْلِ أَيْلَةَ سُفُنِهِمْ، وَسَيَّارَتِهِمْ فِي الْبَحْرِ، وَالْبَرِّ، لَهُمْ ذِمَّةُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ	٣٤
وَدَى ذِمِّيًّا دِيَةَ الْمُسْلِمِ	١٣٧
الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ	٢٧٥
وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ	٣٣
وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ	١٥١
يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ	٣٤٩
يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ	٢١٤
يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ	٤٢١/٣٦٢
يَغْزُو بِأُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مَعَهَا مِنَ الأَنْصَارِ	٣٨٥

فہرست اعلام

نمبر شمار	اعلام	صفحہ نمبر
۱.	ابن اسحاق	۳۵
۲.	ابن الاثیرؒ	۳۵۳/۶۴
۳.	ابن جریر طبریؒ	۴۷
۴.	ابن حزم	۱۷۰/۱۶۷/۹
۵.	ابن کثیرؒ	۵۳
۶.	ابن منظور اصفہانیؒ	۶۶/۶۱
۷.	ابوعبیدہ	۲۰۳/۱۴۵/۵۱/۱۳۳/۱۳۳
۸.	امام ابو حنیفہؒ	۱۵۴/۱۳۵/۱۰۷/۱۳۵
۹.	امام ابو عبید القاسمؒ	۱۰۰/۹۹/۵۷
۱۰.	امام ابو یوسفؒ	۱۳۹/۱۶۰/۱۴۴/۱۰۲/۵۶/۵۰/۴۵/۴۲/۴۱/۴۰/۸/۴۱
۱۱.	امام راغب اصفہانیؒ	۶۱
۱۲.	امام رزای	۲۵
۱۳.	امام سرخسیؒ	۱۶/۱۵۹
۱۴.	امام شافعیؒ	۱۵۷/۱۱۱/۹
۱۵.	امام کاسانیؒ	۲۱۳
۱۶.	بدرالدین عینیؒ	۱۳۹/۲۰۰
۱۷.	حضرت سعد بن عامرؓ	۱۲۷
۱۸.	حضرت ابو سعید خدریؓ	۲۳۵
۱۹.	حضرت ابوعبیدہؓ	۵۲
۲۰.	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	۲۷۳/۲۵۳
۲۱.	حضرت ابو بکر صدیقؓ	۱۳۷/۱۳۲/۹۶/۴۵/۴۴/۴۳/۴۰/۳۹

۲۲.	حضرت امیر معاویہؓ	۱۴۱/۱۱۴
۲۳.	حضرت جابرؓ	۲۴/۱۲۸/۳۵۱
۲۴.	حضرت حسن بصریؒ	۱۰۰/۵۹
۲۵.	حضرت خالد بن ولیدؓ	۴۰/۳۹/۱۲۳/۱۷۳/۱۷۴
۲۶.	حضرت خدیجہؓ	۲۴
۲۷.	حضرت عائشہؓ	۲۸۸/۳۵۲/۳۷۷
۲۸.	حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ	۹
۲۹.	حضرت عثمانؓ	۵۰/۵۳/۵۴/۵۵/۵۶/۱۱۱/۱۲۵/۱۳۳/۲۴۳/۲۶۸/۳۷۶
۳۰.	حضرت عثمان بن حنیفؓ	۵۰/۱۲۷
۳۱.	حضرت علیؓ	۹/۵۳/۵۶/۵۷/۵۸/۵۹/۱۱۸/۱۲۷/۱۳۳/۱۳۴/۱۳۸/۱۴۷/۱۵۹/ ۱۶۳/۱۷۱/۱۹۲/۲۰۳/۲۶۴/۲۷۷/۳۵۴
۳۲.	حضرت عمرؓ	۲۴/۳۶/۳۷/۴۴-۵۵/۹۹/۱۰۰/۱۰۳/۱۰۴/۱۰۷/۱۰۸/۱۱۴/۱۱۹/ ۱۲۱/۱۲۴/۱۲۶-۱۲۸/۱۳۳/۱۴۰/۱۴۲/۱۴۷/۱۵۰/۱۵۳/۱۵۵/۱۵۶ /۱۵۹/۱۷۲/۱۷۴/۱۷۶/۲۰۳/۲۰۵/۲۰۶/۲۲۱/۲۳۲/۲۴۳/۲۴۶/ ۲۴۸/۲۵۰/۲۵۲-۲۵۵/۲۶۴/۲۷۰/۳۵۱
۳۳.	حضرت عمر بن العاصؓ	۱۴۲/۲۰۵/۲۳۲/۲۴۴/۲۴۸/۲۵۲-۲۵۴/۳۵۱
۳۴.	حضرت معاذ بن جبلؓ	۷۱/۷۰/۱۵۲/۱۵۴/۲۴۴
۳۵.	حضرت نعمان بن مقرنؓ	۴۵/۱۵۰
۳۶.	ڈاکٹر حمید اللہ	۲۹/۳۸/۴۹/۵۵
۳۷.	ڈاکٹر محمود غازیؒ	۱۶
۳۸. سیؒ	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۱۳/۹۳
۳۹.	سید قطبؒ	۲۰
۴۰.	عبد الکریم زیدان	۸/۱۱۳
۴۱.	علامہ ابن قیمؒ	۳۵/۸/۳۱/۹۶/۹۸/۱۰۷/۱۴۸/۱۷۶/۲۰۰

۴۲.	علامہ ابو بکر جصاص	۱۹۱/۲۱۳/۳۸۳/۳۸۵/۴۰۲/۴۰۳
۴۳.	علامہ جریر طبری	۴۷/۳۵۳
۴۴.	علامہ قرطبیؒ	۶۳/۱۳۴/۱۴۳/۱۶۹/۱۷۲/۴۰۴
۴۵.	عمر بن عبد العزیزؒ	۱۰۰/۱۰۴/۱۳۶/۱۷۴/۲۷۰/۲۷۱/
۴۶.	غلام احمد قادیانی	۱۱/۱۰
۴۷.	قاضی شریحؒ	۵۹/۳۵۴
۴۸.	مصطفی شبلیؒ	۶۶
۴۹.	نکولس سرکوزی	۲۵۵
۵۰.	ولید بن یزید	۶۰

فہرست اماکن

بلاد	صفحہ نمبر
اذربیجان	۴۸
اذرخ	۱۳
بحرین	۱۳/۲۵۳
برصغیر پاک وہند	۶۰
برطانیہ	۱۱۷/۱۸۲/۱۸۵/۲۵۷/۲۶۱/۲۷۴/۲۸۲/۳۲۲/۳۲۵/۳۲۹/۳۳۳/۳۳۷/۳۳۸/۳۳۹/۳۴۷/۴۲۲
بلاذری /۴۴/۴۶/۶۰/۱۷۵	
پیرس	۲۸۳

جرمنی /۱۱۷/۲۵۷/۲۶۰/۲۶۱/۲۷۴/۲۷۶/۲۸۲-۸۳/۳۱۰-۳۱۹/۳۴۷	
حجاز	۱۰۶-۱۰۹/۱۲۵/۲۲۶/۲۲۷
حمص	۵۱/۵۲/۱۱۴/۲۵۳/۲۶۳
خراسان	۱۳
دمشق	۱۳/۸/۳۹/۵۹/۶۶/۰۳
شام	۳۴/۳۹/۴۳/۴۴/۵۱/۶۰/۱۲۷/۱۳۳/۱۴۰/۱۴۵/۱۴۶/۱۴۷/۱۵۵/۱۵۹/۱۷۶/۲۰۳/۲۶۲
عراق	۹/۳۹/۴۴/۴۵/۵۰/۱۲۰/۱۲۵/۱۲۶/۱۵۸/۱۵۹/۱۷۵/۱۹۸
فرانس ۱۵۶/۱۸۲/۱۸۳/۱۸۵/۲۳۱/۲۴۹/۲۵۰/۲۵۵/۲۶۰/۲۸۲۲۸۶/۲۹۲/۲۹۸/۲۹۹/۳۰۲/۳۰۳/۳۱۰/۳۱۲/۳۲۵/۳۲	
قبرص	۶۰
ماوردی ۱۰۲/۱۰۷/۱۰۸/۱۱۳/۱۴۸/۱۴۹/۱۵۳/۱۵۷-۱۵۹/۱۶۶	
مصر ۵۵/۸۰/۸۱/۹۹/۱۰۳/۱۲۳/۱۴۰/۱۴۲/۱۵۸/۲۰۵/۲۳۲/۲۴۴	
نجران	۲۸/۳۱-۳۵/۴۲/۵۴/۵۶/۸۳/۹۵/۹۶/۱۰۸/۱۱۹/۱۲۶/۱۵۴/۱۵۵/۱۵۸/۲۲۳
ہجر	۱۳
یمن	۳۲/۳۴/۸۳/۱۰۸/۱۲۶/۱۵۴/۱۵۵/۳۲۲

فہرست مصادر و مراجع

۱۔القران الحکیم

۲۔ ابن اثیر، عزالدین ابوالحسین علی بن ابو الکرم محمد بن ابو الکریم بن عبدالواحد الشیبانی(م ۶۳۰ھ)، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ۲۰۰۴ء۔

۳۔ ابن بطال، ابوالحسن علی بن خلف عبدالملک، شرح صحیح البخاری، مکتبہ الرشد، الریاض، ۲۰۰۰ء۔

۴۔ ابن جزی الغرناطی، (م ۷۴۶ھ) القوانین الفقہیۃ، مطبعۃ الامنیۃ بالرباط، ۱۹۵۸ء۔

۵۔ ابن حجر العسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد شھاب الدین(م ۸۵۲ھ) الدرایۃ فی تخریج الھدایۃ، المکتبۃ الاثریۃ، لاہور، س.ن۔

۶۔ ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی بن محمد شھاب الدین (م ۸۵۲ھ) فتح الباری بشرح صحیح البخاری، دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶ء۔

۷۔ ابن سعد، محمد منیع الزہری، (م ۲۳۰ھ)، الطبقات الکبری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۱۹۹۲ء۔

۸۔ ابن عابدین ، محمد امین الشھر، حاشیہ رد المختار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، ایچ .ایم.سعید کمپنی، کراچی، س.ن۔

۹۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی، المغنی، دار العلم الکتب، المملکۃ السعودیۃ العربیۃ، ۱۹۹۵ء۔

۱۰۔ ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر(م ۷۵۱ھ)، احکام اھل الذمۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء۔

۱۱۔ ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابو بکر (م ۷۵۱ھ)، زاد المعاد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۴ء۔

۱۲۔ ابن کثیر، محمد بن اسماعیل، ابو الفداء، عماد الدین ، الحافظ، (م ۷۷۴ھ) تفسیر القران العظیم، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س.ن۔

۱۳۔ ابن کثیر، محمد بن اسماعیل، ابو الفداء، عماد الدین، الحافظ، (م ۷۷۴ھ) البدایۃ والنہایۃ ومعہ نھایۃ البدایۃ والنھایۃ فی الفتن الملاحم، دار الفکر للطباع والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۱۹۹۷ء۔

۱۴۔ ابن نجیم، زین العابدین، البحر الرائق، مکتبہ الرشیدیہ، کوئٹہ، س.ن۔

۱۵۔ ابن ھشام، عبد الملک، (م ۲۱۸ھ) السیرۃ النبویۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء۔

۱۶۔ ابو حیان، محمد بن یوسف، (م ۷۴۵ھ) بحر المحیط، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲ء۔

۱۷۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث، (م ۲۷۵ھ) السجستانی، الحافظ، الامام، سنن ابو داود، دار الجیل، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲ء۔

۱۸۔ ابو عبید القاسم، الحافظ، (م ۲۲۴ھ) کتاب الاموال، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء۔

۱۹۔ ابو الفرج، عبد الرحمن بن الجوزی، الحافظ، تلبیس ابلیس، مطبعۃ السادۃ، مصر، ۱۳۴۰ھ۔

۲۰۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، قاضی، کتاب الخراج، المطبعۃ السفلیۃ ومکتبھا شارع الفتح بالروضۃ القاھرۃ، ۱۳۹۶ھ۔

۲۱۔ ابو بکر، عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی، الحافظ، مصنف، مطبعۃ المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

۲۲۔ ابو یعلی، محمد بن الحسن الفراء الحنبلی، قاضی، (۴۵۸ھ) الاحکام السلطانیۃ مطبعۃ دار نشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور، س.ن۔

۲۳۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ الشیبانی، (م ۲۴۱ھ) مسند احمد، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ء۔

۲۴۔ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ، (م ۲۵۶ھ (الجامع الصحیح، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۸۱ء۔

۲۵۔ البیھقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، الحافظ، (م ۴۵۸ھ) السنن الکبریٰ، دار الفکر بیروت، لبنان، ۱۹۹۶ء۔

۲۶۔ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، الامام، (م ۲۷۹ھ) جامع الترمذی، مصطفی البابی الحلبیواولادہ، مصر، س.ن؛ دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹ء۔

۲۷۔ الجصاص، ابو بکر احمد بن علی بن الرازی، الامام، (م ۳۷۰ھ) احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء۔

۲۸۔ الزیلعی، جمال الدین ابو علی محمد عبد اللہ، (م ۷۶۲ھ) نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶ء۔

۲۹۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، (م ۱۲۵۵ھ) فتح القدیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء۔

۳۰۔ الطبری، ابی جعفر محمد ابن جریر، (۳۱۰ھ) جامع البیان عن تاویل ای القرآن، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ء۔

۳۱۔ العینی، بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد، العلامہ، (م ۸۵۵ھ) البنایۃ فی شرح الھدایۃ، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ء۔

۳۲۔ القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، (م ۶۷۱ھ) احکام القرآن، م.ن.، س.ن۔

۳۳۔ الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، اللاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، مکتبہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۸۰ھ۔

۳۴۔ المرغینانی، برھان الدین علی بن ابو بکر بن الخلیل الرشدانی (م ۵۹۳ھ) الھدایۃ مع بدایۃ المبتدی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء۔

۳۵۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، (م ۳۱۰ھ) تاریخ الطبری المعروف بتاریخ الامم والملوک، مؤسسۃ العلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۴۱۸ھ۔

۳۶۔ الزہیلی، ابووھبہ، الدکتور، الفقہ الاسالامی وادلتہ، مطبعۃ دارالفکر بدمشق، ۱۴۰۹ھ۔

۳۷۔ الخطیب، محمد بن احمد اشرینی، (۹۷۷ھ) مغنی المحتاج الی معانی الفاظ المنھاج شرح، مطبعۃ مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۷۷ھ۔

۳۸۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر، الامام، الشافعی، (م ۹۱۱ھ) الاشباہ والنظائر فی الفروع، مطبعۃ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ۔

۳۹۔ القرافی، شہاب الدین ابوعباس بن عبدالرحمن، الامام، الذخیرۃ، مطبعۃ دارالمعرفۃ، بیروت، س.ن

۴۰۔ القرطبی، ابوالولید محمد بن احمد، الامام، القاضی، المعروف بابن رشد الحفید، (۵۹۵ھ) بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد، طبع المکتبۃ العلمیۃ، لاہور، س.ن۔

۴۱۔ السرخسی، محمد بن ابوسہیل، (۴۹۰ھ) المبسوط، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ۔

۴۲۔ السرخسی، محمد بن ابوسہیل، (۴۹۰ھ) شرح السیر الکبیر، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد، الطبعۃ الاولی، ۱۳۳۵ھ۔

۴۳۔ الشیبانی، محمد بن الحسن، الامام، (م ۱۸۹ھ) شرح کتاب السیر الکبیر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۷ء۔

۴۴۔ الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، (۵۸۷ھ) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، المطبعۃ ایچ. ایم. سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ۔

۴۵۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، نیل الاوطار شرح منتقی الاحبار من احادیث سید الخیار، المتبۃ العثمانیۃ، مصر، ۱۳۵۷ھ۔

۴۶۔ الرازی، امام فخر الدین، المطبعۃ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

۴۷۔ امام ابو طیب، سنن ابو داود بشرح عون المعبود، مطبعۃ، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۹ھ۔

۴۸۔ امام جمال الدین ابو محمد عبد اللہ یوسف، الحنفی، (۷۶۲ھ) مطبعۃ دار المامون، بالقاہرۃ، ۱۳۵۷ھ۔

۵۰۔ بلاذری، احمد بن یحیٰ بن جابر، (م ۲۷۹ھ) فتوح البلدان، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ القاہرۃ، ۱۹۶۵ء۔

۵۱۔ جصاص، ابو بکر، احمد بن علی الرازی، احکام القرآن (م ۳۷۰ھ) داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲ء۔

۵۲۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، محمد، اسلامی ریاست، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، جنوری ۱۹۹۹ء۔

۵۳۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹ء۔

۵۴۔ حمید اللہ ڈاکٹر، محمد، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۳ء۔

۵۵۔ حمید اللہ ڈاکٹر، محمد، مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر، بالقاہرۃ، ۱۹۴۱ء۔

۵۶۔ حمید اللہ ڈاکٹر، محمد، عہد نبوی ﷺ کے میدان ہائے جنگ، اردو اکیڈمی کراچی، س.ن

۵۷۔ خالد علوی ڈاکٹر، اسلام اور اقلیتیں، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء۔

۵۸۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ الخطیب، مشکوۃ المصابیح، دار الفکر بیروت، لبنان، ۱۹۹۱ء۔

۵۹۔ رشید محمود راجہ، تاریخ ہجرت، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۸۶ء۔

۶۰۔ رئیس احمد جعفری، مولانا، اسلام اور رواداری، ادارہ ثقافت اسلامی لاہور، ۱۹۵۵ء۔

۶۱۔ سردار مسیح گل (مرتب) قران و سنت کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق، تجلی میڈیا فاونڈیشن، لاہور، مارچ ۲۰۰۰ء۔

۶۲۔ شافعی امام، (۲۰۴ھ) کتاب الام، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۳ء۔

۶۳۔ شبلی نعمانی، مولانا، الفاروق، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۹۱ء۔

۶۴۔ صبحی عبدہ سعید، الدکتور، السلطۃ والحریۃ فی النظام الاسلامی، الناشر دار الفکر العربی، مطبعۃ جامعۃ القاہرۃ، ۱۹۷۲ء۔

۶۵۔ عبد القادر جیلانی ڈاکٹر، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۵ء۔

۶۶۔ عبد الکریم زیدان، الدکتور، احکام الذمیین والمستامنین فی دار الاسلام، نشرت جامعۃ بغداد الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۲ھ۔

۶۷۔ علی حسن الخربوطلی، الدکتور، الاسلام واھل الذمۃ، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ، القاہرۃ، ۱۹۶۹ء۔

۶۸۔ علاء الدین علی المتقی، (م ۹۷۵ھ) کنز العمال فی سنن الاقوال، المطبعۃ مکتب التراث الاسلامی، ۱۳۹۰ھ۔

۶۹۔ عمر فروخ، تاریخ الجاھلیۃ، مکتبہ دار العلم، بیروت، ۱۹۶۴ء۔

۷۰۔ غلام حسین، حافظ، اسلامی حکومت میں اقلیتیں، مرکز تحقیق دیال سنگھ (ٹرسٹ) لائبریری، لاہور، س۔ن۔

۷۱۔ عمیم الاحسان المجددی البرکتی، محمد السید، المفتی، قواعد الفقہ، الصدق پبلشرز، کراچی، اکتوبر ۱۹۸۶ء۔

۷۲۔ عینی علامہ، محمود بن احمد، النیایۃ شرح الھدایۃ، المکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمۃ، ۱۴۱۱ھ۔

۷۳۔ غلام رسول چودھری، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، علمی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۰۰ء۔

۷۴۔ فضل الرحمن سید، تحریک پاکستان کے فکری محرکات، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۷ء۔

۷۵۔ مجتبی موسوی، مغربی تمدن کی ایک جھلک، ترقی اردو بیورو، دہلی، س۔ن۔

۷۶۔ منیر احمد وقار، مولانا، پیغمبر امن، دار الاسلام، لاہور، ۲۰۰۸ء۔

۷۷۔ محمد ثانی ڈاکٹر، رسول اکرم اور رواداری، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۸ء۔

۷۸۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القران، ادارہ معارف القران، کراچی، س۔ن۔

۷۹۔ محمد نافع، سیرت سیدنا علی المرتضیٰ، ذیشان بک پیلس، لاہور، مارچ ۱۹۹۲ء۔

۸۰۔ محی الدین الائی، الدکتور، الدعوۃ الاسلامیۃ وطورھا فی شبہ القارۃ الھندیۃ، دار القلم دمشق، ۱۳۹۱ھ

۸۱۔ محی الدین ابی محمد عبدالقادر، محمد، القرشی، (م ۷۷۵ھ) الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند، ۱۳۳۲ھ۔

۸۲۔ مسلم، ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیساپوری (۲۶۱ھ) الصحیح المسلم، دراسۃ ادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد، السعودیہ العربیۃ، ۱۹۸۰ء۔

۸۳۔ مودودی، ابو الاعلی، مولانا، تفہیم القران، اداراہ ترجمان القران، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۸۴۔ مودودی، ابو الاعلی، مولانا، الجھاد فی الاسلام، اداراہ ترجمان القران، لاہور، ۲۰۰۲ء۔

۸۵۔ ندوی، ابو الحسن علی، سید، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۶۷ء۔

۸۶۔ ندوی، ابو الحسن علی، سید، مسلم ممالک میں اسلامیات اور مغربیت کی کشمکش،، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۱ء۔

۸۷۔ ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، س۔ن۔

۸۸۔ ندوی، نذر الحفظ، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات،، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲۰۰۱ء۔

۸۹۔ یاقوت الحموی، شھاب الدین ابو عبداللہ، (م ۶۲۶ھ) معجم البلدان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، س۔ن۔

۹۰۔ یوسف کاندھلوی، محمد، الشیخ، حیاۃ الصحابۃ، دار القلم للطباعۃ والنشر والتوزیع، دمشق، ۱۹۸۳ء۔

لغات

۱۔ ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد مکرم، الافریقی المصری الانصاری (م ۷۱۱ھ) لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۷۷ء۔

۲۔ الازھری، ابو منصور محمد بن احمد (۳۷۰ھ) معجم تھزیب اللغۃ، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۱ء۔

۳۔ الجوھری، محمد علی بن علی الفاروقی، قاضی، کشاف اصطلاحات الفنون سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۳ء۔

۴۔ خلیل الرحمن، المعجم، اردو عربی لغت، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۴ء۔

۵۔ روحی البعلکی، الدکتور، المورد، قاموس عربی انکلیزی، طبع ۱۰، دارالعلم الملائین، بیروت، ۱۹۹۷ء۔

۶۔ لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ والاعلام، طبعۃ دارالمشرق، بیروت، س۔ن۔

۷۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، علمی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۹۰ء۔

رسائل وجرائد

۱۔ الدعوۃ (ماہنامہ) دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۶ء۔

۲۔ محدث (ماہنامہ) لاہور، نومبر ۲۰۰۱ء۔

۳۔ ساحل (ماہنامہ) کراچی، نومبر، دسمبر ۲۰۰۱ء، اکتوبر ۲۰۰۰ء، نومبر ۲۰۰۲ء۔

۴۔ جہادِ کشمیر (پندرہ روزہ)، ۳۱ جنوری ۲۰۰۳ء۔

اخبارات

۱۔ اخبار جہاں (ہفت روزہ)، ۴ تا ۱۰ اگست ۲۰۰۳ء۔

۲۔ جنگ (روزنامہ)، کراچی، ۱۶ مارچ ۱۹۹۹ء۔

۳۔ جنگ (روزنامہ)، لاہور، ۲۲ جنوری ۱۹۹۳ء۔

۴۔ نوائے وقت (روزنامہ)، لاہور، ۱۶ مارچ ۲۰۰۳ء۔

English Books

1- Ameli and Merali, Dual Citizenship; British, Islamic or both? obligation recognition, respect and belonging, Islamic Human Rights Commission(London), 2000

2- A.S.Tritton, Islam, London, 1951-

3- Arm -Strong Karen, Muhammad and western attempt to Understanding Islam, London1992

4- Arm -Strong Karen, Muhammad a Biography Of Prophet, Us edition, Harper San Francisco1992

5- Arlonde Rose and Carline B.Rose, Minority Problems, Harper and Row Publisher, New Yourk

6- Delay O,Leary ,Islam At The Cross Road,London,1923

7- Espositso, John L ,The Islamic Threat Myth or Reality, New York 1992

8 - F.E.Peters, Children of Abrohem, Princeton University Press, New Jercy,USA,1984

9- Goldziher, Introduction to Islamic Theology and Law, Princeton University Press, 1981

10- Hameed Ullah ,M.Dr.The Emergence of Islam,Islamic Research Institute, Islamabad,1993

11- Haroon Yahya,Islam Denounces Terrorism,Artirama Publishing Istanbul, Turkey,september 2002

12 -Montgomery Watt,Muhammad At Mecca,Oxford University Press,1953

13- Muhammad Asad, Islam At The Cross Road,Punjab,araft Publishing sixth edition,1947

14- Stanley Lane Poll,The Prophet and Islam Abridge,Lahore,1952

15- Traindafllidou, Century Europe ,Structural and Cultural Prespectives, Raitledge Publishing ,London,2010

16 - Tufyal Chudary and Helen Fenwick,Equality and Human Rights Commission ,research Report 72, The Impact of Counter Terrorism measures on muslim Communities, Published by Arnolde Centre Manchester 2011

17- Human Rights in the EU;The Charter of Fundamental Rights, House of Common Library,Research paoer 00/32, 20 March 2000

18- Human Rights First; Violance Against Muslims, New York, March 2o11

19- European Minority Centre on Rcism and Exnophobia ;Muslims in The European Union Discrimination and Islamophobia, printer MANZ crossmedia Gmb H and co KG Austria,2006

20- European Fourm of Migration Studies; Racism and Ethnic Discrimination Germany, Mario Pecur printer , LOndon,2010

ENCYCLOPEDIAS

1- Encyclopedia Americana, Americana Corporation, New Yourk,1961

2 - Encyclopedia Britannica, Encyclopedia Britannica Ltd, Great Britain, 1950

3- james, j.Morris,The World Book Encyclopedia, Field Enterprises Educational Corporation,Chicago,USA,1958

4- Safra, Jacob E ,The New Encyclopedia Britannica, Encyclopedia Britannica, Inc. Printed in U.S.A,1998

Dictionaries

1- Badger Geroge Percy, an English Arabic Lexicon, Libraire, Libanan, Beurit, 1967 e An English Arabic Lexicon, Librair

2- Jonanth Crownth, Oxford Advance Learner Dictionary, Oxford University Press, England

3-Joyce M.Hawkins, Oxford Universal Dictionary, Oxford University Press, London,1998

4- Landu, Sidney and Ramson ,W.S, Chambers England Dictionary, Richard Clay Ltd, Great Britain,1989.

WEBSITES

1- http://www.abherents.com/religion-bay-

2 -Http://english bayynat.org.muslim communities france.htm

3 -http://en.wikipedia.org/wiki/islam- in- Germany

4 -http://en.wikipedia.org/ wiki/mass-Media

5 -http://islamstory.com/em/node/39011

6 -www.kokaf.com

7 -www.pewfourn.org,

8 -http://www statesmansyearbook.co

9 -www.state gov/g/drl/rsl

10- www.thelocal.de/artical.

11- Http:// www.un.org